



المشمس  
جلد ۱۰۰

افلت شمس اولین شمسنا × ابد اعلیٰ الاقوال العالیہ

منبر || بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۱۰ ہجری || جلد ۶

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله الطاهرين  
ابعد الحمد لله المسمى جلد ۱۰۰ کا پہلا نمبر کی خدمت میں حاضر جو حسین روایات شیعہ کی بحث  
شروع ہوئی۔

یہ وہ بحث ہے کہ آج ہر س سے ناظرین الشمس اسکے شائق تھے کیونکہ عام طور پر یہی کہا جاتا تھا کہ شیخ  
تور وایات ابست سے عرفہ قرآن کا ثبات کیا جاتا تھا پھر روایات کتب فرقہ شیعہ سے اسکے خلاف کیوں  
نہیں ہو کر انشاء اللہ اس پہلوی نمبر سے ظاہر ہو جائیگا۔ روایات شیعہ سے کس قدر تقدیس و تزیین فرما کر  
نمایان ہو جس سے ناظرین با انصاف اس کا قطعی فیصلہ کر سکیں کہ قرآن پر ایمان صرف شیعوں ہی کی ہے جو  
اس جلد سے ایک سلسلہ فقہ میں القرآن عن تلبیس الشیطان کا بھی شروع کیا گیا جو حسین بن  
کے مشہور راجعہ مسافر کا جواب بھی مہذبہ محققان اصول پر دیا جاتا ہے جس سے کوئی آریہ یا ہندو یہ نہیں  
کہہ سکتا کہ جواب میں تجدیدی کیجائی ہو اسکے ساتھ مولوی تہا و اللہ صاحب ام تسری کے راجعہ مسلمان  
کی بھی وہ عبارتیں نقل ہوئی ہیں جن میں مسافر کا جواب دیا گیا ہے پھر دونوں میں محاکمہ بھی کیا جاتا ہے  
تاکہ دیگر دیر عیان اسلام کو اس کا دستور العمل لمجاوی کہ آریو کا جواب کیوں نہ دیا جائے کیونکہ رسول اللہ کا  
طرز عمل بھی مناقض ہے ساتھ اور تھا اور مخالفین اسلام کے ساتھ اور تھا ایما اللہی جلد الفقہ  
و المناقین و اعظما علیہم لہذا جو غلطت مناقضت کے لئے ہو وہ کفار کے ساتھ نہیں۔

مرحہ کے صفحات کا ہندسہ طوی قائم کیا گیا تاکہ جو لوگ ان حصوں کو مطالعہ کریں ان کا رشتہ  
نہو اور خدائے جا تو ہر حصہ اس کا حق ہے میں ذوالعقاد جدید کا کام دیکھا۔

اس کتاب کے ناشرین مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی صاحب دہلی اور مولانا محمد امجد علی صاحب دہلی صاحب دہلی

اشمس کی اشاعت محض اس غرض سے ہو کہ شیعوں پر جو احقا و تحریف قرآن کا الزام دیا جاتا تھا اوسکا دفعہ کیا جاوے اسلئے نہ اسکی کثرت اشاعت سے بحث نہ قلت سے کیونکہ جب تک اس بحث کا خاتمہ نہ ہوگا اسکا شمار اسکی اشاعت میں فرق نہ آئیگا اگرچہ ایک ہی خریدار نہ ہو۔

نقش کے قدردان و شائقین۔ ابتدائی اشاعت سے بیدل ہو رہے ہیں کہ کبھی اشاعت ہاتھ آتا نہیں ہوتی۔ و حد سے توصد ہا ہو کر ایسا ایک کا بھی نہ ہوا۔ لہذا بعد و مذوری ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ الزام جتنے میں وہ سب درست ہیں اور ہمارے پاس کوئی جواب معقول نہیں ہے۔

مرا باب فہم ہے کہ جس طرح مطالب میں کئی قتبیں حائل ہیں کیونکہ قرآن مجید کا معاملہ جسکے نسبت خداوند عالم فرمائی گواہی دینا خدا تعالیٰ جل جلالہ کا شرف امتداد عام و خاص ہے لہذا کہ اگر ہم اس قرآن کو پارہ نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ خدا کے خوف سے آیا و پیشا جاتا ہے پھر خود اپنے حبیب سے فرماتا ہے انا سنیلہ علیک قولی اقتبلہ کہ ہم تمہارے بہاری فرمان نازل کرینگے۔ تو یہ ضعیف انسان اگر امین حیران و پریشان ہوگا کیونکہ ترجیح ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ ہزاروں آفت و آلام سے شب و روز مقابلہ ہو چکا اوصافی ممکن نہیں اصلاح جلد ہمارے کے ذریعہ سے اعلان دیا گیا تھا کہ ہر بیچ الثانی کو اشمس منبر تیار ہو جائیگا۔ مگر اصلاح یہی پوری طور پر شائع ہی ہوا تھا کہ طاعون جو تین ماہ سے بیان قیام پذیر ہے۔ سارے دفتر اصلاح میں اسطرح گھس آیا کہ ایک ہنایت متدین بخواہ ملازم پریس کو جسکا نام حسین علی خان مرحوم لکھنؤ تھا اور آٹھ نو برس سے ملازم پریس تھے جن کے گئے کیا۔ ایک دوسرے نوکر کو بھی اوس نے ہضم کیا جس سے نہ صرف پریس بند ہوا بلکہ جتنے ملازمین تھے سب کے پیروا کھڑ گئے۔

اب آپ ہی فرمائیے ہم ایسی حالت میں کہا کر سکتے تھے خود اپنا اور اہل و عیال کا قیام غیر مستقل ہر طرف سے صدائے نالہ و زاری بلند۔ موقوف کی شدت۔ پہر کیا کر سکتے ہیں کیونکہ نہ یہ شہر ہو نہ کوئی کام مزدوری پر ہوتا ہے سب کام کے لوگ زمین ایک آدمی کے حرج سے پریس کا پریس بند۔

مگر ہزار شکر کہ اس پر ہی اوائل بیچ الثانی میں آپکو سائل رہا ہے۔ اور اگر وہ حاضر آئیے تو انشاء اللہ ماہ گاہ ایک خبر شائع ہوگی۔

اسی وجہ سے کیسے نام و لوگ نہیں جانتا یہ اسکی فرمائش کرتے ہیں کہ فوراً چندہ سالانہ عیادت ہو۔ مگر یہ عمن مزدوری ہو کہ جن محضات کو اس سال اشمس سے کنارہ کشی منظور ہو۔ وہ وہاں ہی ٹھاک بندیدہ غیر مطلع

فرمانین۔ مگر خبر شائع ہونے پر اسکی کثرت اشاعت سے بحث نہ قلت سے کیونکہ جب تک اس بحث کا خاتمہ نہ ہوگا اسکا شمار اسکی اشاعت میں فرق نہ آئیگا اگرچہ ایک ہی خریدار نہ ہو۔

# تقدیس القرآن عن تلبیس الشیطان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

اما بعد برادران ایمانی کا اصرار ہے کہ آریون کا جواب دیا جائے جو آجکل قرآن مجید پر نہایت ہے اکی سے تکرار رہے ہیں اگرچہ اسوجہ سے متاثر رہے کہ عقلاً ہمیشہ اون اعتراضوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن سے کوئی شک و شبہ نہ پڑ سکے۔ اعتراضات فرقہ آریہ بالکل اس صفت سے معرا ہیں۔ کیونکہ انکے جتنے اعتراضات ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔

قسم اول وہ ہیں جو روایات اہلسنت سے پیدا ہوئے اور چونکہ یہی زیادہ بھی ہیں۔ انکا جواب و طرح سے ہو سکتا ہے ایک قبہ تسلیم۔ روایت کہ تاویل کر کے اپنی بات اور کچی کرین یہی روش آج تک علمائے اہلسنت کی رہی جس سے اور بھی خرابی میں ترقی ہوئی۔ یہاں تک کہ آخر اب اہلسنت ساکت ہو گئے کیونکہ تاویل کا ذخیرہ تمام ہو گیا۔ دوسرے اس اصول پر جواب دیا جائے کہ قرآن کے مقابلہ میں نہ عظمت صحابہ کا خیال کیا جائے نہ صحاح ستہ کا۔ بلکہ امر حق کا اظہار کیا جائے۔ اس سے اہلسنت کی ناراضی اور تفرقہ کا اندیشہ ہے۔

اسوجہ سے آج تک ہم ساکت رہے کہ اہلسنت کی مخالفت ہمارے رابہ خود نہادہ جو لب او سپرد و کیون انما نہ کرین۔ پھر یہی دیکھا کہ یہ مدعیان اسلام کسی طرح ہوا و نکاح و قلع کر رہے ہیں خواہ حائر طریقہ سے ہو یا ناچار طریقہ لہذا اور یہی ہم ساکت رہے کیونکہ اہل سیف و قلم



دہی ہیں۔ جس طرح جناب امیر شیخین کے حرمین میں بعد اظہار حق ساکت رہے۔ حالانکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ باعنوان خلافت کس طرح زندہ جلالتے جاتے ہیں۔ گھروں میں آگ لگائی جاتی ہے پہاڑوں سے اونڈے منہ کو قلعہ میں گولے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ آپ کسی طرح کا اختیار نہ تھا سب مخالفت پر طیارے کہ اگر ذرا بھی آپنے مخالفت کی تو اسلام تباہ کر دیا جائیگا لہذا آپ کو سکوت کا پٹا۔ اسی طرح آپ کو بھی خوف تھا کہ اگر اس اصول سے کچھ مخالفت کریں۔ تو کہیں ایسا نہ ہو وہاں ہر زرا کی سب بندی ہو جائیں۔ جس طرح اون مسلمانوں نے جو خلافت کو چھوڑ دیا کرتے تھے بعد قتل عثمان یہ فریاد بلند کی تھی منشد کہ اللہ الامری مانوی الامری لا سلام الامری الفتنة فقال قد اجبتكم ملاء اجلہ طبری

کہ ہم آپ کو قسم دیتے ہیں خدا کی کیا نہیں دیکھتے اسلام کو کیا نہیں دیکھتے قتلہ کو تو حضرت نے فرمایا مجھے قبول کیا۔ اسی طرح جبکہ ہر طرف سے مسلمانوں کی آواز بنا رہی تھی اور الجیٹ لیجن وغیرہ وہاں اسلام سب ساکت ہوئے تو ہمیں بھی ذوالفقار حیدر کے اس سے کام لینا شروع کیا وہ بھی دھم دھم لگے۔

دوسری قسم ان کے اعتراضات کی وہ ہے جو تائید رضائی سے ماخوذ ہیں۔ اور ان کا جواب جیسی طرف سے کر رہا ہے ہو چکا۔ کہ یہ بھی وہاں نہیں اعتراضوں کا اعادہ کرتے جاتے ہیں۔ تو ان کو جواب کی جہلان ضرورت نہیں۔

تیسری قسم ہے کہ فلسفہ جدید کی روش سے اعتراض کرتے ہیں جو زیادہ قابل التفات نہیں ہیں کیونکہ فلسفہ کے افعال خود اس قدر محکم ہیں کہ ان میں کسی طرح لطافت ممکن نہیں ہر حال میں ایک محققانہ بحث ہر ملو سے کرا چاہتے ہیں جس میں نہ تقصیر کو دخل ہو نہ ضد اور ہٹ دہری کو بلکہ جس طرح سمجھا یا جائے وہ بدوش اختیار کر لیتے تاکہ فریق ثانی کو بھی شکایت کا موقع نہ ملے۔

اگرچہ قرآن سے مخالفت مخالفین اسلام کی قدیم ہے جسکے ہزاروں شواہد خود قرآن میں موجود ہیں۔ مگر یہ مخالفین ان لوگوں کی نہیں جو کہ نہ کلمہ حرمیت سے آشنا تھے نہ سنت و عیادت ہی اس باب کے قطع ہونے کے بغیر جو قرآن پر اعتراض کریں

آجکل اخبار مسافر اگرہ اسمیں سرگرم ہے کیونکہ دبیون اور قادیانوں کی سخت کاسم سے وہ اسی طرح تنگ ہو رہا ہے کہ جسطرح بن سکے دل کا ہمارے کھائے۔  
چونکہ مسافر کے پہچے ہر مسلسل نزل کے اسلئے ہم بھی اس سلسلہ کو وہیں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے مولوی شمس اللہ صاحب امرتسری نے اپنے اخبار مسلمان بن شروع کیا اور تاہم چھوڑ کر چلے گئے جس سے مسلمانوں میں اور بھی بیدلی پہلی ہے کیونکہ اگر کسی تحریر کا جواب نہ دیا جائے تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ پھر ناقابل التفات تھی۔ مگر جواب شروع کر کے بعد ناقص چھوڑنا ضرور دلیل غریب ہے۔

اخبار مسافر اگرہ مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء راقم ہے۔ قرآن مجید تنقید سے

”اندرونی شہادت“ ہم اس ہی سلسلہ معنائیں کے کئی بیرون بن رہے ہیں۔ شہادتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن میں سخت تحریف و تیغ و رد و بدل ہوئی ہے اور موجودہ قرآن ادھوڑت سے بھی کم ہے آج ہم اس ہی معنوں کو شروع کرتے ہیں اور شروع ہی قرآن کی اندرونی شہادت سے کرتے ہیں۔

سے قرآن سورہ یونس میں آیت ہے کہ واذا تتلى عليهم ايتنا ميذات قال اللذين لا يذبحون لنا شائمات فخران غير هذا او بدله ترجمہ جب تلاوت کی جاتی ہے تو یہ آیات میثات چھاری کی تو کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں امید کرتے ہماری ملاقات کی کہ لاؤ دو قرآن غیر اس کے یا رل دو اسکو۔ اب اس آیت میں مصنف کہتا ہے کہ جب اہل عرب کو قرآنی آیات سنائی جاتی تھیں تو وہ کہتے تھے کہ یا تو اس قرآن کے بجائے دوسرا قرآن ملے کہ جن سناؤ ورنہ کہیں اس سے بہتر نہیں آوے گا اور بدل کر دے گا صاف مطلب یہ ہے کہ جب قرآن بنا اور عرب کے گوشوں کو سنا یا گیا تو انہوں نے اس قرآن کو ہر پہلو سے ناقص سمجھ کر مجھ کو شورہ دیا کہ یہ قرآن ٹھیک نہیں ہے یا تو نیا قرآن اور بناؤ یا اس ہی کو درست کر کے لاؤ۔ جس اس سے صاف ظاہر ہے کہ شروع دن ہی سے زکریا عری دان قرآن کے نقائص کو محسوس کر رہے ہیں اور قرآن کو ہر پہلو سے ایک لائانی الہامی کتاب بتلانا متعصب مسلمانوں کی ٹیم ہے۔ (مسافر ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء ص ۸)

اس بزرگوار کا جواب جو مولوی شہداء اللہ صاحب نے مسلمان مورخہ درمیر میں دیا ہے کافی ہے جو حسب ذیل ہے۔

اس اندرونی شہادت کو ستر چار ہی بی جا ہوتا ہے کہ ہم ہاشمی کو ڈگری دیکر آئیم  
کو کبھی اسے مخاطب نہ ہوا بن لیکن غلط ہے کہ ہماری ڈگری اس کے حق میں چٹان کا ٹکڑا  
بن جاوے۔

لطیفہ مشہور ہے کہ ایک شوخ گستاخ نے کھلیک رہا تھا کہ وہاں کے کوئی کھڑا تھا لوگ اس کی  
چھٹی خروانی سے تنگ آ گئے تھے اتفاقاً اس نے کسی شریف کرنا کو بی چھڑا تو اس نے  
ایک لٹکا اس کے ہاتھ دیا اور شاباش کہی پھر قزوہ شوخ لڑکھائی اچھا کو دیر نہ  
آخر ہی بہادر کو ملو ملو تو اس نے کسی سرحدی چٹان کو بی اسی طرح چھڑا چٹان  
صاحب پہلا ہی نامعلوم حرکت کا ہے کہ برداشت کرنے لگے تھے۔ انہوں نے صحت سے  
چھڑا لگا لٹکا شیخ مزعلی لٹکے کا کام تمام کر دیا۔

اس مثال سے ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہماری ڈگری دینے سے ہاشمی دیر نہ کرے گی  
سناٹہ میں ہی ایسے اعتراضات جڑ دینگے جو پھر ہی مجلس میں ذلیل ہو گئے۔

کچھ شک نہیں کہ جو نبی تم نے نقل کی ہے اس چٹان پر ذکر ہے کہ کفار عرب قرآن کی  
آیات مبینات سے تو کہتے تھے کہ یہ قرآن بدل کر دوسرا قرآن لائیں سوال ہے کہ یہاں لٹکا  
فول کیوں تھا؟ کیا قرآن کی فصاحت و بلاغت اور فصاحت کی وجہ سے کہتے تھے یا اس کی  
تعلیم کی وجہ سے؟ خلافت منشا عجمی ہے یا یہ ایک امر متبعی طلب۔ اس کا جواب ان  
عجمیہ جو ملیکا وہی سمجھ ہو گا آئیے بن ٹکڑا ہی آیت سے بتاؤں کہ کفار عرب کیوں  
قرآن کی تبدیلی چاہتے تھے یہی آیت جو نئے نقل کی ہر ساری ہون ہو۔ ارشاد ہے۔

واذا اتقوا عظیم ایا ما یذنب قال الذین لا یرعون لھا و ما امت بقران ینھضوا  
افبدلہ قل ما یكون لی ان ابدلہ من تلقا فیضی ان اتبع الا ما یوحی الی  
انی اخافت ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم قل لو شاء اللہ ما تلوہ  
علیکم ولا ادبیکم فقد لبثت فیکم عمر اثنی عشر سنۃ اذ لا تعقلون و یطعن

اَظْلَمُ مِنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ اِنَّهٗ لَا يَفْقَهُ الْجَرْمُونَ ۝ وَاَعْبَدُوْا  
مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَا لَا يَفْعَلُ شَيْئًا وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ لَا يَشْفَعُ لَنَا عِنْدَ اللَّهِ  
قُلْ اتَّبِعُوْنَ اللَّهَ بَمَا لَعَلَّكُمْ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ مِنْ سُبْحٰنِهِ وَتَعَالٰى عَمَّا  
يُشْرِكُوْنَ ۝ (سجۃ)

یعنی جب ہماری کھلی کھلی آیات ان (شُرکین) کو سنائی جاتی ہیں تو بے ایمان لوگ کہتے ہیں  
اس قرآن کے سوا اور کوئی کتاب لا۔ یا اسکو مناسب تبدیل کر دے۔ اسے بھی تو کہہ دیری  
تو مجال نہیں کہ میں اس کو اپنے اختیار سے بدل دوں میں تو اُسی حکم کی تابعداری  
کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیجاتی ہے۔ بد ورگاری کی بے فرمانی کرنے سے مجھے ہی بُرے  
دن کا عذاب کا ڈر ہے تو کہہ اگر خدا چاہتا تو میں سب کو یہ (قرآن) پڑھ کر نہ سنا دیتا اور  
نہی تم کو بتلاتا۔ دیکھو میں جوسہ دراز سے تم لوگوں میں ہوں کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ کو  
بڑا ظالم ہے اُس شخص سے جو خدا پر ہمتاں باندھے یا اُس کی تکذیب کرے سنو ظالم  
لوگ کبھی نکات نہ پاؤ گے۔ اب اصل جہا اختلاف اور نزاع کی بیان فرمائی جاتی ہے۔  
غور سے سنو! ارشاد ہے کہ (اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نقصان  
دیں اور نہ نفع پہنچاؤں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ خدا کے ان ہمارے شفیع ہیں تو  
کہہ کیا تم اللہ کو وہ باتیں بتلاتے ہو جنکو آسمان وزمین میں وہ نہیں جانتا وہ پاک اور  
بلند ہے اُس سے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں ۝

آن آیات کو اول سے آخر تک ماننے سے تمہارے سوال کا جواب کافی ملتا ہے  
کہ شرکین کی شکایت اُسی امر کے متعلق تھی جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کے  
اخیر میں کیا ہے یعنی عباد و دین من دون اللہ ان لفظوں میں اشارہ نہیں کرتا  
ہے کہ ان شرکین کا یہ کہنا کہ قرآن کو بدل دے محض ایک بد عادت کی وجہ سے تھا جسکا نام  
شرک ہے۔

آہ انہوس کہ زمانہ کی نے رگڑی ہے کہ آج وہی فرقہ جو توحید کا پرچار رہا ہے اور اسی  
توحید کے جوش میں دینوں جیسی کتاب دلیوا اور عناصر پرست سے توحید نکالتے کا

مستنی بلکہ دعویٰ یہی قرآن کی توحید کے مقابل جو کہ شرکوں کا ہم آہنگ ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور قرآن میں تبدیلی کا خواہشمند ہے۔ اسی کو کہتے ہیں کہ  
ہم ہی قائل تری نہ تھی کہ یہ بنیاد پر اور زمانے کی طرح رنگ بدلتے ہوئے  
بہر حال قرآن مجید کے دیکھنے مطلع بالکل صاف نظر آتا ہے کہ مشرکین عرب کو قرآن  
شریف کی تعلیم توحید سے ہی ملتا تھا اور اسی وجہ سے وہ تبدیلی چاہتے تھے یہی ان کے  
نزدیک قرآن مجید میں نقص تھا۔

آئے میں نکو ایک شہادت اور رساؤں سورہ ص میں ذکر ہے اجعل الالهة  
الها واحدا ان هذا الشیخ عجیب دینی مشرک تو ہیں کیا اس بنی نے سب معبودوں  
کو چھوڑ کر ایک ہی معبود لیا ہے ہاں یہ شک نہیں کہ یہ بات بہت ہی تعجب انگیز ہے۔  
یہ آیت بھی مشرکین عرب کی ناراضگی کی وجہ اور قرآن میں تبدیلی کر بیکی درخواست کی بنا  
واضح تر الفاظ میں بتا رہی ہے جبکہ اس طلب اردو کے الفاظ میں یہ سمجھو کہ

مجھ میں ایک عجیب بڑا ہے کہ وہ ظاہر ہوں میں انہیں دو وصفت ہیں بدو بھی بڑے بڑے کلام ہیں  
الشمس جب قدر اس تحریر میں سخت کلامی کی گئی ہو اگر وہ حصہ نکال دیا جائے تو جواب صاف  
مردور اصل اتنی تفصیل کی ضرورت بھی نہ تھی کہ پہلے ہی آیتیں قرآن کی لکھی جائیں کیونکہ  
اصل آیہ واذا تتلى علیه من احسانا بینت قال قلذین لا یرجون لقاءنا انت ہر ان  
غیر ہذا او بدلہ جواب کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ مقولہ انہیں کفار کا ہے جنکو خدا سے  
ملاقات کی امید نہ تھی قیامت کے منکر تھے پھر کیونکہ ممکن تھا کہ وہ اس قرآن کو پس  
کر لے کیا آپ نے کسی باجی کو دیکھا ہے جو اوس بادشاہ کے قاتل کو پسند کرنا ہو  
جس سے اوس نے بغاوت کی ہے۔

آپ کا فرض تھا کہ اسے اس دعویٰ کو عرب کے نہ کش (ب) تعصب عالموں کو سنا یا گیا  
قرآن سے ثابت کرتے ہوئے قرآن تو اول کو حد درجہ کا تعصب کہہ رہا ہے کہ وہ ایسے تعصب  
تھے کہ خدا کی ملاقات کی اول کو امید ہی نہ تھی۔ پھر قول مخالف سے اگر کوئی مدعا ثابت  
ہو سکتا ہے تو آپ کو کفار غیر تعصب ہونا ثابت کر سکتے ہیں جو محال ہے۔

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى واستسلام على عباده الذين اصطفى  
 ابا بعد حصہ ثانیہ جو حد الشارق کا حسین اور روزِ نکاح تحقیقی جواب دیا جائے جو شیعی بنی بدو تین بن اور ائمہ  
 النجف نے نصیحہ الشیعہ سے سرور کے قرین قرآن کو ثابت کرنا چاہا ہے۔  
 قال الخاطب الفہام لہ شیعوں کا عقیدہ قرآن عظیم کے متعلق سینے اور دیکھ کر وہ قرآن عظیم کی بابت  
 کیسی ایسی گویا افتائی فرماتے ہیں۔ یہ قرآن جو آج کل رائج ہے اور بعد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر زمانے میں اور ہر  
 ملک میں یہی قرآن مسلمانوں میں رائج رہا اور اسی پر ان کا عمل اور رنگے دین و ایمان کا دار و مدار رہا۔ بخار و  
 میں اسکی تلاوت ہوئی۔ اسکی نسبت شیعوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں سخت تحریف و تبدیلی ہو گئی جو منافقوں اور  
 بدنیوں نے اس میں بہت کچھ کی ریادنی کر دی جو بہت سی باتیں اپنی طرف سے ایسی بڑھادی ہیں جو اسلام کی تعلیمی  
 اور کفر و ایمان کی تائید کرتی ہیں جو عمارتیں انہوں نے بڑھادی ہیں وہ ضاحت و بلاغت کی حیثیت سے ہی قابل  
 نفرت ہیں اور انکی وجہ سے قرآن کی ضاحت و بلاغت میں بھی ایک سخت دلع آگیا بہت سی باتیں منہور اور  
 خاص کر حضرت سرور انبیاء وسلم کی توہین اور تذلیل کی انہوں نے قرآن میں داخل کر دیں جو جن آیتوں میں اللہ  
 الہیت کے فضائل اور بونی اہمیت کا هیچ ذکر تھا ان سب کو قرآن سے نکال ڈالا اس طرح ایک کتابی قرآن بن گیا وہ  
 انہوں نے نکال ڈالا اس نکل جانکی وجہ علاوہ اسکے کہ امر حق چھپ گیا مسئلہ اہمیت جو ہوتے ہیں۔ رکان دین  
 میں سے ایک بڑا رکن تھا قرآن میں نہ رہا اور اہل عقل پر بھی جو کیا بہت سی باتیں بے ربط ہو گئیں انکے معانی  
 میں خلل آگیا جس سے مخالفین کو بہت کچھ موقع قرآن پر اعتراض کرنا ملا ان منافقوں اور بدنیوں نے قرآن  
 قرآن کو جمع کیا اپنی اغراض و مقاصد کے موافق الفاظ کو بدل بھی دیا اصل قرآن کا کچھ فقط تھا انہوں نے اسکی  
 پر کچھ اور لفظ لکھ دیاجس سے مقصود خداوندی میں بہت فرق آگیا۔ عرض یہ قرآن کسی طرح قابل اعتماد و ایمان  
 نہیں ہے اور بجا و اسکے کہ اس سے اسلام کی اور ایمان کی تائید ہوتی ہے سب سے اسلام کی بنیادی احکامات

و بیاض و سرخ و صفات کی اس سے تاکید ہوئی ہو گی یا ان کو بنا چاہئے کہ جدید نہیں اور منافقوں نے جو دھار  
اسلام کے تحت دشمن تھے اپنے اہل حق و مقاصد کو قرآن کے نام سے مشہور کر کے رائج کر دیا اور اصلی قرآن دشمنی  
کو دیا شیعوں کا عقیدہ اسی صحیح ترین کتابوں میں صحیح ترین روایتوں سے بطریق کثیرہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام  
سے منقول ہو مگر نہ کی طور پر چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

اقول غلط ہے یہاں دعویٰ کیا ہو کہ عطاء اللہ بن ابی ہاشم یا فرض او لکھا ہے کہ کتب عقائد سے اس کتابت کو بنا چاہئے  
یہ عقائد شیعیان کے لکھے ہیں صاحب خود بھی تمام لکھے ہیں کہ عقیدہ اور چیز جو دعائیت اور چیز اور روایت سے  
کوئی اہمیت نہ ہو اور اسکو عقیدہ نہیں کہہ سکتے یہاں نیز فقرہ جدید دینی لکھتے ہیں فرماتے ہیں صفحہ ۲۰

ترجمہ آئمہ میں یہ ایک نہایت مخدوم بات کی طرف لائق توجہ (نکات حکمت پر شاہد ہندو کو متوجہ کرنا ہوں اور وہ یہ  
کہ اس وقت تک عقیدہ ہی سے ہو ہی ہو نہ روایت سے نہایت اور چیز اور عقیدہ اور چیز بہت سی روایتیں اعلیٰ مقام کی  
اہمیت ہوئی ہیں کہ عقیدہ لکھ دیا نہیں ہوتا ہے وجہ اصول حدیث کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس بات  
کو ضرورت ہے کہ اعلیٰ مقام پر نہایت اور دعویٰ فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث صحیح کے موافق عقیدہ بھی رکھا جائے  
ایک انہوں نے تو یہ بات کہہ دیا کہ اصول کافی کی حدیثوں میں بھی جو شیعیہ مذہب میں بڑے پایہ کی کتاب ہے یہاں موجود  
چنانچہ حضرت شیعیہ کے اہم اعلیٰ مقام جناب مولانا السید حامد حسین صاحب رحمہم استقصاء الامام جلد اول صفحہ ۱۰۲  
مطہرہ صحیح اور ابن ابی ہاشم فرماتے ہیں حدیث صحیح جائز اہل بیت چھائی کہ واجب العمل باشد نیز ہی صفحہ ۱۰۲  
ہیں ضروری نیست کہ یہ روایت معتبر اسلام شیخ صدوق رضوان اللہ علیہا و لہذا الشان واجب القبول باشد نیز کتاب مذکور جلد  
۲ دہم کے صفحہ ۱۰۲ میں فرماتے ہیں کہ کسی کتاب کے معتبر ہونے سے ضروری نہیں کہ اس کتاب کی مسابقتیں مستحب ہوں انفاذ  
یہ میں۔ لیکن اہل حال دوم ہاں عبارت میں برآست کہ اعتبار و اعتماد کتب و روایات دار جرآن کہ صحیح احادیث قابل  
اعتبار و استدلال است دستوری ان قبول و استدلال بر روایت از روایات طائفت بر عدم اعتبار و اعتماد ان میند  
ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ عقیدہ میں اور روایت میں برفرق ہو روایت اگر کسی ہی اعلیٰ درجہ میں ہو  
مگر ضروری نہیں ہے کہ اسے موافق عقیدہ بھی ہونا چاہیے

پس جب اہل مذہب ایک مسئلہ اصول لکھتے ہیں کہ روایت اور چیز جو عقیدہ اور چیز جو تفسیر کی طرف اہمیت  
فرمائی کہ یہ عقیدہ جدید ہو کیونکہ اگر روایت کوئی پیروی تو اس سے عقیدہ تو نہیں کہا جاسکتا اگر یہ عقیدہ ہے خصوصاً صاحب  
اہل مذہب صاحب اسکندریہ تفسیر کا متفق علیہ قاعدہ بنایا۔ حالانکہ جناب حماد الاسلام مولانا السید حامد حسین صاحب اعلیٰ مقام  
کیسے کہ اسے حسن استدلال کیا ہو و باطل غلط اور بطل ہے ملاحظہ ہو اصلاح صفحہ ۱۱۱ نیز جلد ۱۱

مگر یہ مسئلہ کہ روایت کے مطابق اعتقاد نہیں ہوتا۔ کیونکہ روایت میں صحیح و ضعیف سب داخل ہیں لہذا اہل حال  
کے مطابق اعتقاد ہو نامحال ہے۔

اڈیٹر صاحب کی عرض قویہ پر کہ اعتقاد اویچیرو۔ روایت اویچیرو کرشیون کا لکھنا المست کا بھی ہے۔  
 عقیدہ نہیں ہے کہ عقیدہ روایت کے خلاف ہوتا ہے بلکہ عقیدہ مطابق روایت صحیح متواتر متفق طریقہ  
 ہوتا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں کہتے ہیں۔ ثواب عقائد صحیح ان جو خدا من  
 الشیخ الذہبی ہو کہ اصل وان کانت مساہستقل فیہ العقل والا فخلو اثبات الصباغ  
 وعلمہ وقد لہ لا یتوقف من حیث ذاتہا علی الکتاب والسنة ولكن یتوقف  
 علیہا من حیث الاعتقاد بھا لان هذه المباحث اذا لم یعتبر مطابقتها للکتاب و  
 السنة کانت بمنزلة العلم الالہی للفلاسفة ثم لا یتبعہا علی ما ذکرہ الحقون۔  
 یعنی عقائد کو چاہیے کہ کیا جائے اصل شیخ سے اگرچہ عقل اس میں مستقل ہے ورنہ علم اثبات صباغ و علم  
 قدرت میں حیث الذات کتب دست پر نہیں ہو تو وہ ہے۔ مگر من حیث الاعتقاد کو تو وہ ہو کہ  
 مطابقت کتاب دست کا نہ اعتبار کیا جائے تو وہ برسر علم الہی کے ہو گا فلاسفہ کیلئے تو یہ ہوسکا کوئی  
 اعتبار نہیں جیسا کہ محققون نے ذکر کیا ہے۔ پھر نہ معلوم اڈیٹر صاحب نے کہاں سے ایجاد کیا کہ عقیدہ اور  
 چیز ہے رعایت اویچیرو نہ کہ عقیدہ مطابق قرآن نہ ہو وہ عقیدہ کفر ہو گا یا عقیدہ اسلام۔  
 اڈیٹر صاحب نے جو کہ فرمایا ان اب شیعوں کا عقیدہ قرآن کے متعلق سنئے اس نے  
 اس قدر عرض کیا گیا کہ اگر مطابق آپ کی تحریر کے کوئی روایت بھی شیعوں کے بیان ہو تو وہ عقیدہ نہیں  
 کہا جائے گا بلکہ روایت کہلائے گی۔ لہذا عقیدہ ثابت کرنا چاہیے

بغلاف عقائد المست کہ جو حدیث اہل صحاح ستہ کی ہو کی یا خاص صحیحین کی تو اوپر اوکو عقیدہ  
 رکھنا بھی لازم ہے کیونکہ کل روایتیں صحیحین کی اون کے بیان صحیح ہے بخلاف روایات  
 کتب شیعہ کہ کوئی عالم علمائے شیعہ سے کسی کتاب مثل صحیحین صحیح نہیں مانتا کہ جو روایت اس  
 میں ہے وہ صحیح ہے۔ بلکہ ان کتب جامع احادیث ہیں کہ احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ سب اس میں  
 داخل ہیں۔

بہر حال چونکہ یہاں بحث عقائد ہی ہے نہ روایت کی لہذا اڈیٹر صاحب پر لازم ہے کہ وہ عقائد شیعہ  
 دکھائیں کہ اس بار میں اون کا عقیدہ کیا ہے۔

عقائد شیعہ متعلق تحریف قرآن۔ یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ خود اڈیٹر صاحب نے ہمارے  
 عقائد کو بھی لکھ دیا ہے چنانچہ اسی بحث میں آئندہ طرک ملے گی۔

اب ایک اور دلیل ملے گی تحریف کی۔ سنئے جو شیخ عقیدہ اور محقق طوسی سے صاحب تفسیر صافی  
 نے نقل کی ہے عبارت اُنکی یہ ہے۔



قال شيخنا السيد وقتي بن يحيى المصنف  
محمد بن علي بن بابويه القمي طيب الله  
ترابه في اعتقاده اعتقاد ائمة القرآن  
الذي اخذ الله على نبيه صلى الله عليه  
واله وسلمين للمؤمنين وما في ابدى  
الناس ليس بالكثير من ذلك قال و  
من نسب الميثا انا نقول انه اكثر من غيره  
الذنب وقال شيخ الطائفة محمد بن الحسن  
الطوسي ره في تبيان ما الكلام في  
زيادة ضا الربيع به لان الزيادة فيه  
جمع على بطلانه والاعتقاد منه فالظاهر  
احتمال من مذهب المسلمين خلافة و  
هو لا يلحق بالصحيح من مذهبنا وهو  
الذي نصه الموقفي ره وهو الظاهر في  
الروايات غير انه مرويت روايات كثيرة  
جهة الخاصة والعامة بنقصان كثير من  
احي امن القرآن ونقل شيء منه من  
جوتمع الى موضع طريقا الاحاد المتكلا  
ويوجب علما فالاولى الاعراض عنها و  
ترك الشك على انها لا يمكن تاويلها و  
المصنف لما كان ذلك طعنا على ما هو  
موجود بين المؤمنين فلان ذلك منقول  
معتد لا يفترونه احد من الامة ولا ينفرد

ما به شيخ صدوق رئيس المؤمنين محمد بن  
علي بن بابويه قمي نے اعتقادوں کی خاک کو  
پاکیزہ کرے اپنے (کتاب) اعتقادات میں  
فرمایا ہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو قرآن اللہ  
نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل فرمایا  
تہادہ ہی ہے جو دو دینیوں کے درمیان میں  
ہے اور لوگوں کے پاس ہے وہ اُس سے  
زیادہ نہ تھا شیخ صدوق سے بھی فرمایا ہے کہ  
جو شخص ہماری طرف اس بات کی نسبت  
کرتے کہ ہم قرآن کو اس سے زیادہ کہتے ہیں وہ  
جھوٹا ہے۔ اور شیخ الطائفة محمد بن حسن  
رحمۃ اللہ نے اپنی تہیان میں فرمایا ہے کہ زیادہ  
کی بحث اس مقام میں نہیں کیوں کہ قرآن  
میں زیادتی کے بطلان پر اجماع ہے۔ یہی  
قرآن میں کمی تو وہ مسلمانوں کی مذہب ہے  
اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور وہی مجاہد  
مذہب میں بھی صحیح ہونے کیلئے زیادہ ضروری  
ہے اور اسی کی تائید مرقسی رہنے کی ہے  
اور یہی روایات میں ظاہر ہوتا ہے کہ  
یہی روایتیں شیعہ سنی کے بیان قرآن کی  
ہیں یہی آیتیں کے کم ہونا ہی اور اس کے  
کچھ حصے کی ایک مقام سے دوسرے مقام پر  
چلے جانے کی ہوتی ہیں لہذا یہ حدیث

وہ وقتا متناہیۃ بالبحث علی خواصہ  
والفہمک بافیہ و ہر ما برد من اسخلاق  
الاجبار فی الفروع الیہ و عوصما علیہ  
فما وافقہ عمل علیہ و ما خالفہ یجتنب  
و لو یلتفت الیہ و قد ورد عن النبی  
صلی اللہ علیہ وآلہ روایۃ لایذ صغیرا  
احد انہ قال انی مختلف فیکو الثقلین  
ما ان تمسککم جمالی فہنوا کتا بل اللہ  
وعتوقی اہلبیتی و انما ان یتفرقا  
حتی یرد علی الخوض و ہذا مدلل علی  
انہ موجود فی کل عموک لا یجوز ان  
یا مرناعلی الفہمک بہ کما ان اہل اللہ  
ومن عجیب اتباع قولہ حاصل فی کل وقت  
واذا کان الموجد ببینہ اجمعا علی  
صحتہ فینعی ان نقشا علی تفسیرہ و  
بیان معانیہ و مترادفہ ما سواہ -

اذا وہ بن بن یمین نہیں حاصل ہوتا  
میں کرنا اور ان میں مشغول ہونا ہر  
کیونکہ انکی تاویل میں جو اور اگر وہ روایتیں  
صحیح ہیں تب بھی قرآن موجود ہر کوئی احقر  
نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن موجود کا صحیح ہونا  
یقینی ہر کوئی شخص اس سے اس پر اعتراض  
نہیں کرتا نہ اسکا انکار کرتا نہ ادبہاری رد  
قرآن کے پڑھنے اور اسے تمسک کرنے پر اور  
مختلف دروی حلقوں کے اوس سے  
طوائف پر اور جو روایتیں قرآن کے موافق ہیں  
انپر عمل کرنے اور جو اسکے مخالف ہوں ان  
سے پرہیز کرنے متفق ہیں - اور ایک روایت  
بنی صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے جسکا  
کوئی انکار نہیں کرتا کہ آپ نے فرمایا میں تم میں  
دو بھاری چیزیں اپنے بعد چھوڑ جاؤں گا ایک  
ایک تم ان دونوں سے تمسک کرے رہو گے

گمراہ ہونگے ایک قرآنی کتاب دوسرے ہری عترت یعنی میرے اہل بیت اور یہ دونوں ایک  
دوسرے سے جدا ہونگے یہاں تک کہ جو من کو زیر میرے پاس پہنچ جائیں - یہ حدیث اس بات پر  
دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر زمانے میں موجود ہے کیونکہ یہ جاری نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
تمسک کر لیا حکم دین جسکے تمسک پر ہم قادر نہیں ہیں جس طرح کہ اہل بیت اور وہ لوگ جملے  
قول کی پیروی واجب ہے ہر وقت میں موجود ہیں - اور جبکہ قرآن موجود کی محبت ہر صفت  
کا اتفاق ہو گیا تو اسکی تفسیر میں اور معانی کے بیان کرنے میں مشغول ہونا چاہیے اور اس کے  
ما سوا کو ترک کرنا چاہیے -

اس تحریر نے آپ کو نادبا کرنا ماحققا و قرآن کے متعلق کیا ہے کیونکہ اعتقاد یہ شیخ صدوق رضی اللہ عنہ کی عبارت ہے۔ جس میں کسی کو شک ہے نہیں ہو سکتا کہ یہی عقیدہ شیعہ ہے مافی را اسکے متعلق جو اڈیٹ صاحب نے کوہر فتائی کی ہے اس کی حقیقات آئندہ مذکور ہوگی۔ کیونکہ یہاں صرف اس عقیدہ کا ظاہر ملاحظہ ہوتا ہے جس عقیدہ کی نسبت ادوہوں نے شیعوں کی طرف کی ہے خود اڈیٹ کی عبارت منقولہ سے ظاہر ہے۔

یہاں یہ سنکر آپ کو اور تعجب ہوگا کہ کتب عقائد اہلسنت جسدہ میری نظر سے گزری ہیں وہ اس عقیدہ سے غالی ہیں کہ قرآن کی نسبت کیا عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اس میں تعریف ہوئی یا نہیں چنانچہ اشمس جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ میں چند عبارتیں بھی لکھ دی گئیں کہ کسی نے اس کو عقیدہ اپنا نہیں قرار دیا جس کا اقرار یہی اڈیٹ صاحب فرماتے ہیں اڈیٹ صاحب اشمس دو تین مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اہل سنت کی کتب عقائد میں یہ نہیں لکھا کہ قرآن مجید کو تعریف سے پاک سمجھنا بھی غرویات اسلام سے ہے۔ ملاحظہ ہوا اشمس مسئلہ ۱۲۷ جلد ۲۔ تو اب بھی طرح آپ کو معلوم ہوا کہ شیعوں کا عقیدہ دوبارہ قرآن کیسا ہے کہ اعتقاد عدم تعریف قرآن کو داخل عقائد سمجھاؤ اور اہلسنت نے اس کے متعلق آج تک کوئی عقیدہ نہیں بچھا اڈیٹ صاحب کا تعریف قرآن کو داخل عقائد شیعہ کہنا کس درجہ کی حماقت ہے کذب و افتراء کا اذنا اللہ منہ۔

اڈیٹ صاحب صرف یہی عبارت اعتقاد یہ کی نقل نہیں کی ہے بلکہ اپنی تلمذ کا ادبی مواد جمع کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں سب پہلے میں جمع البیان کی عبارت نقل کرتا ہوں کتاب مذکور کے فن خاص میں ہے۔

|   |  |
|---|--|
| ومن ذلك الكلام في زيادة القرآن<br>ونقصانه فانه لا يليق بالنسب فاما<br>الزيادة فمجمع على بطلانه واما النقصان<br>فقد روي فيه جماعة من اصحابنا<br>وقد روي من حشوية العلامة ان في<br>القرآن تغييرا ونقصانا والصحيح من | اور بخلاف اسکے قرآن میں زیادتی اور کمی کی<br>بحث ہے سو وہ تفسیر (کی کتابوں میں ذکر<br>کرنے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن میں<br>زیادتی نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے کہ یہی کسی<br>تو اسکے متعلق ہمارے اصحاب اور کچھ لوگوں<br>نے حشویہ عامہ سے یہ روایت کی ہے کہ قرآن میں |
|---|--|

مذہب اصحابنا مخالفہ وهو الذی  
 نصیرہ المرتضیٰ رحمۃ اللہ واستوفی  
 الکلام فیہ غایۃ الاستوفاء فی  
 جواب المسائل الطرابلسیات  
 و ذکر فی موضع ان العلوم بمعجزۃ نقل  
 القرآن کالعلوم البلدان والحوادث  
 الکبار والوقایع العظام والکتب  
 المشہورۃ واشعار العرب المسطوره  
 فان العناۃ اشتدت والدراعی  
 توفرت علی نقلہ وحراستہ وبلغت  
 حد المبلغۃ فیما ذکرناہ لان القرآن  
 معجزۃ النبوة و ماخذ العلوم النشوءۃ  
 والاحکام الدینیۃ و علماء المسلمین  
 قد بلغوا فی حفظہ وحمایتہ الغایۃ  
 حتی عرفوا کل شیء اختلف فیہ  
 من اعرابہ و قرآنہ و حروفہ فلیف  
 یجوز ان یكون مغیبا و منقوصا  
 مع العناۃ الصادقۃ والضبط  
 الشدید و قال ایضا قد من اللہ  
 روحہ ان العلوم تفصیل القرآن  
 و ابعادہ فی صحفہ نقلہ کالعلوم بحلیہ  
 و حری فلا یجری ما علو ضرورۃ  
 من الکتب المصنفة ککتاب

کچھ تغیر و تبدل اور کچھ نقصان ہو گیا ہو کر  
 ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب اسے خلاف  
 ہے اور شریف المرتضیٰ رحمۃ اللہ ہی اسی  
 کی تائید کی ہے اور انہوں نے مسائل طرابلس  
 کے جواب میں اس کے متعلق پوری بحث کی ہے  
 اور انہوں نے کسی مقام پر ذکر کیا ہے کہ قرآن  
 کی نقل کے صحیح ہونے کا علم مثل شہوں کے  
 وجود کے علم اور بڑے بڑے حادثوں اور  
 بڑے بڑے واقعات کے علم اور مشہور کتابوں  
 اور عرب کے لکھے ہوئے اشعار کے علم کی قطعی  
 ہے کیونکہ قرآن کے نقل کرنے اور اس کی حفاظت  
 کی طرف توجہ بہت تھی اور ضرورتیں زیادہ  
 تھیں اور یہ توجہ اور ضرورتیں اس حد تک  
 پہنچ گئی تھیں کہ ان چیزوں میں جھکاؤ کر  
 سنے نہ کیا ہو تو یہ اور ضرورتیں تھیں کیونکہ  
 قرآن بہت کلمہ اور تمام علوم شرعیہ اور  
 احکام دینیہ کا ماخذ ہے اور علماء اسلام نے  
 قرآن کی حفاظت و حمایت میں انتہا دہم  
 کی کوشش کی یہی سبب ہے کہ قرآن کے جس  
 جس مقام میں احباب اور قرائت اور حفظ  
 کا اختلاف ہو سکا ہے وہ جانتے ہیں اس کی  
 جائز ہے کہ قرآن میں تغیر یا نقصان آجائے  
 باوجود ایسی ہی توجہ اور ایسی سخت حفاظت

من يبيعوا أنفسهم فإني فإن أهل البيت  
 بهذه الشان يعلمون من تفصيلها  
 ما يعلمون من جعلها تحت لوان  
 من خلا ما دخل في كتاب سوي  
 بابا في الفصول ليس من الكتاب  
 نعمه وميز وعلمانه ملحق و  
 ليس من أصل الكتاب وكذلك  
 القول في كتاب الزنى ومعلوم  
 أن الصلابة بنقل القرآن وضبط  
 أحد في من الصلابة بضبط كتاب  
 سوي ودواوين الشعر وهو  
 ذكره كذا في معنى الله عنه أن القرآن  
 كان على عهد رسول الله صلى  
 الله عليه وآله مجموعا مولفا على  
 ما هو عليه الآن واستدل على  
 ذلك بأن القرآن كان يدور  
 ويحفظ جميعه في ذلك الزمان  
 حتى حين على جماعة من الصحابة  
 في حفظهم ولا يمكن أن يفر من  
 على النبي صلى الله عليه وآله و  
 يتلى عليه وإن من الصلابة مثل  
 عبد الله بن مسعود وإبي بن  
 كعب وغيرهما حفظوا القرآن على

کے اور غیر شریف مرضی قدس اللہ وجہہ نے  
 فرمایا کہ قرآن کی ہر ہر آیت اور اس کے تمام  
 لکھوان کے صحیح نقل ہونے کا علم ہی اسی طرح  
 قطعی و جلیط اُس کے عبود کے صحیح نقل ہونے کا  
 علم اور یہ علم یقیناً اُس درجہ پر ہے جس درجہ  
 نہیں کتب مصنفہ کا علم ہے جیسے سیبویہ اور غزالی  
 کی کتاب کیونکہ اس فن (یعنی نحو) کے لوگ  
 اُس کے ہر علم کو اسی طرح جانتے ہیں جسطرح اُس کے  
 عبود کو جانتے ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی شخص  
 سیبویہ کی کتاب میں کوئی باب بخوکاڑ جائے  
 جو اسکی اصل کتاب میں نہ ہو تو وہ فوراً پہچان  
 لیا جائیگا۔ اور جدا معلوم ہو گا اور سمجھ لیا جائیگا  
 کہ یہ بڑھایا ہوا ہر اصل کتاب میں نہیں ہے  
 اور یہ بات معلوم ہے کہ قرآن کی نقل اور اُس کے  
 حفظ کی طرف سیبویہ کی کتاب اور شعرا کے  
 دیوانوں سے کہیں زیادہ توضیحی۔ اور شریف  
 مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہی ذکر کیا ہے کہ قرآن  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے میں بھی جبر  
 کیا ہوا اور مرتب تھا جیسا کہ اب جو اور انہوں  
 نے اس پر دلیل پیش کی ہے کہ اُسی زمانے میں  
 قرآن بڑھایا گیا اور حفظ کیا جاتا تھا یہاں تک  
 کہ مصابہ کی ایک جماعت حفظ قرآن میں نامزد  
 کی گئی جو اور قرآن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو

ابن علی علیہ السلام علی  
وکل ذلک عدل ہادی فی مامل علی  
انہ کان مجرم طامعاً غیر مہتور و  
لامیشور و ذکران من خالف فی  
ذلک من الامامیۃ و المحشویۃ لا  
یتقد بخلافہ و ان الخلاف فی ذلک  
مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث  
نقلوا اجار اضعیفہ ظناً صحیحاً لا  
یرجع مثلاً عن المعلوم المقطوع  
علی حصۃ امتی -

سایا جاتا اور آپ کے سناٹے پڑھا جاتا تھا اور  
صحابہ نے مثل جبرائیل بن مسعود اور ابی بن  
کعب وغیرہ کے بنی علی علیہ السلام کے ساتھ  
کئی ختم قرآن کے لئے کئے تھے سب باتیں ایک  
ذرا غور سے اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ  
قرآن صحیح کیا ہوا اور مرتب تھا۔ برائے گذشتہ  
نہ تھا اور شریف مرتضیٰ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس  
مسئلے میں جن لوگوں نے خلاف کیا ہے خواہ وہ  
آئمہ ہوں یا مشوئے اُنکے خلاف کا اعتبار نہیں  
کیونکہ اہمین خلاف محدثین کی ایک جماعت  
کی طرف منسوب ہے انہوں نے ضعیف محدثین کی نقل کی ہیں اور انکو صحیح سمجھ لیا حالانکہ جو  
چیز یحییٰ بن ابی اسحاق صحیح ہوا قطعی ہو اس سے ایسی حدیثوں کی بنیاد اعتراض نہیں کیا  
جاسکتا۔

اسکے بعد فقیر معانی سے نقل کرتے ہیں  
ویضہ بالبال فی دفع هذا الاشکال  
ما اهل عندنا انما جال ان صحت  
هذا الاجاز فضل التبیہ بما وقع فیہا  
لا یصل بالمقصود کثیر اخلال کما قد  
اسم علی وال محمد علیہ السلام عند  
اسماء المناہکین علیہم السلام علیہ السلام  
الاقتناع بالباقی بما فی مع او ایضاً  
علیہ السلام کما انوا ینزلون ما فی  
میں سے حد القبول و حدی علی

میرے دل میں اس اعتراض کا جواب یہ ہے  
واللہ اعلم انہ کہہ جائے کہ یہ حدیث صحیح ہیں تو  
اسد کہ کہ ایک حرف نہیں باتوں میں ہوتی ہوگی  
جو مقصود میں زیادہ ظل لہذا نہیں ہیں مثل  
حدیث ہو جانے اسم علی وال محمد علیہم السلام اور  
حدیث ہو جانے اسماء من اصحاب علیہم السلام  
کے کہ یہ کہ جس قدر قرآن باقی ہے اس سے نسخ  
باقی ہے اور ہر دو صیغہ (انہ) علیہم السلام  
باتوں کا کھمک (نہا) کرتے تھے جو قرآن سے اس  
قبیل کی فوت ہو گئی ہیں۔ اور اسی پر حدیث



ان التحکمات النظم لو یكون کلام  
قبیل تفسیر و البیان ولا یكون  
اجزاء من القرآن فحصل ان یكون  
معنى الحذف و حذف کذا لا - هذا  
ما جردى من التقضى عن الاشکال  
والله یعلم حقیقة الحال

رہایت ہے خوش ہوتے ہیں اگر ملا ان کے حکم کے  
سے پرچند ہوتے ہیں - اور وہ حدیث جو صاحب  
وضوح میں سنت نے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ  
السلام نے اپنے معتمد بن ناسخ اور نسخہ نگار  
تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ نسخہ نگار جو نسخہ اور  
بیان ہی کے طور پر ہوگا جو قرآن نہ ہوگا پس اس حال

ہے کہ بعض وہ چیزیں جو قرآن سے نکال دی گئیں اس قسم کی ہوں - اس امر میں سے رہائی  
کا طریقہ میرے نزدیک ہے اور حقیقت حال خدا جانے

نہ قین جبارتین تو خود اوٹھ صاحب نے احقا دات شہید کے مطلق نقل کی ہیں جس سے  
اد کا دعویٰ بخوبی باطل ہوا کہ شہید معتقد توفیق ہیں -

باقی رہے اوٹھ صاحب کے اعتراضات جو ان ہمارے تو نہیں کہے ہیں اور کی حقیقت آئینہ حرمنا کی  
جائگی کو نظر بیان تو صرف اس کی بحث تھی کہ توفیق قرآن کے مطلق شیعوں کے عقائد کیا ہیں جس کی  
توضیح خود اوٹھ صاحب کے کلام سے بخوبی ہو گئی واللہ اعلم امرہ

رہا یہ جملہ قرآن جو آجکل رائج ہے الخ تو اس قدر مقبوض و اضافات کی وجہ میں معلوم ہوئی کہ  
یہ تو یقینی ہے مسلمانوں میں یہی رائج رہا ہے دوسرا قرآن نہیں رائج ہوا پھر اس تحصیل حاصل  
سے کیا حاصل -

الایک کہہ جائے مقصود اوٹھ صاحب اس جملہ سے ابطال حیالات صاحب ہے - کیونکہ خود اوٹھ  
صاحب آگے جاکر فرماتے ہیں مگر صاحب کے زمانے میں جو کہ اس مصحف کی اشاعت پوری طور پر  
منہوی عنی لہذا میں سے اگر کوئی اس مصحف میں کسی آیت کی کمی کا قائل ہو جائے تو وہ  
اس آیت کی مخالفت کا مرتکب نہیں سمجھا جاسکتا تھا اس لئے کہ اس وقت یہ خیال ہو سکتا تھا  
اس کی اشاعت نہ ہوگی اور قرآن کامل کا ردی ہو گا یہ جملہ

تو شاید اوٹھ صاحب نے اس لئے یقین دہرایا ہے کہ وہ یہ تقریر بالکل فضول ہے  
(۳) اس کی نسبت شیعوں کا خیال ہے مگر نہ معلوم شیعوں کی تخصیص کنوں کی گئی کیونکہ اگر یہ



سے کوئی جنال قائم ہو سکتا ہے تو ہزار ہا روایتیں خود اہلسنت کی متعلقہ سند سے ملتی ہیں کہ قرآن موجود میں سخت تکریم و تہذیب ہو گئی نہایتوں اور بیعتوں نے اس میں بہت کچھ کی زیادتی کر دی ہے کیونکہ جہاں پر سب روایتیں ملتی ہیں وہاں اور ہا مفسرین قرآن کو تہذیب و منافق ہونا بھی دکھایا گیا ہے۔ بڑھاپے کو کون پوچھے ان کے علاوہ سے قرآن کو شرک کا تعظیم کرنے والا مانتے ہیں جیسا کہ کتاب الفرقان ابن تیمیہ میں ہے ملک اغفال القرآن کلمہ شریف و اما التوحید فی کلامنا یعنی تمسانی نے کہا کہ قرآن ہمارا کلمہ شریف ہے تو ہمارے کلام میں ہے۔

جو کہ یہ ساری تقریر اٹھارہ صاحب کی بطور دعویٰ ہے جس پر ان کوئی سند نہیں دی ہو لہذا ہم اس پوری تقریر کا بھی جواب دیتے ہیں کہ کذب ہو۔ افتراء ہو۔ لغو ہو۔ دعویٰ ہو جیسا کہ اس پر ظاہر ہوگا۔

الزام ارتکاب اگر ایک سوال سے یہاں مجبور ہیں کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ شیعہ معتقد تہذیب تحریف بر شیعہ ہیں جس کو اس لفظ آؤ و خرب زانی سے بیان کیا۔ مگر اکی دو تین تو کہتی ہیں کہ خود شیعوں نے تہذیب بھی کر دیا لہذا براد کرم فرمائیے آپ کا قول قابل قبول ہے جو شیعوں کو صرف معتقد کہ رہے ہیں یا آپ کی روایت قابل قبول ہے جس میں اصلی تہذیب ہے کہ شیعہ مرکب تحریف ہے۔

آپ چونکہ ایک روشن جنال آدمی ہیں اور جانتے ہیں شیعوں کو کبھی قرآن پر دست رس نہیں ملا یہاں تک کہ جناب امیر کا جمع کیا ہو قرآن ہی نہ لیا گیا۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ تحریف کر سکتے لہذا ہم اسکا ثبوت آپ کے امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ سے دیتے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۵۵ میں ایک طویل روایت ہے امام شافعی کی نقل کی ہے جس کا ایک فقرہ یہ ہے والیثو حروف التوراة و کذاک اللفظہ حروف القرآن۔

یعنی یہود نے تہذیب کی تو راتہ میں۔ اسی طرح رافضیہ نے تہذیب کیا قرآن میں۔ پھر صخرہ میں دوسری روایت لکھتے ہیں والیہود حروف التوراة و کذاک اللفظہ حروف القرآن۔

تفسیر احکام اور تفسیر مباحث فرامین الہیہ کا نام درست ہے چرچوں کو مستند کر کے قرآن و احکام  
 میں ایسی روایت جمع ہے جس میں مثبت تفسیر قرآن دی گئی ہے شیعوں کی طرف سے۔  
 یوں کہ یہودی تفسیر اور تفسیر ائمہ کا نام ہے کیونکہ اپنی شریعت پر دیہاوی اقتدار حاصل تھا جس کا  
 شیعوں کو شریعت اسلام پر ظاہر و معرور ہونا چاہئے کہہ سکتے تھے۔ اور قرآن میں ہی اودن کی تفسیر کا ذکر  
 الہی ظہر پر آیا ہے۔ اگرچہ اہلسنت اور مسکونین مانتے ہیں۔ پھر شیعوں پر جو یہ الزام قائم کیا کہ اودن نہیں ہے  
 قرآن میں تفسیر کیا اس قاعدہ سے۔

ابن تیمیہ نے تین معنی میں اس حدیث کو مختلف تفسیر سے نقل کیا ہے۔ جسکی غرض تو ظاہر ہے  
 کہ اپنے تمامی فرقہ کو شیعوں سے متفرق کرنا ہے مگر شکر خدا کہ ہماری مظلومیت نے اپنا اثر دکھایا  
 اور آخر میں تیمیہ کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ روایتیں بالکل غلطی اور جعلی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

وضیعت احادیث حسن میں لفظ رافضیہ ہے الرافضة و زیدية فانما الماسئل عن ابی بکر و عمر

فاتحو علیہما رافضیہ قوم فقال لہو رافضیہ قوی فہو رافضیہ لہم رافضیہ لہم رافضیہ ایاد و حسی  
 من لہو رافضیہ من الشیعة زیدية لا متبایعہم الیہ و لہما صلح کانت العباد تاتی  
 الی خضعتہ باللیل یقعہ و ن عندہا و الشیعی قوی اوائل خلافت ہشام  
 او اخر خلافت یزید بن عبد الملک اثنی عشر سنہ خمس و مائة او قریباً من خلافت  
 فلم یکن لفظ الرافضة معروفاً اذ ذاک و بعد اصراف کذب لفظ الاخذ  
 المرفوعة التي فيها لفظ الرافضة ولكن كانوا یسمون بغير ذلك الاسم كما  
 یسمون الخشعية فہو لہو ابیہما علی بالشیعہ الامع امام معصوم فقاتلوا  
 بالخشع و لہذا اجاء فی بعض الروایات عن الشیعی ما یثبت الحق علیہ  
 فیکون البصر عنہم بلفظ الرافضة ذکرہ یلعنی عن معصوم حید الرضا علیہ السلام  
 ان ظاہرہ ان هذا الكلام ما هو بظہر عبد الرحمن بن عوف و بالیض من  
 ابن تیمیہ حدیث نقل روایت کرتے ہیں کہ زید بن حنیفہ نے اپنے شیعوں کو فرقہ کے نام سے  
 حلیت کے لئے کہا کہ ان کے نام شیعی ہیں جو ان کے حق میں ہیں کہ ان کے حق میں ہیں کہ ان کے حق میں ہیں

قوم نے ان کو چھوڑ دیا جس پر یہ حکماء حلف کر دیں کہ ہم ان کو نہ چھوڑیں اور وہ سو قتل  
اور کئے ساتھ رہے جب تک کہ ان کو زندہ نہ ہو اور جب حضرت زین العابدینؑ کو قتل کیا تو مابولک میں  
گولی لگی جس سے چھ جگہ زخم ہوئے۔

اور شیخ ہشامؒ کی اہمیت و عظمت کے لیے یہ سب کلمات لکھے ہیں کہ حضرت زین العابدینؑ کے  
اشہد علی کیا (اور شہادت حضرت زین العابدینؑ اس قدر مستلزم ہے کہ اس کے بعد تو اس وقت  
تک نظر افسانہ مروت نہ تھا بلکہ کادہی اس کی نہیں ہوتی تھی) یہی ہے معلوم ہوا کہ کذب  
ایمان و عاریت صرفہ کا حسین لفظ ہے۔ مگر دوسرے نام سے وہ مشہور تھے مثل اس کے کہ  
وہ منشیہ لکھی دے گا کہ لکھتے تھے کیونکہ وہ لکھتے تھے جب تک کہ کو امام معصوم کا حکم  
نہو گا تو اور لیکر خدا دیکر لکھتے۔ لہذا لکھی لکھ کر انہوں نے کہا دیکھا۔ ایسا جو بعض روایات  
شعبی میں آیا ہے کہ کچھ کیسوں کا زیادہ بھی منشیہ سے نہیں دیکھا۔ تو اب ان روایات میں لفظ  
رافضہ کا آثار قلیل نقل بالمعنی ہے۔ حالانکہ عبدالرحمان راوی بھی ضعیف ہے۔ اور بظاہر  
یہ ہے کہ یہ روایت اس کی نظم و تالیف سے ہے۔

جاری غرض یہ ہے کہ تحقیق رافضہ سے متعلق یہ نہ ہیں تیس کے اقوال کا ابطال منظور ہے بلکہ یہ  
دیکھنا ہے کہ اہلسنت نے اپنے کلمات کے کیا کیا جو ہو جائے ہیں کہ محسن شیعوں کی عدالت میں  
حق اسی ہے جس میں انہیں جہنم عذاب رسول پر اور انہوں نے انکار کیا تو ہمارے اسکا نتیجہ کس کو ملا  
کیونکہ کورستہ جو طرح کی رہنمائی مصیبتوں سے مقابلہ کر اگر اہلسنت کی تو عاقبت خراب ہوئی  
وہ عذاب کا آخرت اشد و اہم

ابن قتیبہ نے جو کچھ و اقوال متعلق شہادت حضرت زین العابدینؑ کے ہیں یہی سوسر قلمیہ کیونکہ نہ  
اسی کی اس نے سند دی کہ حضرت زینؑ نے شیخین سے یہ کہہ دیا۔ نہ اس کی سند دی کہ کوئی اس  
لکھی کے غے اگر حیادت کرتا تھا کہ کوئی اس کو قتل کرے یا اس کی بیعت کرے کہ حضرت زینؑ کے سولی پر ایسا  
سخت پر رہتا کہ کوئی اس کی بیعت نہ کر سکتا تھا۔ یہ جائیداد ان عبادت کرتا ہے یہ یہ اسر قلمیہ  
کہ اس سے ہے اور قلمیہ شیعہ رکھا گیا ہو۔ کہ کہ یہ عقب تو عطا ہے ایمن الزین سے ہے جو ظہر اول  
کے قدامت کے اہلسنت کے قلمیہ ہے یہ انہوں نے حضرت محمد بن الحنفیہؑ کے چہرہ پر منہ کے پاس



انام چہین کو عین خاندانہ میں رکھا گیا اور وہ ایک اور کسی غیر عربی کسی کو عین عربی کہہ کر دیا  
نے لکھا کہ غیبت بھی دوسری مرتبہ عبد الملک نے عین نے ابن الزبیر کو عین رکھا اور دار  
پر رکھا یا دوسری وہ خلفاء سب محمد بن ابی بکر و عثمان و علی و فاطمہ و حسن و حسین  
کو وہ عین خاندان رسالت کرتے تھے۔

حالانکہ اگر وہ مسلمان ہوتے تو سب سے زیادہ وہ ان خلفاء پر لعنت کرنے والے ہوتے کیونکہ  
اسلام کی تباہی جو کچھ ہے انہیں کی بدولت۔ ایک طرف قرآن کی وہ گتے بٹائی۔ دوسری  
طرف اہلبیت رسالت کے ساتھ یہ سلوک کیا تیسری عزت خاندانہ کو یوں ضائع و برباد کیا  
جو پختی طرف روئے رسول کی وہ میری کی کہ گھوڑے گدے اور عین باندھے گئے۔

قال المحاطب اصول کافی میں ایک باب کا عنوان ہے باب الله اعلم بحجج الله ان  
كلها الا ائمة یعنی پورا قرآن صلا ائمة اہلبیت نے کسی جمع نہیں کیا اس عنوان ہی سے  
ظاہر ہے کہ یہ فرق جو آجکل موجود ہے ناقص ہے کیونکہ اسکو ائمة اہلبیت میں سے کسی جمع نہیں  
کیا بلکہ یہ جمعیہ اسکے جمع کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ائمة اہلبیت کے سخت دشمن تھے۔ پھر  
اصول کافی میں ایک باب اور ہے باب ضیعتک و انتق من التذلیل فی الموالاة  
و جمعیہ وہ باب ہے جس میں آیات متعلقہ باہست کی تشریح و تفسیر بیان ہو۔ نکت کے معنی کسی  
سرگرمی کو روکنا یا تنفی کے معنی اٹھا کر ڈالنا یعنی جس میں آیتوں کو جامع قرآن نے نکال کے بھیجا  
انگریزی میں اس باب کی چند شرحیں ملاحظہ ہوں۔

اقول ہم نہیں سمجھتے کہ دنیا میں ایسا بھی نہیں ملتا ہے کہ کسی کتاب یا آیت یا حدیث سے  
وہ مطلب نکالا جائے جسکی کوئی اہلیت نہ ہو۔ کہ جسے نہ تو بیان اسکی حق کہ روایات ضعیفہ سے  
تشریح قرآن کا ثبوت دیا جائے اور دلیل میں وہ باب پیش کیا جائے کہ پورا قرآن صلا ائمة  
اہلبیت کے کسی جمع نہیں کیا جسکا مطلب کہ صرف ائمة اہلبیت کا ذکر میں توہم کسی طرح نہیں کیا  
سکتا کہ اس عنوان ہی سے ظاہر ہے کہ قرآن جو آجکل پر ناقص ہے بلکہ نہ اہلبیت کی صفی تو  
انسان سے کی گئی ہے کہ کوئی دوسرا اسکا جامع نہیں ہو اور قرآن کے نکال و نقصان کی تو  
بیان ہمیشہ نہیں ہے۔

کیا کوئی اگر یہ کہے کہ ظان قصید کا ہے پس اس کوئی حافظ نہیں ہے تو وہ اس سے یہ مطلب سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ قصید ناقص ہے۔

اگر مخاطب کو اس طرح کی فہم سلیم نہ عطا ہوئی ہوتی تو وہ نہ سبب تسلیم ہی کیوں قبول کرتے جو حدیث من کنت مولاً فعلی مولاً سے تو خلافت جناب امیر پر نفس نہ سمجھے۔ اور ایک بڑھیا بچوں کے اس کہنے سے خلافت ابو بکر کو باور کر لیا کہ اس نے بیان کیا جتنے رسول اللہ سے پوچھا تھا اگر آپ کو نہ پائیں تو کسے بتائیں گے کہا ابو بکر کے پاس حالانکہ یہ پوچھا گیا کہ وہ بڑھیا کون تھی اور اس نے کس باب میں یہ کہا تھا۔

اس فہم عالی کا یہ نتیجہ ہے کہ اپنے باب اندام جمیع القرآن کلمہ الا لائمة سے یہ نتیجہ نکالا کہ چونکہ امام اسلم جامع نہیں تھے۔ اس لئے یہ قرآن ناقص ہے۔ اس تقریر سے آپ کو میرے اس معروضہ کی بھی تصدیق ہو جائیگی جو اشمس معاجلہم علیہ السلام میں عرض کیا تھا "انسوس صد انسوس کہ حضرات جن روایات شیعہ سے تحریف کا اثبات چاہتے ہیں خوش قسمتی سے وہ روایتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا ایک لفظ بھی تحریف پر دلالت نہیں کرتا۔"

اس تقریر پر اذہر صاحب النعم بہت ادھیچے کو دے تھے جسکی حقیقت اشمس معاجلہم علیہ السلام میں بنیاداً توضیح سے دکھائی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں۔  
اس مطلب کی تصدیق اس عبارت سے بھی طور پر ظاہر ہے کہ باب اندام جمیع القرآن کلمہ الا لائمة آپ نقصان قرآن ثابت کیا چاہتے ہیں۔

اڈیٹر صاحب نہ کتاب کافی نایاب ہے نہ اسکی عبارت ایسی دقیق کہ کسی کی سمجھ میں نہ آسکے۔ پہلے ہیوں دھوکا دیا کہ تمام عالم پر آپکی کتب بیانی و افسرہ روزی نمایان ہوئی۔ کاش ایک حدیث بھی اس باب کی گھر سے تو آپکی طرح قرآنی عالم پر کھل جاتی۔ اگر آپ ایسا کیوں کرتے تو مقصود آپکا تو دنیا طبعی ہے۔

کچھ میں اس باب کی کل حدیث کو جو حذف سند بیان اللہ عزوجل میں جس نے اہل تصاف پر ظاہر ہوگا کہ کیا تک آپ راست باز ہیں ملاحظہ فرمائیے صفر و۔ ملاحظہ فرمائیے

(۱) عن ابی المقدوم عن جابر بن عبد اللہ  
ابا جعفر علیہ السلام یقول ما  
ادعی احد من الناس انہ جمیع  
القرآن کلہ کما انزل لا کتاب  
وما جمعه وحفظہ کما انزلہ اللہ  
الاہلی بن ابیطالب والائمة  
من بعدہ

(۲) عن المقل عن جابر عن ابی جعفر  
عن ابی جعفر انہ قال ما یتطبیح احد  
ان یدعی انہ جمیع القرآن کلہ  
ظاہرہ وباطنہ غیبہ لا وصداء  
(۳) عن سلمہ بن محمد قال سمعت  
ابا جعفر یقول ان من علم ما او  
تفسیر القرآن واحکامہ وعرف  
الزمان وحد ثلثہ فاحدا اللہ  
بقوم خیر السمیع ولو اجمع  
من لم یجمع ولو لم یجمع من کان لو  
یسع ثم اساک ہینہ ثم قال لو  
وجہا وصدہ او مستراح القلب  
واللہ المستعان  
(۴) قال سمعت ابا عبد اللہ

والمعنی ابی بالمقدوم بواسطہ جابر بن عبد اللہ کہ امام  
محمد باقر سے فرمایا کہ جس نے اس کا دعویٰ کیا کہ  
قرآن کو مطابق نزول جمع کیا جیسا کہ وہ نازل  
ہوا وہ کذاب ہے۔ جس طرح خدا نے نازل کیا  
اوس کو نہ جمع کیا نہ حفظ کر علی بن ابی طالب  
نے اور ائمہ بنے جو اون کے بعد ہوئے۔

(۲) مقل جابر سے روایت کرتے ہیں ابی عبد اللہ سے  
اور وہ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے  
کہ نہیں قدرت رکھتا ہے کوئی یہ دعویٰ کرے اسکا کل  
قرآن ظاہر و باطن اوسکا اوسکے پاس ہے غیر اوصیا علیہم  
(۳) سلمہ بن محمد روایت کرتے ہیں امام ابو جعفر  
فرماتے ہیں منجملہ اون علوم کے جو ہو دیا گیا ہے تفسیر  
قرآن ہے اور اس کے احکام (اوسکا انضباط) اور علم  
تغیر زمان و حوادث جب خدا کسی کے ساتھ خیر  
کا ارادہ کرتا ہے تو اوسکو سوتا ہے دیکھا نہیں  
اور اگر اس کے اوس شخص کو جو سمجھتا نہیں چاہتا ہے تو وہ  
روگردانی کرتا ہے گو یا کہ نہیں سنا اوسنے اسکے بعد کچھ دیکھ  
حضرت نے سکوت فرمایا پھر کیا کہ اگر میں کسی کو اہل بانام  
جاہل استرحت تو کچھ کہتا اگرچہ اثر نہ کرتا اور خدا ہی میرا  
(۴) جناب امام جعفر صادق کو سنا فرماتے تھے قسم

حدائق

اسمیں نام لکھو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس کا دعویٰ کرے کہ اس نے قرآن کو جمع کیا ہے تو وہ کذاب ہے۔

یقول واللہ انی اعلم کتاب اللہ  
من اولہ الی آخرہ لانی کفی فیہ  
خبر السماء والارض وخبر ما کان  
وخبر ما ہو کاش قال اللہ عز وجل  
فیہ تبیان کل شئ

وہ عن ابن عبد اللہ عن ابيہ قال  
الذی عنده علم الکتاب ما یتبدل  
به قیل ان یرتد الیک طرفک  
قال فخرج ابو عبد اللہ بین اصحابہ  
فوضعها فی صدرہ لثم قال و  
عندنا ما لا یلک علم الکتاب کل

ہمارے پاس قرآن کا کل علم ہے  
(۱) قال قتادہ ابی بن ہریرہ قال  
ما اللہ شئ یرتد الیک طرفک  
عندہ علم الکتاب قال یلک  
وخیر من بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
باب ما اعطی الانبیاء من العلم  
اللہ لا یحظر

بجند انین جاتا ہوں کتاب اللہ کو اول سے  
آخر تک کیونکہ وہ میرے ہاتھ میں ہے  
اوس میں خبر آسمان و زمین ہے اور خبر ماکان  
وما کیون کیونکہ خدا فرماتا ہے اس میں بیان  
ہے ہر شے کا

(۲) جناب امام جعفر صادق نے تلاوت فرمائی آیہ قال الذی  
عندہ علم الکتاب کی اوسکے بعد آستان مبارک  
کو پھیلایا اور اپنے سینہ میں رکھا پھر فرمایا کہ قسم خدا کی  
ہمارے پاس جو علم الکتاب کلہ (کیونکہ قرآن میں نصف  
بن برخیا کے لئے کہا گیا تھا عندہ علم الکتاب  
کتاب کا کچھ علم اوسکے پاس تھا۔ اور حضرت فرماتے ہیں

راوی نے آیہ قل کفی باللہ شہیداً ابدیاً و بینک و علم  
الکتاب کو پوچھا (جو سورہ زمر میں ہے) حضرت نے فرمایا  
خدا نے ہر کو کو ارادہ کیا ہے حضرت علی ہمارے اول و افضل  
و علی ازلنا و اخرنا و احسننا و احسننا  
باب اس کے ہے کہ خاتم النبیین علیہم السلام کو اسم اعظم  
عطا فرمایا ہے۔

پورا باوجودی روایتیں حدیث سند میں اس لئے لکھی ہیں کہ اذیہ عذاب کو اسکا موقع  
نہ ملے کہ کہیں ایک روایت پر ایک لفظ اسکا پیڑ دیا گیا ہو ہمارے دعوی کا موید تھا۔  
اہل اصناف ان روایت کو بغور بلکہ معمولی نظر سے دیکھیں کہ اسکے کس لفظ سے اذیہ عذاب  
یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ قرآن جو آج کل موجود ہے وہ ناقص ہے کیونکہ یہاں توصیف اسکی  
لے اشارہ صرف و مراد علیہ الکتاب تیلدنا کل شئ کے جو سورہ کل میں ہے ۱۱۱ منہ



میں ابن حجر کے کہ سب کا اتفاق ہے اس پر کورہ فقہ سب سے پہلا سجدہ ہے جو زمین میں نفل ہو ابوہی کہتے ہیں دعویٰ اتفاق میں اسی قول امام زین العابدین سے نظر ہے۔

پھر تصدیق حدیث مذکور میں کیا عذر ہو سکتا ہے کیونکہ یہی تو بیان ہے اس حدیث میں کہ جو دعویٰ کرے اسکا کہ مطابق نزول اوس نے جمع کیا ہے استثناء حضرت علیؑ وہ کافی ہے پھر یہ معلوم کہاں سے اڈیٹر صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ اس باب سے نقصان قرآن ثابت ہوا جسکا اس میں کسی طرح ذکر ہی نہیں۔

نقصان قرآن بروایت حدیث میں تو قطعی جمع قرآن مطابق ترتیب نزول ہے کہ پھر حضرت صحیح اہل سنت علی کسی نے اسطرح نہیں جمع کیا۔ مگر احادیث اہل سنت بیکار

پکار کر کہہ رہی ہیں کہ درحقیقت یہ قرآن پورا نہیں ہے نہ اسکو پورا کہنا چاہیے چونکہ انشراح جلد ۷ صفحہ ۵۷ میں اسکی پوری تحقیق ہو چکی ہے لہذا اڈی کا اعادہ کافی ہے۔

یہ معلوم اڈیٹر صاحب نے کس لفظ سے نسخ التلاوہ سمجھا ہے کیونکہ نسخ کے معنی مثلاً ہے بشی کے

معنی بھولنا۔ ذہر کے معنی جانا۔ سقط کے معنی گزنا جب یہ الفاظ معین ہیں ”معنی اس کے معین ہیں

پھر ایک لفظ سے دوسرا معنی کیونکر سمجھا جاسکتا ہے۔ دیکھئے تو ابن عمر صاحب کہتے ہیں لا تقولن

احدا کہ قد اخذت القرآن کلہ ما یدہا یدک ما کلہ قد ذهب منه قرآن کثیر اولکین یقل

قد اخذت ما ظہر منه کوئی تم میں سے یہ نہ کہے کہ ہم نے پورا قرآن لے لیا اسکو کیا معلوم کہ

پورا قرآن کیا ہے بہت کچھ اس قرآن سے چلا گیا لیکن یہ کہے کہ کچھ چلا گیا پھر ہمارا قرآن سے اوس کو

بچنے لیا ہے۔

یہ الفاظ اور اسکے جو معانی ہیں وہ ایسے کھلے ہوئے ہیں کہ ایک بچہ کو بھی اس میں شک نہیں ہو سکتا

کہ ابن عمر صاحب کا اس جملہ سے کیا مقصود ہے کیونکہ اس جملہ کو نہ عبادات سے علاف ہے نہ حکم غلطی

کی اصلاح ضروری ہو۔ نہ عقائد سے کوئی غلط جملہ عقاید میں بیان کر رہا ہے نہ معاملات سے ہے

کہ ان کو تنبیہ کرنیکی ضرورت ہو۔ پھر دعویٰ اس کا کہ جبرائیلؑ کیا ہو سکتا ہے کہ حرف قلمی جو لوازم

ایمان سے ہے انکو مجبور کر رہی ہے کہ بناوین لوگ مقابلہ میں نہ رہیں کہ اسقدر قرآن ہے یا

یہی قرآن ہے اسی لئے اسکے بغیر فرماتے ہیں۔ وما یدہا یدک کلہ جو کس درجہ اڈیٹر صاحب

بتا رہا ہے کہ کس چیز نے تم کو بتایا کہل قرآن کیا ہے؟ کیا یہ جملہ کوئی شاگرد اپنے سموات کے اوس حصہ کی نسبت کہہ سکتا ہے جسے آسمان نے قلم زد کر دیا۔ کمال دیا کیا کوئی شاعر اپنے غزل یا قصیدہ سے جو اشعار کو چھانٹ دیتا ہے اوسکی نسبت کہہ سکتا ہے کہ یہ غزل بہت خوب لائی تھی۔ افسوس بہت کم ہو گئی اگر وہ اشعار اعلیٰ تھے تو چھانٹے کیوں گئے۔ اگر وہ عبارت صحیح تھی یا اوسکی غزوت مستحکم تھی تو نظر کیوں کیا۔ یہی حال منسوخ التلاوة کا ہے اوسکی نسبت کیونکر کہا جاسکتا ہے مابداً یہ ایک مقدس ذہب منہ قرآن کثیر پھر طے قد اخذت ما ظہر منہ بھی تو مٹنا صاف کہہ رہا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو منسوخ التلاوة ہوئے سب کچھ کیا کیونکر ظہر کا مقابل ملے جس سے معلوم ہوا کچھ ایسا ہے جو ظاہر نہ ہو سکا یعنی وہ بھی قابل ظہور تھا مگر ظاہر نہ ہوا۔

اگرچہ یہ تقریر بہت واضح ہے جسکے بعد کسی تلویل کی گنجائش نہیں مگر نظر مزید توضیح دو چار ذرائع اور کھلی جاتی ہیں جن میں اسی لفظ ذہب یا ذہب کا استعمال کیا گیا ہے۔ اگر اوں سہوں سے منسوخ التلاوة کوئی سمجھ سکتا ہے تو یہاں بھی ممکن ہے ؟

(۱) از آلہ انجمنین ہے اخراج البخاری ومسلم عن ابن عباس ان عمر قام فحمد الله  
اثني عليه ثم قال يا ايها الناس لا تحذ عن آية الرجو فانها انزلت في  
كتاب الله وقرء نالها وانما ذهبت في قرآن كثير فذهب مع محمد وآية ذالشان  
النبی قد لجم فان ابا بكر قد رجو ورجعت بعد ما دانه مسیحی قور من هذه  
الامة بلكن بون بالرجو ۲۳۳

یعنی عمر نے خطبہ میں کہا کہ تلوک قرآن نہ کہاؤ آریہ رحم سے تحقیق نازل ہوا کتاب خدا میں اور  
تلوکوں نے ادا کر ڈھا ہے اور یہ تحقیق وہ بھی چلا گیا قرآن کی مین جو محمد کے ساتھ چلا گیا اور  
اسکی دلیل یہ ہے کہ خود حضرت نے رحم کیا اور بنے اور ابو بکر نے اور قریب ہے کہ اسطیک  
قوم اس امت سے جو مذہب کس ساتھ آئے ہیں اور جو کچھ یقین معلوم ہے کہ خلیفہ دوم اور  
آپ کو قرآن جانتے تھے مہر ہر مذہب پر بھی کیا منسوخ التلاوة ہونے کے قائل تھے تو معلوم  
ہو کہ کتاب قرآن کثیر سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ منسوخ التلاوة ہے بلکہ یہ کہ وہ ثابت القرائت

ہے اور زمین داخل کیا گیا جسکی دلیل یہ بھی ہے کہ شریح متاثرین ہے وہو ما منہ من شیء الا ان فی حیاتیہ رسول اللہ یعنی نسخ التلاوة دوم ہے کہ قرآن سے نسخ ہو جائے حیاء رسول بن ہوئی عبد اعظم صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں ای لا بعد وفاتہ مسئلہ جس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات آنحضرت نسخ نہیں ہو سکتا۔

اور یہاں عمر صاحب فرماتے ہیں قرآن کثیر میں نسخ ہوا جس سے ذباب اور کھجست آنحضرت معلوم ہوا۔ تو بالبدہ است معلوم ہوا کہ نسخ التلاوة نہیں مراد ہے کیونکہ وہ حضرت کی حیات میں ہو سکتا تھا بعد وفات آنحضرت کیونکہ ممکن ہے۔

اور چونکہ یہ امر مسلم است ہے کہ قرآن کا نزول مطابق اسے حضرت عمر ہوتا تھا یہاں تک کہ اب تک اور کلام قرآن میں داخل ہے تو اوئی اسے اور اولکافول قرآن کے بارے میں زیادہ معتبر ہوگا نسبت حضرت عثمان کے۔

مگر یہ عجب احسانِ زموشی ہے اہل سنت کی کہ جب قرآن کے نزول کی ضرورت تھی تو اسوقت حضرت عمر کی حج اور ثناء و صفت کی جاتی تھی کہ کسی طرح اچھی اچھی آیتیں اور تیر اور جب نزول ہو چکا تو وہ اسطرح نکال دے گئے جس طرح دودھ سے کمی کہ اب دھلا کر شکرے بن کر کوئی نہیں سہتا۔

(۲) اسی نفس نبویہ وہم کے صفوہ میں یہ روایت مذکور ہو چکی ہے قتلا ابو بکر ان عبد اتانی فقال ان القتل قد استقر علی ما تمہدوا القرآن وانی اخش ان یستقر القتل باقر احی الموطن فذهب کثیرا من القرآن ویکتے اصمین ابو بکر صاحب بعد استیلائے بن قتل جنگ یلمہ کہتے ہیں کہ اگر اسی طرح قتل کا سلسلہ قاریوں میں جاری رہا تو چلا جائیگا بہت کچھ قرآن سے سب اڈیٹر صاحب بتائیں کہ یہاں نیز بہت کے کیا معنی ہیں ؟ کیا یہاں بھی نسخ التلاوة ہو جائے مراد ہے کہ اگر اسی طرح قتل کا سلسلہ قاریوں میں جاری رہا تو بہت کچھ قرآن سے نسخ التلاوة ہو جائیگا۔ کہنے اڈیٹر صاحب کہ یہاں ہے کہ یہ معنی درست ہے یا غلط اور کیا بعد وفات رسول اللہ بھی نسخ کا سلسلہ جاری رہا۔ دیکھیں آپ کہاں تک معنی بتاتے ہیں کیونکہ دوسری روایت مفسر اسکی بھی موجود ہے عن هشام بن عوف قتلا اللہ آنحضرت

القتل بالقرآن فوق البسک علی القرآن ابن ضعیف کثر النعال ملک یعنی جب قاریوں کے قتل کا سلسلہ ابرہہ کی راہ تو خوف ہوا ابو بکر کو اسکا کہ ضایع ہو جائے حدیث میں لائی ہوئی صحابہ یہاں کیا معنی بتاتے ہیں کیونکہ جس مقام پر دوسری روایت میں غریب کثیر من القرآن آتا خطاب اس کی جگہ ان نصیب ہے لہذا مناسب ہے کہ یہاں بھی نسخ و تکلیف کے معنی کسی طرح پہنائے جائیں۔

(۳) عن سلیمان بن ارقم عن الحسن وابن سیرین وابن شہاب الزہری کان الزہری اشبههم حدیثاً قال لما اسرع القتل فی قراء القرآن يوم الیامة قتل منهم يومئذ اربع مئة رجل لقی زید بن ثابت عمر بن الخطاب فقال له ان هذا القرآن هو الجامع لدیننا فان ذهب القرآن ذهب دیننا وقد عنیت ان اجمع القرآن فی کتاب مشتمل کثیر النعال جلد اول مطبوعہ جدید آباد دکن یعنی امام حسن بصری۔ ابن سیرین۔ امام زہری روایت کرتے ہیں کہ جب شکر بامہ میں قتل کے تیری ہے پہلیا شروع کیا ہانگ کہ ہم آدمی مارے گئے تو زید بن ثابت نے کہا عرصہ کہ یہ قرآن ہی تو جامع ہے چارے دین کا۔ اگر جا رہا قرآن تو ہمارا دین بھی جا رہا ہنگامہ ہے غور کیا ہے کہ قرآن کو ایک کتاب میں جمع کریں۔ یہاں بھی تو دوسری ذہب القرآن ہے بلکہ فریب الدین ہے تو کیا یہاں بھی نسخ و تکلیف ہی مراد ہے۔

(۴) عن ابن شہاب قال بلغنا انه کان اقل قرآن کثیر قتل علماء و رؤساء اللہین کا قواعد و عود و لم یصلہ بعدہم و لم یکتب فلما جمع ابو بکر و عمر و عثمان القرآن و لم یوجدوا احد بعدہم و ذلک فیما بلغنا حاملہ علی ان یتبعوا القرآن فممنوع فی المصحف فی خلافتہ ابی بکر خشیہ ان یقتل رجال المسلمین و اللہ اعلم بمعشر کثیر من القرآن فینذہوا عما تم من القرآن فالیوجد عند احد جملة خوفی ان یقتل عثمان فتم ذلک المصحف فبعث بها الی کواصناد و بعضا الی بعض (ابن ابی ہریرہ و آدم) کثر النعال جلد اول ص ۲۵ یعنی ابن شہاب نے فرمایا کہ ان لوگوں نے جو کتاب ہے معلوم رکھنی معلوم ہی نازل ہو اہل قرآن بیت پس نکل جو گئے علماء اور کتب کثیر

میں اور یہ وہ علم تھا جنہوں نے قرآن کو بخوبی یاد کیا تھا بعد ازاں اس کے وہ قرآن سیکھ کر معلوم  
ہوا کہ لکھا گیا۔ پس جب جمع کیا بلو کر عمر عثمان نے قرآن کو اور وہ قرآن بعد قتل پیامبر ﷺ  
پاس نہ پایا گیا تو جیسا کہ مکر معلوم ہوا ہے یہی امر باعث ہوا اس کا وہ متبع کرے قرآن کی یہی  
کیا مصحف میں خلافت ابو بکر میں اس خوف سے کہ رجال مشغول قتل ہو جائیں گے اس سے  
کچھ قرآن سے پس بلوے جائیں وہ لوگ اور ان کے ساتھ برباد ہو جائے کچھ قرآن سے لکھ کر پھر  
کسی کے پاس نہ پایا جاسے پس خدا نے توفیق دی عثمان کو کہ لکھوایا اور مکمل مصحف میں اور تیسرا  
تمام امصار و ذخائر میں۔  
تمام جوئی جہارت الشمس حفظہ جلد ۱۲

اب ابوہریرہ صاحب جو فرماتے ہیں کہ آپ اگر دعویٰ کمال قرآن ہوتے ہیں تو کتاب خلیلہ دوم اور اول  
اوسکے فرزند ارجب کی لازم آتی ہے جو نہایت تاکید سے کل قرآن کہتے سے مانع ہیں۔  
اور اگر آپ خلیفہ کا قتل ہی نہ مانسے گا تو پناہی قول ملاحظہ فرمائیے جو ابو موسیٰ عبد الرحمن  
صاحب فرمایا تھا مسجد عورت کا نہ رہنا لیا مصر میں لگا ہے جبکہ موجودہ حجرات کافی سے بڑھ چکا ہے اور  
ہیں موصوفہ امجدی الثانیہ ۳۲۵ھ

[illegible]

کے لئے کافی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷۔

وفي الدار المنظورة اطلعت جميع  
اسماء الكتب السماوية في القرآن و  
جميع ما في القرآن في الفاتحة وجميع  
ما في الفاتحة في السبعة وجميع ما في  
السبعة في باب السبعة وجميع ما في  
السبعة في النقطه التي هي تحت الباء  
قال لا اظن على كرم الله وجهه ان النقطه  
التي تحت الباء وقال ايضا النقطه  
كثرتها المجاهلون والاف وحده  
عرفها الرايخون وقال ايضا سلوتي  
عن اسماء الغيوب فاني وارتبطت  
الانبياء والمرسلين وقال ابن عباس  
وصلى الله عنهما اعطى الامام علي بن  
الله عنه تسعة عشر العار وانه  
لا علمهم بالعهود الباقي وقال ايضا  
اخذ بيد علي بن ابي طالب فخرج  
في الى التقي بعد العشاء وقال افوا  
يا بني الله من اشراف ستم الله الرحمن  
الرحيم في كتابي في اسماء النبا  
اخذ بيد علي بن ابي طالب فخرج  
في الى التقي بعد العشاء وقال افوا  
يا بني الله من اشراف ستم الله الرحمن  
الرحيم في كتابي في اسماء النبا

در منظوم میں ہے جان تو

کہ تینے اسماء کتاب سماویہ میں تھے وہ سب  
قرآن میں ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے  
وہ سب سورہ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ  
سورہ فاتحہ میں ہے وہ سب بسم اللہ  
میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ سب  
پہلے بسم اللہ میں ہے۔ اور جو کچھ پہلے بسم  
میں ہے وہ اس نقطہ میں ہے جو باکے  
نیچے کے کلام طے ہے کہ میں وہی نقطہ ہوں  
جو باکے نیچے ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ علم ایک  
ہو جسکو خدا یا جابلون نے اور الف وحیدہ  
جسکو ہمارا انھوں نے۔ حدیث یہ بھی فرمائی  
تھی کہ جسے چھو اسرافیل کے کہ ہم وارث  
علم انبیاء و مرسلین ہیں مکہ ابن عباس نے  
کہ حضرت علیؑ کو دس حصوں میں سے فہم  
ملا۔ اور وہ بن حصہ میں بھی سب زیادہ  
اعلم تھے دینی اگر علم کا حصہ کیا جائے تو نو حصہ  
اٹھ خاص حضرت علیؑ کا ہے۔ اور ایک حصہ میں  
تمام دنیا کے لوگ شریک ہیں۔ یوسفین بھی  
حضرت علیؑ کے زیادہ عالم ہیں۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے  
ایک شب کو کتب انھوں نے چار بار پڑھا کہ بعد  
اور صبح کی طرف نکلے اور کہا کہ میں

عنہما القرآن المأثور المأثور (صحیح ابن  
المغازی تفسیر) عن ابن الصبیام عن  
ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما  
صرفت بین یدی ربی کلینی وناجانی  
فما علمت شیئاً الا اذ علمت علیاً فھو  
باب علی موقوف بن احمد بسندہ عن  
سلیمان الکھش عن ابیہ عن علی  
قال واللہ ما نزلت آیت الا وقد علمت  
فیما نزلت واین نزلت وعلی ما نزلت  
وان ربی وھب لی لساناً طلقاً وھب  
لّی عقولاً موفیاً احمد بسندہ عن ابی الطغیلا  
قال قال علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ  
سلوئی عن کتاب اللہ فان لم یس من  
آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت امر  
بہا رام فسهل امر فجل المحمود بن  
عن شفیق عن ابن مسعود قال  
نزل القرآن علی سبعۃ حروف لہ ظہر  
وہبط وان عند علی علیہ السلام  
القرآن ظاہرہ وباطنہ وعن الحسن  
ابن عباس علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم  
من جملہ اللہ وھب علی من علیہ السلام  
اللہ علیہ وسلم وھب علی من علیہ السلام و

مجھے بسا شرف حاصل ہو گا صحیح تفسیر علی  
تفسیر بکے اسرار بتاتے رہے۔  
اور رواقب میں جو کتب اہل شام نے لکھا  
کہ قرآن کو حکم فرار بن تو حضرت نے فرمایا  
ہم میں قرآن مطلق۔ ابن مغازی نے  
روایت کی کہ رسول اللہ نے فرمایا جب  
مشتبہ معراج خدا نے مجھے کلام کیا تو مجھے  
خدا نے مجھے تعلیم دیا تھا۔ سب سے علی کو  
تعلیم کر دیا تو وہ اب میں ہمارے علم کے۔  
موقوف بن احمد نے بسند اپنے سلیمان الحسن سے  
روایت کی جو کہ فرمایا حضرت علی  
نے قسم خدا کی جو آیت نازل ہوا اس کو میں  
جانتا ہوں کس بار میں۔ کہاں کس پر نازل  
نازل ہوا۔ خدا نے حکم لسان گویا اور طلب  
عقول عنایت کیا ہے۔  
موقوف بن احمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت  
علی نے فرمایا سوال کرو مجھے کتاب اللہ  
سے کہ اس کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے  
جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ وہ نازل ہوئی  
یا رات کو پہاڑ پر نازل ہوئی یا زمین  
پر ہوا پر۔  
حموی نے ابن مسعود سے روایت کی جو  
کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا اس کو

ما علی و حلی الصغیر فی علم علی الاول  
لفظہ فی مصنفہ ابن ابی نعیم و فی  
الخواص فی آخرہ کہیندہ ہاں علی  
عن ابن مسعود رضی اللہ عنہما قال  
كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم  
عن علي بن ابي طالب قال سمعت ابا عبد الله  
اجزاء فاعطى علي تسعة اجزاء وللناس  
جزء واحد وهو اعلم بالعشر الباقي ايضاً  
اخرجه موفق بن احمد عن ابن مسعود  
موفق بن احمد بسند عن سلمان بن  
الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم  
انه قال اعطوا مني علي محمد بن علي الحكم  
العمري في شرح الرسالة الموسومة  
بالفقر المبين قال ابن عباس رضي  
الله عنهما اجماعاً ما للفسر بن العاص  
اجزاء علي تسعة اجزاء وللناس  
الباقى وهو اعلم به وقال ايضاً  
يشير لنا علي رضي الله عنه بقوله الباء  
بسم الله الرحمن الرحيم ليراد فاعطى  
عمر بن الخطاب وهو بعد له شرح قرأت  
هذه في جلبك الفوائد في شرح  
المفسر وقال علي كرم الله وجهه لو شئت  
في الوصاية وخلصت علياً للحكم

ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور حضرت علی  
کے پاس علم قرآن ظاہر و باطن سب سے  
علی سے روایت کی ہے ابن عباس سے  
کہ رسول اللہ کا علم خدا سے ہے اور حضرت  
علی کا علم رسول اللہ سے اور میرا علم  
حضرت علی سے ہے۔ اور ہمارا علم اور رسول اللہ کا  
کا علم بقاۃ حضرت علی علیہ السلام کے ہر سات  
دور کے مقابل میں۔

ابن مغازی و موفق بن احمد نے ابن  
مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ  
نے فرمایا حکمت کی تقسیم دس حصوں پر ہے  
جس میں سے نوحہ علی کا ہے اور باقی ایک  
حصہ میں سب شریک ہیں مگر علی اور سب  
بھی سب اعلم ہیں۔

موفق بن احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت  
علی نے فرمایا تاجی امت سے اعلم علی ہیں۔

محمد بن علی حکیم ترمذی نے شرح رسالہ فتح مبین  
میں روایت کی ہے ابن عباس سے کہ علم کے  
دس حصہ سے نوحہ علی کو ملا ہے اور ایک  
حصہ میں سب شریک ہیں مگر علی اور سب  
بھی سب سے زیادہ عالم ہیں۔ وہ کہتے  
ہیں کہ حضرت علیؑ نے نقطہ بارہ اسم اللہ کی  
شرح بیان کر دی شروع کی طلوع صبح تک



لاهل التورۃ نہ ہو کہ وہ کمال الٰہی نہیں  
 یا عیسیٰ علیہ السلام اہل القرآن نہ ہو کہ وہ کمال  
 انعامتہ و رفعتہ سے محروم نہ ہوں البتہ  
 احکام التناوب و الاعتدال عنہ القناوی  
 کمال علیہ السلام و رفعتہ و رفعتہ موطن  
 لولا علیہ السلام و قال علیہ السلام  
 و علیہ السلام بن اویس البانسی و فی شری  
 الکبریٰ الاحوال علیہ السلام و فی اللہ عنہ  
 لو کثر علی الوسادۃ و جاست علیہ القضاۃ  
 بین اہل النواۃ بتواتر و بین اہل  
 الانجیل یا عیسیٰ علیہ السلام و بین اہل القرآن  
 ہذا قائم الحدیث فلیظن الجامعیتہ  
 جلی خاتم الرسل و معلوم شریع الانبیاء  
 السابقین و لیست لہ ہذا الجامعیتہ  
 مطاعۃ کتبہم بل جامعیتہ من الخاتۃ  
 والعلی اللہ فی ذلک الامامات الالہیۃ و  
 ہذا المرتبۃ لا لسان الکامل و ہو  
 آخرت کلام الہیۃ و یقال لہ الخسوف  
 عند الصوفیہ و ان الکامل جامع  
 جمیع المظاہر الہیۃ و ہو بینہ علیہ السلام  
 علیہ وسلم و ولادۃ الہیۃ اسمہ موق  
 بن احمد الخوارزمی مسندہ عن ابی  
 الصباح عن ابن عباس قال قال

مالانہ ابی انکامیان قاضین ہوا  
 پہلے ابی قاض کو ان کے مقابلہ میں ایک علم  
 یا با بقایہ مسند را و حضرت علی کہتے تھے  
 کہ اگر فرشتہ میری کھلیا جائے وہاں میں  
 بیٹھوں تو اہل توراۃ کیلئے مطابق توراۃ  
 اور اہل انجیل کیلئے مطابق انجیل اور اہل  
 قرآن کیلئے مطابق قرآن فہمہ کروں۔  
 اسی لئے قاضی صاحب حضرت کی طوفان رجوع  
 کرتے تھے احکام کتاب میں اور اپنے فتوے  
 حاصل کرنے جیسا کہ عمر بن خطابؓ نے مدینہ  
 پہنچا ہوا علیؓ لے ملاک عمرؓ اور فرمایا رسول  
 اللہؐ نے اعلو امتی علیؓ ہوں ابیہ السلام  
 شرح کبریٰ عمرؓ میں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا  
 میری لئے فرشتہ کھلا دیا جائے اور وہ میرے  
 میں حکم خدا جاری کروں تو اہل توراۃ کیلئے  
 مطابق توراۃ اور اہل انجیل کیلئے مطابق  
 انجیل اور اہل قرآن کیلئے مطابق قرآن  
 کروں شاہی کہتا ہے عوز کرنا چاہیے جامعیت  
 سلم حضرت میں کہ علوم خاتم الرسل اور علوم  
 شرعیہ سابقہ میرے آپ کے قدر جامع تھے کیونکہ  
 یہ جامعیت مطالعہ کتب سے نہیں حاصل ہو  
 سکتی بلکہ بوجہ وراثت اور علم لدنی ہوتا  
 الہامات الہیہ سے و علوم حاصل تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق  
جبریل بدو فوہم من الجنة فجلست علیہ  
فلما صرت بہن بدو عبدی کلنی وناجانی  
فما ظلمت شیئاً الا جلنہ علیا فہو بالی علی  
ثود عاء الیہ فقال یا علی سلما فی سلی  
وحرک حرکی وابت العلم فی ابینی وین  
امتی وفی المناقب سئل علی کوم اللہ و  
ان عیسی بن مریم کان یحیی الموتی و  
سلیمان بن داؤد کان ینفخ منطوق  
الطیر هل لکم ہذہ المثلثة قال ان  
سلیمان بن داؤد علیہما السلام غضب  
الحد ہد لفقہ لا لہ ییرف الماء و  
میدل علی الماء ولا ییرف سلیمان الماء  
تحت الہوا مع ان الریح والہل والاک  
وہجن والشیاطین والمرۃ کاوالہ  
طائعین وان اللہ یقول فی کتابہ ولو  
ان قرانا سیرت بہ عجبال او قلع  
بہ الامر من او کلہ الموتی وبقول  
قالی وما من عاتبہ فی السماء ولا فی  
الافی کتاب مبین وبقول قالی شعر  
اور شتا الکتاب الذین اصطفینا من  
عبادنا نحن اور شتا ہذا القدر ان  
اللہ فی ما ینسبہ العجبال وقلعت

یہ مرتبہ انسان کامل ہو اور یہ آخرت نکات  
حسنہ پر جسکو صوفیہ حضرات خمسہ کہتے ہیں  
اور انسان کامل جو جامع جمیع مظاہر العبادہ  
وہ رسول اللہ ہیں اور آگے وارث  
سوفی بن احمد نے روایت کی ہو کہ فرمایا رسول  
اللہ نے جب بین مناجات خدا سے فائز ہوا  
تو جو کچھ مجھے علم حاصل ہوا وہ سب مجھے علی  
کو تعلیم کر دیا لہذا وہ ہمارے ہلوم کے دروازہ  
ہیں پھر فرمایا اسے علی جو تھا را موافق ہو وہ  
ہمارے موافق ہو اور جو تھا را دشمن ہو وہ  
ہمارا دشمن ہو درمیان میرے اور میری امت  
کے

مناقب میں ہو کہ ایک شخص نے سوال کیا حضرت  
علی سے کہ حضرت عیسیٰ زندہ کرتے تھے مردہ کو  
اور حضرت سلیمان مطلق الطیر سے واقف تھے  
آپ کو کونسی چیز حاصل ہو حضرت نے  
فرمایا جناب سلیمان نے غضب کیا بد پر کیا کہ  
وہ پانی کو جاتا تھا اور اوسلی برادہ دکھاتا تھا  
حضرت سلیمان اسکو نہ جانتے تھے کہ پانی ہوا  
کے نیچے ہی حالاکہ ہوا چینی۔ ابن۔ بن  
شیاہین مردہ اسنے تاج تھے اور خدا لڑاتا  
ہو کہ اگر قرآن ایسا ہوتا کہ ہر اڑھٹے لگتے۔  
زمین چھٹ پڑتی۔ مردے کلام کرنے لگتے۔

بہ الملائکۃ و یحییٰ بہ الموتی و غیرہ  
بہ المائۃ و اوس شاہد الکتاب فیہ  
بتیان کل شیء اللہ تعالیٰ و الخیر  
بسنہ جماعہ عن سید بن عقیل الصفا  
عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما دار الحکمت  
و علی بابھا و فی الباب عن ابن عباس

و توفی قرآن الیہا و اور ہذا قرآن الیہا  
و آسمان میں کوئی کچھ پوشیدہ نہیں ہو کر وہ  
کتاب میں میں ہو پھر فرمائی و اور کیا  
ہے کتاب کا اپنے ہندوں سے پس میری تو  
ہیں وہ جو وارث کئے گئے اس قرآن کے  
مسمین وہ باتیں کہ ان سے پہاڑ طے ملین  
اور بلدان قطع ہوں اور مردے زندہ

ہوں۔ اسکی وجہ سے ہم پانی کو جانتے ہیں اور ہم وارث کئے گئے اس کتاب کے مسمین بتیان ہوتے ہیں  
ترجمہ و جوینی نے بسند خود رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا انما دار الحکمت و علی  
بابھا ہم حکمت کے گھر ہیں اور علی اوس کے دروازہ

ہمدی غرض بیان ان احادیث کے جمع کر سکی ہیں جو آنحضرت کے علوم کے بار مین وارد ہیں  
کیونکہ طراوہ بران کہ خلاف مقصود و محال ہی ہو۔ بلکہ جو کچھ روایت اصول کافی سے اس  
اطہار علیہم السلام کا علم دکھایا گیا تھا۔ جس سے خوش فہم مخاطب نے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ قرآن  
ناقص ہوا اسلئے ان احادیث کی تصدیق کتب احادیث السنن سے دکھائی گئی کہ خود اس  
کے بیان میں یہ روایتیں صحیح و معتدائی گئی ہیں۔ تو اگر ان روایتوں سے نقصان قرآن کا  
نتیجہ نکل سکا ہے تو خود ایسنٹ اس کے ذمہ وار ہیں۔

اب خود مخاطب کی تحریر ملاحظہ ہو جو ترجمہ اسد الغابہ جلد ہفتم میں لکھتے ہیں ص ۲۲  
علی بن مسیر نے اعمش سے انہوں نے عمرو بن قوس سے انہوں نے ابو الجری سے انہوں نے حضرت  
علی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میں صحابہ میں سے  
حرم لیا کہ رسول اللہ آپ مجھ میں بھیجے ہیں اور لوگ مجھے مقدسات کا فیصلہ کیا ہیں گے  
حالانکہ مجھ میں کچھ علم نہیں ہے حضرت نے فرمایا قرب او میں قرب کیا میں نے اپنے اپنا اہم  
سینہ پر تھا بعد اس کے فرمایا کہ اسے اللہ کی زبان کھلتی ہے مگر وہ اور ان کے قلب کو  
اس میں کچھ نہیں ہے ورنہ سے درخت لالہ اور لعل لکھ دیا اس کے بعد کبھی کسی خادم کے فیصلہ کرنے







نخ البرسل

اس قدر مصلحت تھی کہ ایک جلد رکعتیں علم  
کلام میں شامل ہو سکیں اور جلد دوسری الفون کا جو  
دوا خود میں مشہور ہے۔ دو سال سے ترقی پائی  
سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے اصح الکتاب بعد  
کتاب البیہادی صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے  
کی جاتی ہے کہ صحیح اور اتفاقی روایتیں الگ الگ جاتی  
ہیں اور موسمی و غلط روایتیں الگ باجوڑ  
خوشن کے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ۔

تفہیم بخاری

کثرت شوق شایع ہو رہا ہے۔ جس کا دل جھلکا گیا  
 ہے۔ جس میں روح ہماری کے پیش کی ہے۔ جو پورے فیصلے  
 کر کے نظر رکھی ہے۔ جس کے ملاحظہ سے قدرت خدا داد  
 الہی ہے۔ قیمت صرف چھ آنہ ۶

اٹمس

اٹمس کے استیج میں ہونے والی کئی چیزیں  
 جو ان کے تہذیب و تمدن کے لئے تھیں

اٹمس کے استیج میں ہونے والی کئی چیزیں  
 جو ان کے تہذیب و تمدن کے لئے تھیں

اس کتاب سے خطاست نہ کون ناواقف ہوگا کہ جناب  
امیر المومنین علیہ السلام نے اس کتاب سے اس خطا کا غالب  
علی بن اسحاق علیہ السلام کے خطبے اور خطوط اور  
مختلف حدیثیں جو میر سید ابوالحسن دین جی کی ترقیوں  
کا مدار و مدار ہے جناب سید فی علیہ الرحمہ نے اس میں  
جمع کی تھیں یہ تیس سال سے مشغول رہیں اس کی  
قاضی میں اس کی بنیاد پر انہوں نے کتاب کیا بلکہ  
آبائی بھی جناب خیر الکمال علیہ السلام نے اس کا نسخہ  
ترمیم کیا اور یہ سب شرح فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب  
بہت ضخیم تھی اس لیے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال  
اس کے ۱۲ جزو ۱۲۷۰ تصحیح و تراجم ہوں لہذا ہر  
سال ۱۲ مقرر کیا گیا ہے ہر ۱۲ جزو ۱۲۷۰ تصحیح و تراجم  
پوری کتاب کی قیمت درجہ اول ۱۲۷۰ درجہ دوم ۱۲۷۰  
جسے دینا کو سنو ادا کہ اسلام آباد

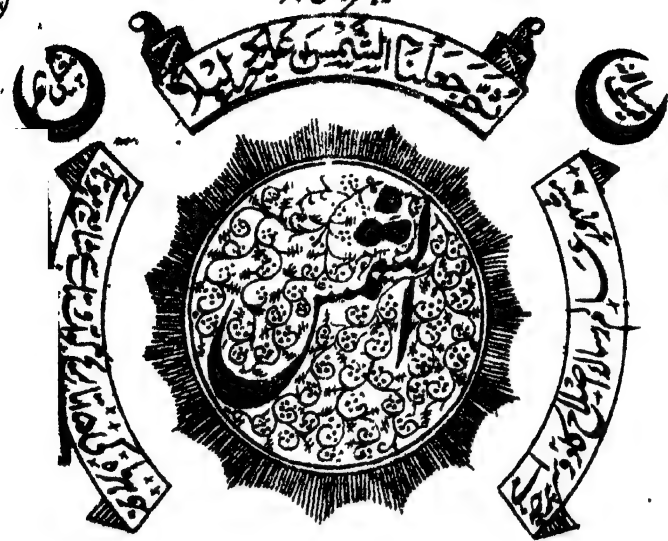
عطا بن کتاب دست جو الیاس عیثون سوزیادہ  
کتب محمد کا دست لکھی گئی ہیں کہ یہی وضو حضرت  
رسول اللہ کا جو شیعوں میں جاری ہے جو قیمت  
حصہ اول حسین قرآن امارش  
مناظرہ اجماع رسول اللہ جل جلالہ و جلالہ

اقوال حاکیه حجاب و تابعین و غیره مجتهدین و فاضلانی  
اینست که با خصوص مواردی برای این سفیان و غیره  
بصورتی ظاهر نگردد و آنجا که اسامی و غیره  
کتاب دیگر گویا می باشد - غیرت صرفی جلالت









فہرست مقاصد و مقاصد پرچہ ہذا ج ۶

۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ جو بیجا علی بن ابی طالب  
بن ابی طالب فیصل جواب خصوصاً ائمہ اربعہ کا جو بی  
کچھ کتب سے متعلق ہیں کی مخالفت میں شایع ہو رہا ہے اور  
چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے  
کتاب مستطاب التقتصار پر حملہ کرے جو بحال ہے  
۲) بعد از غفلت اسکاں مختصر رسائل کا جو بی  
مخالفت کی طرف سے غیر منشیع مذہب جہد شیعہ  
شایع ہوئے خصوصاً آیات مینات - ہایاۃ اخیرہ  
منہاج المستسین بن تیمیہ در زمان عربی -  
۳) عجم اسن سالہ کہ از کرم صحنہ ہوگا - مگر

حرف (۱) اندر کجا کے سون و ظاہر کے بھی خاص مافی علم کلام میں تحریر کر کے باطنی مفسد میں کی سوچ  
عمران مختل الحق خیر و زو میں گجرات کی ری خیر شادی کی شایع تھی (۲) چونکہ اس کو میں خاص علم کلام  
جستہ کی لہذا لائی ہوئی خاص ضرورت تھی جس میں وہاں سے مدر کجا جس کتاب خصوص شکر اداب کیا جاتا تھا۔

|                                  |                                  |
|----------------------------------|----------------------------------|
| ۱۰۰ (۱۰۰) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۰ (۱۰۰) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۱ (۱۰۱) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۱ (۱۰۱) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۲ (۱۰۲) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۲ (۱۰۲) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۳ (۱۰۳) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۳ (۱۰۳) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۴ (۱۰۴) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۴ (۱۰۴) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۵ (۱۰۵) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۵ (۱۰۵) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۶ (۱۰۶) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۶ (۱۰۶) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۷ (۱۰۷) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۷ (۱۰۷) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۸ (۱۰۸) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۸ (۱۰۸) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۰۹ (۱۰۹) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۰۹ (۱۰۹) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۰ (۱۱۰) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۰ (۱۱۰) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۱ (۱۱۱) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۱ (۱۱۱) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۲ (۱۱۲) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۲ (۱۱۲) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۳ (۱۱۳) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۳ (۱۱۳) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۴ (۱۱۴) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۴ (۱۱۴) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۵ (۱۱۵) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۵ (۱۱۵) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۶ (۱۱۶) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۶ (۱۱۶) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۷ (۱۱۷) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۷ (۱۱۷) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۸ (۱۱۸) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۸ (۱۱۸) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۱۹ (۱۱۹) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۱۹ (۱۱۹) جناب میر علی حسین صاحب |
| ۱۲۰ (۱۲۰) جناب میر علی حسین صاحب | ۱۲۰ (۱۲۰) جناب میر علی حسین صاحب |

(نوٹ) اگر اس رسید میں کسی قسمی غلطی ہو تو مطلع فرمائیں۔  
(۲) باقی حضرات سے امید تو ہے کہ ہندوہ منی آؤر اندو فرمائیں۔  
(۳) ورہنہ کے نام بلا استثناء رجب المرجب تک ہندوہ منی و لیوہ حاکم ہوگا۔  
(۴) امید کہ دفتر التمس کا زیادہ خزانہ آپ کو ارا نہ فرمائیں گے۔  
(۵) منی آؤر حسب ذیل پتہ سے روانہ ہو۔  
(منبر اصلاح مجبوءہ ڈاکخانہ بازار ہندی ضلع سارن)

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## الشمس

منبر || بابت ماہ بیع الاول ۱۴۳۸ھ || جلد

عن ضروری

(۱) چونکہ اس سال الشمس جلد ہجرت کرنے پر بھی صرف ۳۵ ہی ہزار سو قنطار تک شائع ہوا اسلئے خلاف مروت معلوم ہوا کہ ایسا مطالبہ اس تعجیل سے وصول کریں لہذا مطالبہ اولیو حاضر ہے۔  
(۲) یہ بات طے کر دی گئی ہے کہ کشف الظلمات و رد الملاحدہ کا سلسلہ جو جلد ۵ الشمس سے متروک ہے وہ از سر نو جاری کیا جائے اور حجم رسالہ بجائے ۲۵ صفحہ ۸۰ لغایت ۶۵ قرار دیا جائے اور چندہ بجائے ۱۵ سالانہ کیا جائے۔

(۳) لہذا اس کے نام حج کا ولیو جائیگا جن حضرات کو نام منظور ہو وہ مطلع فرمائیں اور منگولیا میں انکار ہو رہا ہے وہ وہ بھی واپس کریں کہ جلد ناقص نہ رہے۔

(۴) جن حضرات کا چندہ مسئلہ صبر و صول ہو ادنیٰ رسید پست صفحہ ۱۸۱ پر ورج ہے اگر کسی قسم کی غلطی ہو تو مطلع فرمائیں کہ درست کیا جائے۔

(۵) اللہ عزوجل جب تک سب کے پاس ولیو پہنچا۔

ادنیٰ الخیریت کی نسبت علما کا فتویٰ چونکہ اس جلد میں ادنیٰ الخیریت و سلمان سے بھی تھا طبعی لہذا ناظرین کی مزید اطمینان کیلئے وہ فتویٰ دہرایا جاتا ہے جو حال میں علما و المجتہدین امرتسرنہ شائع کیا ہے۔  
سوال۔ علما و المجتہدین کیا فرماتے ہیں کہ جو کچھ کاروانی مولوی ثناء اللہ کرتا ہے یا کرے اس کا رد و انی میں علما و المجتہدین شامل ہیں یا نہیں یعنی مباحثات و جلسات وغیرہ۔

جواب۔ علما و المجتہدین اس کی کاروانی میں شامل نہیں کوئی شخص اس کی کارروائیوں کو المجتہدین کی کارروائی نہ سمجھے بلکہ المجتہدین اس سے بری ہیں اور حلقہ ایک اشتہار میرے نام کا شہرہ کیا گیا ہے وہ جتنا پراانا اشتہار ہے مولوی ثناء اللہ نے اپنے سب اقرار و انکار خلاف کیا ہے۔ اور ان اقرار و انکار میں نہیں رہا لہذا وہ قابل اعتبار نہیں۔ ابو عبیدہ احمد رحمہ اللہ صفری ۲۵ جمادی الثانی۔



نے عبدالعزیز بن ابی سرح کو نکال کر قبضہ کیا جسکے بعد وہ فلسطین میں آکر سکونت پذیر ہوا اور ۶۸۰ء یا ۶۸۱ء میں واصلِ جہنم ہوا ملاحظہ ہوتا ہے کہ کل صفحہ ۹۵ نہایت ۷۷

ہماری عرض یہاں نہ مطاعن عثمان سے ہے نہ مطاعن ابن ابی سرح سے نہ ظاہرِ حنبلی کرنا منظور ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اڈیٹر صاحب مسلمان کس جرأت سے آریون کے مقابلہ دروغ گوئی سے کام لے رہے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ تاریخ کے کیسے ماہرین جب آپ کی کتابیت کو ہر بات میں ظاہر کر نیلے تو اسلام کی فتح ہو گئی یا نسلک

انسان کو لازم ہے کہ کسی وقت میں کوئی اور راستہ کوئی سے غلطہ ہو کہ نہ باوجود جو علاماتِ نفاق سے ہے حداف ناما ہے واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون کہ خدا کو پس دیتا ہے کہ منافق لوگ کاذب ہوتے ہیں پھر آپ اس دروغ گوئی کے بعد منافق ہو سے یا کیا اس محض اسلام کی خیر خواہی میں بنے ابن ابی سرح کے حالات کو اس طرح ظاہر کیا ہے تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ وہ کافر اور بدین کھاقبل قبول اسلام بھی اور بعد از تادم بھی اور بعد قبول اسلام بھی جو باعثِ قتل عثمان ہوا اور وہ آگ لگائی جو قیامت تک بجھنے والی نہیں ہے۔ پھر ایسے خائن کی تعریف میں اس قدر تعریف کا پل بانڈھنا کس درجہ خلافِ دیانت و راستی ہے۔

اڈیٹر صاحب کا یہ بیانیہ تلذذ اگر وہ اپنے بیان کو کر کے میں جو کہتا تھا حضورِ وہی لکھوادیتے تھے صحیح جاتا تو ایسے مذہب میں پھر کیوں آتا اور کیوں اس قدر نمایان خدمات انجام دیتا؟

اس قدر حیرت انگیز ہے کیونکہ آریہ کیا نہیں کہہ سکتے کہ وہ سچے دلسے کب اسلام لایا وہ تو بخیر نوار اسلام اور نمایان خدمتیں تو اوسکی ظہیں جن سے اسلام تباہ ہوا۔ پھر اوسکی سابقِ رواد کا ابطال کیا ہوا۔

اڈیٹر صاحب اسی لئے بیٹھے سمجھایا تھا کہ نہ اوسکی روایت سے انکار کیجئے نہ اوسکے اسلام کی فکر کیجئے بلکہ اوسکو اعلیٰ حالت میں دکھائیے کہ بیشک اوس نے صل ساز ہی کی تھی جس پر وہ خارج الاسلام اور واجب القتل قرار پایا جس سے او بھی قرآن کی حقیقت نمایان ہوئی۔

رہا اوسکیا بیان کہ حضرت بھی اوسکی تصدیق فرماتے تو یہ ایسا غلط بیان ہے جس پر دلیل لانے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ جب حضرت اوسکی تصدیق ہی کرتے تو پھر وہ مرتد واجب القتل کیوں قرار پاتا کیونکہ جو کچھ جرم تھا یہی کہ وہ کتابت قرآن میں خیانت کرتا۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز آخری فقرہ ہے کہ ”تھارا گوام خود اپنی شہادت کو عداوت اور بغض پر مبنی اور ناقابل قبول جانتا تھا اسی لئے ہم بھی اوسکی اس شہادت کو کھٹارے ہڈیان کے ہم رنگ جانتے ہیں اور تمھارے حق میں بھی دعا کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سعد کی طرح تمھارا بھی خاتمہ ناخیر ہو۔“

کیونکہ اوسکی بیان ہے اوسکے جو افعال میں خواہ قتل اسلام ہوں یا بعد ارتداد یا بعد اسلام سب ہی ازراہ بغض و عناد تھے۔ مگر خدا نہ کرے جو آپکی یہ دعا قبول ہو کہ مسافر کے نام لگنا کا ویسا ہی خاتمہ ناخیر ہو کیونکہ عبداللہ بن سعد کے کارناموں سے تو آج تک مسلمان تباہ ہو رہے ہیں اگر خدا بخواتمہ استہ یہ بھی ویسا ہی ہوا تو خدا ہی حافظ ہے اسلام کا۔

یہ مضمون جسکا جواب اویس مسلمان نے اپنے اجازت نامہ میں دیا ہے مسافر ص ۲۰ مورخہ ۳۰ اکتوبر کے ”قرآن مجید پر تنقید“ کے نصف صفحہ کا جواب ہے۔ ڈیڑھ صفحہ مسافر کا بخیر باقی تھا کہ مسلمان بقیہ مضمون کو لا جواب چھوڑ کر آگے روانہ ہوئے اور ص ۲۵ میں بھی ایک حرف نہ لکھا جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر ان میں لیاقت علمی ہے یا کس قدر ان کی محبت کہ فضول مضامین بھر کر اوقات کو ضائع کیا اور ناحق مسلمانوں کے مال کا خون کیا۔ حالانکہ اگر وہ جانتے تو صرف اسی ایک نبر میں پورا جواب دے سکتے تھے کیونکہ مسافر کا یہ اعتراف من کل دو صفحہ میں ہے اور اجازت مسلمان ہر ص ۲۵ ص ۲۶ ہوتا ہے۔ مگر اونکو تو خالی اپنی حریفہ اردو کو خوش کر دینا ہے کہ ہم مسافر کا جواب دیر ہے میں خواہ کچھ ہو۔

بہر حال مسلمان ۲۵ میں خریداروں کے قصاصات سے مجبور ہو کر پھر اپنے قلم کپڑا اور ایک مختصر متبید کے بعد مسافر کی عبارت لکھتے ہیں۔

مسافر طلسم ٹوٹ گیا | لیکن ہم اسہی پر بس نہیں کرنا چاہتے بلکہ اپنے بیان کے مزید ثبوت بن خلیفہ اسلام حضرت عمرؓ کی شہادت | ایک ایسی زبردست شہادت پیش کرتے ہیں اور جسے مقابلہ ہر کسی

بھی مسلمان کو چون و چرا کی گنجائش نہیں رہی اور اس شہادت کے پیش جوتے ہی اسلام کا ظلم ٹوٹ جائیگا اور وہ زبردست شہادت مسلمانوں کے خلیفہ عمر کی شہادت ہے جنکی اطاعت حضرت عمرؓ کے بعد تمام مسلمانوں پر بحیثیت صاحب امر ہونے کے لازمی ہے اور جن کے حکم سے کوئی بھی مسلمان سر نہیں بھرا سکتا وہ خلیفہ عمرؓ قرآن کے بار میں بون ارشاد فرماتے ہیں کہ اخرج البخاری ومسلم عن ابن عباس ان عمرا قام فحمد الله واثنى عليه ثم قال يا ايها الناس لا تتخذوا آية الرجم فانها انزلت في كتاب الله وقوله ماها واخذ هبت في قرآن كثير ذهب مع محمدؐ - (ترجمہ) ازالہ اسخفا میں بخاری و مسلم (نام ہے کتب کا) کہ کھڑا ہوا عمر اور محمدؐ ثنائی اوس نے اللہ کی بھڑکایا اوس نے لوگوں سے کہ البتہ کچھ دوسری آیت رجم کو اسلئے کہ نازل ہوئی وہ کتاب اللہ میں اور تلاوت کی ہم نے اوس کی اور تحقیق وہ جاتی رہی ساتھ قرآن کثیر کے جو گیا ساتھ محمدؐ کے۔

یعنی حضرت عمرؓ صرف الفاظ میں اس جگہ لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ قرآن کا زیادہ حصہ محمدؐ کے ساتھ ہی دنیا سے نیست و نابود ہو گیا۔ اور اس ہی حصہ میں آیت رجم بھی تھی جو اپنے خود پڑھی ہے۔ پس اسلام کے خلیفہ دوم کے بیان کے مطابق بھی قرآن کا بڑا حصہ دنیا سے نیست و نابود ہو چکا ہے اور موجودہ قرآن اصل قرآن کا نصف سے بھی کم حصہ ہے۔ ۲۰۔ اکتوبر مسلمان۔ جھوٹ بولنا ہر ایک مذہب میں برا ہے اسلام میں تو اس پر لعنت آئی ہے کہ پھر بھی جو لوگ اس فعل بد سے باز نہیں آتے کون عقل مند کہہ سکتا ہے کہ وہ مذہب کے پابند ہیں۔

مذہب کبھی اجابت نہیں دیتا کہ کسی دوسرے پر ناجائز حکم یا جھوٹا افترا کیا جائے سو امی دیانند نے بھی اسی اصول پر لکھا ہے کہ متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی اور تفسیر کرنا عقل کے دشمنوں کا کام ہے کیونکہ ایسا کہنے میں بھی کذب بیانی لازم آتی ہے۔ مسافر کو پہلے تو یہ عادت بھی رہی کہ کسی کتاب کا حوالہ دے کر جب ادھر سے اس پر سخت مواخذات کئے گئے۔ اب اسکو ذرہ ہوش آیا تو اس نے اذالہ افتخار کا نام لیا مگر صفحات کا پھر بھی نام و نشان نثار دیا ہم نے اوس کے تمام مواقع تلاش کئے ہیں یہ عبارت منقولہ مسافر اوس میں نہ ملی آخر مجبور ہو کر اپنے جوابی کارڈ وٹر مسافر میں لکھا تو کیا جواب دینے کے کارڈ بھی ہضم نہ کئے جس کا



حساب اون کو اگلی جون میں دیا ہوگا۔ دو دفعہ مسلمان بھی تقاضا کیا تو صدائے برخواست  
بس اصل جواب تو اسی میں آگیا کہ یہ حوالہ ہی صحیح نہیں۔ جب تک حوالہ نہ دکھاؤ گے جواب  
کے مستحق نہیں ہو گے۔

یہ جواب تو اُس حصے کے متعلق ہے جو تم نے لکھا ہے:-

”حضرت عمر صانٹ الفاظ میں اس جگہ لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ قرآن کا زیادہ حصہ محمد کے  
ساتھ ہی دنیا سے نیست و نابود ہو گیا ہے“

جس کی مزید توضیح کے لئے ہم اتنا پھر کہتے دیتے ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین  
جب یہ حوالہ کسی جگہ دکھاؤ گے تو اور جواب پاؤ گے سردست اتنا ہی بس اور کافی ہے  
آؤ آپ ہم تکو اوس عبارت کا جواب بھی سنائیں جس سے تم نے استدلال نہیں کیا  
مگر مسلمان چلیک اوس کی تشریح سننے کی شائق ہوا کرتی ہے وہ اس روایت کا  
اول حصہ ہے جس کو ہم بھی ازالۃ الخفا سے نقل کرتے ہیں شکر ہے کہ اُس کا جواب بھی  
ایک معنی سے اوسی روایت میں مذکور ہے ناظرین غور سے سنیں:-

یہ عن ابن عباس سمعت عمر يقول الیوم فی کتاب اللہ حق علی من رزقہ  
الرحال والنساء اذا احسن اذا قامت المینة او کان النجیل او الاعتراف  
(ترجمہ) ابن عباس کہتے ہیں میں نے حضرت عمر سے سنا کہ کتان اللہ میں ہم (ذاتی کو تپھراؤ) کر لیا  
ایک روایت میں یوں ہے:-

ایاکم ان تھلکوا عن آیۃ الرجمان یقول قائل انما لا نجد حدین فی کتاب اللہ  
فقد رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجعنا لولان یقول النبی  
نا د عمر فی کتاب اللہ لکنہما فاما قد قرعناھا (از الخفا ص ۱۱۲)

(ترجمہ) لوگو حکم رجم (ذاتی کو تپھراؤ) کرنے سے غفلت نہ کرنا اس خیال سے کہ کوئی کہنے والا  
لے کہ ہم تو دو قسم کے حکم کتاب اللہ میں نہیں پاتے (کیونکہ قرآن مجید میں ذاتی کو سوبر  
کا حکم ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة و تپھراؤ بھی  
دو حد میں ہوں گی) علامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ذاتی کہا) رجم کیا اور

بھی کیا وہ کہہ حضرت عمر فرماتے ہیں، یہ خیال نہو کہ لوگ کہیں گے عمر نے کتاب اللہ (قرآن) میں زیادتی کر دی تو میں اس آیت کو قرآن مجید میں لکھوا دوں۔ ہننے خود اس آیت کو پڑھا تھا۔

(د) اس روایت سے بہت سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوتا ہے اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ اپنی سمجھ کے مطابق اسکا مفصل جواب دیں۔ حضرت عمر اور دیگر صحابہ کی اصطلاح میں کتاب اللہ دو معنی میں بولا جاتا تھا۔ ایک تو صرف قرآن مجید۔ دوئم قرآن و حدیث۔ یعنی شریعت اللہ پہلی اصطلاح تو کوئی کلام نہیں۔ ثبوت طلب دوسری ہے اس دوسری اصطلاح کا اخذ حدیث پر یہ ہے جس کے احاطہ میں ہیں ماکان من شوط لیس و کتاب اللہ فهو باطل (کوئی شرط بھی ہو جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے)

حالانکہ جس قسم کی بابت حضور علیہ السلام نے فرمایا اسکا ذکر قرآن مجید میں نہیں بلکہ حدیث میں فرمایا ہے چنانچہ اس فقرہ حدیث کے ساتھ ہی یہ لفظ ہیں۔ المولاء لمن اعتق۔

یہی حکم تمام کے متعلق حضور نے فرمایا لیس فی کتاب اللہ (جو کتاب اللہ کے مخالف ہو) حالانکہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے مخالف نہ تھا بلکہ حدیث کے مخالف تھا تو معلوم ہوا کہ صحابہ بلکہ خود جناب سالکتاب کے زمانہ میں بھی یہ محاورہ تھا کہ بعض اوقات کتاب اللہ سے شریعت اللہ (یعنی مجموعہ قرآن و حدیث) مراد ملتی تھی۔

اب سنے حضرت علی کی روایت کا مطلب آپ فرماتے ہیں اگر لوگ یہ خیال نہ کریں کہ عمر نے قرآن میں زیادتی کر دی تو میں آیت رجم کو قرآن میں لکھوا دیتا اس سے صاف پاؤا جاتا ہے کہ حضرت عمر اس آیت کو قرآنی آیت نہ سمجھتے تھے بلکہ آیت سے اون کی مراد حکم تھا اور یہ جو کہا کہ آیت رجم کتاب اللہ میں ہے اس سے مراد اون کی یہ تھی کہ رجم کا حکم شریعت اللہ میں یعنی حدیث میں ہے چنانچہ اس کے ثبوت میں وہ آپ فرماتے ہیں سہم رسول اللہ و جنابنا پھنے آنحضرت نے خود رجم کیا۔

اس ساری تقریر کا ثبوت خود حضرت عمر کے اپنے کلام سے لے کر جو حاکم کی روایت سے فتح الباری میں نقل ہے کہ

حضرت عمرؓ کے ہیں جب یہ آیت ہم انہی قومین نے حضور پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور میں اس کو لکھ لوں تو ان حضرت نے اسکو ناپسند فرمایا (فتح الباری پارہ ۲۸)۔  
باب الاحتراف بالزنا

اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ فقرہ ہم والا حضور پیغمبر خدا نے بطور تفسیر قرآن کے فرمایا ہو گا جس کو بعض صحابہ نے آیت سمجھ کر حاجن میں خود حضرت عمرؓ بھی تھے مگر جب قرآن میں لکھنے کی امانت نہ ملی مگر حکم بحال ہے کیونکہ حکم حدیثی تھا نہ قرآنی اس سے اس کے پڑھنے کا جواب بھی اگیا جو حضرت عمرؓ کہتے ہیں ہم نے اس آیت ہم کو پڑھا تھا اور اس کے بحال رہنے کا جواب بھی لگیا۔ اور حضرت عمرؓ کے حذر کی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ لوگ احتراف کرنے کے قرآن میں زیادتی کر دی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حکم (آیت) کو قرآن میں لکھنے کی کراہت معلوم ہوئی تھی۔

تنبیہ۔ اس ساری تقریر سے ایک بہت پرے سوال کا جواب بھی ملتا ہے جو حضرت عمرؓ کے قول پر ہوا کرتا ہے جو انہوں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت کہا تھا، حسبنا کتاب اللہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس میں صرف قرآن مجید پر کفایت کی ہے اور حدیث شریف کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اسلام میں شریعت کے دو جزو (قرآن و حدیث) میں کریمہ ظلی اود کی اپنی ہے کہ وہ اصطلاح صحابہ سے ناواقف ہیں زمانہ صحابہ میں کتاب اللہ شریعت کے دونوں جزوؤں (قرآن و حدیث) پر بولا جاتا تھا جیسا کہ پہلے ذکر کیا۔

مختصر کہ مسافر کا احتراف جس روایت پر مبنی تھا وہ روایت ہی نہیں ملتی۔

اس لئے وہ احتراف سرے بے بنیاد ہے۔

تقدیس القرآن۔ آریہ کا جواب تو یہ ہے کہ اس شہادت سے بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں ملے گا دھرمی آپ کا جو جلی قلم سے لکھا ہوا ہے ”قرآن مجید پر تنقید۔ قرآن میں بارہ ہزار اختلاف ہیں“ طلسم ٹوٹ گیا ظہر عمر کی شہادت قرآن کے خلاف ہے لہذا جو ثبوت آپ دیکھنے کے واسطے اندر رہا۔ ثبوت آپ کا بیان جہاں اللہ ہی سچ تھا کہ قرآن میں ہم تنقید کرتے تھے وہ غائب

ہو چکا جس سے قرآن کی اور عظمت ثابت ہوئی نہ اختلاف

اس دوسری شہادت کا نتیجہ صرف اس قدر ہے کہ بقول عمر صاحب آیہ ربکم قرآن میں نہ تھا۔  
اب نہیں ہے۔ یا بہت سا قرآن مجید محمد کے ساتھ چلا گیا۔ اس سے بارہ ہزار اختلاف کیوں ثابت  
ہوا۔ اور خلیفہ عمر کی شہادت قرآن کے خلاف کیونکر ہوئی جبکہ آپ نے دعویٰ کیا تھا۔ کیا یہ  
جو تمام مشہور ہے کہ کل وید نہیں ملے اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وید میں اختلاف ہے؟  
ہم آپ لوں کو خصوصاً اڈیٹر صاحب مسافر کو ایک ہمیدہ سجدہ شخص سمجھتے تھے مگر یہ نہ جاننے  
تھے کہ دعویٰ کریں گے اختلاف کا اور دلیل میں لائیں گے یہ کہ قرآن کم ہو گیا جبکہ جو دیکھتے  
ہیں "پس اسلام کے خلیفہ دوم کے بیان مطابق بھی قرآن کا ثلثا حصہ رہا۔ یہ سنیہ۔  
تا بو دو چکا ہے" تو اس پر دعویٰ "قرآن میں بارہ ہزار اختلاف" کیونکر ثابت ہو رہا اور  
نیز یہ دعویٰ "خلیفہ عمر کی شہادت خلاف قرآن" کہاں ثابت ہو کیونکہ خلاف تھا تو جب  
ہوتا کہ عمر صاحب کہتے یہ آیہ خدا کا نازل کیا ہوا نہیں ہے اور درج قرآن ہو گیا حالانکہ  
وہ تو کہہ رہے ہیں کہ قرآن کا بہت سا حصہ محمد کے ساتھ چلا گیا۔

ہم دینا کے تمام عقلا سے اپیل کرتے ہیں کہ ہر ایک ایمان مند دعویٰ میں اور دلیل  
میں کسی طرح کا تطابق ہے جو کسی مسلمان کو جواب دینے کی ضرورت ہو۔  
اشوس کہ اتنی سی بات جو یہی ہے مئی اسلام کے قلم سے نہ نکلی اور اسے مسافر پر لڑنے  
کہ انجھوٹ بولنا ہر ایک مذہب میں برابر ہے

بہلا ان سے کوئی پوچھے مسافر نے کونسی بات جھوٹ کہی جو آپ کو یہ غصہ آ رہا ہے۔  
(۲) ہاں ہاں مسافر کا جھوٹ آپ نے کہا لایا ہے "اب اس کو ذرا ہوش آیا تو اسے ازالہ  
کا نام لیا مگر صفحات کا پھر بھی نام و نشان نہ رہا ہم نے اس کے تمام مواقع تلاش کئے اور  
مگر کیا دیکھا میں کوئی شخص ایسا ہے جو صرف اس حضور پر کیونکر جھوٹ لکھے کہ اسے کتاب کے  
صفحہ کا نشان نہ دیا ہو کیونکہ صدق و کذب تو صفات خبر سے ہے۔ یہاں کوئی خبر ہے جو  
صادق یا کاذب کہی جائے اور اگر یہی اصول قرار پائے تو آپ اکتب الفاضلین پر  
اس جواب میں مسلمان کی جرات پر جو ہندو دیا گیا ہے اس پر کھانڈ کر دئے جائے ۱۲ اڈیٹر

کیونکہ اسی خبر اسی صفحہ۔ اسی کالم میں آپ ازالۃ افتحا کی عبارت نقل کرتے ہیں عن ابن عباس صحت اور صفحہ ندارد۔ پھر اسی نمبر کے صفحہ ۳۴ میں حدیث ماکان من شوطا لیس فی کتاب اللہ فیہ ما اطل لکے ہیں کتاب کا نام اور صفحہ ندارد۔ پھر حدیث الولاء لمن احق لکے ہیں نام کتاب اور صفحہ ندارد۔

تو اب بتائیے آپ اپنی مقررہ اصول سے کاذب ہوئے یا نہیں حالاً آپ ابن صادقین کے سبر بلک بانی ہیں مرفیس مہری پیتے ہیں۔

اب اپنا مہر کی کذب و افترا ملاحظہ کیجئے کہ یہاں آپ ازالۃ افتحا کی نسبت لکھتے ہیں تاہم جیسے اس کے تمام مواقع تلاش کئے، جس سے معلوم ہوا کہ ازالۃ افتحا آپ کے پاس موجود ہے اپنے اوسے دیکھا ہے۔ حالانکہ خود اپنے اجنار الحدیث میں اشتہار دیتے ہیں۔

ازالۃ افتحا کی ضرورت کوئی قیمت پر دین یا قیمت پر دینے والے کے بہرہ و نشان سے اطلاع بخشنے تو موجب شکر ہے صفحہ و ورقہ ۲۸ اپریل

بتائیے کہ کذب پرچ نہیں ہے تو کیا ہے کہ کتاب کا وجود ندارد اور لکھنے کو لکھ دیا کہ تمام مواقع تلاش اڈیٹر صاحب کے مستند شرمناک امر ہے کہ دعویٰ ہے مولوی فاضل ہونے کا اور آپ کو ازالۃ افتحا صفحہ و ورقہ ۲۸ سطر ۲۰-۳۰ مقصد دوم مطبوعہ مطبع صدیقی بمبئی میں یہ عبارت نہ ملی تو بہتر ہے آپ کسی کہاں سے آئمہ کا علاج کریں۔

ایسے شاید آپ کو اڈیٹر سافرنے جواب نہ دیا ہو گا کہ جواب دینے سے نہیں کام چلتا علاج کی ضرورت اڈیٹر صاحب آپ کو یاد ہو گا کہ اصلاح مسئلہ جلد ۱۲ میں خلافت جناب امیر کا ثبوت بتایا گیا ہے جلد ۲۲ سے دیا گیا تھا کہ حضرت نے جسروز نبوت کا اعلان کیا ہے اسی روز خلافت جناب امیر کا بھی اعلان کیا۔ تو آپ نے اصلاح انکار کیا الحمد للہ مورخہ الراجح میں لکھا۔

نتائج کامل کا حوالہ جو آپ نے دیا ہے مہربانی کر کے یہ تو بتلا دین کہ اس کا نسخہ بھی تو کہیں امام وقت کے پاس تو نہیں جا پہنچا ورنہ موجودہ کامل میں تو یہ حوالہ نہیں ملتا ہوا غایت عنایت عبارت بالفاظہا مع نشان صفحہ و جلد لفظوں میں لکھے بذریعہ خط بھی آپ کے سامنے لکھا ہوا تھا کہ اگر جواب نہ دیا انوس ایسی غلط کوئی صفحہ کالم اسطرہ مورخہ الراجح نہ ملے

دیکھئے اس تحریر میں اور تحریر بقا بلکہ لکھی ہے۔ دونوں میں کیا فرق ہے۔ چونکہ از اللہ آ  
مشہور کتاب ہے جو شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف سے لہذا یہ تو نہ لکھ سکے۔ اس کا نسخہ  
بھی تو کہیں امام وقت کے پاس نہیں جا پہنچا۔  
اور تاریخ کامل جس کا نام بھی شاید کبھی نہ سنا ہو اس کے نسبت یہ لکھ دیا کہ کہیں امام غائب کے  
پاس تو اس کا نسخہ نہیں جا پہنچا۔

اڈیٹر صاحب کی اس تحریر کا جواب اصلاح کے جلد ۱۳ میں نہایت تفصیل سے دیا گیا اور  
تاریخ کامل کی یہ عبارت دکھائی گئی تھا قال ان هذا اخي ووصي وخليفتي فيكم  
فامضوا واطيعوا املا جلد ۲ پھر تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ اور تفسیر طبری جلد ۱ صفحہ ۶۸  
اور تفسیر معالم التبریل صفحہ ۱۶۳ اور تاریخ ابوالفدا جلد اول صفحہ ۱۱۶ سے یہی عبارت  
دکھائی گئی مگر نہ اڈیٹر صاحب اس پر ایمان لائے نہ آجنگ اس کا کوئی جواب دیا۔

(۳) بہر حال یہ جملہ مترفعہ تھا۔ جسکی غرض صرف اس قدر ہے کہ آپندہ اڈیٹر صاحب کو تنبیہ ہو جا  
کہ ایسی تحریر نہ کریں جس سے اسلام کی رہی سہی عزت اور بھی خاک میں لجا سکے۔ کیونکہ واجب  
ادائے استحقاق کر دیکھائی گئے تو لعلہ اللہ علی الکاذبین کا مصداق کون بنے گا اور جہالت  
کس کی ظاہر ہوگی کہ آپ اپنی مذہبی کیا بون سے اس درجہ بیخبر ہیں۔

(۴) آپ کو اس جواب کی تو ضرورت ہی نہ تھی جس سے آپ کی اور بھی قلعی کھلیگی۔ کیونکہ جواب  
تو اس قدر رکافی تھا کہ دلیل سے بارہ ہزار کیا ایک بھی اختلاف نہیں ثابت ہوتا ہے۔ جو محرمات  
کی مخالفت۔ بلکہ کمال درجہ کی عظمت کہ وہ اس کی پر افسوس کر رہے ہیں تو مخالفت کس  
لفظ سے ظاہر ہوئی؟ اس کا بار ثبوت آریو پر ہے۔

چونکہ اس آیتہ الرحم کی کامل بحث اٹمس ۳ جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ میں ہو چکی ہے لہذا زیادہ لکھنے  
کی ضرورت نہیں۔ مگر اڈیٹر صاحب کی تحقیق جدید کی قدر دانی ضروری ہے جو فرماتے ہیں  
(د) اس روایت سے بہت سے لوگوں کو شہید ہوا ہے۔ اسلام چاہتے ہیں کہ اپنی  
سج کے مطابق اس کا مصلح جواب دیں۔ تاہم آخر

مگر افسوس اس جواب کے نتیجہ یہ نہ ہو گیا کہ قرآن جو فرشتے ہیں بلکہ تمامی اہل اسلام کا مقبول

وسلب وہ ایسا مشکوک اور متزلزل ہو جاتا ہے کہ اسکا وجود ہی نہیں باقی رہتا۔ کیونکہ جب صدر اول کی یہ حالت تھی کہ قرآن معین و مشخص نہ تھا کیونکہ صحابہ قرآن و حدیث سبکو کتاب اللہ کہتے تھے۔ تو پھر کتاب اللہ ایک شے غیر معین اور مبہم قرار پائی۔  
 آپ کو بخاریہ یا عمر صاحب کی نسبت تو اختیار ہے جو بھی چاہے کر لے خدا و رسول کی نسبت تو اسکا لحاظ کیجئے انہر ایمان لانے والے صرف تسلیم ہیں۔

دیکھیے جس ریش کو آپ اسکا ماخذ قرار دیتے ہیں اور فقرہ ماکان شیطانی کتاب۔ اللہ فیہو ناظر سے استدلال کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کا اطلاق صرف قرآن ہی پر نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ حدیث پر بھی، تو اس حدیث کے نسبت اپنے حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیقات سنو و اختلاف العلماء فی ذلک فتیہم من انکر الشرط فی الحدیث فروسی الخطأ بی فی المعالم۔ مدہ الی یحیی بن الکتیم انہ انکر ذلک وعن الشافعی فی الامر الاشارة الی تصیص، وثیہ هشام المصوحۃ بالاشراط لکونہ انفراد بہادون اصحاب امیہ و روایات، عنہ قابلۃ للتأویل ۳۸۶ جلد ۲  
 یعنی علمائے اہل بیت اختلاف کیا ہے بعض تو شرط مذکور فی الحدیث سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ یحیی بن الکتیم سے خطابی سے روایت کیا ہے کہ اس نے انکار کیا اور شافعی سے امین منقول ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ صرف ہشام اسکا راوی ہے۔ حالانکہ اس کے باپ کے دوسرے شاگرد اسکی روایت نہیں کرتے۔

عمدہ القاری ہیں ہے الموضوع الثانی قولہ اشتدھا الی آخرہ مشکل من حیث الشرط و شرط الولاء لہم و افساد البیع بہذا الشرط و محاذ عبدالہایعین و شرطہم لاجم لہم و کیفیتہ الاذن لغائشہ و لہذا الاشکال انکر بعض العلماء ہذا الحدیث بجملة و ہذا منقول عن یحیی بن الکتیم ۳۸۶ جلد ۲  
 یعنی حضرت نے فرمایا خریدے تا یہ آخر نہایت مشکل ہے کہ خریداری میں شرط و لاء لگائی جاو جس سے بیع فاسد ہو۔ اور محاذ ہایعین یعنی بائع مشتری غریب لازم آتا ہے اور ایسی شرط جو صحیح نہیں انہیں اشکالوں سے بعض علمائے اس حدیث سے انکار کیا

تمامہ کہ پوری حدیث موضوع ہے۔ یہ قول منقول ہے یحییٰ بن اکثم سے  
 ارشاد الساری قسطلانی بن بھی یہی مضمون ہے ملاحظہ ہو ص ۲۷۸ جلد ۲  
 واستشکل قوله واسترطی بهم الولاء لانه یفسد الولاء البیع ومنظمن للحداد  
 والتعزیر وكيف اذن لاهله ومن ثم انكر یحیی بن اکثم فیما رواه الخطابی  
 عنه ذلك وعن الشافعی فی الامام الاشارة الى تضعیف رواية هشام  
 المصوحة بالاشتراط

یعنی اس حدیث سے دعا و فریب کی تعلیم لازم آتی ہے ایہ حدیث نے اپنے اہل کو اسکی تعلیم  
 دی ہو۔ لہذا یحییٰ بن اکثم نے اس حدیث سے انکار کیا ہے اور شافعی نے اسکو ضعیف کہا  
 ہے کیونکہ مفردات ہشام سے ہے۔

کہئے اڈیٹر صاحب اس حدیث صحیح بخاری سے آپکو فائدہ پہونچا جبکہ تقادیر بخاری نے  
 ثابت کر دیا کہ اس حدیث کو تو آپ کے علما ضعیف بلکہ موضوع جانتے ہیں اور جو لوگ صحیح  
 مانتے ہیں وہ تاویل کے جال میں اس طرح مبتلا ہیں کہ کسی طرح اس سے گلو خلاصی بھی  
 نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایک کہتا ہے یہ حکم خاص عائشہ کے لئے ہے کوئی کہتا ہے عائشہ  
 نے اپنے دل سے ایسا کہا جسکے مطلب یہ ہوئے کہ رسول اللہ پر اسکی تہمت لگا۔  
 تو کیا ایسی حدیث ضعیف مشکوک۔ بلکہ موضوع سے آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ معاذ اللہ  
 حدیث رسول اللہ میں کتاب اللہ سے مراد قرآن و حدیث ہے۔ یا بقول عسقلانی وغیرہ  
 مراد اس سے شریعت الہی ہے خواہ بذکر کتاب ہو یا بذریعہ سنت یا بذریعہ اجماع یا مراد  
 اس سے تقدیرات الہی ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

عالمائے خود آپ یہ حدیث لکھ چکے ہیں مشکوٰۃ سے کہ جو حدیث کتاب اللہ کے خلاف ہو اسکو  
 نہ قبول کرو تو جب کتاب خدا قرآن و حدیث دونوں کا نام ہے تو پھر اس حدیث کے لئے  
 مطلب ہو گئے کہ حدیث خلاف کتاب اللہ ہو تو نہ مانو۔

انوس صدافوس کہ آپکو حمایت صحابہ امیر فدا ری خلیفہ دوم اسطرح قرآن  
 و شریعت سے مخرب کر رہی ہے کہ ذرہ نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں دعویٰ تو آپ



کہ ہے ہیں کہ عمر صاحب کتاب اللہ قرآن و حدیث دو نو کو کہتے تھے۔ اور دلیل یہ دیتے ہیں  
”حضرت عمرؓ کہتے ہیں جب آیت رجم ادری“ کیا یہ فقرہ کسی حدیث کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ  
یہ حدیث نازل ہوئی۔ کیونکہ مباحثہ درو اس لفظ سے وہی آسمانی نزول ہے جو صحابہ کرام  
آئے نہ کہ حدیث کی نسبت کہا جائے۔

آپ اگر خیر خواہ قرآن ہوتے تو صاف صاف کہہ دیتے یہ نہ کوئی آیت تھی نہ خدا کی طرف سے  
نازل ہوئی تھی بلکہ عمر صاحب نے یہ طبع زاد آیت بنایا تھا جسکو بزورِ خلاف وہ چاہتے تھے کہ  
داخل قرآن کر دین مگر جناب ایثر کی موجودگی نے کسی صحابی کو اسکی اجازت نہ دی کہ  
ایسی جرات کر بن پھر بہت سے صحابہ درمندا سلام موجود تھے مثل ابی بن کعب جنہوں  
نے ایک دوا نکالنے پر تلواور سے فیصلہ کرنا چاہا اور ابن مسعود جنہوں نے جان دینا  
قبول کیا مگر قرآن دینے پر راضی نہ ہوئے۔

اولاً تو آپ کو اس فضول تقریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔ آریہ کا جواب تو اسبق در کافی تھا  
کہ اس قول عمر سے اختلاف قرآن مکلفاً و محال ہے۔

نایا اگر اسکی تحقیقات کی ضرورت تھی تو صاف صاف کہتے عمر صاحب زبردستی ایسا یہ بنا کر  
داخل قرآن کیا چاہتے تھے چنانچہ خود اپنے او کا قول نقل کیا ہے **لَا يَقُولُ النَّاسُ زَادَ عَمْرٌ**  
**فِي كِتَابِ اللَّهِ لَكُنْتُ هَاهُنَا يَحْيَىٰ نَبُوتًا** کہ لوگ کہنے عمر سے کہ کتاب اللہ (قرآن) میں نیادتی  
کر دی تو میں اس آیت کو قرآن مجید میں لکھوا دوں“ مگر یہ ترجمہ غلط ہے۔ لکھ دینا صحیح ہے۔  
جو صاف بتا رہا ہے کہ خود عمر صاحب بھی اسکو قرآن نہیں جانتے تھے ورنہ زیادتی کتاب  
میں نہ کہتے کیونکہ اگر ہم اب بھی کسی قرآن کو غلط دیکھتے ہیں تو اسکو صحیح کرتے ہیں جو فرض ہے  
پس اگر عمر صاحب درحقیقت اسکو قرآن مانتے تو کیوں نہ لکھ دیتے۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہ بھی اسکو  
قرآن نہیں جانتے تھے مگر زورِ اجماع چاہتے تھے کہ اسکو قرآن بنا دیں۔

جب اس سے واضح قرینہ یہ ہے کہ آپ قاضی احادیث و تفاسیر کو دیکھ ڈالیں مگر کسی حدیث میں  
یہ نہ لیا کہ کسی آیت کی لفظی نسبت بھی عمر صاحب نے جوش و خروش یہ عند دیکھا ہو جو اس  
آیت رجم کے منطلق اولیٰ کو شش تھی جس سے یہی طور پر یہ تھے کہ اسے کہ چہ نہ کہ جملہ

اور نگاہ خاص ترتیب ۱۰ ہوا تھا اسلئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی طرح اجماع کر کے اسکو داخل قرآن بنادینا کیونکہ ہر شخص فرزند خود نکال نظر آید و مثل خود نکال عامہ مقولہ ہے۔

ثالثاً اگر اس پر بھی اکی تسکین نہ ہو تو اپنے مولوی عبید اللہ عمادی اڈیٹر حالیہ وکیل کا رسالہ البیان دیکھئے جس میں وہ ڈاکٹر توفیق آفندی کی تقریر شائع کرتے ہیں جسکا ایک

نسخہ کے ہاتھ والوں کو بہت کچھ اضطراب آیا ہے پہلے تو انہوں نے کہا کہ نسخہ صرف اور

و نہ وہی میں ہو سکتا ہے لیکن پھر دیکھو تو ان روایات کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو الفاظ کے

نسخ پر دلیل ہیں حال آنکہ اکثر میں وہ اخبار ہی ہیں جیسا کہ روایت ”لو کان للبن

آدم الخ اور اگر یہ لوگ سمجھ سے کام لیتے تو بے شک انہیں معلوم ہو جاتا کہ اسے اسلوب

اور قرآن کے اسلوب میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی کہ اگر اسے اور قرآن دونوں کو

ایک صاحب مذاق آدمی پر جو مسلمانوں سے محض اجنبی ہو پیش کیا جائے تو ضرور وہ حکم

لگا دے گا کہ ان دونوں کا قائل ممکن نہیں کہ ایک ہو، مگر یہ کہ سرکہ کیا جائے جیسے کہ ”ان الذین

آمنوا و اٰحموا و اٰجروا و اٰجروا فی سبیل اللہ التّٰوہم و اتّٰسّموا لا ابشروا انتم المفلحون“ کی روایت

کہ یہ مختلف و متناقض ہیں سے خالی نہیں ہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ یہ ترکیب

بالکل وضعی ہے،

جملہ یہ ہے اضطراب مبدع القائلین نسخ کثیراً بعد ان قالوا الا نسخ الا فی الامور

الغنی بقدر هو یسلون الروایات اللذات علی نسخ اللفظ مع ان جملها لیس الاخبار

کما فی روایۃ ”لو کان لہمن آدم وادیاً لآحب ان یكون لہ الثانی“ الی اخرها

ولو عقل هؤلاء القوم لوجدوا ان لامناسبة بین اسلوبہا و اسلوب

القران مطلقاً بحیث لو عرضت و القران علی ذی ذوق و هو اجنبی

عن المسلمین لحکم ان قائلہا لا یمکن ان یكون واحد ابداً و نرد اللہم

الاما کان مسر و قائمہ کر وایۃ ”ان الذین آمنوا و اٰجروا و اٰجروا و اٰجروا

فی سبیل اللہ باموالہم و انفسہم الا بآبائہم و انفسہم و اتّٰسّموا لا ابشروا انتم المفلحون“ علی انہما

لا تخلو من تکلف و متناقضین انجملتین بدل علی ان التالیف

موضوع۔ ۱۸۲

پس جب ذوق سلیم اسکو نہیں قبول کرتا کہ لو کان لابن آدم وادیان قرآن ہو تو اذا  
 منایا الشیخ والمشیخ فارجوہا البتہ کلا من اللہ کو کون شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ قرآن  
 تھا جسکے ایک ایک حرف سے بھونڈا بین جہالت برس رہی ہے۔

اڈیٹر صاحب اللہ اسلام پر رحم کیجئے ایک کتاب اللہ ایسی چیز ہے جس پر تمامی اہل  
 اسلام کا اتفاق ہے اور اسکو تو مشکوک نہ بنائے کہ صرف قول عمر کی صحت کیلئے کتاب اللہ سے ملو  
 قرآن وحدیث دونو کو قرار دیجئے ورنہ آریہ آپکے اس قول کو سند گردان کر تمامی احادیث  
 موصوہہ کا ذبہ مختلفہ کو کتاب اللہ بنا کر اعتراف کرنے لگیں گے اور پھر آپسے کچھ نہ بنے گا چنانچہ  
 آج بھی وہ صدہا احادیث پر اعتراف کر رہے ہیں اور آپ اسکا نام بھی نہیں لیتے۔

آپ عمر صاحب کے قول حسبنا کتاب اللہ سے مراد قرآن وحدیث دونو کو لیتے ہیں۔ مگر  
 اسکا نتیجہ بھی سمجھتے ہیں کہ کیا ہوا کہ وہ مانع کتاب اللہ قرار پاتے ہیں کیونکہ ابھی تک تو یہی الزام  
 تھا کہ انہوں نے رسول اللہ کے وصیت نامہ کو نہ لکھنے دیا اور بمقابلہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ھیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی یہ ایجا دیا کہ حسبنا کتاب اللہ۔ مگر آپکی  
 تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ صرف قرآن کو کافی نہیں جانتے تھے بلکہ حدیث کی ضرورت کے بھی  
 قائل تھے۔ تو وصیت نامہ کی تحریر کو روک کر کتاب اللہ میں کمی کر دی جس سے بڑھ کر کوئی  
 جرم نہیں ہو سکتا۔

ہاں آخری فقرہ اڈیٹر صاحب کا نہایت معنی خیز ہے کہ فرماتے ہیں ”محققینہ کہ مسافر کا اعتراف  
 جس روایت پر مبنی تھا وہ روایت ہی نہیں ملتی اسلئے وہ اعتراف سرے سے بے بنیاد  
 ہے“

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ اگر وہ روایت مل جائے جیسا کہ ملگئی ازالۃ اختلاف کے صفحہ ۲۲۲  
 کا حوالہ دیدیا گیا تو وہ اعتراف منہی اصلی بنیاد پر قائم رہا۔

دیکھا آپنے اڈیٹر مسلمان کی سنناؤدنی کہ انکار روایت سے چاہتے ہیں مسافر کی آنکھ میں خاک  
 ڈالیں۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ روایت سے نہ اختلاف ثابت ہے نہ عمر صاحب کی مخالفت  
 قرآن سے لہذا اعتراف بے بنیاد ہے۔

مدعی اسلام! ہم کر سہجائے حریف کے سامنے انکار روایت سے کام نہیں چلتا خصوصاً جبکہ حریف قوی پیچ ہو بلکہ اصلی معقول جواب دو اور یہ بات خوب یاد رکھو کہ اسلام یا قرآن کے ساتھ جب تم اپنے صحابہ کی عموماً اور عمر صاحب کی طرفدار سی کو خصوصاً ملاؤ گے تو نتیجہ بد پاؤ گے جیسا کہ اس موقع پر دیکھ لیا۔

اڈیٹر صاحب نے اپنا یہ نمبر ختم کیا حالانکہ اجنبی کا صفحہ ادن کے ہاتھ میں تھا مگر قرآن کی سختی میں پورے چار صفحہ بھی نہ خنچ کر سکے۔

مسلمان زبیرؓ تو خالی کیا مسلمان لکھتے ہیں ”مسلمان“ کا موضوع امر دسبر میں ہے اس سلسلہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے جواب تک پہنچا یا تھا جس سے مسافر نے استدلال کیا تھا احمد رشید کہ آج تک جس قدر جوابات مسلمان میں نکلے ہیں مسافر کو بوجہ نہیں ہوا کہ وہ ان کی بابت کچھ بھی چون و چرا کرے گرشا باش ہے اوس کی دیانت اور امانت پر کہ وہ اپنے ناظرین تک یہ بھی نہیں پہنچا تا کہ کسی نے اوس کے جوابات دیئے بھی ہیں یارین تحقیق اسی کا نام ہے۔ ہماری بھی اس امر میں اوس کے متعلق شکایت نہیں ہاں شکایت ہے تو یہ ہے کہ وہ اپنے ناظرین کو پورا خالہ پہنچانا نہیں چاہتا۔ پورا خالہ تو یہ ہے کہ حوالہ صحیح ہو۔ صفحہ کا نشان بتلایا جائے تاکہ ناظرین مخالف کے سامنے قادر الکلام ہو کر گفتگو کر سکیں۔ یہ کیا ہے کہ یوں ہی لکھ دیا، اذالہ امتحان میں ہے حالانکہ نہ ہو۔ یا یونہی لکھ مارا کہ کنز العمال میں ہے نہ صفحہ کا نشان نہ کچھ۔ کتاب کا نام بھی تو اوسے اب یاد آیا ہے جب ادھر سے بار بار اوس کو طاقت ہوئی ورنہ وہ تو خدا معلوم یہ جانتا تھا کہ میں بھی کوئی رشتی ہوں کہ میرے منہ کا لہجہ بھی پانچواں وید ہے نہ کا حق رکھتا ہے۔ سلا یہ دیش دنیا میں وہ اس طرح لکھتا رہا کہ اسلام کتب معتبرہ میں یونہی ہے حالانکہ نہ قرآن میں نہ کسی صحیح حدیث میں۔ بلکہ یا تو معمولی تھوڑا کلاس مہنفون کے بیان یا لالہ مسافر جی کے الہام میں اس نے مسافر کو نیک مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمیں تو تمھارے ایسا کرنے سے نقصان نہیں البتہ حوالہ صحیح بہ نشان صفحہ نہ دینے سے اپنے ناظرین کی ٹمک حلائی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

اگر تم ایسا کہتے تو ریاست ناہن کے مباحثہ میں صحیح مسلم کا حوالہ کہ کتاب کیوں نہ دکھاتے



کتر اعمال جلد اول مطبوعہ حیدرآباد دکن (میں ہے) امام حسن بصری - ابن سیرین و ابن جبار  
و امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ جب قتل یا دہشت میں قتل نے تیزی سے پہلے شروع کیا  
بیان تک کہ تاریخ قرآن ۴۰۰ چار سو آدمی مارے گئے تو زید بن ثابت نے کہا جس سے  
کہ یہ قرآن ہی تو جامع ہے ہمارے دین کا اگر جاننا با قرآن تو جانا ہیگا ہمارا دین بھی لفظ  
میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں قرآن ایک کتاب میں جمع کروں - مسافر ۳۰ - اکتوبر ۱۹۰۰  
مسلمان - یہ روایت کتر اعمال جلد اول کے صفحہ ۲۸۰ پر ہے اس روایت پر اگرچہ مسافر نے  
کوئی اعتراض نہیں کیا تاہم اس کے سببانے اور ناظرین کے فائدے کے لئے ہم اپنے  
اعتراضات کی اصولاً بیچ کئی کئے دیتے ہیں -

محدثین کے ان علم حدیث کی کتابیں کئی ایک مراتب اور درجات کی ہیں اس لئے  
اون کے ان عام قاعدہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے مقدم ہیں - در صورت  
اختلاف ان کی روایت معتبر ہوگی مخالف کی نہیں (ملاحظہ ہو مقدمہ مشکوٰۃ صفحہ ۵ -  
شرح بخاری وغیرہ کتب اصول حدیث)

یہ روایت جو تم نے بیان کی ہے ان کتب حدیث میں سے نہیں بلکہ ابن الاباری کی ہے -  
ادما بن الاباری کوئی ملزم الصحت (معتبر اور صحیح) کتابوں سے نہیں ہے - علاوہ  
اس کے جو کہ یہ صحیح بخاری کی روایت اس کے مخالف ہے اس لئے صحیح بخاری کی روایت  
مقدم ہے -

صحیح بخاری میں صاف ذکر ہے کہ چامہ کی جنگ میں جب بیت حافظان قرآن شہید ہوئے  
تو حضرت ابو بکر ذلیف کے پاس حضرت عمرؓ نے اگر عمرؓ کی کہ چامہ کی لڑائی میں بہت سے  
حافظ مارے گئے ہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ کو اس قسم کے واقعات پیش آئیں تو قرآن کے  
حافظوں کی کمی سے آئندہ زمانہ میں کوئی خرابی پیدا ہو (حضرت عمرؓ کی اعلیٰ قابلیت اور  
دینی پختہ روی کا ثبوت ہے) آپ کم دین کہ قرآن ایک جگہ بصورت کیا جمع کیا جاوے  
(قرآن مجید سورتوں کی صورت میں الگ الگ آن حضرت سے قبل طبرستان کے زمانہ میں  
میں جمع ہو چکا تھا مگر موجودہ صورت میں ایک جگہ کتاب کی شکل میں نہ تھا - حضرت عمرؓ

یہی چاہتے تھے کیونکہ خدا کے فعل سے ابتداء ہی سے قرآن کی حفاظت اسی طرح رہی کہ اس کا اصل مقام سینون میں رہا، خلیفہ نے پہلے تو اس عذر سے انکار کیا کہ حضور پر غیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہدایت مہدین الہما نہیں ہوا تو ہم کیوں کریں مگر بعد غور و فکر ان کو اسکی فوائد کا علم ہو گیا اس لئے انہوں نے زید بن ثابت اور ان کے ساتھ کئی ایک اور اصحاب کی کمیشن مقرر کر کے زید کو بلایا اور اجازت سے بیان کیا تو زید نے بھی اسی عذر سے انکار کیا جس سے خلیفہ نے انکار کیا تھا۔ اس موقع کے اہلی الفاظ عربی میں یہ ہیں۔

قال زید فواللہ لو کلفونی نقل جبل من انجیل ما کان اثقل علی مما امرونی بہ جمع القرآن۔

(یعنی زید بن ثابت نے جواب دیا کہ۔ اگر پہاڑ کو اٹھانے کا حکم کرتے تو مجھے اس قدر رگڑاں نہ ہوتا جتنا قرآن مجید کا جمع کرنا رگڑاں تھا۔

اس بعد کہتے ہیں

خلیفہ یزید ابہ بلکہ یراجعنی حتی شیخ اللہ صدری للذی شیخ لہ صدر ابی بکر وعمر و ساریب فیہ اللذی ساریا۔

(یعنی ابوبکر (خلیفہ) اور عمر رضی اللہ عنہما مجھ کو کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی وہی سمجھ میں آیا جو ان دونوں نے سمجھا تھا اور میں نے بھی اس میں وہی فائدہ سوچا جو ان دونوں نے سوچا تھا۔

یہ روایت صحیح بخاری وغیرہ سے نقل ہو کر اسی کثرالعمال کی اسی جلد اول کے صفحہ ۷۷۰ پر موجود ہے۔

اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جمع قرآن کا خیال حضرت عمر کو ہوا اور اس بعد حضرت ابوبکر (خلیفہ) کو انہوں نے قائل کیا زان بعد خلیفہ علم اور تقسیم سے مشکل زید بن ثابت ان سے متفق نہ ہوئے مگر مسافر کی منقولہ عبارت سے پایا جاتا ہے کہ زید بن ثابت نے ابتداً حضرت عمر کے پاس میں ہونے کا ظاہر ہی اس سے صاف ثابت ہوا کہ روایت منقولہ مسافر صحیح نہیں

تقدیس القرآن - جواب آریہ تو صرف اس قدر ہے کہ اس روایت سے بھی آپکا دعویٰ ”قرآن میں بارہ ہزار اختلاف“ طلسم ٹوٹ گیا۔ خلیفہ عمر کی شہادت قرآن کے خلاف ”پیشہ برابر بھی نہ ثابت ہو سکا۔ کیونکہ اس روایت سے اگر ثابت ہو سکتا ہے تو صرف اس قدر کہ قرآن میں کمی ہوئی۔ یہ قرآن پورا نہیں ہے جو موضوع بحث سے خارج ہے۔ اس سے اختلاف کیونکر ثابت ہو اچھا جیکہ بارہ ہزار اختلاف ہو یہ خلیفہ عمر کی شہادت قرآن کے خلاف ”کس نقطہ سے ثابت ہوئی۔ براہ مہربانی اپنے دعویٰ کو الفاظ روایت سے ثابت کر دیجئے تو سر تسلیم خم کئے کو حاضر ملوں۔ کیونکہ یہ معاملہ تحقیق کا ہے۔ مذہب، مہر، مہر کو دخل نہ دیجئے۔ اپنا دعویٰ دلیل سے دکھا دیجئے قصہ طے ہے۔

رہا مسلمان کا جواب تو ایسا لغو ہے کہ اوس سے اور بھی آریہ کی تائید ہوتی ہے ہر وار ملاحظہ فرمائے۔

(۱) افسوس کہ اتنی سی بات نہ کہ کے اور لگے اپنی کتابوں کی حجج و قبح کرنے مسافر نے یہاں بھی کٹر العمال کے صفحہ کا حوالہ نہیں دیا تھا مگر آپنے صفحہ ۲۸۰ پر اس روایت کو نکال لیا جس سے اور بھی معلوم ہوا کہ ازالہ اثخا آپکے پاس نہیں تھی نہ اوسکو دیکھا تھا لہذا یہ جھوٹ بول کر کہ تمامی مواقع میں تلاش کیا ”انکار کر دیا۔

(۲) درجات کتب علم حدیث کا اپنے مخاطب مخالف اسلام کے سامنے پیش کرنا داحیات دینا ہے۔ کیونکہ جنگ کرنے والا تو دشمن کی کمزوریوں پر نظر رکھتا ہے اوس سے یہ کہنا کہ سر پر نہ وار کرنا قلب پر نیزہ نہ لگانا کس درجہ حماقت خیز ہے۔ اویس طرح آپکا یہ کہنا کہ ہمارے یہاں فلاں کتاب اعلیٰ درجہ کی ہے فلاں کمزور ہے۔ کس طرح حریف کو مجبور کر سکتا ہے جبکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ آپ اپنے موقع پر نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ صحیح بخاری و مسلم کو تو کیونکر وہ کسی کتاب پر مجبور ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ دیکھ رہا ہے کہ صدیوں علمائے صحیح بخاری کو مجروح کر دیا اور تنقید بخاری نے تو وہ رخنہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ کا فرض ہی کچھ ہے اوسکی اصلاح نہ کر سکی۔

(۳) یہ تقریر اور یہی لغو ہے کیونکہ ملتمس الصحتہ تو دنیا میں کوئی بھی نہیں اور اگر کوئی



تو وہ انگریزی اخباروں سے بدتر لہذا یا تو کچھ لفظوں میں کتاب ابن ابی باری کو مضموناً سے قرار دے۔ یا اس حدیث کی عام طور سے موضوعیت ثابت کر دے۔ کیونکہ ضعف روایت و خبر کا ذکر جو حدیث کے سامنے نہیں چل سکتا۔ خصوصاً جبکہ روایت صحیح بخاری کی کسی طرح طاقت نہ ہو تو یہ کئی عذر آچکا سموع نہیں ہو سکتا۔

**تو تین کثر اعمال** | انکار میں تھا کہ پہلے کثر اعمال کی قبح کرتے حالانکہ کثرت لفظوں میں ہے۔

شیخ العلامة جلال الدین علی بن حسام الدین الہندی الشہرہ النقی المصطفیٰ صنفہ منہب هذا الكتاب اللکبیر کما تبارک التاجامع الصغیر و سماہ کفر الخصال فی سائن الاحوال والافعال ذکر فیما نہ وقف علی کثیر ما دونه الامتہ من کتب التحدیث فخریر فیما ذکر جمعاً منہ حیث جمع فیہ بین اصول المستدر اجاد مع کثیرۃ التجدد وی وحسن الظامۃ ۲۹۱

کہ شیخ علامہ علاء الدین مشہور علامہ متقی نے جمع الجوامع سیوطی کو ترتیب دیا اور کثر اعمال تمام دیکھا مصنف نے بہت سی کتابیں دیکھیں مگر اس قدر خوش کہیں نہیں دیکھیں اس میں او نہوں نے جمع کیا ہے اصول سنت کو اور نہایت خوب ترتیب دیا جس سے فہم و فوائد بے شمار حاصل ہوتے ہیں۔ پھر اصل روایت کی قبح کرتے نہ کہ کتاب ابی باری کو کھدیا ضروری الصواب نہیں ہے۔

۳۱ بیان پر آریہ تو پہلے ہی اعتراض کریگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ نہیں دیا لہذا کاذب ہوئے جیسا کہ آپ قاعدہ مقرر کر چکے ہیں پھر اس روایت صحیح بخاری میں اور روایت کثر اعمال میں اتنا قص کس طرح عمل آیا۔ کیونکہ صحیح بخاری کا بھی وہی بیان ہے جو کثر اعمال کا پھر فرق اس قدر ہے کہ صحیح بخاری کی وہایت اوسوقت کی ہے جب حافظان قرآن قلم پر لکھتے تھے اور کثر اعمال میں روایت اس کے بعد کی جب وہ سب قلم ہو چکے۔ بخاری کی تعداد میں کتاب کا کچھ حصہ تیسرا کہی گئی میں بہت سے مانتا دے گئے ہیں کثر اعمال کی روایت میں ہے سب کچھ اس میں قلم نے تیسری سے پہلے شروع کیا دیکھا کہ کثر اعمال میں کچھ سوالات تھے اور ان کے جوابات میں طارح بیان ہے کیونکہ فرق

تو اس قدر کہ کثیرا اعمال میں قتل و مقتول... سو بیان کی گئی اور بخاری میں بہت سے مافظارے لکھے "تو کیا اسی کا نام قمارن ہے۔"

جس فہم سے کام لیکر آ رہے کی قرآن سے "بارہ ہزار اختلاف کو ثابت کیا اسی قسم کا فہم آپ کو بھی ملا ہے جو روایت بخاری و کثیرا اعمال میں قمارن کے قائل ہوئے حالانکہ جو اجمال و تفصیل کوئی فرق نہیں۔"

اب ان اب میں سمجھا آپ جو دونوں میں اختلاف بیان کر رہے ہیں تو اس بنیاد پر کہ روایت کثیرا اعمال اس خیال کا محرک زید بن ثابت کو کہہ رہا ہے اور نہ بخاری عمر صاحب کو جب آپ فرماتے ہیں "یہ حضرت عمر کی قابلیت اور دینی ہمدردی کا ثبوت ہے۔"

مگر یہ نہ سمجھا کہ اس اختلاف سے آریہ کا کیا نقصان ہوا اور آپ کو کیا فائدہ ملا کیونکہ قرآن کی اس بے پروائی سے جمع و تالیف تو بہر طور ثابت ہوئی خواہ محرک اس کے زید ہوں یا عمر تو قرآن کو تو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اس امر کو عمر صاحب کی قابلیت اور دینی ہمدردی ثابت ہوئی۔ تو اس کے ساتھ حضرت ابو بکر کی اعلیٰ درجہ کی بے پروائی بھی ثابت ہوئی کہ باوصفیکہ خلیفہ بنے تھے مگر قرآن کا اتنا بھی اونکو نہ جہل ہوا جتنا کہ عمر کو ہوا کیونکہ فرما رہے ہیں حتیٰ انما اور المسلمین کہ مسلمانوں سے مشورہ لے لیں جو حکومت میں تھے اگرچہ خلیفہ ساز ہی کیون نہ ہوں۔ چہ جائیکہ عمر زید بن ثابت کے سمجھنے پر ہی بمشکل راضی ہوں۔

لہذا عمر صاحب کی قابلیت و دینی ہمدردی۔ اور ابو بکر صاحب کی حفاظت ایک ساتھ ثابت ہوئی۔ کیونکہ فتح الباری میں ہے فی روایۃ عمار بن خنیس عن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

یعنی ابو بکر صاحب نے اس کلام سے غرت کی یا بھاگ گئے۔ تو پھر بتائے بغیر عمر صاحب حضرت ابو بکر میں کوئی صفت آئی اور کیا اس سے وہ روایت غلط ہو جائے گی

اول خیال اسکا زید بن ثابت کو ہوا۔

(۵) ہاں جو جمع تھا وہ جناب امیر کے پاس تھا جیسا کہ فتح الباری میں ہے قال علی لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لاخذ علی سدا فی الاصل جمعہ حتی اجمع القرآن ص ۲۱۰ کہ کہا حضرت علیؑ نے اپنے عہد کر لیا تھا کہ بعد وفات رسول اللہ جب تک قرآن کو نہ جمع کر لیں ایسی دوش پرہ دانہ رکھیں مگر ماز جمعہ کے لئے۔

نہ کہ آپ کے خلفائے پاس وہ ہو کیونکہ خود فتح الباری میں ہے قال قبض النبی ولم یکن القراء جمع فی شئ ص ۲۱۰

یعنی وفات رسول اللہ تک قرآن جمع نہیں کیا گیا تھا کسی چیز میں۔ پھر اگر دو چار سورے کسی یا دو بھی ہوں تو اس سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ الا انہ خود ابن حجر لکھ رہے ہیں لکن غیر مجموع فی موضع واحد کلام رب السور۔ ہاں نہ قرآن ایک جگہ لکھا گیا تھا نہ اس کے سورے مرتب تھے پھر اپنے یہاں سے لکھ کر یا قرآن مجید سورتوں کی صورت میں الگ الگ آنکھڑت کے زمانہ میں جمع ہو چکا تھا۔

(۶) مجھی تو صحیح بخاری میں ہے ان استخرا القتل بالقراء بالمواطن فذهب کثیر من القراء ان یعنی اگر اسی طرح سلسلہ قتل قاریاں جاری رہا تو بہت سا قرآن جاتا رہیگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کوئی نوشتہ خاص نہ تھا۔ ورنہ کسی کے مارے جانے سے کتاب کی ہلاکت کیونکر لڑا کر آئیگی۔ جیسے ابن حجر بھی کہتے ہیں وھذا یدل علی ان کثیرا من قتل فی وقعة الیامہ کان قد حفظ القرآن ص ۲۱۰

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ پیامہ میں جو لوگ مارے گئے ان میں زیادہ تر حافظان قرآن ہی تھے تو کیا اسکے بعد پھر پورا قرآن رہ سکتا ہے کہ نوشتہ تو نذر دار حافظان قرآن مقرر۔ جنکی تعداد خود ابن حجر اسی صفحہ میں کہتے ہیں وقتل فی غصہون ذلک من العصابة جماعة کثیرة قبل سبعائہ وقیل اکثر من ذلک۔ یعنی ان لڑائیوں میں بہت سے صحابہ مارے گئے جنکی تعداد بروایت سات سو ہے اور بروایت اس سے بھی زیادہ۔ اگر ہم روایت کثر العمال کی صحت و قسم کو آگے چل کر بیان کرینگے۔ مگر یہ تو سن لیجئے کہ عمرؓ کو

## تخصیص جناب امیر

لہذا پھر جناب امیر کوئی نہیں مراد ہو سکتا کیونکہ تفسیر کبیر فرخ الدین رازی  
میں ہے والقول الثانی اسناداً للکتاب القرآن ای ان اللہ

الذی جنتکم بہ معجز قاهر وبرہان باہر الا انہ لا یحصل العلم بکونہ معجز الا لمن  
علم ما فی ہذا الکتاب من الفصاحت والبلاغت واشتمالہ علی الغیوب وعلی العلوم  
الکثیرۃ فمن عرف ہذا الکتاب علی ہذا الوجه علم کونہ معجزاً فقولہ ومن عنہ

علم الکتاب ای ومن عندہ علم القرآن وهو قول الأصم ص ۳۱۳ ج ۴  
یعنی دوسرے اقوال یہ ہے کہ مراد کتاب سے قرآن ہے تو مطلب یہ ہونے کہ جو کتاب ہم تلوگوں کے  
پاس ملے ہیں وہ معجزہ قاهر و بیان ماہر ہے مگر اس کے معجزہ ہونے کا علم اسی شخص

کو ہو سکتا ہے جو اسکی فصاحت و بلاغت اور اسرار غیب و علوم کثیرہ سے واقف ہو۔ تو اس  
حیثیت ہے اس کتاب کو جائز گاہی اسکو معجزہ بھی مانے گا تو خدا کا یہ فرمانا ومن عندہ  
علم الکتاب مراد اس سے یہ ہے کہ جسکے پاس علم قرآن ہے یہ قول اصم ہے۔

اب حضرات اہلسنت بتائیں جناب امیر سے بڑے کون کون شخص عالم قرآن تھا جسے تمامی اہل اسلام  
کا اتفاق ہے کہ حضرت سے بڑھ کر کوئی عالم قرآن نہیں تھا۔ پھر کسکو امین مشہور ہو سکتا ہو  
کہ وہی حضرت مراد ہیں۔

پھر فرخ رازی کہتے ہیں والمعنی انتم انما امر نبیہ ان یحیی علیہم نشاۃ اللہ  
نعم علی ما ذکرناہ وكان لا معنی لثمادة اللہ علی نبوتہ الا اظہار القرآن  
علی وثیق دعواہ ولا یعلم کون القرآن معجزاً الا بعد الاحاطة بما فی القرآن

واسعارہ بین قتالہ ان ہذا العلم لا یحصل الا من عند اللہ واللہ المستی  
ان الوقوف علی کون القرآن معجزاً لا یحصل الا اذا شرف اللہ نعم ذلک  
ان عبد بان یعلمہ علم القرآن واللہ اعلم بالصواب ص ۳۱۳

یعنی مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم نے جب اپنے نبی کو حکم دیا کہ شہادۃ خدا سے استدلال کریں  
اپنی نبوت پر اور منی شہادت خطابی ہے کہ قرآن کو موافق اپنے دعویٰ کے غائب کریں  
اور قرآن و معجزہ وہی شخص جان سکتا ہے جو اس کے علوم و اسرار کمال کا علم کرے۔ تو

خدا نے بتا دیا کہ یہ علم نہیں حاصل ہو سکتا مگر خدا کی طرف سے تو مطلب یہ ہوا کہ قرآن کے معجزہ ہونے کا علم اسی وقت حاصل ہو گا جب کہ خداوند عالم اپنے بندہ کو یہ شرف عطا کرے کہ علم قرآن اسے عطا فرمائے۔

تو پھر کسی سنی کو اس میں شک ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے جناب امیرؓ ہی ہیں جو بہ اتفاق اہلسنت علم کے فوج سے ممتاز تھے۔ اور قرآن کے ظاہر و باطن سے بخوبی واقف تھے۔ کیونکہ فخر رازی نے اگرچہ عبداللہ بن سلام کے بارے میں یہ توضیح کی ہے کہ ممکن ہے کل سورہ کی ہو مگر یہ آیہ مدنی ہو۔ مگر آخر میں اس طرح باطل بھی کیا ہے کہ پھر کوئی سنی نام نہیں لے سکتا چنانچہ لکھتے ہیں واجب عن هذا السؤال بان قبل هذه السورة وان كانت ملكية الا ان هذه الآية مدنية وايضا فانبات النبوة بقول الواحد والاثنين مع كونهم غير معصومين عن الكذب لا يجوز وهذا السؤال واقع م ۳۱۲

یعنی ابن حیرے جو یہ اعتراض کیا کہ یہ سورہ کی ہے تو اس سلام کیونکر مراد ہو سکتے ہیں تو اس کا جواب ہے کہ سورہ اگرچہ کی ہے مگر یہ آیہ مدنی ہے۔

پھر یہ اعتراض ہے کہ لازم آتا ہے اثبات نبوت بقول واحد و اثنين حالانکہ وہ دونوں معصوم نہیں ہیں کذب سے۔ اور یہ اعتراض واقعی ہے۔

تو پھر صورت ابن السلام وغیرہ کا رد ہونا بالکل محال کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ نبوت کا اثبات ایسے ایک یا قادی کے یہاں کیا جائے جو معصوم نہیں ہیں جو محال ہے۔ اس سے بھی جناب امیرؓ ہی متعین ہوئے کیونکہ اگر شہادت جناب امیرؓ کو خداوند عالم موقع اللہ میں پیش کرے تو اس پر الزام نہیں آسکتا کہ غیر معصوم کی شہادت سے نبوت کا اثبات کیا گیا و ابھرتا۔

یہی وجہ ہے کہ تفسیر مجمع البیان میں ہے جو تفسیر شیعہ سے ہے ان المراد بہ علی بن ابیطالب والائمة المهدی عن ابی جعفر والی عبد اللہ و مروی عن یزید بن معویہ عن ابی عبد اللہ انما قال ایانا عنی و علی اولنا و اھلنا و خیرنا بعد النبی و مروی عن عبد اللہ بن کثیر انہ وضع یدہ علی صدقہ

ثم قال عندنا والله علم الكتاب كلا يوبد ذلك ماروى عن الشعبي انه قال  
 ما احد اعلم بكتاب الله بعد النبي من علي بن ابي طالب وروى عاصم بن ابي  
 السخود عن ابي عبد الرحمن السلمي قال ما رايت احدا اقرع من علي  
 بن ابي طالب وروى عبد الرحمن الصنعاني عن عبد الله بن مسعود قال  
 لو كنت اعلم بكتاب الله مني لانيه قال فقلت له فعلى قال اولم انه  
 يعني هذا اس سے علی بن ابی طالب اور ان کے بعد ان کے چنانچہ امام ابو جعفر ابو عبد اللہ  
 سے روایت ہے (جو سابقا موصول کافی سے منقول ہوئی) کہ مراد اس سے ہم اہل بیت  
 ہیں اور علی ہمارے اول و افضل ہیں۔ اور قسم خدا کی کل علوم قرآن ہمارے پاس  
 ہیں۔ اور موبد اسکی روایت شعبی ہے کہ بعد رسول اللہ حضرت علی سے بڑھ کر کوئی عالم  
 قرآن نہ تھا اور ابو عبد الرحمن سلمی کہتے ہیں حضرت علی سے بڑھ کر کوئی قاری قرآن نہ تھا۔ عبد  
 بن مسعود نے کہا کہ اگر ہم جانتے کہ ہم سے بڑھ کر کوئی عالم قرآن ہے تو ہم ضرور اس کے پاس جاتے۔  
 راوی نے کہا حضرت علی تو ہیں۔ تو ابن مسعود نے کہا کیا نہیں جانتا کہ ہم روئے گئے ہیں اس  
 آخر میں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ عبد اللہ بن سلام کی اس قدر سرپرستی کیوں کی گئی  
 صرف اسوجہ سے کہ وہ سرگرم حامیان عثمان سے تھے اسوجہ سے یہ سب نوازش کی گئی  
 کہ کئی سورے کی آیت میں وہ مراد لے گئے حالانکہ اسوقت تک وہ اسلام بھی نہ لائے  
 تھے اور انکی یہودیت اسی طرح باقی تھی چنانچہ جب محاصرہ عثمان میں انہوں نے کلام  
 کیا ہے تو صحابہ نے جواب دیا فقالوا لا یا یہودی اسبع بطناک واکسفی ظہرک ما  
 کہ اسے یہودی اپنا پیٹ بھرے اور اپنی پیٹھی چھپائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اسوقت  
 تک انکی یہودیت باقی تھی۔ تو اب اہلسنت خود کریں کہ کیوں کر اس شخص پر وہ بدو سلج  
 بہر حال اہل مقصود یہ تھا کہ اس باب اور ان روایات کو کسی طرح کا تعلق تھا  
 قرآن سے نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسکا اظہار مقصود ہے کہ جب ابیہر اور کل انہ ظاہر ہیں  
 عالم عالم باطن و باہر ان سے جو یہ تعلق روایات فریقین ثابت ہو تو ان روایتوں  
 سے محرک ثابت ہو سکتی ہے تو سب سے زیادہ ترجیح دہ اہلسنت ہیں اور خود ادا ہو گیا

جنہوں نے اس قدر ترجمہ اسد الغابہ میں لکھی ہیں اور اسکا اقرار کیا و احمد نے  
 قال الخاطب الفہام۔ پھر اصول کافی میں ایک باب اور ہے باب فیہ نکت و تنق  
 من التزیل فی الولاية (یہ وہ باب ہے جس میں آیات متعلقہ بامامت کی تحریف و تغیر کا بیان  
 ہے نکت کے معنی کیسکو سرنگوں گرد یا تنق کے معنی اٹھاڑ ڈالنا یعنی جن جن آیتوں کو جامع قرآن  
 نے کمال کے پھینک دیا اسکا بیان) اس باب کی چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

یہی حدیث الحسین بن محمد عن معلى بن محمد عن علی بن اسماعیل عن علی  
 بن ابی حمزة عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول اللہ  
 عز وجل ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی واکامتہ من بعدہ فقد فاز  
 فوزاً عظیماً ہکذا انزلت اصول کافی مطبوعہ نو لکثویۃ ۲۶) ترجمہ۔ ابو بصیر حضرت  
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ عز وجل کے قول ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ  
 علی والائتہ من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیماً کی بابت روایت کرتے ہیں کہ وہ اس طرح نازل

ہوا۔ یہ آیت سورہ احزاب میں ہے اب قرآن ہو جو دین فی ولایۃ علی والائتہ من بعدہ  
 کا جملہ جسکو امام نے فرمایا کہ نازل ہوا تھا نہیں ہے معلوم ہوا کہ جامعین قرآن سے اہل بیت  
 کی عداوت کے سبب کمال ڈالا معنی اس آیت کے اس جملہ فی ولایۃ علی الی آخرہ  
 کو ملا کر یہ ہوئے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی علی اور ان کے بعد والے اماموں کی  
 امامت کے متعلق اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔ اس جملہ کے نکھانے سے  
 اب صرف اس قدر معنی رہ گئے کہ جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ  
 بڑی کامیابی کو پہنچا علی اور دیگر ائمہ اہل بیت کی امامت کے ماننے کی ترغیب اس  
 آیت میں نہ رہی۔

اقول بعون الملک العلام۔ مخاطب کی بیاد علی تو پہلے باب میں گواہ دیکھ چکے ہیں  
 کہ ایک حرف بھی غریب پر نہیں دلالت کرتا۔ اب اس باب اور اس روایت کو دیکھو  
 صافی شرح کافی میں ہے مشہور کتاب المحرر جلد سوم حصہ ۲ مطبوعہ نو لکثور  
 شرح مکتبہ نعیم نون وفتح کاف و تاء و جیم۔ ربالاجمع نکتہ نعیم نون و سکون کاف و تاء

اللفظ بضم نون وفتح تاء ووقفہ در بالا و فاجمع تنقہ بضم نون و تا و فاجیز سے کو چک  
 کہ فروریزد از خیز دیگر بکا ویدن الولاية به کسر و فتح و او مصدر باب علم امت یا الفتح  
 و او اسم مصدر است یعنی این بابیت کہ در ان اشارہ و لطائف است از قرآن  
 یعنی دلالت قرآن از حد و حصر بیرون است و اینها اندکیست از ان باین معنی کہ دلالت  
 تا انقراض دنیا امامی کہ اولی باشد از مومنان بخودشان و عالم جمیع احکام الہی باشد  
 لازم است خواہ رسول باشد و خواہ وصی رسول بدانکہ در احادیث این باب مکرر  
 مذکور میشود کہ جبریل فلان آیہ را جمیع آورده و لفظ آن موافق قرآن مشہور نیست  
 و جمعی آنہا را حمل بر اسقاط و تغیر مخالفان کن کنند و میخوانند کہ ما دانستہ کہ آن  
 داخل صلب معنی آیہ است و مراد بصلب معنی مستعمل بہ الفاغ نیست نہ کہ باشد  
 کہ مراد آن باشد کہ دلالت آیہ بر آن از قبیل نصحت است بر معنی خود و از قبیل دلالت  
 تشابہات و گاہ باشد کہ مراد این باشد کہ ان معنی آیہ براسے آیہ معنی است ایہ کل رسول  
 گفتمہ و رسول بہ امیر المؤمنین علیہ السلام اندازد و او نوشتہ بر تراب منی کہ اگر جانم  
 پس میگویند در این باب دو دو حدیث است۔

اب اس عبارت کو نا محاط فرمائے۔ "ما طرقت دنی کو کہ ان تویہ بیان ہے کہ اس  
 باب میں اشارہ اور لطائف ہیں قرآن سے اور کہ نہ یہ بیان میں آیات متہمتہ الہام سے  
 تحریف و تفسیر کا بیان ہے، حالانکہ ایک فقہ بھی تحریف کا بھی ہے

کہان تو شارحین کافی یہ سمجھتے ہیں کہ مطالب قرآن جمید و حصر ہیں اور یہ بہت کم ہے اور ان  
 مطالب سے باین معنی کہ یہ مطالب خور و فکریہ حاصل ہوتے ہیں استنباط قرآن سے  
 اور کہان یہ بیان کہ "جن جن آیتوں کو جامع قرآن نے نامی کے پھینک دیا اولیائے ان  
 اب ہم اہل فہم سے دلیل کرتے ہیں کہ اللہ رسول تبارکین اس باب کے کس حد  
 اور کس جملہ سے یہ مطلب نکل سکتا ہے کہ اس میں تحریف قرآن کا بیان ہے۔

ہندی کا مثل ہے۔ اندھے کو سوچھو ہر اچھا۔ قرآن میں ایسی مثل دی گئی ہے جس سے  
 کل صیغہ ہوا الحد و کہ جو او را ز غل غیا مہ کنی۔ تہ سے منافق سمجھتے ہیں دشمن۔

کہ احشاج بخوردہ بیس و در طرکت در استنباط آیات قرآن درین کہ اندام



فی مواسم الحج اخرجہا البخاری  
 وقراءة ابن الزبير ولتكن محکم  
 امه یبدعون الی الخیر ویامرو  
 بالمعروف وینبهون عن المنکر  
 ویستعینون باللہ علی ما اصابہم  
 قال عمر وفما دہری اکان قراءۃ  
 امرضا اخرجہ سعید بن منصور و  
 اخرجہ البخاری وجزم بانه تفسیر  
 واجتہد عن الحسن انه کان یقرأ  
 ان منکر الاورادھا الورود  
 الدخول قال البخاری قوله  
 الورد الدخول تفسیر من الحسن  
 المعنی الورد ود غلط فیہ بعض الی  
 فادخلہ فی القرآن (قال ابن  
 الجزری فی آثر کلامہ ورجا کانوا  
 یدخلون التفسیر فی القرآن  
 ایضا طو بیار الایم محققون لما  
 تدرؤہ عن الذبی صلی اللہ علیہ و  
 سلم قرأنا فہو آمنون من اللباس  
 ورجا کان بعضہم یکتبہ معہ و  
 اما من یقول ان بعض الصحابة  
 کان یجیز القراءة بالمعنی فقد کذب  
 وسأفرد فی هذا النوع اعنی المذبح

جناح ان تلغوا فضلا من ربکم  
 فی مواسم الحج حالانکہ لفظ قرآن میں  
 نہیں ہے۔ ابن الزبیر کی قراءت تھی  
 ولتکن منکوامۃ یدعون الی الخیر  
 ویامرون بالمعروف وینبهون  
 عن المنکر ویستعینون باللہ علی ما  
 اصابہم حالانکہ قرآن مروج میں یہ فقرہ  
 آخرہ نہیں ہے۔ کہا عمر نے کہ نہیں  
 معلوم یہ اوکی قراءت تھی کہ یونہی پڑھتے  
 تھے یا اسطرح تفسیر کرتے تھے۔ سعید بن  
 منصور اور ابن البخاری نے اسلی نقل  
 کی ہے اور جزم کیا ہے کہ یہ تفسیر ہے۔  
 حسن سے روایت ہے کہ وہ آیہ ولین  
 منکم الا وادھا الورود الدخول  
 پڑھتے تھے حالانکہ قرآن موجود میں نہیں ہے  
 کہا البخاری نے کہ الورد والدخول  
 تفسیر ہے حسن سے حسین بعض روایات نے  
 غلطی کیا کہ داخل قرآن کریم کیا ابن  
 الجزری نے کہ اکثر وہ لوگ داخل کرتے  
 تھے تفسیر کو قرأتوں میں بغرض ایضاح  
 و توضیح کیونکہ وہ لوگ تحقیق کر نیوالے  
 تھے اوسے حسن بخاری رسول اللہ سے  
 قرآن کو۔ بس، وہ لوگ مانوں تھے

تالیفاً مستقلاً  
القباس سے۔ اور اکثر اوقات وہ لوگ  
کہتے تھے تفسیر کو قرآن کے ساتھ۔ لیکن جو لوگ اسکے قائل ہیں کہ صحابہ جائز جانتے تھے  
قرأت کو بالسنی (کہ الفاظ قرآن کو بدل کر ادکی جگہ پر اوسی معنی کے دوسرے الفاظ لائیں)  
تو اوس نے دروغ کہا اور قریب ہے کہ ہم اس باب میں ایک خاص کتاب لکھیں جس میں اسکو  
الفاظ داخل قرآن کئے گئے۔

پس جب علماء اہلسنت نے محض پاسداری سعد بن ابی وقاص۔ ابن عباس۔ ابن  
الزبیر۔ بلکہ حسن بصری جو صحابی بھی نہیں ہیں یہ زحمت گوارا کی کہ اونکے اون الفاظ کو  
جو قرآن مرقع میں نہیں ہے۔ اور وہ لوگ تلاوت اوسکی کیا کرتے تھے۔ تفسیر کا لقب عطا  
کیا کہ اگرچہ وہ بڑا کرتے تھے۔ قرآن کے ساتھ۔ تو کیا جناب امام بیہق صادق مکی  
خاطر اتا بھی اونکو گوارا نہوگی کہ حضرت کے اس ارشاد ہذا انزلت سے یہ مطالب کالین  
کہ حضرت نے مطلب آیہ کی نسبت فرمایا کہ اس مطلب میں یہ آیہ نازل ہوا۔ نہ کہ یہ فرمایا جو یہی  
الفاظ بجنسہ نازل ہوئے تھے۔

حالانکہ روایات اتقان میں اسکی تصریح ہے کہ سعد بن ابی وقاص۔ ابن عباس۔ ابن الزبیر  
حسن بصری اسطرح پڑھتے تھے جو قرینہ و اصحہ اسکا ہے کہ وہ لوگ اسکو قرآن جانتے تھے۔  
بخلاف روایت کافی کے جس میں نہ حضرت کی قرأت مذکور ہے نہ یہ کہ آپ نے فرمایا جو یہ قرآن تھا  
جو نکال دیا گیا۔ بلکہ صرف یہ فرمایا ہے کہ ہذا انزلت اسی مطلب میں یہ آیہ نازل ہوا اس  
کمی آیات | ہاں اڈیٹر صاحب نے جو بتقلید امتام الدین صاحب یہ مطلب نکالا ہے تو اوسکی  
سورہ اجزاً | خاص وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس ذریعہ سے اپنے صحابہ کے مافات کی  
تلافی کرنا چاہتے ہوئے۔ کیونکہ اونکی صد بار روایات میں اسکی تصریح موجود ہے کہ سورہ البقرہ  
پہلے اسقدر تھا اور اب اسقدر رہ گیا ہے ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور سیوطی ص ۱۷۱ جلد ۱  
مطبوعہ مصر۔

(۱) عبد الرزاق۔ طحاوی۔ سعید بن مسعود  
عبد اللہ بن احمد۔ ابن شیح۔ امام نسائی۔

واسنج عبد الرزاق فی المصنف و  
الطحاوی وسعید ابن منصور و

عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند  
وابن منیع والنسائی وابن المنذر  
وابن الاثیر فی المصاحف والذاری  
قطنی فی الافراد والمحاکم وصحیحہ  
وابن مردویہ والضیاء فی المختارۃ  
عن زر قال قال لی ابی بن کعب  
کیف تقرء سورۃ الاحزاب  
او کم تعدھا قلت ثلاثا وسبعین  
آیۃ فقال ابی قد سأتھا وانھا لتعادل  
سورۃ البقرۃ او اکثر من سورۃ  
البقرۃ ولقد قرأنا الشیخ والشیخۃ  
اذ انینا فارجموہما البتۃ نکلا من  
اللہ واللہ عزیز حکیم فرغ منھا  
مارفع ، واخرج عبد الرزاق عن  
الثوری قال بلغنا ان ناسا من  
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کانوا یتروون القرآن اصیبوا یوم  
مسیلہ فذهب حروف من  
القرآن ، واخرج عبد الرزاق فی  
المصنف عن ابن عباس قال  
امر عمر ابن الخطاب منادیا فناد  
ان الصلاۃ جامعۃ ثم صعد المنبر  
فحمد اللہ واشنی علیہ ثم قال یا ایہذا

ابن المنذر۔ ابن الانباری۔ دارقطنی  
حاکم۔ بسند صحیح۔ ابن مردویہ۔ ضیاء۔  
راوی ہیں زر سے کہ ابی بن کعب  
نے پوچھا سورہ احزاب کس طرح پڑھتے  
ہو۔ یا کتنی آیتیں اسکی گنتے ہو۔ تو کہا  
سورۃ آیہ۔ ابی نے کہا مجھے اسکو دیکھا  
تھا (لکھا ہوا) جو برابر تھا سورہ بقرہ کے  
یا اوس سے بھی زیادہ اوسمین آیہ  
رحم بھی پڑھا تھا تو رفع ہو گیا اوس سے  
جو رفع ہوا۔  
کرہین

(۲) عبد الرزاق ثوری سے روایت  
کہ بہت سے اصحاب رسول قرآن پڑھا  
کرتے تھے جو جنگ مسیلہ میں مارے گئے  
تو بہت سے حروف قرآن  
جاتے رہے۔

(۳) عبد الرزاق نے ابن عباس  
سے روایت کی ہے کہ عمر نے نماز  
جماعت کی منادی کرائی اور  
بالا ہے منبر جا کر کہا ایہا الناس  
تم لو کہ خوف نہ کرو آیہ رحیم  
کے کہ وہ ایک آیہ تھا جو نازل  
ہوا کتاب اللہ میں اور  
مجھے اسکو پڑھا تھا۔ مگر وہ آیہ

الناس لا تجزعن من آية الرجم فانها آية نزلت في كتاب الله وقرأناها ولكنها ذهبت في قرآن كثير ذهب مع محمد وآية ذلك ان النبي صلى الله عليه وسلم قد رجم وابلوقد رجم ورجعت بعدا وانه سيجي قوم من هذه الامة يكنون بالرجم وخرج مالك والبخاري ومسلم وابن الضريس عن ابن عباس ان عمر قام فحمد الله واشفي عليه ثم قال اما بعد ايها الناس ان الله بعث محمدا بالحق وانزل عليه الكتاب فكان فيها انزل عليه آية الرجم فقرأناها ووعيناها الشيم والشيخة اذ انينا فارجموها البتة وارجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجعنا بعده فاختشى ان يطول بالناس زمان فيقول قائل لا نجد آية الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك فريضة انزلها الله وخرج احمد والنسائي عن عبد الرحمن بن عوف ان عمر بن الخطاب

بہت سے قرآن کے ساتھ جاتا رہا محمد کے ساتھ۔ جسکی آیت یہ ہے کہ خود رسول اللہ نے رجم کیا اور ابو بکر نے اور مجھے اور قریب ہے کہ آئے ایک قوم اس مسئلہ کو کذب کر کے آیت الرجم کی۔

(۴) مالک۔ بخاری۔ مسلم۔ ابن الضریس۔ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ عمر نے خطبہ میں کہا آیت الرجم نازل ہوا تھا جسکو مجھے پڑھا اور یاد کیا الشیم والشیخہ اذ انینا فارجموها البتہ۔ تو کوئی اگر کہے آیت الرجم کو ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو وہ گمراہ ہو گا ترک سے اوس فریضہ کے (۵) (۶) روایت کا بھی یہی مطلب ہے۔

(۷) حذیفہ سے روایت ہے کہ کہا عمر بن الخطاب نے سورہ احزاب کی کئی آیتیں گنتے ہو کہا ۳۷ عمر نے کہا یہ سورہ برابر تھا سورہ بقرہ کے جس میں آیت الرجم بھی تھا۔

(۸) ابن الصریس مکرر سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ احزاب سورہ نقرہ کے برابر تھا یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ اس میں آیہ الرحیم بھی تھا ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ بھی آیہ الرحیم کے متعلق ہے۔

(۱۴) بخاری نے تاریخ میں روایت کیا ہے حدیفہ سے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سورہ احزاب پڑھا تھا۔ اب اس میں سے شتر آئین میں بھول گیا جنکو پھر کسی کے پاس نہ پایا۔

(۱۵) ابو عبیدہ ابن الابرار سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ احزاب کی عہد رسول اللہ میں دو سو آئین پڑھی جاتی تھیں عثمان نے جب لکھوایا مصاحف کو تو اس سے زیادہ پر قادر نہ ہوئے۔

تمام ہوا ترجمہ درشور کا۔ ان روایتوں سے بھی معلوم ہوا کہ یہ قرآن جو موجود ہے کسی

خطب الناس فسمعتہ يقول الا وان ناسا يقولون ما بال الرحيم وفي كتاب الله المجلد وقد رجم النبي صلى الله عليه وسلم ورجنا بعده ولو لان يقول قائلون و يتكلمون كلون ان عمر زاد في كتاب الله ما ليس منه لانتها كما نزلت رواه النسائي وابو يعلى عن كثير بن الصلت قال كنا عند مروان بن محمد بن ثابت فقال زيد ما هذا الشيخ والشيخ اذ انيا فاجبو البتة قال مروان الا كبتنا في المصحف قال ذكرنا ذلك وفيما عمر بن الخطاب فقال اشفيكم من ذلك قلنا خيف قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله انبئني آية الرجم قال لا استطيع الا ان واخرج ابن مردويه عن حذيفة قال قال لي عمر بن الخطاب كرهت سورة الاحزاب قلت ثلثين او ثلاثا وسبعين قال ان كانت لتقارب سورة البقرة وان كان فيها آية الرجم رواه ابن الصوري

عن عكرمة قال كانت سورة البقرة الاخرى  
مثل سورة البقرة او اطول وكان  
فيها آية الرجم وخرج ابن سعد  
عن سعيد بن المسيب ان عمر قال  
اياكم ان تملكو عن آية الرجم و  
ان يقول خال لا تجد حدين في  
كتاب الله فقد رجم رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ورجعنا  
بعده فلو ان يقول الناس احد  
عمر في كتاب الله لكتبتهما في المصحف  
لقد قرأناها الشيخ والشيعة اذ انما  
فارجموها البتة قال سعيد فما  
النسب ذو الحجة حتى طعن وخرج  
ابن الضريس عن ابى امامه بن  
سهل بن حنيف ان خالته اخبرته  
قالت لقد اقرأنا رسول الله صلى  
الله عليه وسلم آية الرجم الشيخ  
والشيعة اذ انما فارجموها البتة  
ما قضيا من اللذة - وخرج ابن  
الضريس عن عمر قال قلت لرسول  
الله صلى الله عليه وسلم لما نزلت  
آية الرجم اكتبها يا رسول الله  
قال لا استطيع ذلك - وخرج ابن

نوشته سے نہیں لکھا گیا بلکہ محض یاد  
سے کہ ایک سو ۲۰ آیتیں اسکی صحابہ  
بہول گئے اور عثمان نہ لکھوا سکے۔  
ابج نہیں جانتے کہ مسند اپنے کن کن  
صحابہ کی تکذیب کرینگے۔ کیونکہ عمر عائشہ  
حذیفہ سب ہی تو بیان کرتے ہیں کہ  
سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر  
تھا۔ اور اب کل ۳۰ آیتیں وہ گنیں  
انہیں روایتوں کی بنا پر اڑھیسویں  
صاحب نے چاہا کہ جناب امام جعفر صادق  
کے بیان سے بھی ایک آیت کا پتہ لگائیں  
کہ حضرت نے بھی فرمایا یہ آیت کم ہو گیا۔ حالانکہ  
حضرت کا مرعی مطلب یہی ہے کہ یہ آیت  
اس باریعین نازل ہو انہی کہ یہ الفاظ  
نازل ہوئے تھے۔

اسکے مقابلہ میں ہم آپکو تفسیر صافی جلد ۴  
کا صفحہ ۱۱۰ اور تفسیر مجمع البیان جلد ۴  
کا صفحہ ۳۳ بھی دکھاتے ہیں کہ بغور  
دیکھئے ایک روایت بھی ابوسہیل بن  
ایسی لی گئی ہے جس میں اسکا بیان ہے  
ہو کہ ایک حرف بھی اسکا نقل کیا پھر  
تفسیر منہج الصادقین جلد ۲ صفحہ  
ملاحظہ ہو۔

الضولین عن زید بن اسلم ان  
عمر بن الخطاب خطب الناس فقال  
لا تشكوا فی الرجیم فانه حق قد جاء  
رسول الله صلى الله عليه وسلم  
ورجم ابو بكر وجمت ولقد هممت  
ان اكتب فی المصحف فقال ابی بن  
کعب عن آية الرجم فقال ابی السمت  
اتيتني وانا استقرئها رسول الله صلى  
الله عليه وسلم قد ضمت فی صدری  
وقلت استقرئها آية الرجم هم  
يتسافدون تسافدا الحمى - واخرج  
البخاری فی تاريخه عن حذیفه  
قال قرأت سورة الاحزاب علی النبی  
صلى الله عليه وسلم فنسيت منها  
سبعین آية ما وجدتها واخرج ابو  
عبيد فی الفضائل وابن الاثیر  
وابن مردويه عن عائشة قالت  
كانت سورة الاحزاب تقرأ فی زمان  
النبی صلى الله عليه وسلم مائتی  
آية فلما كتب عثمان المصاحف لم  
يقدرها منها الا علی ما هو الآن -

بجز تفسیر علی بن ابراہیم حتی جو قدیم مفسر  
ہیں۔ اور اڈیٹر صاحب نے خاص طور پر  
اولیٰ کا نام قائلین تحریف میں لکھا ہے اور کچھ  
ورق صفحہ ۹۴ اعلیٰ ملاحظہ ہو کہ ایک حرف  
کبھی ان روایات کا اوسمین لکھا گیا ہے  
تو اب آپ ہی بتائے کون فرقہ قائل  
تحریف ہوا جسکے بیان اتنی روایتیں  
ہوں سورہ کے بارمیں کہ پہلے اتنا بڑا  
سورہ تھا۔ اب اتنا رہ گیا۔ یا وہ فرقہ  
جسکے بیان ایک روایت بھی اس سورہ  
میں نہ ہو کہ اس سورہ سے کوئی آیت  
گرا۔ یا کم ہوا۔ انصاف شرط ہے۔  
ہاں جس روایت کو اڈیٹر صاحب  
نے کافی سے نقل کیا ہے وہ بیشک  
صافی میں ہے مگر بقیہ تفسیر آیت نہ بشک  
تحریف تحریفین۔

اسی طرح تفسیر علی بن ابراہیم میں  
بھی ہے مگر کسی نے نہیں لکھا کہ اس سے  
مقصود امام اثبات تحریف ہے۔ بلکہ  
حل مطلب و تفسیر آیت پھر معلوم اڈیٹر  
صاحب نے کہاں سے بولند پروازی

دکھائی کہ اس حدیث کو دلیل تحریف قرار دیا

اڈیٹر صاحب کو اپنی تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے کہ دیکھیں اولیٰ مفسرین کس کس طرح





فَسأله فقل انه كان يلهي القرآن ويلهيك الصق بالاسواق واخرج القرآن  
وابن مردويه والحاكم والبيهقي في سننه عن ابن عباس انه كان يقرأ  
هذه الآية النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وهو اب لهم وازواجه  
امهاتهم واخرج الفريابي وابن ابى شيبة وابن جرير وابن المنذر وابن  
ابى حاتم عن مجاهد انه قرأ النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وهو  
اب لهم واخرج ابن ابى حاتم عن عكرمة قال كان في الحرف الاول النبي  
اولى بالمؤمنين من انفسهم وهو اب لهم واخرج ابن جرير عن الحسن  
قال في القرآن اولا النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وهو اب لهم  
ص ۱۸۵ درشور

(۱) عمر کا گذر ایک لمحے پر ہوا جوابی کے مصحف میں النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم  
وازواجه امہاتہم وهو اب لهم پڑھ رہا تھا عمر نے کہا اے اے کے اس لفظ کو  
سچیل ٹال۔ اوس نے کہا یہ ابی بن کعب کا مصحف ہے عمر ابی کے پاس گئے تو  
ابی نے کہا ہمارا شغل قرآن پڑھنا تھا۔ اور تمہارا شغل بازاروں میں تالیان بچانا یا بچنا  
خریدنا۔

(۲) ابن عباس اسی طرح پڑھتے تھے النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وهو  
اب لهم وانهما وازواجه امہاتہم۔

(۳) مجاہد سے روایت ہے کہ وہ بھی باضافہ وہ اب لهم پڑھتے تھے۔

(۴) عکرمہ کہتے ہیں کہ پہلا حرف اسی طرح تھا باضافہ وہ اب لهم۔

(۵) حسن بصری سے روایت ہے قراۃ اولیٰ میں وہ اب لهم تھا۔

اب اڈیٹر صاحب فرماتے ہیں یہ روایتیں شیعہ کی ہیں یا سنیوں کی کہ ایک جموں  
پانچ پانچ حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ پہلے اس آیت میں وہ اب لهم بھی تھا۔  
جواب قرآن مروج میں نہیں ہے تو یہ تخریفات نہیں ہے تو کیا کہ ابی بن کعب کے  
مصحف میں یہ لفظ موجود۔ ابن عباس کی یہی قرات۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ حسن جو تابعین



# مسائل

۱۰ مامانہ رسالہ جو تیرہ برس سے فوقہ حشرینہ  
 کی حالت اور نصرت میں جان لڑا ہے۔ جبکہ  
 دینی اخبار و رسالہ اس فرقے کا مختار سے قوم  
 کی اصلاح اور بھائی نصرت کے ذریعہ کثیراً اُتھا یا۔  
 در قوم نے کل مغرض ملکی و مالی کا اسکو  
 پرست و گران مان لیا۔  
 سن ۱۳۵۱ھ میں نے آج تک جہد رکنا میں علم  
 لام میں شائع کیا اور جہد بھائی نصرت کا جو  
 یا قوم میں مشہور ہے۔ دو سال سے یہ کتاب  
 سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے صحیح المکتب بعد  
 کتاب الہدی صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے  
 لیجائی ہے کہ صحیح اور ناشاقی روایتیں الگ ملانی  
 ہیں اور جو حق و غلط روایتیں الگ باجوڑ  
 نویسن کے قیامت صرف دو رویدہ سالانہ۔

## مفتی محمد نجاری

پہلا حصہ اصلاح جلد سے وضع  
 ہمارا دفتر جلد بہ خرمن ہوا  
 لڑت شوق شائقین دوبارہ حصہ اول جلد لیا  
 جو حسین جی بخاری کے پہلے باب کی ایک نویر تفسیلی  
 مگر مختصر نظر لکھی ہو جسکے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد  
 ائی ہے قیمت صرف ۶۰ روپے

## انٹرنس

انٹرنس اہلسنت کے دو سرا کوچن  
 حوائج تیرہ برس میں نہ کھلے تھے  
 اگر تمام عالم کے اہلسنت میں جو کچھ لکھی گئی حدیث و  
 فضائل ہیں دیکھتے قیمت جلد اول ۱۰ روپے جلد ثانی ۱۰

# نجم اسلام

اس کتاب کے خطائے کون نادان قہم ہوگا کہ جناب  
 امیر المومنین علیؑ کے مخالفین نے ان کو سب اسد اللہ انصاف  
 علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبہ و خطوط اور  
 مختلف حدیثیں جو میر سلیمان دین جیانی کی تحویل  
 کا مدار و مدار ہے جناب سید علیؑ نے اس میں  
 جمع کی تھیں قدیر زمانے سے متعدد دشمنوں کی جی  
 قاری میں لکھی لیکن اگر انہیں یہ کتاب کیا اب بلکہ  
 نایاب بھی جناب خراج الحکام اس میں لکھے اسکا بخیر  
 تمہیں کیا ہو اور بسو طشرح فرمائی ہے مگر جو کتاب  
 بہت عقیم علی اسلئے یہ انتظام کر گیا کہ ہر سال  
 اسکے ۱۲ اجزاء ۱۹۰۲۲۲ قطع شائع ہوں لہذا اگر  
 سالانہ مقرر کیا گیا ہے وہ پرتو جز و شائع ہو تھیں  
 پوری کتاب کی قیمت درجہ اول ۱۰ روپے درجہ دوم ۵ روپے

## رسالہ وضو

جسے دینا کو سنو اید کہ اسلام میں تہ  
 حق تہذیب ہو جسکا وضو اور احوال  
 مطابق کتاب و سنت جو جالیس چوبیسون سوز یادہ  
 کتب عمدہ کا اہلسنت سے لکھی گئی ہیں کہ یہی وضو حضرت  
 رسول اللہ کا جو شیعہ و غیر میں جاری ہو قیمت ۸ روپے

## مناظرہ امجدت

حصہ اول میں قرآن مجید کا احادیث  
 رسول اللہ و جناب امیر مومنین  
 احوال مالک و صحابہ و تابعین کے آثار مجیدہ پر غلطی  
 اہلسنت کے انھیں موصوہ ہوا یہ بیانی سفیان بن عیینہ  
 حضرت تہذیب مذکور ہے آج کل اس میں بیانی کوئی  
 کتاب لکھی گئی۔ قیمت صرف ۱۰ روپے جلد دوم ۱۰ روپے





رسالہ  
۳۳۳  
کجی

حیرت و حسی ہنر

وَجَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَىٰ كِلْتَا كُرْسِيِّ



وَجَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَىٰ كِلْتَا كُرْسِيِّ

وَجَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَىٰ كِلْتَا كُرْسِيِّ

## فہرست مقاصد و مقاصد ہر چہ ہذا جلد

- ۱) کتب علم کلام مذہب سے جو چاہئے ہو گا
- ۲) ہنر انجمن افضل جو بہ خصوصاً ائمہ اہل خانہ کا جو کچھ
- ۳) لکھتے تھے محض شیعوں کی مخالفت میں شائع ہوتا ہوا اور
- ۴) چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مفالطہ دینے کے لئے
- ۵) کتاب مستطاب التقصا پر عمل کرے جو حال ہے
- ۶) بعد از غرض اسکا ان مختصر رسائل کا جو بہ
- ۷) مخالفین کی طرف سے بغرض تشیع مذہب سے شیعہ
- ۸) شائع ہوئے خصوصاً آیات مینات - ہلایہ اخیر
- ۹) منہاج المستانبین تہذیب و در زبان عربی -
- ۱۰) ترجمہ اس سال کا کہ در کتب صحیفہ ہو گا - مگر
- ۱۱) قوم کی توجہ سے عقرب بڑھا دیا جائے گا -
- ۱۲) ۵۵ خمدار دینے پر صرف انشور اور اخیار
- ۱۳) پر صلاح و افسوس دونوں مفت بطور پیش لین گئے -
- ۱۴) ۵۵ قیامت پستی سالانہ مع حصول ذوال
- ۱۵) ۶ مراسلت میں بغیر کتبہ افزہ و دور رس
- ۱۶) ۷ سبب مقام جنت کے وقت فرادہ کو مطلع کرنا
- ۱۷) ہو گا ورنہ عدم وصولی سے کی شکایت معاف
- ۱۸) ۸ در صورت عدم حصول ہر تاریخ شائع
- ۱۹) ہر ایک ہر وقت بلکہ اسکے بعد ہر گاہ آنا
- ۲۰) ۹ جلد ترسلا اسٹیکر کے نام ہونا چاہئیں -

نوٹ: ۱) اس سال کے صرف دو کتابیں ہی خاص مانی ہو گئیں ہیں باطلای متقدمین کی سوانح  
عمران و متقل مختصر و تر فرامین مگر کتاب کی ری تحریر نہ کی شائع نہیں ہو گی ۲) جو کتب اس کو میں اس مکتوب  
جستجوئی کی ہوا انہوں نے خاص ضرورت جو شخص اس ذریعہ سے مدد کرے گا اس کتاب خصوصاً شکر ادا کیا جائے گا

تحریر کرنا شایعیت و تہذیب و در کتب صحیفہ ہو گا - مگر  
تحریر کرنا شایعیت و تہذیب و در کتب صحیفہ ہو گا - مگر



تفہیم  
(۱۹۵۲)

۷۶۸۲

(Oriental Section)  
PRINTED BOOKS:  
Accession No. ۷۶۸۲ Cat. No. ....  
Subject: فلسفہ

## منبر | باب ماہ صفر المنظر ۲۹ ۱۳۰۲ ہجری | جلد ۶

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
(جواب سلام واجب ہے)

(۱) الحمد للہ کہ آج منہ حاضر ہے جس سے ایک وعدہ تو وفا ہوا کہ اب ہر غیر طحہ شایع ہوگا۔  
(۲) علی بھی ہفتہ عشرہ میں حاضر ہوگا مگر اوسکا ویلو ہو نا ضروری ہے تاکہ خریداری کا فیصلہ ہو جائے  
(۳) اگر لغو وصول نمبر بڑا چندہ سالانہ بابت ششم بذریعہ منی آڈر عنایت ہو تو نہایت انسبت  
اور اگر کسی کو عذریا انکار ہو تو بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں کہ ویلو کی زحمت اور خسارہ سے نجات  
ملے جس سے اور بھی دقت تباہ ہوتا ہے۔

(۴) بلطی دفتر کا حال پہلے نمبر میں لکھ چکے ہیں کہ بوجہ طاعون دہیضہ چارہ تک غیر زن رہا دفتر  
کا کوئی انتظام نہ درست ہو سکا۔

سابق منشی بارہ یوم کی رخصت پر ۱۲ ربیع الثانی کو تشریف لیگے نہ کوئی خط لکھانہ کچھ حال معلوم ہو چکا  
ہو کہ خود ڈپٹہ گیا اور ایک منشی لایا جو دو ہفتہ بھی نہ رہے اور نہایت بے دردی سے چلے گئے جس سے  
یہ ۴۰ صفحہ کا رسالہ تین کاہتوں سے لکھو اگر شایع کر رہا ہوں لکھو کے پرسمین بھی رخصت ہوئے ایک دوسرا  
پرسمین جو پندرہ سے بلوایا جس سے اصلاح ۱۵ اور انشس منہ شایع ہو سکا۔

عرض یہ پریشانیاں تھیں جسے کوئی کام اپنے وقت پر نہ ہو سکا لیکن فضل خدا سے امید ہے کہ اعلیٰ کامیابی ہو  
(۵) اس نمبر میں تقدیس القرآن کا مضمون زیادہ اور حد السائق کا مضمون کم اسوجہ سے  
رکھا گیا کہ مخالفین ہمیشہ بات کرتے ہیں کہ اسکا جواب نہیں ہو سکا۔ خود ہمارے برادر ایمانی غل جچا رہے  
ہیں لہذا یہ نمونہ پیش ہے جس سے معلوم ہوگا کہ حق ہمیشہ باطل پر غالب ہے اگرچہ باطل کی سیاحتی نفع دے اور



کیون نہو۔

(۷) اب ہم ایک مزوری تھا کہ صرف توبہ کہتے ہیں جو سب ذیل ہے۔ وہم عجبکم۔ سلام علیکم اس سے پہلے خطبہ نمبری ۸۶ و نمبر ۸۷ علی الترتیب مورخہ ۱۲/۲/۱۳۸۲ راجع سلسلہ ہجرت مولوی علی حیدر صاحب سلمہ دوبارہ بے ترتیبی مضامین رسالہ اصلاح بھیجتے تھے جواب غوغی میں ملا یہی خیال اس کی نسبت بھی ہو کہ غالباً جواب نہ ملے گا۔ الا کہ بدولت رہا نہیں جانا ذرا التوجہ فرمائے اور اس میں جو خطبہ انگلش ۱۸۷ و ۱۸۸ جلد پنجم و ششم کا مضمون ملاحظہ فرمائے اپنے مشہد کیا تھا کہ اب تین رسالے شروع ہوئے ہیں ہر صفحات بھی کچھ دیکھو پچھتے حصہ اول حدائق حصہ دوم کشف الظلمات جن الآیات البیانات حصہ سوم رد الملاحدہ۔ چنانچہ انگلش سلسلہ ابھی سلسلہ اور ترتیب رہی بندہ ۱۱۔۱۲ میں صرف حصہ اول کو ختم کر کے فراغت پائی۔ شکر

اب برابر جلد بابت محرم ۱۳۸۲ھ ۱۳۸۲ھ بعد تشریف لائے حصہ دوم کشف الظلمات و حصہ سوم رد الملاحدہ دونوں در ایک جلد معنون تقدیس القرآن شروع کیا گیا ہے حصہ مصرعہ صدر لگاؤ خور دہر و مد شہید بات کیا ہے کسی اقرار اور اعلان پر آپ قائم تھی رہتے ہیں یا نہیں وعدہ کچھ اشاعت کچھ ایک معنون کو ادھر اور اس جگہ چھوڑ کر دوسرا شروع کر دینا کس قدر حسن ترتیب اور معاہدہ کے خلاف ہوا اور خریداروں کے دل کو کتنا پشیمردہ کر رہا ہے۔ رسالہ اصلاح ایسے ہی جلد معنون انجمنی ہیں اور پڑھ سکتے ہیں نہ ان کو ہم ہم نہی۔ گویا وہ بخدا وجود ہی نہیں تھا۔

انگلش کے اشاعت کی توجہ نوبت ہو کہ تیسرے جو تھے چھپنے وہ طبع فرمائے ہیں ساتھ ہی آپ کی معذرت اور اقرار یہی ہوا کہ لائقین جواب دفع الوقتی سے زیادہ اوسکی کچھ وقت نہیں رہی جو شکلاست تھا وقت سے آپ کو پیش آتی ہیں اسی معذرت قبول کرینگے بعد ہی آپ کا توقف اور سلسلہ مضامین کی بے ترتیبی۔ خاموش نہیں رہنے دینی مہربانی کے اپنے اقرار کا ایفا فرمائے اور سلسلہ مضامین کو قائم رکھنے ملاحظہ نہیں ہونا چاہیے کہ انگلش بھی یون ہی کسوف میں رہا تو اندر میری و السلام سید اجماع علی کلامی ان شاء جبار احباب قریہ جو کہ قبل حکم کو مانعین کیونکہ کچھ بھی شاہد جو میر متروک ہوئی وہ متروک ہوئی۔

شیخ البیانہ کا ترجمہ اصلاح جلد کے ساتھ شروع ہوا اور چھپنا شروع ہوئی چھپنا لکھی چھپنا۔ تقدیر آری حصہ اول سلسلہ اصلاح ۱۳ جلد ۱۳ سے متروک ہوا اسی میں متروک ہوا ہذا خوف ہو کہ کشف و روائت ۱۳۸۲ھ کا سلسلہ ابھی آ رہا ہے۔

مجلس خطبہ کی کئی کئی بار اس سلسلہ میں خطبہ نمبری ۸۶ و ۸۷ علی الترتیب مورخہ ۱۲/۲/۱۳۸۲ راجع سلسلہ ہجرت مولوی علی حیدر صاحب سلمہ دوبارہ بے ترتیبی مضامین رسالہ اصلاح بھیجتے تھے جواب غوغی میں ملا یہی خیال اس کی نسبت بھی ہو کہ غالباً جواب نہ ملے گا۔ الا کہ بدولت رہا نہیں جانا ذرا التوجہ فرمائے اور اس میں جو خطبہ انگلش ۱۸۷ و ۱۸۸ جلد پنجم و ششم کا مضمون ملاحظہ فرمائے اپنے مشہد کیا تھا کہ اب تین رسالے شروع ہوئے ہیں ہر صفحات بھی کچھ دیکھو پچھتے حصہ اول حدائق حصہ دوم کشف الظلمات جن الآیات البیانات حصہ سوم رد الملاحدہ۔ چنانچہ انگلش سلسلہ ابھی سلسلہ اور ترتیب رہی بندہ ۱۱۔۱۲ میں صرف حصہ اول کو ختم کر کے فراغت پائی۔ شکر

## تقدیس القرآن

ایڈیٹر صاحب مسلمان نے نتیجہ قائم کرنے میں بھی غلطی کی جسکی وجہ وہی حدیث، الاما  
تجاوز خدا جرم ہے کیونکہ نتیجہ طلب یہ امر ہے کہ یہ فرمایش غیر متعصب کی تھی جیسا کہ  
مسافر کا دعویٰ ہے یا اون کفار کی جو شدید متعصب تھے نہ یہ کہ فصاحت و بلاغت  
کو نتیجہ میں دخل ہو اس لئے ایڈیٹر صاحب مسلمان نے اتنی آیتیں لکھ دیں حالانکہ  
صرف وہی آیہ اپنے اثبات دعویٰ اور رد مخالف کے لئے کافی تھا اور یہ عزرات  
قرآن سے ہے کہ اوسکا ہر جملہ بجائے خود دلیل واضح ہے نہ یہ کہ وہ محتاج ہر کسی دوسری  
آیہ کا کیونکہ خدا یہ بھی جانتا تھا کہ قرآن کے ساتھ کیا سلوک ہونیوالا ہے۔

ایڈیٹر صاحب نے جو یہ الزام دیا ہے وہ کہ آج وہی فرقہ جو توحید تو حید پکارتا ہو  
اور اس توحید کے جوش میں دین جیسے کتاب دیوتا اور عناصر پرست کی توحید کھلنے  
کا متنی بلکہ مدعی ہے وہی قرآن کی توحید کے مقابل عرب کے مشرکوں کا ہم آہنگ  
ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور قرآن میں تبدیلی کا خواہشمند ہے۔

اس اعتبار سے تو ضرور غلط ہے کہ ایڈیٹر مسافر کی عبارت سے یہ الزام نہیں  
نکل سکتا۔ رہا یہ امر کہ وہ موحّدین یا نہیں بحث جملگانہ ہے یہاں تو صرف یہ عقیدہ  
فرمایش کافی تھی کہ یہ آیت خود تبارہی ہے فرمایش تبدیل و ترمیم کفار تھی نہ خود کفار  
جو غیر متعصب تھے جیسا کہ مسافر کا دعویٰ ہے تو وہ کی یہ فرمایش کہ دو سرا قرآن لاؤ  
یا بدل دو بجائے خود اسکی کافی شہادت ہے کہ وہ کسی وجہ سے اسکو ناقص نہیں سمجھا  
تھے بلکہ خلاف مقصود سمجھتے تھے۔ جب ہی تو بدلنے کی خواہش کی ورنہ اگر وہ ناقص  
سمجھتے تو اسی نقصان کو بیان کرتے کہ فلان بیان غلط ہے یا خلاف فصاحت  
جس کا جواب قرآن دیتا۔

یہ تحریر ہماری صرف اس غرض سے ہے کہ اکیوں کا جواب مقول ہو مہذب پڑتے  
من دیا جائے دھمت کلامی اور درشت گوی سے اگر خدا نے اون کو سچ کا مادہ دیا ہو

تو وہ سمجھ جائیں گے ورنہ کم سے کم اوں مسلمانوں کو تو فائدہ ہوگا جو ان تحریروں سے متاثر ہو رہے ہیں۔

بہر حال اس بحث میں تنقیح طلب یہی ہے کہ ایڈیٹر صاحب اس سے اپنا یہ دعویٰ ثابت کریں ”دعویٰ کے منکس دے تبصیب اعمالوں کو سنایا گیا، جو غیر ممکن ہے“ اس طریقہ سے آپ سمجھ کر کہیں کہ کوئی آریہ اب قلم نہ اٹھائے گا کیونکہ آخر سجدہ رہیں یہ کہیں کر ممکن ہے کہ وہ الفاظ قال الذین لایرجون لقاءنا پر غور کر کے کہیں یہ دعویٰ کر سکیں ”دشروع دن ہی سے منکس عربی دان قرآن کے نقایص کو محسوس کر رہے ہیں“ کیونکہ فقرہ لایرجون لقاءنا نے سب راہین بند کر دی ہیں اور بتا دیا ہے کہ اسکی خواہش کرنے والے وہ کفار تھے جن کے دل میں ذرہ برابر بھی قیامت کا یقین کیا گمان و وہ ہم بھی نہ تھا کیونکہ لایرجون کے معنی امید کرتے خود ایڈیٹر صاحب نے بھی لکھا ہو تو ناامیدی تو صرف محالات سے ہو نہ ممکنات سے۔ یہ جو کفار ایسے سخت دل تھے اوں کو غیر متعصب کون کہہ سکتا ہے۔

ہاں یہ نکتہ بھی خیال کرنے کے قابل ہو کہ خدا نے قال الذین کفروا نہیں فرمایا ہے جس سے تخصیص کافروں کی ہو جاتی بلکہ قال الذین لایرجون لقاءنا دمایا جس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اس امید واری سے خالی ہو خواہ وہ ظاہری کافر ہو یا باطنی ایسوجہ سے باطنی کفار نے وقت غلبہ اوس کے احکام کو حتی الامکان بدلدیا۔

تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ تبدیلی کی خواہش محض ازراہ مخالفت تھی نہ اس لحاظ سے کہ معاذ اللہ کہ قرآن میں کوئی نقص تھا

اگر اوں کو اس آیہ کے سوا کسی دوسرے آیہ سے استدلال کرنا تھا تو اس آیہ کو پیش کرتے جو خداوند عالم سورہ نحل میں فرماتا ہے واذ بانسلنا یوسف مکان آیتہ و اللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مغفل اکتھم لایعلمون قل انزلہ روح القدس من ربک بل علی لیتب الذین امنوا اھدی و بشری المسلمین کہ جب ہم کسی نشان کو بدلتے ہیں خدا ہی جانتا ہے اوسکو جو مازل کرتا ہے تو کہتے ہیں تو تو مغتری ہے بلکہ اکثر اوں کے

نہیں جانتے تھے نازل کیا ہے اسکو روح القدس نے بحق تاکہ ثابت رہے ایمان والوں کو اور ہدایت اور بشری ہے مسلمانوں کے لئے۔

تو بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ اس خواہش تبدیل سے جہان یہ غرض تھی کہ اسلامی احکام بدل جائیں کفر کا رواج ہو و مان یہ بھی چاہتے تھے کہ اس تبدیلی کے ذریعہ سے حضرت محمد معاذ اللہ مفتری بنائیں تو پھر ایسے اشخاص کو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ شروع دن ہی سے نہیکس عربی دان قرآن کے تفائص کو محسوس کر رہے ہیں، کیونکہ اسکے لئے ضرورت ہو تھب سے پاک یونینکی ورنہ دشمن کی آنکھ میں تو نہر بھی عیب معلوم ہوتا ہے۔

**قول مسافر گھر کا بھیدی۔** لیکن ہم اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ہی قرآن کے سب سے پہلے کاتب کا بیان بھی تسلیم بند کئے دیتے ہیں کہ ناظرین کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے یہ تو زمانہ جانتا ہے اور مسلمان اسے فخریہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد پورے امی یعنی ان پڑھ تھے اور تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت اگر کچھ تھوڑا بہت پڑھے لکھے بھی تھے تو ایک بہت ہی کم لیاقت شخص تھے اور آپ میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ جو آیات جبرئیل بنا کر آپ کو پڑھا جاتا تھا او نہیں خود قلم بند کر سکتے پس مجبوراً آپ نے اس مطلب کے لئے چالیس تحریریں یعنی کاتب رکھے ہوئے تھے اور جو آیات جبرئیل آپ کو پڑھا جاتا تھا آپ موقع پا کر اپنے کاتبوں سے اسے قلمبند کروا لیا کرتے تھے پس اس صورت میں آپ کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے کاتب کا بیان نہایت ہی صحیح اور معتبر ہونا چاہئے کیونکہ وہ گھر کا بھیدی تھا اس کا قرآن کی تصنیف کے متعلق یہ بیان ہے۔ حق پسند بخورین۔

عبداللہ بن سعد بن ابی مسرح العامری وہو اول من کتب لہ من قریش حکمۃ  
نصرہ تہد و صلہ یقول اکتب امر محمد حیث ارید کان علی علی عزیز حکیم فاقول  
ادعیلم حکیم فیقول نعم کل صواب و فی کل صواب و فی کل لفظ کان یقول اکتب کذا  
واقول اکتب کذا فیقول اکتب کیف شئت (سیرۃ طلیہ) ترجمہ عبداللہ بن سعد بن

ابی سرج حامری پہلا قریش ہے جس نے کتابت کی حضرت کے پاس مکہ میں پر مشرک ہوا  
اون سے اور کہتا تھا کہ ہم جدہر چاہیں محمد کو پھیرتے تھے وہ ہم سے عزیز حکم لکھاتے تھے  
اور ہم حکم لکھتے تھے اور حضرت کہتے جاتے تھے کہ ہر طرح درست ہی اور ہر لفظ پر کہتے  
تھے کہ لکھ ایسا میں کہتا تھا کہ لکھوں ویسا پھر کہہ دیتے تھے کہ لکھ جیسا تیرے دلائل۔  
آوے۔ امید ہے کہ اب اس گھر کے بھیدی کا دلچسپ زبردست بیان سنکر دنیا پر محبوی  
الہامی قرآن کی حقیقت کھل جائیگی اور دیکش عالم سمجھ جائیں گے کہ اس صورت میں قرآن  
کو کس درجہ کی کتابوں کی شمار کرنا چاہئے۔“ ایضاً صفحہ ۹۔

مسلمان۔ اس بیان میں بھی مرتد نے یا تو خود دہوکہ کھایا ہے یا حسب معمول اپنے  
ناظرین کو دہوکہ دیا ہے۔

پہلی غلط بیانی تو ایسی یہ ہے کہ حضور پر نور فداہ امی والی منہ علیہ وآلہ وسلم کو محررین  
کی تعداد چالیس بتلائی ہے حالانکہ کتب تاریخ میں حضرت کے جملہ محررین کی تعداد نام نہاد  
بتای ہے دیکھئے میں اس جگہ ایک مستند کتاب سے نقل کرتا ہوں۔

زاد المعاد۔ جس کا مصنف مورخ اور محدث دونوں بتے لکھتا ہے یعنی حافظ ابن قیم  
نے آنحضرت کے کاتبوں کے شمار میں خاص ایک فصل لکھی ہے۔ جو یہ ہے

فصل فی کتابیہ یعنی فی فضل آنحضرت کے محررین کے بیان میں ہے۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان  
علی۔ زبیر۔ عامر بن فہیرہ۔ عمار بن العاص۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن الارقم۔ ثابت ابن  
قیس۔ خنظلہ بن الرزیح۔ مغیرہ بن شعبہ۔ عبداللہ بن رواحہ۔ خالد بن الولید۔ خالد بن سعید  
معاویہ ابن ابی سفیان۔ زید بن ثابت (زاد المعاد مصری جلد اول صفحہ ۳۰)

مہاجیو! بتلاؤ۔ شترہ کو چالیس لکھنا بھی کوئی سود کی شرح ہے! شیم! شرم! ایشیم! ا!  
گو چالیس کا عدد بھی ہمارے کسی دعوے کے خلاف نہیں چالیس چوڑ پچاس کا تب  
ہوں مگر ہر مین تو دہا شترہ مرد کی دروغ گوئی اور کذب بیانی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

تقدیس جواب آریہ تو یہ ہے کہ اگر مخالفت کا کوئی بیان مخالفت کسی عدالت میں مقبول  
ہو سکتا ہے تو بیشک اس بیان سے آپ کسی طرح استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ تو آپ کو

معلوم ہے کہ وہ مرتد ہو چکا تھا پھر مرتد کا کوئی بیان مخالف کس عقل سے مقبول ہو سکتا ہو۔  
اور بالفرض اگر مانا بھی جائے تو اس سے فائدہ ہی کیا ہو سکتا ہے کیونکہ بیان  
تو یہ ہے کہ حضرت کچھ لکھواتے تھے یہ کچھ لکھتا تھا۔ اس سے قرآن پر کیا الزام آیا  
یا رسول اللہ پر کیا الزام آیا۔ کیونکہ یہ تو اسکی مجلسازی ہے اگر گورنمنٹ انگریزی ہوتی  
تو تعزیرات ہند کا دفعہ چلاؤ ان صرف یہ کیا گیا کہ مرتد کا خطاب دیگر نکال دیا گیا یا  
خود بھاگ گیا۔ اور حکم قتل جاری ہوا

ہنہین علوم اس نامہ نگار نے اس واقعہ سے قرآن کی غلطی و جہالت پر کیا اثر  
ڈالا کیونکہ اس سے ثابت ہوا تو عبداللہ بن ابی سرح کی مجلسازی حسین بنہ کوئی عذر ہو  
نہ انکار مگر قرآن پر تو اسکا کوئی اثر نہیں پڑا۔

کیا کسی گورنمنٹ کا محرم یا سرشتہ دار کوئی جعلی خط لکھے یا سرشتہ میں جعل بنے تو  
اس سے گورنمنٹ پر الزام ہو سکتا ہے حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ پہلو اسکی مجلسازی سے  
بیر یا رسول پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

ہاں اہل سنت عموماً اور اہل حدیث کوئی جواب ہنہین دے سکتے۔ کیونکہ اس روایت  
کا یہ بیان کہ حضرت فرماتے تھے جس طرح چاہو لکھو ایسا ہو کہ تمامی روایات اہل سنت اسکے  
موافق ہو کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا جسکی کوئی تاویل نہیں کر سکتے اور یہ ایسا اصول  
ہے کہ چالیس تا ویسین کی گئی مگر آج تک کوئی نسخہ نہ بنا سکے ملاحظہ ہوا شمس جلد ۱ صفحہ ۲۵  
مخلاف شیعہ جو سرے سے اسکی منکر ہیں اور نوکی روایات مصرح ہیں کہ قرآن ایک ہے  
ایک خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ ملاحظہ ہوا شمس جلد ۱ صفحہ ۲۵

تو آریہ کا یہ اعتراض وہ اب اس گہر کے بیدی کا لچپٹ زبردست بیان نہ کر دیا ہر  
محمدی الہامی قرآن کی حقیقت کھل جائیگی اور نہ یکس علماء سمجھ جائیں گے کہ اس صورت  
میں قرآن کو کس درجہ کی کتابوں میں شمار کرنا چاہئے۔

اس اصول پر جواب اعتراض ہو گیا کیونکہ یہ تو بدیہی بات ہے کہ معمولی تحریر کا لکھنے والا  
بھی جب کوئی تحریر لکھتا ہے تو الفاظ خاص استعمال کرتا ہے اگر ایک لفظ کے بدلے دوسرے الفاظ

کہا جائے تو آسمان و زمین کا فرق ہو جاتا ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ اسکی اجازت دین کہ اکتب کیف شیعہ کہ جس طرح چاہو لکھو حالانکہ قرآن اس آیہ میں ہدایت کرتا ہے کہ قل ما یكون فی ان ابدلہ من تافاہ نفسی ان اتبع ما یوحی الی کہ ہم اپنی خواہش نفس سے نہیں بدل سکتے ہم تو وحی کا صرف اتباع کرتے ہیں جس سے خود حضرت کو اسکا اختیار نہیں کہ بدل دین تو کب ممکن تھا کہ آپ ایک کا فرق کو اجازت دیتے کہ جس طرح چاہو بدل کر الفاظ لکھ کیونکہ اس صورت میں نہ صرف یہی آیہ غلط ہوتا ہے بلکہ وہ کل آیات جمیع تحدی کی گئی ہے کہ ایک سورہ بھی بنا لو غلط ہوتے ہیں کیونکہ جب وہ شخص جو محض معمولی شخص تھا اسپر قادر تھا کہ الفاظ قرآن کو بدل دیتا تو جو لوگ فضائے عرب تھے وہ کیونکہ استغلاز ہوتے کہ کوئی سورہ مثل اسکے بنا لاتے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان نے اصل اعتراض کا مطلق جواب ہی نہیں دیا اور جواب دیا تو ایسا جسکو اعتراض سے لگاؤ ہی نہیں کیونکہ پہلا جواب یا اعتراض اسکا یہ ہے کہ پہلی غلط بیانی تو اسکی یہ ہے کہ ہمنور پر نور فداہ امی و ابی کے تحریرین کی تعداد چالیس بتائی ہے۔

بتائے اس سے وہ اعتراض کیونکر دفع ہوا جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ جو چاہتا وہ لکھ دیتا اور حضرت فرماتے اکتب کیف شیعہ جو چاہو لکھو۔

مسلمان کو اس جواب پر ایسا ناز ہے کہ کاتبوں کی ۱۷ عدد کہہ کر پوچھتے ہیں۔ چہ تبتلاؤں کو۔ ہم لکھنا ہی کوئی سود کی شرح ہے۔

دیکھئے کیا تہذیب ہے اور کیا متانت کیوں صاحب سود ہندوؤں کے یہاں جائز ہے آپ کے یہاں نہیں ذرہ تہذیب الاخلاق نہ رسوہ ملاحظہ ہو

افسوس صد افسوس اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں دو گواچالیس کا عدد بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں چالیس چوڑی پاس کاتب ہوں مگر ہمیں تو ہماشتہ مرتد کی دروغگوئی اور کذب بیانی کا اظہار کرنا مقصود ہے

جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے اس دعوے پر ایسا یقین ہے کہ محض اظہار دروغگوئی

کے لئے اس کو کھادرنہ اس سے کہلو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لہذا براہ مہربانی تاریخ  
تیس جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ مصر ملاحظہ ہو۔

فیل صفحہ کتابہ ینقلو اربعین کہا گیا ہے کہ حضرت کے کاتبوں کی تعداد کچھ اوپر  
چالیس تھی اب مسلمان کا ایڈیٹر ایمان سے کہے کہ وہ دروغ گو اور کذاب ہو یا آریہ۔  
ہاں اگر مولوی ثناء اللہ صاحب یہ جواب دیں تو ہو سکتا ہے کہ تاریخ تیس میں  
ینقاو اربعین کچھ اوپر چالیس لکھا ہے اور آریہ نے صرف ۴۲ چالیس لکھا ہے شرم شرم  
ہم جانتے ہیں کہ اس بخارہ کی علت صرف زاد المعاد ابن المقدم تک محدود ہے اور  
کتا بین غریب کو چین ملین تھے کہ ابھی تک ازالہ الخفا کی زیارت سے محروم ہیں جسکی  
نسبت چند مرتبہ اشتہار دے چکے ہیں لہذا انکار کرتے تو کیا کرتے۔ واللہ العبد المذنب  
مگر حیرت اس پر ہے کہ ایک آریہ جو نہ عربی جانے نہ فارسی۔ یا انگریزی پڑھی ہو یا اردو  
اسکو تو اپنے مخالف کی کتابوں پر اس قدر عبور ہو اور مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی  
فاضل ہو کر نہ حافض کہ خود او نہیں کے علمائے کاتبوں کی تعداد چالیس سے زیادہ بیان  
کی ہے۔ تو اب بتائے چالیس بیتالیس کو گہنا کر سترہ کرنا نتیجہ عقل نہیں تو کیا ہے۔

ایڈیٹر مسلمان کو نہایت شرم کرنا چاہئے کہ وہ علمائے اسلام کے اقوال پر اقتدار  
یہ خبر ہے کہ نہیں جانتا وہ کیا لکھ گئے ہیں عشرہ حلیہ صفحہ ۵۳ مطبوعہ مصر میں جو وقت  
ذکر بعضہم ان کتابہ کافی ۲ مستوفی عشرین کا متاعا علی ما ثبت من جماعۃ من ثقاة  
العلماء فی السیوۃ للعراقی ۱۱۸۸ کافی ۱۱۲ ثنین و اربعین منہم عبد اللہ بن  
سعد بن ابی معمر یعنی بعض علمائے قدیم کاتبوں کی ۲۶ لکھی ہے اور بعض نے ۲۲ جس  
میں عبد اللہ بن سعد بن ابی معمر کو بھی لکھا ہے۔

اب ایڈیٹر صاحب فرما "میں آریہ سچا نکلا یا آپ کہ خوب آپ ہی کے دو گواہ  
آپکی تکذیب کر رہے ہیں آئیے تیسرا گواہ بحق دہلوی شیخ عبدالحق ہیں۔ خارج النوق  
جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ و درود وغیرہ احباب تہلک نہ کر کر دو۔  
ایڈیٹر صاحب غالباً ان تینوں بزرگوں کی نسبت بھی فرامین گئے کہ یہ سب ایمان



آریہ ہیں جو تصدیق کردہ اور تکذیب و باطل میں اس کو ہم ہیں۔

ہم انہیں مصالح سے سناکتے تھے کہ آریوں کے جواب میں درمیان اسلام سے جوڑ  
جو جاتے ہیں کہ تو رہے ہیں جس سے فی الجملہ مسلمانوں کی تسکین تو ہو جاتی ہے۔ مگر  
ایڈیٹر صاحب کے اصرار پر یہاں مجبور کیا کہ ہم ذوالفقار حیدر کرار کو علم کریں جو سنی  
جاہل الکفار و المنافقین کو یہودیہ اور آشکار کر کے کرم حق کے مقابلہ میں کفار منافقین  
دو فرقہ برابر ہیں بلکہ مضر منافقین اشد ہے جن کے شان میں خداوند عالم فرماتا ہے  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُوبِ إِنَّكُمْ أَنتُمْ خَافُوا أَن تَكُونَ مِنَ الْخَائِبِينَ  
یعنی یہ منافقین تو خدا اور رسول و مومنین کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنی  
فحش کو دھوکہ دیتے ہیں اور نہیں جانتے۔

اخبار اہل حدیث میں لکھتے ہیں مد آریوں کے میدان مناظرہ میں آئے لیکن  
کیا شیعہ اس میدان میں آئیں گے، یہ لکھتے ہیں درہم ابھی سے وجدانی پیشگوئی  
کئے دیتے ہیں کہ شیعہ اگر مخالفین خصوصاً آریوں کے مقابلہ میں نہ تو دو حال سے  
خالی نہیں (۱) یا تو شیعہ مذہب کو شکست فاش ہوگی (۲) یا بطور تقیہ علماء شیعہ  
اپنے خیالات ہی نہ ظاہر کریں گے بلکہ علماء اہل سنت کی تحقیقات کی آڑ میں گئے۔  
اس قسم کے ہزاروں کلمات ہیں جو ہلکے بھور کرتے ہیں کہ اس میدان میں آئیں  
دور حق و باطل کا فیصلہ کریں کیونکہ ایڈیٹر صاحب نے اپنی ادبی کمزوری تو دھوکہ دیا  
مذہبی مذہب کو شکست فاش ہوگی، کیونکہ شیعوں کو وہ یقیناً مسلمان جانتے ہیں  
بس جب اسلام کا ایک فرقہ آریہ کے مقابلہ میں مغلوب ہوا تو دوسرا فرقہ کیا امید  
کر سکتا ہے اگر اسکی حوض میں ایڈیٹر صاحب یہ کہتے کہ شیعہ تو مدعی اسلام صادق ہیں  
خدا او نہیں کو فتح دے تو انکا کیا بگڑتا۔

ایڈیٹر صاحب بھی تو آپ نے دیکھ لیا کہ آریہ کے مقابلہ میں آپ کو شکست فاش  
ہوئی کہ آپ آریہ کے چھوٹی چالیں کو غلط جانتے تھے حالانکہ وہی سچ نکلا آگے جو  
نتیجہ ہو گا دیکھ لیا۔ عریاس کن رنگستان میں بہادر مرزا۔

اوپر صاحب نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنی درجہ گوی کو بمقابلہ آپہ ثابت کیا بلکہ دوسرے اہل علم یہ کیا کہ کل کاتبوں کو ایک درجہ میں لکھ دیا کہ جن درجہ کے کاتب ابوبکر و عثمان علی رضی اللہ عنہم اوسے درجہ کے کاتب مویہ بن ابی سفیان زید بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے حالانکہ وہ فرق مراتب نہ کی زید بن ثابت کا مضمون ہے کیونکہ اگر یہ سب کاتبان بھی ہوں تو ہر وحی کی قدر و منزلت ہی کو یقیناً ہستی کہ ہر بد معاش فاسق فاجر اومسکاکاتب ہو جائے۔ مدارج النبوة میں ہے صفحہ ۶۱۰ جلد ۲۔

بدانکہ ان حضرت را کاتبان بودند بعض کاتبان وحی بودند و بعض ناہیہای بلوک و ادراے نوشتند و بعض اموال صدقات و بعض مدائنات و معاملات شریک و معاملات و جزان و چون آن حضرت از خط و کتابت منز و مبر الیہ اکثر صحابہ نیز بر عادت عرب ازین ہنر عادی بودند لاجرم انہاے کہ ادمیان ایشان بر خط و کتابت موصوف و موسوم بودند این خدمت میفرمود در وقتہ الاحباب می نویسند و قریبین بود کہ عثمان بن عفان و علی ابن ابیطالب وحی می نوشتند اگر ایشان غایب میبودند ابی بن کعب و زید بن ثابت می نوشتند و اگر ازین چہار و پنج کس حاضر نہ بودے ہر کہ حاضر بودے از کاتبان اومینوشتی انتہی۔ پس یکسی زانہ الفانی ہے کہ آپ نے خطاب امیر و اور عثمان اور ابی بن کعب و زید بن ثابت اور مویہ کو ایک درجہ کا کاتب لکھ دیا حالانکہ معاویہ بن ابی سفیان کی رحلت کے قبل دو سال ظاہری اسلام لایا اور ہیشہ مولفۃ القلوب منافقوں میں شمار ہوتا رہا مدارج النبوة میں ہے روایت است کہ وہی می گفت سلام اور دم یوم العید یعنی عمر بن الخطاب ملاقات کردم و از نزد آن حضرت رہ مسلمان و دے کے از آنجا است کہ مینوشت برای آن حضرت و بعض گویند مینوشت وحی و صاحب جامع الاصول گوید کتاب ثابت نہ خدہ است و در مواہب لے یہ گوید وہی مشہور است بکتابت و بعض گفتہ اند کہ وہی مینوشت وحی را بلکہ می نوشت کتاب و میناشیر را آخرین کہتے ہیں و گفتہ اند عثمان کہ ثابت نہ شد است

در فضل معویہ صح حدیث صفحہ ۶۲۹

تو اب کیسی نا انصافی ہے کہ معویہ بھی اوسیدرجہ کا کاتب قرار دیا جائے  
جس درجہ کے کاتب امیر تھے یا بقول اہل سنت ختمان جو باتفاق اہل سنت فتح  
کے بعد اسلام لایا۔ مگر اسے کہہ دیا کہ ہم عمرۃ الفقیہین میں ایک سال قبل اسلام لائے  
اہل سنت کو قبول ہو گیا۔

حالا کہ صاحب جامع الاصول نے تصریح تمام لکھ دیا ہے کہ معویہ کاتب وحی  
نہیں تھا۔ علامہ ابو بکر بن شہاب جو علمائے اہل سنت سے ہیں نصاب کافرین کہتے  
ہیں اما کتابہ معویہ الوحی والتزیل فلم یصح ومن ادعی ذلک فلیثبت لہ  
ایہ نزلت فکتبھا معویہ اللہم لا امان یا تبنا بالحدیث الموضوع انک کتب  
ایہ الکرمی قلم من ذہب جاء بہ جبریل ہدیۃ لعاویہ من فوق العرش  
نحو ذلک من القرۃ علی اللہ و ا سیدہ و علی رسولہ ذلک فی اللہ العالی  
و الشناہ قل ان ابنکم بشر من ذلک انما انزلنا ان معویہ بعد ان کتب ابی  
رجحنا کتبنا علی عقبیہ فکتب بیدہ المظالم و الاول من المظہر بالست البنی  
و المجرأ المخططہ للاعمال رتد کتب قبلہ للبنی عبد اللہ بن حنظل و قد کان  
یقول ان کان محمد نبیا فانی لا اکتب لہ الا ما ارید ثم ارتد و لحق مکہ  
مشرکاً فلما کان یوم الفتنہ ضرب عنقه و لم یعلم ان کتب ابی عبد اللہ  
لہ من سوا الخاتمہ و شقاوۃ العقبی فی الآخرۃ ذکرہ ابن ہدی و کتب  
ایضا قبلہ عبد اللہ بن ابی سرح حکمۃ ثم ارتد و صار یقول کنت اصبر من محمد  
حیت ارید کان علی علی بن حکیم فاقول او علیم فیقول نعم کل صواب  
و نزل فیہ من اظہر من افتری علی اللہ کذباً و اھدر البنی و مد یوم الفتنہ  
صفحہ ۱، مطبوعہ بمبئی

یعنی معویہ کی کتابت وحی و تنزیل تو کسی طرح صحیح نہیں جو دعویٰ ہوا و سکو چاہئے  
ثابت کرے۔ معویہ نے کوئی آیت بھی سچی مگر یہ کہ یہ حدیث موضع ائین کہ حضرت

جبریل ہونے کا علم ہر یہ لائے تھے عرش سے کہ مویہ اوس سے کہو اگر کسی کہے۔ خدا بنا  
وے ایسے اختر تو ہے جس میں خدا اور رسول پر فقر کیا گیا (ایڈیٹر مسلمان کو خوش ہونا  
چاہئے کہ آپ بھی اونہیں لوگوں میں داخل ہو رہے ہیں) پھر اگر مویہ نے رسول اللہ کے  
لئے کچھ کہا بھی تو اس سے کیا ہوا جب کہ وہ اس کے بعد مرتد ہو گیا اور ہزارہانہ تمہ کی  
منظلم اوس نے لکھ سب بنی۔ احکام ناجائز سے جو کہ اوس کے تمامی اعمال پر محیط ہو  
حالا کہ قبل مویہ عبداللہ بن خطل نے بھی کتابت کی تھی جو کہنا تھا کہ اگر محمد بنی ہیں تو  
کیا ہوا ہم تو وہی کہتے ہیں جو چاہتے ہیں جو مرتد ہوا اور مفسرین قرآن سے ملتی ہوا  
اور برو زفتح کہ حضرت کے حکم سے قتل کیا گیا تو کتابت نے اوس کے فتاوت اور  
سو خاتمہ کہ کوئی لغع نہ دیا۔

اس طرح مویہ کے پہلے عبداللہ بن ابی سرح نے بھی کتابت کی اور مرتد ہوا  
کہنا تھا کہ ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں حضرت یریز حکم لکھواتے ہیں اور ہم علم کہتے ہیں  
حضرت فرماتے جس طرح چاہ لے۔ اس کے بارے میں تفنن بخلم میں ان فتویٰ علی اللہ نازل  
ہوا اور حضرت نے برو زفتح کہ اس کا خون مباح کیا تھا۔

بہر حال ایڈیٹر مسلمان کی دروغ گوئی بمقابلہ آریہ بھی ثابت ہوئی کہ تعداد چالیس  
سے انکار کیا تھا۔ حالا کہ علماء اہل سنت کے بیان سے چالیس سے زیادہ محسوس  
ثابت ہوئے۔

پھر بمقابلہ اہل حق بھی دروغ گو ہوئے کیونکہ مویہ کو اونہوں نے کاتبان وحی  
میں داخل کیا تھا حالا کہ معلوم ہوا محض غلط ہے وہ کاتبان وحی سے نہ تھا بلکہ  
کبھی شاید حساب کتاب لکھ دیا ہو۔

صاحب نضال نے صرف دو کافرون کا نام کاتبان میں لکھا ہے ایک عبداللہ بن  
خطل دوسرا عبداللہ بن ابی سرح جس کا حال آئندہ مذکور ہوگا۔ مگر ہم ایک تیسرے  
کافر کا نام بھی لکھتے ہیں جس کے کفر و نفاق میں کسی مسلمان کو عذر نہ ہوگا۔

تاریخ خمیس میں ہے صفحہ ۲۰۲ ملاحظہ ہو فی سیرۃ مصلطانی و بیہد و حصیہ

بن فہر و عبد اللہ بن ابی سہیل و ابی سلمہ بن عبد الامید و حاطب بن عمر  
بن حنظلہ بن سیرہ و غنظلی بن کاتبان و حضرت عیسیٰ بن یزید و حصین بن  
غیر و عبد اللہ بن ابی سہیل و ابو سلمہ بن عبد اللہ و حاطب بن عمر بن  
حنظلہ کا نام بھی لکھا ہے۔

حالانکہ حصین بن غیر و غنظلی و کاتبان امام حسین علیہ السلام سے پہلے کے  
میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔

پس اگر بعض کتابت و نسخہ کوئی نسخہ اوٹھا سکتا ہے تو حصین بن غیر یا وہ  
سحق ہے ایسے ابن ہجر نے اس میں شک کیا ہے حالانکہ ابن ہجر نے اس کو  
کاتب بنایا ہے۔ ملاحظہ ہو اصحاب جلد ۶ صفحہ ۲۲۔

مطابق روایات خبیثہ کاتبوں کی تفصیل یہ ہے کان علی یکتب القرآن  
و یکتب ایضا غیرہ و کان ابی بن کعب و بنو یزید بن ثابت یکتبان الی و کان  
نجد و عبد اللہ بن ابی کعب و یکتبان الی الملوک و علان بن عقبہ و عبد اللہ  
بن کلابہ و یکتبان القباہات و الزبیر بن العوام و جہم بن ابی صلیت یکتبان  
المصلح و حذیفہ بن یکتب صدقات القرو و قد کتب لہ عثمان و خالد و ابان  
ابن اسبجہ بن العاص و المغیرہ بن شعبہ و انصاری بن غیر و العلاء بن مسری و  
شرحیل بن حسنہ و الطائی و حنظلہ بن ربیع و الامدی و عبد اللہ بن ابی  
سہیل و هو الخاقانی و کتابة قلعة رسول الله و قد اذ قد و فی قاریخ الملائک  
انما افند البنی و ابن عباس و لے مصیبة لیکتب لہ فقل انما کمل ثوبه و البی  
و لوفیرغ من کله فقال البنی و لا شیخ الله بطند و مناقب شهر بن اشوب و البی  
کہ خباب امیر و زیادہ و روحی لکھتے تھے اور غیر روحی بھی۔ ابی بن کعب زید بن  
ثابت و روحی کی کتابت کرتے زید و عبد اللہ بن زید و بادشاہوں کے نام خطوط  
لکھتے۔ علاء بن عقبہ عبد اللہ بن زید و قتادہ بن زید کے کاتب تھے۔ حذیفہ بن یکتب  
تر لکھتے۔ عثمان و خالد و ابان و غیرہ ان میں سے ہیں۔ انصاری بن غیر و بن غیر و بن غیر

بن نیر۔ طاہری۔ شریل بن حسنہ لکھی۔ خطیب بن ریح اسدی۔ حمد الدین  
ابن مسرج نے بھی لکھا ہے جس نے کتابت میں خیانت کی تو حضرت نے اس پر  
لعنت کی اور وہ مرتد ہوا۔ تاریخ باذری میں ہے کہ حضرت سمیعہ کو بذریعہ  
ابن عباس بلوا ہوا کہ اگر آپ کے قہقہہ لکھا رہا ہے پر سنا تو وہ اس وقت کہا  
سے قانع نہیں ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا خدا اس کا بیٹ نہ بھرے۔

ہم نے جو یہاں تذکرہ ایڈیٹر مسلمان میں کچھ تفصیل سے کام لیا تو صرف  
اس ضمن سے کہ انسان کو ہمیشہ چاہیے حق کا پابند رہے، اسی کو کسی طرح  
نہ ہو خصوصاً وہ شخص جو بخیر صادقین کا ممبر بلکہ باقی ہو کہ ہر فی کس کے کرنام  
لکھو اے اور وہ اس طرح جمع ہوئے حالانکہ اگر چاہیں گے حوض سوبلکہ وہ  
سو کاتب بھی ہوں اور ایک نہیں ہر ارجواب بنائے اسلام یا بانی اسلام  
پر کوئی الزام نہیں آسکتا بلکہ وہ خود خاین اور جلسا ساز قرار پائے گا۔

دوسرا جواب

دو سال بعد اب یہ دیتے ہیں۔ مسلمان آئے اب ہم تمہارے پیش کردہ  
گواہ کی شہادت کی پڑتال کریں۔ عبداللہ کی شہادت جانتے ہو۔ کس  
وقت کی ہے نہ سمجھتے ہو تو مجھے سنو! یہ اس وقت کی ہے جو وقت یہ تمہاری  
طرح اسلام سے برگشتہ ہو کہ تمہاری ہی طرح اناب شہاب مانک رہا تھا کہ یہ  
تمہاری اس وقت کی شہادت اسلام کے برخلاف معتبر ہے کیا تم وہی نہ ہو  
جو کہتے ہو۔ میں مایہ سنیہ میں ضلع حیدر آباد سندھو میں تھا اور مایہ سنیہ  
میں تارید بنا اس طرح سے ہم سال میں تمام اسلامی دنیا کی سیر کر کے دس سال  
بعد اذین یہ وہی ہے۔ کیا تم وہی نہ ہو جو قرآن مجید کی تنقید کرتے ہو  
کہتے ہو کہ قرآن میں قرآن کا نام ہی نہیں۔ کیا تم وہی نہ ہو جس نے لکھا تھا کہ  
کہ قرآن دراصل قبل از ان سے مرکب ہے جس کے معنی ہیں پھر اب پتہ ہوا  
اس قسم کی شہادتیں اسلام اور اہل اسلام کے حق میں معتبر ہونگی یہی حال  
تمہارے اس گواہ کا ہے کہ مرتد ہو کر جو جہاں ہے کون روک سکتا ہے۔ آؤ

ہم تم کو ایک اور طرح سے بھی اس شہادت کا بود و بین نہاویں۔  
 اسی تمہارا گواہ آکر گاہ پر سلطان ہوا اور اس نے اسلام میں وہ گواہ  
 نمایاں کئے گئے بے ساختہ اس کے حق میں کہنا پڑتا ہے رضی اللہ عنہ  
 رحمۃ اللہ علیہ

سنو! حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الامتیعاب فی معرفۃ  
 الاضحاب میں اسی تمہارے گواہ عبد اللہ بن سعد کی بابت لکھتے ہیں۔

اسلم عبد اللہ بن سعد بن ابیہ المصنف و حسن اسلامہ علم فطیہ  
 شعی بنکری علیہ ثلاث و ثلاث عقان بعد ذلك مصنفی سنیۃ خمس و عشرين  
 و فقیہ علی بن یہ افریقہ سنیۃ سبع و عشرين الف

یعنی عبد اللہ بن سعد فتح مکہ کے دنوں میں تائب ہو کر پھر مسلمان ہوا اور  
 بہت اچھا مسلمان ہوا اور اس سے کوئی ناجائز کام ظہور پذیر نہ ہوا۔ حضرت  
 عثمان غلیفہ ثلث نے اس کو مہر کا حاکم مقرر کیا ۲۷ھ میں اسی کے ہاتھ  
 سے افریقہ فتح ہوا۔

بتلاؤ! اگر وہ اپنے بیان کو ذکر میں جو کتا تھا حضور ہی لکھواتے تھے  
 صحیح جاتا تو ایسی بدھرب میں بھر کیوں آتا اور کیوں اس قدر نمایاں خدمات  
 انجام دیتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا گواہ خود اپنی شہادت کو عداوت اور  
 بعض پرہیزی اور ناقابل قبول جانتا تھا اسی لئے ہم بھی اس کی شہادت کو تمہارا  
 نہ بیان کے ہم رنگ جانتے ہیں اور تمہارے حق میں بھی دعا کرتے ہیں کہ عبد اللہ  
 بن سعد کی طرح تمہارا بھی خاتمہ بالخیر ہو۔

سچا جیو! دیکھا ہمارا حوصلہ کہ ہم دیکھ اوٹھا کہ بھی تمہارے حق میں دعا کرتے  
 ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ  
 بخشدی اور بت نہاکی الی و اللہ شریعتی و غیرہ میں نہ تباہ نہاویں کیا

تقدیس :- آریہ کا جواب تو ہم لکھ چکے ہیں کہ اس روایت کو کی طرح ہی  
قرآن کا نقصان نہیں کیونکہ قرآن اس کا مدعی ہے کہ ہم کو کسی جلا نہیں سکنا  
نہ اس کا مدعی ہے کہ کوئی جمل نہیں کر سکتا نہ اس کا مدعی ہے کہ آتش و  
آب یا حضرت انسان کا ضرر ہم تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ وہ تو ہدیٰ لمتقین  
ہے لا یتدیہ الباطل من بین بد یہ و لا من خلقہ تنزیل من حکیم  
حمید روس کی شان ہے ۔

پس اقرار ہی مجرم کے جرم سے عدالت کی اور صفائی ہوتی ہے نہ کہ خود عدالت  
پر کوئی الزام عاید ہو تو دوسرے کے اقرار سے قرآن کی حقانیت اور اسلام  
روحانیت اور بھی نمایاں ہوئی کہ یہ جرم اوسکا ایسا تھا کہ مجرم فوراً مرتد کا  
بنادیا گیا رہا اوسکا یہ بیان کہ حضرت فرمانے کہ جب طرح چاہو لکھو تو یہ بھی  
خواص مجرمین سے ہے کہ وہ اپنے جرم کا کوئی عذر بھی بنا لیتے ہیں جس کی  
کذابیت و دروغ گوئی خود حکم ارتداد سے ظاہر ہے کیونکہ اگر خود حضرت ہی دوس کی  
اجازت دے ہوتے تو پھر کس عقل سے حضرت اوسکو اسوجہ سے مرتد قرار  
دیتے جس پر روایت یہ واقعہ بجائے خود دلیل حقیقت قرآن ہے کہ وہ ایسا  
منزل من المد ہے کہ دو ایک حرف کے تغیر سے مرتد قرار پایا اور واجب القتل  
نہ صرف یہی ایک شخص بلکہ عبد المد بن خطابی جو اسی جرم میں قتل کیا گیا اور  
یہ بوجہ عثمان بیچ گیا کہ تعمیل حکم رسول نہ ہوئی جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا ۔

اب آریہ انصاف کرے کہ اس واقعہ سے قرآن کی کیسی حقیقت کہی کہ جبکہ  
وہ مدغم کا بےیدی دیکھتے تھے اور جسکی شہادت کو وہ نہایت وزنی سمجھتے تھے  
اوسنے کس طرح قرآن کی حقیقت و عظمت کو نمایاں کیا کہ اوس میں ہزارے  
جمل بنانے کی علت میں مرتد و واجب القتل قرار پایا تو پھر کون کہہ سکتا ہے  
کہ یہ کتاب مجھولی کتاب ہے یا اس میں انسانی تصرف کو دخل ہے کیونکہ یہ تو  
بدیہی ثابت ہے کہ وہ زمانہ اسلام کا تھا ضرورت تھی کہ جہاں تک ارتداد و مرتد



ایسی حالت میں صرف اس جرم پر کافر بنا کر نکالنا خود تبارک ہے کہ یہ ایسا جرم تھا کہ اوس کے مقابلہ میں نہ کسی مصالحت پر نظر کی گئی کسی ضرورت پر بلکہ واجب القتل و کافر قرار پایا۔

مسلمان نہ معلوم کس بنیاد پر اس شہادت کو اسوجہ سے نامعتبر کرتا ہے کہ اوس وقت کی شہادت ہے جس وقت یہ تمہاری طرح اسلام سے برگشتہ ہو کر تمہاری ہی طرح اناپ شناب ہانک رہا تھا، کیونکہ اصول مناظرہ و دعوہ یہی ہے یا تسلیم دعویٰ حریف یا انکار آپ انکار کر رہے ہیں تو اس کے نتائج پر غور کیجئے کہ اولاً آپ کے وہ علماء مورد اعتراض ہوتے ہیں جنہوں نے حالت کفر میں اس سے روایت کی۔ حالانکہ روایت کافر بالاتفاق نامقبول ہو تو پھر بتائے آپ کے علماء کیا ہے جنہوں نے کافروں کی روایتیں قبول کیں پھر ابوسفیان کی وہ روایت بھی ناقابل قبول ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ابوسفیان نے قیصر روم سے حضرت کے حالات کو بیان کیا کیونکہ وہ بھی تو روایت حالت کفر کی ہے اس طرح کی حدیث حدیثیں صحاح ستہ کی جاتی ہیں تا نیا پھر آپ کو وجہ ازمداد بتانا ہو گا تا نثار وجہ قتل کہ حضرت فی کیوں اوس کے قتل کا حکم دیا۔

چونکہ شہادت مذکورہ دو چیز سے مرکب ہے ایک یہ کہ وہ حمل بنانا تھا اور یہ کہ حضرت اوس کی تقدیر فرماتے تو آپ پہلے جز سے انکار کر سکتے ہیں کیونکہ کفر وارزداد و حکم و جوب قتل مسلمین کا متفق علیہ ہے نہ دوسری چیز سے کیونکہ نزول قرآن سات حرفو غیر آپ کے مسلمات سے ہے پھر اس میں بھی واقعہ کا انکار کب ممکن ہے اور کیا فائدہ ہے جبکہ اسکے مماثل صد بار روایتیں آپ کے یہاں مسلم ہیں۔

اخصوس صد اخصوس کہ آپ حضرات پر جو مصیبت آتی ہے وہ مصیبت صحابہ پرستی سے جسکی وجہ سے نہ آپ قرآن کی حقیقت غیروں کے مقابلہ میں بت

کر سکتے ہیں نہ اسلام کی نہ رسالت کی نہ اعجاز کی کیونکہ آپ فرماتے ہیں ”یہی  
تمہارا گواہ آفرکار پر مسلمان ہوا اور اس نے اسلام میں وہ کار نامہ نمایان  
کئے کہ بے ساختہ دوسرے کے حق میں کہنا پڑتا ہے رضی اللہ عنہ وارضاه  
جس سے پہلے تو یہی نہیں معلوم ہوتا کہ اس تقریر سے فائدہ کیا ہو کیونکہ جب  
اوس کے بیان کو حالت کفر میں نامعبر کہ چکے ہیں تو کم سے کم آپ پر لازم تھا کہ  
ابعد اسلام اوس قول کی تردید اوس کے کلام سے دکھاتے اور جب یہ نہیں  
دکھا سکتے تو اوس کا قول سابق مسلم ہو گیا کیونکہ وہ مسلمان مان لیا گیا۔ تو  
اس سے آریہ کی تائید ہوئی نہ آپ کی خصوصاً جب اوس کے کار نامے  
نمایان کو اس قابل جان رہے ہیں کہ بے ساختہ رضی اللہ عنہ وارضاه  
کہنا پڑتا ہے۔

۱۰۔ اسی مدعی اسلام اگر تو سچا مسلمان ہوتا تو کہتا یہ مرتد تو ایسا مرتد تھا کہ بعد از تہذیب  
اور قبول اسلام ظاہری بھی وہ مرتد ہی رہا تو ”پر مرتد ہو کر جو جی جا رہے کہ  
کون روکتا ہے“ کیونکہ اگر حسن اسلام کسی وقت میں بھی قبول کرو گے  
تو وہی خرابی لازم آئے گی کہ گھر کا بھیدی کہلائیگا۔

دوسرے جن آریوں کے سامنی آپ اوس کے اسلام کو ظاہر کرتے ہیں  
کیا وہ استیغاب (جس سے آپ نے بھی نقل کیا مگر ملاحظہ صفحہ ۳۴۱) اسی  
بارے میں آپ مسافر پر اعتراض کر چکے ہیں انکی یہ عبارت آپ کو  
نہ دکھا میں گے جب آپ نے چھوڑ دیا ہے۔ صفحہ ۳۴۲ جلد اول مطبوعہ حیدرآباد دکن

عبد اللہ بن ابی مسرح اسلم قبل الفتم وھاجر وکان یکتب الوحی  
لرسول اللہ ثم ارتد مشرعا وصادا لی قریش بجملة فقال لھم لی کنت  
احدکم ثم ادید کان علی عنہ عز ووجلہ فیکفون نعم کل صواب  
علما اللہ بن ابی مسرح اسلم قبل الفتم وھاجر وکان یکتب الوحی  
لرسول اللہ ثم ارتد مشرعا وصادا لی قریش بجملة فقال لھم لی کنت  
احدکم ثم ادید کان علی عنہ عز ووجلہ فیکفون نعم کل صواب

سعد بن ابی مسروح اسی عثمان وکان اخاه من الرضا امرضه ۴۴  
عثمان فغيب عثمان حتى اتى به رسول الله ۴ بعد ما اطمان اهل مكة  
فامستامنہ ۴۵ فصحت رسول الله ۴ طويلا ثم قال فممن فلما انصرف عثمان  
قال رسول الله ۴ لمن حاله ما هو متاعا لبقوم اليه لبعضكم فيضرب عنقه  
وقال رجل من الانصار ضلوا او مات الى رسول الله فقال ان النبي لا  
ينبغي ان يكون له حاشية الا عين -

یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی مسروح قتل فتح مکہ مسلمان ہوا اور نبوت کر کے پیش  
آیا۔ رسول اللہ کے لئے وحی لکھنا تھا پہر مشرک ہو کر مرتد ہوا اور مکہ چلا گیا  
وہاں کتنا تھا کہ ہم جدہر جاتے تھے گو پیہرا کرتے کہ وہ عزیز حکیم لکھواتے تو ہم عیلم  
حکیم اور حضرت فرماتے کہ سب صواب ہی۔ جب روز فتح مکہ آیا تو حضرت نے  
اوس کے قتل کا حکم دیا اور نیز عبداللہ بن خطل (اس کے بھی ایسے ہی اعمال  
تھے) اور نقبس بن صبابہ کے قتل کا اور فرمایا کہ اگرچہ پردہ ہائے خانہ میں اوسکو  
پاؤ تو وہاں بھی اوس کو قتل کر دو۔

عبداللہ بن ابی مسروح بہاک کر عثمان کے پاس آیا جو اوسکا رضاعی بھائی تھا  
کیونکہ مادر عبداللہ نے عثمان کو دودھ پلایا تھا تو عثمان نے اوس کو چھو اویا  
جب اہل مکہ مطمئن ہوئے تو عثمان اوس کو لے کر خدمت رسول میں آئے اور  
طالب امان ہوئے۔ حضرت نے بہت دیر تک سکوت کیا اوس کے بعد کہا  
جب عثمان چلے گئے تو حضرت نے اپنے گرد کے اصحاب سے کہا ہم نے دیر تک  
اس لئے سکوت کیا تھا کہ تم میں سے کوئی اوٹھ کر اوس کو قتل کر دے تاکہ  
شخص نے کہا کہ آپ نے اشدہ کیوں نہ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا نبی کو خاتہ الاثر  
نہ ہونا چاہیے کہ اگر کسیے اشارہ کرے ۴۶

خود نہ کر و شخص اس طرح اسلام کو قبول کرے اس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے  
آخرا کہ ہر مسلمان ہمارا کیونہ اگر مسلمان ہو گیا ہو تو آپ صحابہ پر قہر ہے

کہ اپنے اسلئے سکوت کیا کہ تم میں سے کوئی اس کو قتل کر دے۔

آپ کو نذر تہورات گردش مرداباد سے کہ ہمیشہ پر جلسہ میں جا کر دو دو چرخ لڑا میں کہ  
فرصت جو کتابوں کو دیکھیں اور حق کو دریافت کریں دیکھئے تاریخ خمیس جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۰  
میں نوٹوں گون کے حالات جن کے قتل کا حضرت نے حکم دیا تھا۔

بیان اون صحابہ کا جسکے قتل کا  
حضرت نے فتح مکہ میں حکم دیا تھا  
اون کے جو ایک کیا تھے جس سے عبداللہ بن ابی

سرج کے اسلام پر بھی روشنی پڑے گی اور آئندہ تحقیقات میں فائدہ ہو گا اس کو ہم خوف  
طوالت صرف ترجمہ تاریخ خمیس پر بالا اختصار اکتفا کرتے ہیں۔

تاریخ خمیس صفحہ ۹۹ جلد ۱ میں ہے۔ حضرت نے سرداران لشکر کو حکم دیا تھا کہ مکہ میں  
صرف اونہیں لوگوں سے لڑنا جو تم لوگوں سے جنگ کریں۔ اور گیارہ مرد اور چھ عورتوں  
کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کو حل میں پار یا حرم میں قتل کرنا اگر چہ پردہ ماسی کعبہ کے  
نیچے ہوں۔ اول عبداللہ بن خطل ہے جو اولادِ تم بن غالب سے تھا۔ قبل فتح مکہ مدینہ  
آ کر مسلمان ہوا حضرت نے اسکو ایک قبیلہ سے صدقہ وصول کر نیکی بھیجا اوسنے اپنے  
ساتھی کو جو مسلمان تھا حکم دیا کہ کھانا طیار رکھنا یہ کہہ کر وہ سو گیا اوس مسلمان نے  
مطابق حکم کہا ناہین طیار کیا۔ جب سو کر اٹھا اور کھانا تیار نہ پایا تو قتل کر ڈالا اسکے  
بعد مرتد ہو کر بھاگ گیا اس کی دو لونڈیاں تھیں جو حضرت کی بہو کر تھیں اور گایا کرتیں  
حضرت نے تینوں کے قتل کا حکم دیا۔

جب حضرت داخل مکہ ہوئے تو وہ خانہ کعبہ میں بنیاء گزین ہوا۔ حضرت طواف  
کر رہے تھے کہ کہنے لگیا یہ عبداللہ بن خطل ہے جو پردہ کعبہ کو پکڑے ہوئے ہے حضرت نے  
حکم دیا کہ میں قتل کر دو چنانچہ وہ وہیں قتل ہوا۔ ابو بزرہ اسلمی اور سعید بن حریت کی  
شرکت سے قتل ہوا۔ صفحہ ۱۰۰

ہمکے متعلق ہم پہلے لکچے ہیں یہ بھی خوب کرتا تھا لہذا تین جرم ہوا۔ حریت

ارتداد۔ قتل ناجائز۔ جس سے حضرت نے عین غمانہ کعبہ میں قتل کا حکم دیا اور چونکہ اس کا کوئی حمایتی وہاں قریش سے نہ تھا اور قبیلہ الفزار کے ابریزہ اسکی موجود تھے لہذا وہ قتل ہو گیا یہ اکثر سمیعاً جسد کو علیہا حکما حکما کرتا علیہا حکما کی جگہ غصہ اور دھماکا تھا اس طرح کی بہت سی خیانتیں کرتا یہاں تک کہ اس نے کہا محمد بنین جلستے کیا کہتے ہیں جب خیانت اسکی ظاہر ہوئی تو مدینہ میں نہ پڑ سکا کہ بہاگ گیا، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ بیان صرف اوسیکا بنین ہے بلکہ عامی بھابھ جانتے تھے اور وہی راوی ہیں تو پھر ایڈیٹر مسلمان کا یہ بیان غلط ہوا جو وہ کہتے ہیں ”یہ اسوقت کی شہادت ہو جبکہ وہ تنہا ہی طرح اسلام سے برگشتہ ہو کر اناب شناس ہانک رہا تھا، کیونکہ یہ صرف اوسیکی ہانک ہے بلکہ یہ شہادت اُن صحابہ کی ہے جن سے واقعات اسلام نقل ہیں۔“

دوسرا عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح برادر رضاعی عثمان تھا۔ کشف معالم التنزیل میں ہے کہ سورہ مومن حضرت لکھواتے تھے جب آیہ فقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین کو آیہ ثم انشأنا خلقا کے آخر تک لکھا تو خود بخود اس کی زبان سے نکل گیا فتبارک الله احسن الخالقین حضرت نے کہا یوہنین نازل ہوا ہے لکھو ہے او بیہ عبد اللہ نے کہا کہ اگر محمد بنی میں تو ہم بھی بنی میں کہ ہمیر بھی وحی آتی ہے اس کے بعد کافر ہو کر کھچلا گیا۔

اس واقعہ کو اہل سنت نے اس موقع پر لکھا ہے کہ صحابہ کا کلام بھی داخل قرآن ہے جس سے آجکل آریہ اور عیسائی بہت سند آرہے ہیں حالانکہ یہ دلیل حجابت ہے کیونکہ بعض کلام ہوتا ہے کہ خود بخود سامع اس کے بعد دل سے کلام کو پڑھ دے یا بخیر اکثر مشیون میں اپنے سنا ہو گا کہ ابھی شاعر نے ایک مصرع کہا پڑیا ایک مصرع کا ایک بڑے سننے والوں نے قبل پڑنے شاعر کے چڑھ دیا۔

حوب کا یہ شعر اور یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ امرء القیس شاعر کو ایک دشمن نے قتل کرنا چاہا۔ امرء القیس نے وقت قتل کہا کہ ہم کو تو قتل کرتے ہو مگر ایک مصیبت

ہے کہ یہ مصرع ہمارے لڑکیوں سے جا کر کہہ دیا گیا بنتیہ امر القیس ان ابامکنا  
قتل کو عرب تھا مگر مذاق سخن سے ناواقف تھا سمجھا کہ اس کے کہنے میں کوئی  
عذر نہیں چنانچہ بعد قتل جا کر لڑکیوں سے کہا کہ تمہارے باپ نے یہ پیغام دیا ہے نہ خبر  
مگر کہا ہے نہ دوسرا کوئی واقعہ۔ مگر لڑکیوں نے سنتے ہی دوسرا مصرع برجستہ کہہ دیا  
قد قتل وقتلہ لہ امنا کہ اب دونوں کے یہ معنی ہوئے۔ اور وہ لڑکیاں لہو القیس  
کی ضرور باپ تم دونوں کا۔ قتل کیا گیا اور قاتل اس کا تمہارے پاس ہے۔

مصرع اول ایسا تھا کہ اوس کا جواب سوائے اس مصرع کے دوسرا مصرع ہو  
نہیں سکتا تھا اور اسی نیت سے امیر القیس نے پہلا مصرع کہا تھا کہ اگر دوسرا مصرع  
کہتا تو قاتل اس پیغام کو ہرگز نہ پہنچاتا۔

اسی قبیل سے برہنہ روایت یہ واقعہ ہے کہ ثم انشاناہ خلفا آخر کا تھا ضاہری یہ  
تھا کہ فقبارک الد اس حسن الما القین کہاجاے جس کو عبد اللہ نے قتل پڑھے حضرت  
کے پڑھے دیا۔

علماء اہل سنت نے اس کو کلام عبد اللہ بن ابی مرہج نہاد یا حالانکہ یہ کلام خدا ہی  
جسے حضرت لکھو ارہے تھے مگر قبل اس کے کہ حضرت لکھو امین بقضاء مقتضای حقام  
ابن ابی سحیح کے منہ سے نکل گیا۔

بہر حال تاریخ قمیس میں ہے کہ عبد اللہ اپنے برادر رضاعی عثمان کے پاس آکر  
پناہ گزین ہوا ایک انصاری نے نذر کیا تھا کہ جہان عبد اللہ کو پالین گے قتل  
کرینگے چنانچہ اس نیت سے تلوار اپنی دوش پر رکھ کر آیا اور حضرت کے پاس بیٹھا  
دیکھا جس سے وہ رک گیا کہ حضرت کے سامنے کیونکر قتل کریں۔

عثمان نے اس بایعین بہت مبالغہ کیا اور حضرت ہمیشہ تلوار اٹھ کر یہی بیان  
کرتے کہ عثمان نے کہا ہم نے اس کو آمان دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
چپ رہے آپ نے کہا کہ مان اور ہاتھ پیلا یا بیعت لی جب عثمان و عبد اللہ  
و مان سے باہر آئے تو حضرت نے فرمایا کہ جئے اس نے اس قدر سکوت کیا کہ کوئی

تم سے اونٹن کرواؤ کی گردن مارے اور اوس انصاری سے کہا تو نے اپنی نذر کیوں نہ  
یوری کی اوسنے کہا ہم صرف آپ کے خوف سے چپ رہے آپ نے اشارہ کیوں نہ  
کیا حضرت نے فرمایا نبی کو اشارہ نہ کرنا چاہیے۔

کہئے ان روایات سے آپ کو کیا معلوم ہوا (۱) ان صحابہ کی پہلے درجہ کی ایمان داری  
کہ حضرت اس طرح کا حکم صریح بقل اوسکے دین اور اس طرح کی تاکید فرمائی کہ اگرچہ  
وہ پردہ ہائے کعبین بھی پہنچے ہو تو نہ جھوٹا اور ان صحابہ نے اوس حکم سے چشم پوشی  
کی (۲) عثمان صاحب کی کمال درجہ لٹی ایمان داری اور با حیا لٹی کے حضرت کی بلکہ خدا  
عالم کے جرم کافر و مرتد کو صرف بخیاں قرابت اس طرح پیدا دیا کہ خدا کا حکم نافذ ہو گیا  
پھر خلافت میں اگر یہ لوگ ایسے ہی ایمان داری تو کیا تعجب ہے (۳) اوس صحابہ کی  
بے پردہ لٹی بہ خیال عثمان کہ وہ حضرت کے سامنے حاضر ہے اور حضرت بار بار اوس  
سے منہ پھیر رہے ہیں مگر کسی کو اسکا خیال نہ ہوا کہ اسکو قتل کر ڈالیں (۴) حضرت کا  
اوسکے اسلام کو بہ کراہت قبول کرنا۔ (۵) حضرت کا اپنے صحابہ سے اسوجہ سے ناراض  
ہونا کہ اوہوں نے حضرت کے حکم کی تعمیل نہ کی (۶) حضرت کا اوس انصاری سے شکوہ  
جنہ نذر کیا تھا کہ ہم اوسکو جہان بائیں گے قتل کرینگے تو کیا اس کے کوئی کہہ سکتا  
اوسکا اسلام سمجھا تھا اور حضرت اوس سے راضی تھے جس سے اوہیں مسلمان  
نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ مسلمان ہوا اور صاحب استیفاء بنے کہا حسن اسلام جیسا  
آگے آتا ہے۔

تیسرا وہ شخص جکا خون آپ نے بہ کیا تھا عمر بن ابو جہل ہے یہ کہہ سے بہاگ کر  
سمندر کی طرف گیا کہ وہاں سے سوار ہو کر کہیں بہاگ جائیں کشتی چلنے میں رک  
گئی۔ ملا حون نے کہا جب تک لا الہ الا اللہ نہ کہو گے نجات نہ پادو گے۔

دوسری روایت میں یہ کہ وہ پین گیا تھا وہاں اوسکی زوجہ بھونچی اور وہ حضرت  
حکم امن حاصل کر کے گئی تھی وہی سمجھا کر لای جسکو حضرت نے قبول کیا۔ یہ جنگ ہر  
میں یہ عہد ابو بکر قتل ہوا ص ۲۰۲۔

چوتھا جو یرث بن تئید بن دسبن عبد قسی تھا یا پھر ان صبار بن اسود تھا جو ہمیشہ حضرت کو مکہ میں ایذا دیتا اور جب حضرت زبیب جنگواہلسنت بنت رسول اللہ کہتے ہیں مکہ سے مدینہ جانے لگی ہیں تو نیزہ چھایا جس سے وہ اونٹ سے گر پڑے۔ اور اسقاط ہوا لہذا حضرت نے ان دونوں کے قتل کا حکم دیا تھا جو یرث کو تو جناب امیر نے قتل کیا اور صبار پور شیدہ ہو گیا چند روز بعد اسلام لایا اور حضرت نے اس کا توبہ قبول کیا۔

مختار بن ضبابہ کنہی ہے جس کا بہائی قبیلہ انصاریں مارا گیا قاتل کا پتہ نہ معلوم ہوا تو حضرت نے خون بہا دلوا دیا سپہی اوس نے ایک مسلمان کو بلا وجہ قتل کر ڈالا صرف اس غم سے کہ کہا جاوے خون کا بدلہ لے لیا۔ اسوجہ سے حضرت نے اس کا خون بھی حلال کیا اور وہ بھی بردہ خانہ کعبہ کے پاس قتل کیا گیا مسئلہ

سالتوان صفوان بن ابیہ بھی حضرت کو ایذا دیتا تھا عمر بن وہب کی سفارش پر حضرت نے اسکو بھی امان دیا جنگ طائف وغیرہ میں حضرت نے نوا ذرہ اس سے عاریت لئے تھے جسے حضرت نے پھر ستر دے بھی کیا جب مال غنیمت آیا تو یہ اس طرح گھوڑے لگا لگا کر اٹھ اوسکی بیٹی ہی رہتی تھی حضرت نے وہ سب اسکو دیدیا۔ جسے کہا اوسنے کیا ایسی بخشش غیر بی سے نہیں ہو سکتی اس کے بعد مسلمان ہوا۔

آہم وان حارث بن طلالہ تھا جو حضرت کو بہت ایذا دیتا تھا اسکو جناب امیر نے قتل کیا۔

نواں کعب بن زبیر بن ابی سلمی ہے جو حضرت کی بہت جو کرتا آخر میں وہ قصیدہ بانٹ سعاد قطابی الیوم مبتول کہہ کر لایا اور اسلام لایا حضرت نے اسلام اسکا قبول کیا۔

دسوان وحشی ہے قاتل حضرت حمزہ جو پہلے طائف بھاگ گیا تھا وہاں سے آکر اسلام لایا حضرت نے قبول کر کے فرمایا تو قاتل ہمارے چچا حمزہ کا ہے لہذا ہمارا سامنا نہ کیا کر۔

اگیا رملوان عبداللہ بن زکوی شاعر ہے یہ بھی جو کرتا تھا۔ بخران کی طرف بھاگ گیا تھا وہاں سے آکر اسلام لایا اور حضرت نے قبول کیا۔

ان حالات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت نے جسکے قتل کا حکم دیا تھا اسکا خاص سبب تھا اور جو قتل سے بچ گیا اور اسلام لایا تو حضرت نے سب کا اسلام قبول کیا یہاں تک کہ وحشی قاتل حضرت حمزہ کا۔ مگر عبداللہ بن ابی سلمی کا اسلام ایسا تھا کہ حضرت اس کے قتل نہ کرنے پر اپنا



عتاب صحابہ پر ظاہر کرتے تھے حالانکہ اوس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ کوئی اور جرم بڑا کئے کہ قرآن میں جل سازی کرتا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اس جرم کو کیسا سنگین جانتے تھے۔ اور ہرگز خوش اور راضی نہ تھے بدرجہ مجبوری قبول کیا تھا۔

رہیں وہ چھ عورتیں جن کا خون حضرت نے ہر لپکا تھا ایک ہندہ بھی مادرِ معویہ نے جس نے حضرت عمرو کا جگر کھوا کر کھانا چاہا تھا۔ حضرت نے عام حکم دیدیا تھا کہ اسکو قتل کرنا۔ مگر عمر صاحب نے عمرؓ اوسکو بچا لیا کیونکہ بعد فتح مکہ جب حضرت عورت و مرد سے بیعت لینے لگے تو عمر کو اپنے نیچے بٹھلایا کہ عورتوں سے بیعت لین تو ہندہ چھپکرائی ہے اور حضرت نے شرائط بیعت بیان کرنا شروع کیا کہ شرک نہ کرو مال نہ چورادو تو ہندہ نے کہا ابوسفیان (شوہر) مرد کھیل ہے اگر کچھ اوسکے مال سے بچا لین تو ابوسفیان نے کہا ہننے اوسکی اجازت دی تب حضرت نے اوسکو بچانا اور تبسم کیا اور عمر صاحب تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے فضیلتِ عمر حتیٰ

استغفری۔

عمر صاحب کی پھنسی اسپر تھی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ اپنے بچوں کو قتل نہ کیا کرو تو اوپر ہندہ نے کہا ہم لوگ تو پھنسنے میں پروش کرتے ہیں اور بڑے ہونے پر آپ قتل کرتے ہیں تو آپ جاہلین اور وہ اسی پر عمر صاحب ہنستے تھے جسکا مطلب اہلسنت یہ نکالتے ہیں کہ اوس زمانہ کی عورتیں کیسی دلیہ ہوئیں۔ حالانکہ حضرت کا اشارہ اس طرف تھا کہ یہی ہندہ ایک جلشی سے پھنسی ہوئی تھی جس سے اگر سیاہ کچھ جنتی تو قتل کر ڈالتی اور اگر ایسے رنگ کا ہوتا تو رہنے دیتی حضرت کا تبسم اسپر تھا اور عمر صاحب کی پھنسی غالباً اسی پر ہوا اسپر کہ کس طرح ہننے دھوکھا دیا مگر ہندہ کو بچا لیا اور اب وہ اس بیانی سے تقریر کرتی ہے۔

دوسری تیسری وہی دونوں نڈیاں ابنِ خطل کی توجہ حضرت کی چوکا یا کرتیں چوٹھی تھیں اوس کی بھی جبین سے دو توماری گلیں اور ایک کو امان ملا۔

پانچویں لوندی عمرو بن مسمیٰ بن ہاشم کی تھی جو حاطب بن بلتعہ کا خطا لگیمی تھی مگر اسکو امان دی گئی۔

جھٹی ام سعدا رب ہے جو قتل کی گئی۔

غرض اگرچہ یہ سب کافر تھے جس میں بعض قتل ہوئے بعض کو امان دی گئی مگر حضرت نے کسی کے بچ جانے پر یہ عتاب نہیں کیا جو عبداللہ بن ابی سرح کی نجات پر حضرت نے عتاب کیا تو پھر کون کر لوی کہہ سکتا ہے کہ حضرت نے خوشی سے اس کا اسلام قبول کیا ہو۔

ربا یہ جملہ کہ اس نے اسلام میں وہ کارہائے نمایاں کئے ایسا جملہ ہے کہ جس سے آپ اور آپؐ اسلاف کا اسلام ٹپکا پڑتا ہے کیونکہ اگر یہ افعال اس کے محمود ہوتے تو رسول اللہؐ اس کے قتل نہ ہونے پر افسوس کیوں کرتے۔

آپ حضرات کا اصول تو صحابہ کی مع سرائی میں تین ہی ہے (۱) جس قدر سرت سرتی شخص سے ناراض ہوں وہ آپکا ممدوح ہے (۲) جس قدر اس نے حق اہلیت کی حق تلفی کی ہو وہ ممدوح ہے (۳) جس قدر دنیاوی عروج حاصل کیا ہو وہ آپ کے نزدیک ممدوح ہے۔

ذکر عبداللہ بن ابی سرح | عبداللہ بن ابی سرح کا ذکر عہد شیخین میں تو نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی کام اس نے کیا ہو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے شیخین بھی اس سے خوش نہ تھے مگر خلافت عثمان کے وقت سے اس کا نام تو تاریخ میں آنے لگا ہے چنانچہ پہلا کار نمایاں اس کا یہ ہے تاریخ کا مل میں ہے۔

فقال عماران اردت ان لا یختلف المسلمون فباع علیا فقال المقداد بن الاسود صدق عماران با یعت علیا قلنا سمعنا واطعنا۔ وقال ابن ابی سرح ان اردت ان لا یختلف قریش فباع عثمان فقال عبد اللہ بن ابی ربیعہ صدقت ان با یعت عثمان قلنا سمعنا واطعنا فبسم ابن ابی سرح فقال عمار متی کنت تنصع المسلمین فتکلم بنوہا شتم وبنو امیہ صلبہ

یعنی جب عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ ہمارے مشورہ و کسکو خلیفہ کریں تو حضرت عمار نے کہا اگر چاہتے ہو کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو تو حضرت علیؑ کی بیعت کر حضرت مقداد نے کہا جی ہاں عمار! اگر علیؑ کی بیعت ہوگی تو ہم سب مطیع و منقاد رہیں گے (عبداللہ بن ابی سرح نے کہا کہ اگر چاہتے کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کی بیعت کرو عبداللہ بن ربیعہ نے اسکی تائید کی جس پر ابن

ابی سرح نے تبسم کیا تو حضرت عمار نے کہا۔ تو کس زمانہ میں مسلمانوں کا خیر خواہ رہا۔  
اڈیٹر صاحب چونکہ صحابہ پرست ہیں لہذا تصدیق کلام حضرت عمار میں عذر نہ ہو گا جو فرماتے  
ہیں کہ ابن ابی سرح تو کسی زمانہ میں بھی خیر خواہ مسلمان نہ تھا۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اغراض مسلمانین میں اور اغراض قریش میں فرق  
تھا کہ مسلمانوں کیلئے حضرت علیؑ کے خلافت کی ضرورت تھی۔ اور اغراض قریش کیلئے عثمان  
کے خلافت کی۔ تو کیا اس تفریق کا بانی ابن ابی سرح کہلا سکتا۔ کیونکہ اگرچہ علیؑ حالت میں یہ  
تفرقہ تو وقت وفات رسولؐ سے دکھلایا گیا کہ حضرت نے مسلمانین کیلئے جناب امیرؑ کو خلیفہ کیا۔  
مگر قریش نے اپنے اغراض ذاتی کیلئے ابو بکرؓ کو بنایا مگر اسکا اظہار نہیں کیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کی  
یہ غرض ہے اور قریش کی یہ غرض۔ اسکا اظہار آج پہلے پہل ہوا۔ اگر اس کا رنایان پراڈیٹر  
صاحب نے رضی اللہ عنہ کہا ہے تو مبارکباد۔

دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ بروایت استیعاب عثمان نے شہدہ بن اسلم مصر کا حاکم بنایا جسکے  
ہاتھ سے افریقہ فتح ہوا مگر یہ ہوا فلما فکلاہا عثمان وعزل عنہا عمرو بن العاص جعل  
عمرو بن العاص یصل علی عثمان ایضاً ویولب علیہ ویسعی فی فساده منہ فلما  
بلغہ قتل عثمان وکما معتزلاً بفلسطین قال انی اذا اکل کبکرت قرحہ اومیتہا ۱ و  
عنہا ۳۹۹

یعنی عبداللہ ابن ابی سرح کو جب عثمان نے والی بنایا اور عمرو بن عاص کو مغرول کیا تو  
عمرو بن عاص نے عثمان کے بار میں طعن کرنا شروع کیا تو لوگوں کی مخالفت پر آمادہ کرتا اور  
بہادت کی کوششیں کرتا جب عثمان مارے گئے اور یہ خبر عمرو عاص کو ملی تو عمرؓ نے  
کہا جب ہم کسی زخم کو کھاتے ہیں تو اسکو اچھی طرح خون لود کرتے ہیں۔ یہ دوسرا کارنامہ  
ہے عبداللہ بن ابی سرح کا جسپر اڈیٹر صاحب مسلمان کو نہایت خوشی سے مبیاحتہ کہا چاہیے  
رضی اللہ عنہ وارضاه۔

چونکہ یہ ایک ہیبت بڑا تاریخی واقعہ ہے۔ اسلئے اسکی کچھ تفصیل ضروری ہے۔  
بعد قتل عمرؓ تمام مسلمانین کی خواہش یہ تھی کہ جناب امیرؑ کی بیعت کی جائے مگر عبدالرحمان

بن عوف نے یہ شرط پیش کی کہ کتاب و سنت کے ساتھ سیرت شیعین پر بھی عمل فرمائے حضرت نے انکار کیا۔ عثمان نے قبول کیا لہذا اس مرحوم مسئلہ کو ان کی بیعت بخلافت لی گئی اور وہ غلطی ہوئے۔

سعد بن ابی

پہلا کام یہ کیا کہ مغیرہ کو حکومت کو فہ سے معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ یہ وہی سعد بن ابی وقاص بن جبکلیثا عمر بن سعد قاتل امام حسین ہے۔ اسی سعد کے بار میں جناب میثرنے عمر کے شوری مقرر کرتے وقت فرمایا تھا جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے و تلقاہ عمہ العباس فقالت عدلت عنافقال وما علمک قال قریب عثمان وقال کونوا مع الاکثر فان راضی راجلان رجلاً ورجلاً رجلاً فکونوا مع الذین فیہم عبد الرحمن فیسعد لایحالف ابن عمہ و عبد الرحمن صہ عثمان لا یختلفون فیولیہما احدہما الا اخر فلو کان الاخران معی لایستغاثا یعنی حضرت علیؓ جب عمر کے پاس سے باہر آئے تو چچا عباس سے ملاقات ہوئی فرمایا اے چچا افسوس ہے بخلافت جیسے کسی حضرت عباس نے پوچھا کیونکر معلوم ہوا فرمایا ہمارے ساتھ عثمان کو بھی جملہ بنایا۔ اور کہا بسط کثرت ہوا دہری خلافت ہو۔ اگر دو آدمی ایک کو انتخاب کریں۔ اور دو دوسرے کو تو اس طرف خلافت ہوگی حدیث عبد الرحمن بن عوف ہو۔ پس سعد بن ابی وقاص اپنے ابن عم عبد الرحمن سے جدا نہ ہوئے۔ اور عبد الرحمن عثمان کو چھوڑ گئے کیونکہ دونوں میں رشتہ دامادی ہے پس باتو دونوں کو عبد الرحمن کو خلیفہ بنائیں گے یا عثمان کو تو دو آدمی اگر ہمارے ساتھ رہے بھی تو کیا فائدہ ہوگا۔

اسی معاویہ کا یہ ملکہ عثمان نے سعد کو حاکم کو فہ مقرر کیا حالانکہ عمر اس کو معزول کر چکے تھے بلکہ ان کا قتل ہو چکا تھا۔

ششمین سعد کو کو فہ سے معزول کر کے ولید بن عقبہ بن معیط کو ولی کو فہ مقرر کیا جس نے شرا بخواری کی اور عثمان نے چاہا کہ اسے حد جاری ہو کر جناب میثرنے مجبور کیا۔

تاریخ کامل میں ہے و ہوا نحو عثمان لامہ مسئلہ یعنی ہوا دہری یہاں تھا عثمان کا اور دہری رشتہ ہے چچا ابی طالب کا۔

سعد بن ابی وقاص کو عثمان کی معاونت کا صرف اس قدر فائدہ ہوا کہ سال بھر والی کو ذرا  
بہاؤ نہ دی خسر الدینا والآخرہ۔

اسی سلسلہ میں عثمان نے عمرو عاص اور عبداللہ بن ابی سرح کو اطراف افریقہ  
میں لوٹ مار کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ اصل میں مصری لشکر کا ایک سپاہی تھا۔ عمرو عاص نے  
فوج سے اس کی مدد کی جس میں عبداللہ بن ابی سرح کو بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اس کے بعد  
عبداللہ نے افریقہ کے فتوحات کی خواہش کی۔

سلسلہ میں عثمان نے عمرو عاص کو مصر سے معزول کیا حالانکہ عہد عمر سے یہ اس کا والی تھا اور  
اسی نے مصر کو فتح کیا تھا اور عبداللہ بن ابی سرح اپنے برادر رضاعی کو والی مصر مقرر کیا  
جس سے عمرو عاص میں اور عبداللہ بن ابی سرح میں پوری بغاوت ہوئی اور عمر عرصہ  
ہو کر مدینہ نہ آیا۔ اور اسی وقت سے عمرو عاص دشمن عثمان بنا جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا  
عثمان نے جنگ افریقہ کا کل خمس ابن ابی سرح کو بخش دیا تھا جو مطاعن میں محسوس ہو۔

یہی جنگ افریقہ اس کے کارہائے نمایاں بن شمار کیا گیا ہے حالانکہ وہ زمانہ اقبال اسلام کا تھا  
اونے سے اُنے شخص بھی سپہ سالار ہوتا تو یہی نتیجہ ہوتا کیونکہ حضرت نما کے تھے نصرت بالزعم  
مسیر ستۃ اشھر یعنی ہم اپنے رعب و داب سے چھ مہینہ کی راہ تک مظفر و منصور ہو چکے  
ہیں۔

بہر حال جنگ تو ہو رہی تھی۔ فوج پر فوج مدینہ سے جا رہی تھی۔ مگر نتیجہ نہ نکلا تھا سب  
مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہوا۔ آخر عبداللہ بن زبیر بھیجے گئے کہ جا کر حال دریافت  
کریں۔ جب عبداللہ بن زبیر آئے تو کیا دیکھا۔

وہی عبد اللہ بن زبیر قتال المسلمین کل یوم من بکروا الی الظھر فاذا اذن  
بالظھر عاد کل ریف الی خصایہ وشمس القتال من الغد قلم من الی السج  
وہم فسمائی سنہ فقیل انہ سمع منادی جرجر یقول من قتل عبد اللہ  
بن سعد فہذا مائة الف دینار وازوجہ ابنتی وھویناف ص ۳

کہ لڑائی اس طرح ہوتی ہے کہ صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوتی ہے۔ دوپہر کے وقت سے

جنگ موقوف ہو جاتی ہے دوسرے روز جو عبداللہ بن زبیرؓ دشمنک جنگ ہو تو دیکھا عبداللہ بن ابی سرح جو افسر لشکر ہے وہ جنگ میں نڈار دوجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ جریمہ بادشاہ افسر نے حکم دیا ہے کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرح کا سر کاٹ کر لا بیگا اس کو لاکھ اشرفی انعام ملیگا۔ اور بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اوس سے کر دیگا اس خوف سے ابن ابی سرح شریک جنگ نہیں ہوتا۔

کچھ کیا کار نمایاں ہو رہا ہے کس آرام سے لڑائی ہو رہی ہے۔ اور کیسا بہادر ہے سالار فوج جو اس خوف سے کہ کہیں ہمارا سر نہ کٹ جائے جنگ سے ردیوش ہے۔ ایسے بہادر افسر تو ترکی سلطان کو بھی نہ ملے ہوئے جنہوں نے روس سے مارش کر کے کس قدر فوج کا نقصان کیا اور کتنا ملک نکل گیا۔

اسکے بعد عبداللہ بن زبیرؓ نے صلح کر کے مناسی کر لیا کہ جو شخص جریمہ بادشاہ کا سر لا بیگا اس کو ایک لاکھ اشرفی انعام ملیگا اور جریمہ کی بیٹی اوس سے بیاہی جائیگی جسے مسلمانوں نے۔۔۔ اور زن بہر لڑائی ہوئی شام کو مسلمانوں کی فتح ہوئی حیرت میں ابن ابی سرح سے ماہر تار کیا کیا ڈیڑھ صاحب ایسے ہی کار ہائے نمایاں پر بیاختہ رضی اللہ عنہ وارضا دیکھتے رہیں کہ اور چند روز اسی طرح اور رہتا تو یقیناً خلفائے ثلاثہ کی طرح فرار کرتا اور لشکر اسلام کو ایسی ہزیمت ہوتی کہ پناہ بجز الگھر وعدہ خدا المظہرہ علی الدین کدہ ایسا تھا کہ اوس نے اپنا اثر دکھایا۔ پہلی لڑائی میں جو غنیمت ملا تھا وہ تو عبداللہ بن ابی سرح کو دیا گیا اور دوسری غنیمت کا خمس یا پنج لاکھ اشرفی مروان کو دیا گیا صفحہ ستائیس کا مل۔

اور وقت سے عبداللہ بن ابی سرح برابر حکومت مصر پر مامور رہا اور عثمان نے سابق عاملوں کو موقوف کر کے تائسری امیر کو حکمران بنا دیا جس سے تمامی ممالک اسلام میں اسطرح کا فساد پھیل گیا کہ جو صحابہ مدینہ میں موجود تھے فاتوا عثمان فقالوا یا امیر المومنین یا ایہذا عن الناس الذی یاتینا فقال ماجاء فی الاسلام و انتہم شر کاف و شیوہ المومنین فاتوا علی قالوا البشیر علیہ ان تبعث رجلا من متقی بہم الی الامصار حتی یردجو الیک باخبارہم فہما محمد بن مسلمہ فارسلہ الی الکوفۃ و اسئل اسماء بن

نید الی البصرہ وارسل عمار بن یاسر الی منصور وارسل عبد اللہ بن عمر  
الی الشام و فرق رجالا سواہم صلوا

اونہوں نے آکر عثمان سے کہا کہ جو خیرین ہلوگوں کو ملتی ہیں وہی خیرین آپکو بھی ملین کہ  
نہیں کہ کیا فساد ہو رہا ہے عثمان نے کہا ہلوگو تو میرا سلامتی کوئی خیر نہیں ملتی۔ تم سب ہمارے  
شریک ہو رہے دو کیا کریں۔ صحابہ نے کہا کچھ خاص خاص صحابہ کو منتخب کر کے جیسے لوگو  
و فوق ہو تحقیقات کے لئے ہر شہر میں روانہ کرو۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ۔ کوفہ۔ اسامہ بن زید  
بصرہ۔ عمار بن یاسر۔ مصر۔ عبد اللہ بن عمر۔ شام کی طرف بغرض تحقیقات بھیجے گئے انکے  
علاوہ اور لوگ بھی روانہ کئے گئے۔

اسکے بعد جو صحابہ نے اگر روپٹ خوانی کی اور عثمان نے اپنے عمال کو کمین طلب کیا  
اور جرات چیت ہوئی وہ طولانی قصہ ہے۔ کیونکہ معویہ نے اسے دیا ہے کہ جناب ابوبکر اور  
طلحہ زبیر کو قتل کر ڈالنا چاہیے الامامہ والی سیاست ابن قتیبہ

لہذا ہم نہیں لکھتے کیونکہ صرف عبد اللہ بن ابی سرح کے متعلق یہاں بحث ہے جو مصر کا الی  
حضرت عمار جب مصر میں پہنچے اور تحقیقات شروع کی تو عبد اللہ بن ابی سرح نے خود عمار  
کی شکایت لکھی فوصل کتاب من عبد اللہ بن ابی سرح یدکران عمارا حاد استمالہ  
القوم صلوا

کہ عبد اللہ بن ابی سرح نے لکھا عمار بھی قوم کی سازش میں آگئے۔ اسکے بعد جو حضرت عمار  
کی حالت ہوئی مسلمانوں کو معلوم ہے کہ عثمان نے انکو اس قدر ڈر دیا کہ عمار نے فتح انکو ہو گیا  
اسراہل مصر خود دربار خلافت میں آئے اور عبد اللہ بن ابی سرح کے ظلم کی اس قدر شکایت  
کی کہ عثمان نے اس کے معز کی کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر کو اسکی جگہ والی مقرر کیا یہ لوگ  
مصر جا رہے تھے کہ راہ میں ایک سوار ملا جو اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے انلوگوں کو کچھ شک  
ہوا تو اسکو گرفتار کیا جسے لوٹے سے خط نام ابن ابی سرح برآمد ہوا وہ خط گرفتار ہو کر مدینہ  
میں آیا اور سامان قتل عثمان سب مہیا ہوا۔

یہ سب سامان تو مدینہ میں قتل عثمان کا ہو رہا ہے۔ اور وہاں مصر میں محمد بن ابی سرح

ہیں زید بن حسن بن زید یعنی ابوالحسن وغیرہ نے کہا خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں  
 ابومنصور یعنی زریق نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں احمد بن علی بن ثابت نے خبر دی وہ  
 کہتے تھے ہمیں محمد بن احمد بن رزق نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو بکر بن کرم بن  
 کرم قاضی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے قاسم بن عبدالرحمن ابناری نے بیان کیا وہ  
 کہتے تھے ہم سے ابو اہل صلت ہروی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابو معاویہ نے عیش  
 سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے  
 تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ  
 ہیں پس جو شخص علم کو چاہے وہ اس کے دروازہ سے آئے۔ اس حدیث کو ابو معاویہ  
 کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے ابو معاویہ پہلے اس حدیث  
 کو روایت کرتے تھے مگر آخر میں ترک کر دیا۔ اور شعبہ نے ابو اسحاق سے انہوں نے  
 عبدالرحمن بن زید سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے روایت  
 کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم باہم چرچا کیا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ  
 عمدہ فقہا کا علم رکھنے والے علی بن ابی طالب ہیں اور سعید بن مسیب نے  
 کہا کہ علی بن ابی طالب کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو کہ مجھے سوائت کرو  
 اور یحییٰ بن یسین نے عمدہ بن سلیمان سے انہوں نے عبدالملک بن سلیمان سے  
 روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے بنے عطاء سے پوچھا کہ کیا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم امین علی بن ابی طالب سے زیادہ کوئی شخص عالم تھا عطاء نے کہا خدا  
 کی قسم میں نہیں جانتا اور ابن عباس نے کہا ہے کہ علی کو نوحہ علم کے دیئے گئے  
 تھے اور دسواں حصہ حماد اور لوگوں کو ملا تھا اس میں بھی وہ شریک تھے اور سعید  
 بن عمرو بن سعید بن حاص نے عبداللہ بن جہاش بن ابی ربیع سے پوچھا کہ اسے  
 چچا لوگ علی بن ابی طالب کی طرف کیوں جبک پڑے تھے انہوں نے کہا کہ ای  
 میرے جیسے علی کو علم میں بڑا کمال تھا اور معاشرت کے بہت اچھے تھے قدیم  
 و لا سلام تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور احادیث کی سمجھ



اور جنگ میں دلیری اور قہر عام کی استیلا میں سخاوت کی طبیعت میں تھی اور ابن  
جینہ نے بھی ابن سعید سے انہوں نے سعد بن مسیب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت  
عمر اس مشکل سے پناہ لٹکا کرتے تھے جیسے (حل کر کے) لے لے ابو الحسن نہیں۔ اور سعید  
بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب کوئی بات ہمارے  
مزدک حضرت علیؑ سے ثابت ہو جاتی ہے تو پھر ہم اس سے عدول نہیں کرتے۔ اور زید  
بن ہارون نے قطر سے انہوں نے ابو الطغلی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے بعض صحابہ  
بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ تھا کہ اگر حضرت علیؑ کی ایک فضیلت تمام مخلوقات پر تقسیم  
کر دی جائے تب سب فائدہ میں رہیں حضرت علیؑ کے متعلق اس قسم کے اقوال بہت ہیں  
یہاں اسی قدر پر قناعت کرتے ہیں اور اگر ہم وہ مسائل ذکر کریں جو آئندہ صحابہ کے مثل  
حضرت عمرؓ کے پوچھے تو بہت طول ہو جائے۔ ترجمہ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۵

میں نے ابو مریم سلونی سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے عمار بن یاسر کو یہ کہتے ہوئے سنا  
کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ علی بن ابی طالبؑ سے فرماتے تھے  
کہ اے علیؑ اللہ عزوجل نے تجھ کو ایسی خوبی عطا فرمائی ہے کہ اس سے بہتر خوبی اپنے بندوں  
میں سے کسی کو نہیں دی وہ یہی کیا ہے دنیا کی طرف سے زیادہ (بے رغبت) رہنا تجھ کو  
اللہ نے ایسا بنایا ہے کہ نہ تم دنیا سے کچھ لیتے ہو نہ دنیا تم سے کچھ لیتی ہے اور اللہ نے تجھ کو  
مساکین کی محبت عطا فرمائی ہے۔ وہ تجھ کو اپنا پیشوا بنا کر خوش ہیں اور تم ان کو اپنا  
سرو بنا کر خوش ہو۔ پس خوشی ہو اسکو جو تم سے محبت رکھے اور تیرے ہی بولے اور تیرا ہی ہو  
اسکو جو تم سے عداوت اور تیرے ہی بولے جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں اور تیرے ہی بولتے  
ہیں وہ (جنت میں) تمہارے کھرے ٹروسی اور تمہارے رفیق ہو گئے اور جو لوگ تم سے  
بغض رکھتے ہیں اور تیرے ہی بولتے ہیں انہیں تیرے ہی بولے اور جو لوگ تم سے  
کھڑے ہوئے کی جگہ پر بیٹھے ہیں۔

ابو نعیم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؑ نے نہ کبھی اینٹ کے اوپر اینٹ رکھی اور  
نہ کبھی لکڑی کے اوپر لکڑی رکھی یعنی کوئی عمارت نہیں بنائی یہ سنا ہے اُن کے

لئے گھڑیوں میں آگ آگھا۔ ہمیں سید ابوالفتح یعنی حیدر بن محمد بن زید طلوی حسینی نے  
خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو محمد یعنی عبداللہ بن جعفر و رستی نے موصل میں خبر دی وہ  
کہتے تھے ہمیں طاہر ابو عبداللہ یعنی ابو طاہر یعنی محمد بن علی بن محمد بن یوسف نے خبر دی  
وہ کہتے تھے ہمیں ابو بکر بن مالک نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں عبداللہ بن احمد بن حنبل  
نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھے میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں وکیع نے بیان  
کیا وہ کہتے تھے مشر نے ابی بکر سے انہوں نے اپنے کسی استاد سے روایت کر کے بیان  
کیا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علیؑ کے جسم پر ایک موٹی تہ بند کی جسکی نسبت وہ فرما رہے  
تھے کہ پتہ پانچ درم میں خریدی ہے جو کوئی مجھے اس میں ایک درہم نفع دیگا میں  
اُسکے ہاتھ اسے بیڈالو نگا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے حضرت علیؑ کے پاس کچھ درہم فضلی  
میں دیکھے جنکی بابت انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہمارے خچہ سے خچہ رہے ہیں جو صاحب ضرورت  
جو وہ اٹھو لے لیگا۔ اور ہمیں عبداللہ بن احمد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن یحییٰ  
ازدی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں ولید بن قاسم نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں مطہر بن  
نقلبہ شیبی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ابو المنور یا پھر فروش نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ علیؑ  
بن ابی طالب میرے پاس آئے اور اُنکے ہمراہ اُنکا ایک غلام بھی تھا انہوں نے وہ  
کرتے کپڑے خریدے پھر اپنے غلام سے فرمایا کہ ان میں سے جو چاہے تو لے چنانچہ ایک  
اُس نے لیا اور دوسرا علیؑ نے لیا اور یہیں لیا پھر حضرت نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا  
کہ جس قدر آستین میرے ہاتھ سے بڑی ہے اُسکو کاٹ دو چنانچہ ظلم نے کاٹ دیا پس میں  
اُس کرتہ کو پہن لیا اور چلے گیا۔ ہمیں عبداللہ بن احمد خطیب نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں  
ابو احسین بن ظہر مغال نے اجازت خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو احسین بن بشیر نے خبر دی  
وہ کہتے تھے ہمیں اسماعیل بن محمد صفار نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں یحییٰ بن احمد نے بیان  
کیا وہ کہتے تھے ہمیں جعفر بن زیاد احمد نے عبدالملک بن عمیر سے نقل کر کے بیان کیا وہ کہتے  
تھے ہمیں جبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھے علی بن ابی طالبؑ نے  
مقام شاپور پر عامل مقرر کیا اور فرمایا اسی شخص کو ایک درہم کی علت میں ایک کوٹلا

بھی نہ مارنا اور نہ کسی سے کچھ کھا انکو مانگنا نہ جائے باگر می کا کپڑا مانگنا نہ کوئی ایسا جانور  
مانگنا جس سے وہ لوگ کام لیتے ہوں اور نہ کسی شخص کو جو ایک درہم کی طلب میں ہر شان  
جو روکنا نہ کہا یا اس کو نہیں اگر ایسا ہو گا تو میں جیسا جان ہوں ویسا ہی لوٹ آؤ گا حضرت  
علیؑ نے فرمایا کہ لوٹ آ کر یہ پرواہ نہیں تیری ترابی ہونے میں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو مال  
ان کی حاجت سے زائد ہو اسکو لین۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے زہد و عدل کے واقعات اس قدر  
ہیں کہ انکا پورے طور پر ذکر کرنا ناممکن ہے لہذا ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس لئے

صفحہ ۳ جلد ۷

ہمیں ابو العباس یعنی احمد بن حنبل بن ابی علیؑ و ذوالری نے اپنی سند کیا تھ  
استاد ابو اسحق یعنی احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی مفسر سے نقل کر کے خبر دی وہ کہتے تھے بچے  
بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا  
تو علی بن ابی طالب کو کہہ میں اپنا قرص ادا کرینگے لے اور ان امانتوں کے پاس  
کرینگے لے جو حضرت کے پاس تھیں چھوڑ دیا تھا اور جس شب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
میں اور مشرکوں نے آپکا گھر گھیر لیا ہے اسی شب کو حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ میرے بستر  
پر سوؤ اور اسے فرمایا کہ میری حضری چادر سبز رنگ کی اوڑھ لینا انشاء اللہ نقلے  
کوئی تکلیف نہ کو ان لوگوں سے نہ پہنچے سبکی چٹا چٹا نہ ہوں نے ایسا ہی کیا پس اللہ نے  
جبریل و میکائیل پر وحی بھیجی کہ بچے تم دونوں کے درمیان میں مواخات کرادی و وایک  
کی عمر ہفت دوسرے کے طویل کر دی ہے اب بتاؤ تم دونوں میں سے کون ایسا ہے جو  
اپنے ساتھی کو اپنی زندگی دیدے کرہ ویک نے اپنی زندگی کو ترجیح دی پھر اللہ عزوجل نے  
اپنی وحی بھیجی کہ کیا تم دونوں علی بن ابی طالب کے مثل بھی نہیں ہوئے تھے اور اپنے  
بہن بھائی کے درمیان میں مواخات کرائی ہے (جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ) علیؑ کے بستر پر بیٹے  
عجین اور اپنی جان محمدؐ پر خدا کرتے ہیں اور انکی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں  
اچھا زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے انکی حفاظت کرو چاہے وہ دونوں زمین پر تھے  
حضرت جبریل حضرت علیؑ کے سر کے پاس کھڑے ہوئے حضرت جبریلؑ یہ ملا کہ ہے تھے کہ یہ

ہو مبارک ہو اسے ابن ابی طالب تھا راہل کون ہے اللہ عزوجل ملاکہ کے سامنے پھر فرما  
 کرتا ہے پس اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر جبکہ وہ مدینہ کی طرف جا رہے تھے حضرت علیؑ کی  
 شان میں یہ آیت نازل کی وَ مِنْ النَّاسِ مَنْ يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَوْعِدَةٍ مِنَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ يَبْذُلُهُمْ  
 جَمِيعًا ۚ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ عبد اللہ بن علی بن سویدہ مکریتی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو الفضل یعنی  
 احمد بن ابی اسیر یحییٰ نے اور حسین بن فرمان سمنانی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں علی بن احمد  
 نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو بکر تیمی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو محمد بن جمان نے  
 خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن یحییٰ بن مالک صنی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن  
 سہیل جرجانی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں عبد الرزاق نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں  
 عبد الوہاب بن مجاہد نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے اللہ فائے کو  
 قول الذین ینفقون اموالہم سراً و علانیۃ کی تفسیر میں روایت  
 کی ہے وہ کہتے تھے کہ یہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی انکے پاس چار آدم  
 تھے ایک انہوں نے شب کو راہ خلا میں دیا اور ایک دن کو اور ایک چھپا کر اور ایک علانیہ  
 طور پر۔ حصہ ۳۳ جلد ۱

نیز اسماعیل بن علی کہتے تھے کہ ہمیں محمد بن حبیب نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں حبیب بن  
 عثمان براویکی بن حبیب نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں اعمش نے مدی بن ثابت  
 انہوں نے زبیر بن حبیش سے انہوں نے حضرت علیؑ سے نقل کہ بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں  
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے وہی شخص محبت رکھے گا جو میں ہو گا اور وہی شخص  
 بعض رکھے گا جو منافق ہو گا۔ ترجمہ اسد الغابہ حصہ ۳۳ جلد ۱

ہم امید کرتے ہیں کہ اڈیٹر صاحب اپنی اس روایت سے نہایت غور سے تامل فرمائیں گے  
 وہ کہ علیؑ کو نوحہ علم کے دیے گئے تھے اور دوسرا ان صاحب اور لوگوں کو ملا تھا وہیں بھی وہ  
 شریک تھے کیونکہ ماہ نازان کے عمر میں جو علم کے دسویں حصہ میں اسد علیہ کم پایہ تھے کہ  
 بقول اڈیٹر صاحب ہر گرجم وہ مسائل ذکر کریں جو ان سے صحابہ نے مثل حضرت عمرؓ کے پوچھے  
 تھے تو بہت طول ہو جائیگا اور یہ رائے کہ اسناد سے اس صاحب کا علم سے کتنا صحیح

اشخاص کہ بوقت طوالت ہم انہیں روایات پر قناعت کرتے ہیں جنکو اڈیٹر صاحب نے بھی صحیح اور درست قرار دیا ہے۔ جسے حدیث دوم کی تصدیق میں آفتاب تلبیان نمایاں ہوئی کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ میرا دعویٰ کوئی اسکا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ عالم جمیع علوم قرآن ہے کیونکہ عمرو ابن عمر کا قول تو پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ اس قرآن کو کوئی قرآن کامل نہ کہے تو جب ظاہری صورت میں آؤں تو قرآن کامل نہیں کہہ سکتا تو علم ظاہر و باطن کی تکمیل کا کون متنفذ دعویٰ کر سکتا ہے یہی سبب ہے کہ آج تک حضرات اہلسنت انہی صحابہ کا ایسا دعویٰ نہ پیش کر گئے جنہوں نے اسکا دعویٰ کیا ہو کہ ہم علم قرآن کے پورے ماہر ہیں۔

پانچویں حدیث میں حضرت نے قصہ وزیر حضرت سلیمان کو بیان فرمایا ہے کہ خدا نے اس کے نسبت فرمایا عندہ علم الکتاب کہ کتاب کا کلمہ علم او کو حاصل تھا۔ اور اپنی نسبت فرمایا عندہ علم اللہ علم الکتاب سمجھا کہ ہم کل علوم قرآن کے عالم ہیں۔ تو یہ بھی ایسی حدیث ہے جس میں کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا کیونکہ تیسرے رسول اللہ جناب امیر کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصہ ملا تھا۔ اور ایک حصہ سب کو ملا تھا اور میں بھی شریک غالب جناب امیر ہی میں تو پھر آگے آصف بن برخشا سے بڑھ کر عالم ہونے میں کیا عذر ہو سکتا ہے جو عرف و سیرت حصہ کے

تخلیق آید من | رہی چھٹی حدیث جس میں حضرت نے اُمیر قل کھن یا اللہ شہید ادبینی  
عندہ علم الکتاب | و بینکم و من عندہ علم الکتاب کی نسبت فرمایا ہے کہ خداوند  
عالم نے ہلو کون کو مراد لیا ہے۔ تو اس کی نسبت البتہ اہلسنت پر قیل و قال کر سکتے ہیں۔  
مگر وہ بھی ہٹ و دھرمی ہوگی کیونکہ حق یہ ہے کہ بجز جناب امیر اس سے کوئی مراد ہو ہی نہیں  
سکتا کیونکہ اسکے لئے پہلے تو یہ دعویٰ کیا گیا اس آیت میں تخریف ہوئی کہ اصل میں میں  
عندہ علم الکتاب تھا جس میں من حرف جار ہے اور عندہ اس کا مجرور جسکے معنی یہ ہو  
کہ کہ تو کافی ہے اللہ شہادت کو درمیان ہمارے لئے تھا اسے اور خدا کی طرف سے ہے علم کتاب  
میں سے معنی ہی آیت کے ضبط ہو گئے۔ کیونکہ یہ دو جملہ ہو گیا جس میں کوئی ربط ہی نہیں حالانکہ  
ترتیب میں من و من عندہ علم الکتاب معنی کافی ہے اللہ شہادت کو درمیان ہمارے  
تھا اسے اور وہ شخص جسکے پاس علم الکتاب ہے۔ یعنی خدا نے دو شاہ قرار دیا ایک خدا

اپنی ذات مقدس کو اور دوسرے اس شخص جو عالم علم کتاب ہے۔  
 اس دعویٰ کے متعلق تین دلیلین پیش کی ہیں بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ عنہما  
 قرء ومن عنده حلہ الکتاب قال من عند اللہ حلہ الکتاب موقوفہ منقولہ  
 یہی روایت عمر سے بھی ہے اور ابن عباس سے بھی۔ مگر چونکہ پہلے ہی روایت ضعیف  
 ہے لہذا بغیر روایتوں کا اعتبار غرض اس خط ہو گیا۔  
 دوسرا دعویٰ یہ کیا گیا کہ مراد اس سے عہد انبیین سلام ہے جو پہلے یہودی تھے اور پھر  
 یہود سے تھے۔

اسی دعویٰ پر زیادہ زور ہے بقول عبد اللہ بن سلام  
 تیسرا دعویٰ یہ کیا گیا کہ مراد اس سے عہد انبیین سلام و حامد و د و خلد وادی و سلم  
 فارسی ہیں اس دعویٰ کا بطلان خود اسی تفسیر و منقولہ سبطی میں موجود ہے عن سعید  
 بن جبیر رتہ اندہ سئل عن قولہ ومن عنده علم الکتاب اھو عبد اللہ بن سلام  
 قال وکیف ہذا السورۃ مکبہ واخرج ابن المنذر عن الشعبي رتہ قال ما نزل  
 فی عبد اللہ بن سلام یعنی من القرآن ص ۷۹

یعنی سعید بن میر سے پوچھا گیا کہ کیا یہ آیہ عہد انبیین سلام کے بارعین نازل ہوا۔ کیا یہ انبیین  
 ہے حالانکہ یہ سورہ ملی ہے (اور ابن سلام کا اسلام بعد ہجرت ہے)  
 کہا شعبی نے کہ عبد اللہ بن سلام کے بارعین کوئی آیہ بھی قرآن کا نہیں نازل ہوا۔  
 پس اس قاعدہ سے حضرت سلمان فارسی۔ جابر و دیگر پیغمدری سب نکال گئے  
 کیونکہ یہ سب بعد ہجرت اسلام لائے ہیں اور سورہ ملی ہے لہذا وہی شخص مراد ہو سکتا ہے جو  
 کہ کے اشخاص سے ایسا ہو کہ جسکے بارعین ومن عنده حلہ الکتاب کہا جائے۔  
 چوتھا دعویٰ یہ کیا گیا کہ اہل الکتاب من الیہود والنصارى۔ مگر یہ بھی سورہ سے باطل  
 ہے کہ یہود و نصاریٰ سے انکو جو کچر سابقہ پڑا ہے مدینہ منورہ میں آئے بعد نہ کہ من۔ اور  
 یہ سورہ ملی ہے لہذا وہ بھی خارج ہوئے۔

پانچواں دعویٰ یہ کیا گیا ہے قل جوبیل کہ مراد اس سے جبریل بن جبریل دعویٰ کیا گیا

قال هو الله عز وجل کہ مراد اس سے خود خداوند عالم ہے۔

گر یہ دعویٰ ایسے لوگوں کے محتاج تو میری نہیں کیونکہ نہ حضرت جبریل نے خلافت کے سامنے  
کبھی گواہی دی نہ حفصہ بنی و امام او کو دیکھ سکتا ہے۔ اور خدا کا نام تو پہلے ہی مذکور ہوا پھر  
کیونکہ وہ مراد ہو سکتا ہے۔

تو اس قدر اختلاف کیا خود اس کی دلیل ہے کہ اصل امر دوسرا ہے جس کے حق تلفی کے لیے  
یہ سب کو ششہن جو رہی ہیں۔ کیونکہ مکی ہونا اس سورہ کا مجبور کرتا ہے کہ یہود مراد  
ہو سکتے ہیں نہ نصاریٰ نہ عبد اللہ بن سلام نہ تنیم داری نہ جارود نہ سلمان فارسی بلکہ  
اس سے وہی شخص مراد ہو سکتا ہے جس کو رسول سے وہی رتبہ حاصل ہو جو حضرت سلمان  
اور کئی وزیر آصف بن برخیا کو تھی جس کے نسبت خدا کہہ چکا ہے قال الذی عنده علم  
من الكتاب اور یہاں ومن عنده علم الكتاب فرمایا

اگرچہ اس موقع پر آج تک علماء اہلسنت نے اپنے پیچھے کا نام کبھی نہیں لیا ہے کیونکہ  
اون کی حالت سب کو معلوم ہے کہ وہ کس درجہ علم الکتاب سے بے بہرہ تھے۔ مگر باین خیال کہ شاید  
اس زمانہ کے جہلات کوئی اس کا دعویٰ کرے ایک روایت درمثور سے لکھ دیتے ہیں عن  
اسلام عمر الزہری قال کان عمر بن الخطاب شديدا على رسول الله

فاخلاق يباحق دنامن رسول الله وهو يوصل فسمعه وهو يقر وما كنت  
تلمون قبله من كتاب ولا فقه بهيدينك اذا الامر تاب المبطون حتى بلغ  
الظلمون وسمعه وهو يقر فيقول الذين كفروا لست مرسل الى هؤلاء  
صلو الكتاب فانتظر حتى سلموا فالشرح في انزه فاسلموا

یعنی عمر بن الخطاب کو حضرت سے نہایت سخت عداوت تھی ایک روز جو نزدیک گئے تو  
نماز میں آئے ماکنت تلو اور یہ قول الذین کفروا کو تا بہ علو الکتاب پڑھتے سنا۔  
پس اس قدر انتظار کیا کہ حضرت تلاوت سے قطع ہوئے بعد اسکے اسلام لائے۔

جس سے اس قدر تو یقین معلوم ہوا کہ اسلام عمر اس آیت کے نزول کے بعد ہی ہوا پھر  
کیونکہ ممکن ہے بعد ان دونوں میں داخل ہو سکیں۔





نخج ابا ملاخ

اس کتاب سے خلاصہ کون تاواقف ہوگا کتاب  
امیر المومنین علی بن ابی طالب کے غریب اساتذہ الغائب  
علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خلیفہ اور خطوط اور  
مختلف حدیثیں جو میر سلیمان کی دیں مینا کی تحویلوں  
کا دار و مدار ہے جناب سید فی علی الرضی عنہ اس میں  
جمع کی تحسین قدیم زمانے سے معتقد شریعت کی عربی  
قاری میں لکھی کہیں اگر انہیں یہ ہو کتاب کیاب بلکہ  
نایاب بھی جناب خزانہ حکماء میں ملے اسکا مختصر  
توضیح کیا جو اور مبسوط شرح فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب  
بہت ضخیم علی اسلئے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال  
اسکے ۱۲ جلد ۲۲ + ۲۹ قطعیں رشائی ہوں لہذا عامہ  
سالانہ مقرر کیا گیا چنانچہ ماہ پرچہ غرض و شایع ہو چکے ہیں  
پوری کتاب کی قیمت درجہ اول ۱۰ روپے درجہ دوم ۵ روپے

رسالہ وضو

جسے دینا کو سنا دیا کہ اسلام میں وضو  
 حق شیعہ ہے جبکہ وضو اور نماز کا حال  
 مطابق کتاب و سنت ہے و الیس عتیقون سوزیادہ  
 کتب معتدہ الحسنیہ کے افسر کی ہون کر یہی وضو حضرت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جاری ہے جو قیمت ۸

من اظہر العجۃ  
رسول اللہ جلی مجید  
اقوال مالک صحابہ و تابعین  
ابن شہاب بن عوف  
بصرہ و مدینہ و کوفہ  
کتاب فی الفیہ

اٹلس  
اٹلس اسٹریٹ کے وہ اسٹارکس ہیں  
جو آج تیرہ برس ہیں نہ کھاتے  
نہ پیتے اور نہ اسٹریٹ پر کسی کو  
دیکھتے ہیں۔ لیکن اسٹریٹ پر جتنی









بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشمس

نمبر ۳۰ بابت ماہ صفر المظفر ۱۲۹۹ ھجری ۶۰ جلد ۶

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(جواب سلام واجب ہے)

(۱) اگرچہ کہ آج ملت حاضر ہے جس سے ایک وعدہ تو وفا ہوا کہ اب ہر نمبر طرہ شایع ہوگا۔  
(۲) ملت بھی ہفتہ عشرہ میں حاضر ہوگا مگر اسکا ویلو ہونا ضروری ہے تاکہ خریداری کا فیصلہ ہو جائے  
(۳) اگر لغو و وصول نمبر یا چندہ سالانہ بابت مسئلہ بذریعہ منی آڈٹ رعایت ہو تو نہایت انسب  
اور اگر کسی کو عذر یا انکار ہو تو بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں کہ ویلو کی زحمت اور خسارہ سے بچات  
ے جس سے اور بھی دفتر تباہ ہوتا ہے۔

(۴) بد نظمی دفتر کا حال پہلے نہیں لکھ سکے ہیں کہ بوجہ طاعون و ہیضہ جو چارہ ایک خیمہ زن رہا قہر  
کا کوئی انتظام نہ درست ہو سکا۔

سابقہ منشی بارہ یوم کی رخصت پر ۱۲ ربیع الثانی کو تشریف لگے نہ کوئی خط لکھا نہ کچھ حال معلوم ہوا  
ہو کہ خود پٹنہ گیا اور ایک منشی لایا جو دو ہفتہ بھی نہ رہے اور نہایت بے دردی سے چلے گئے جس سے  
یہ ہم صفحہ کار سالہ تین کا بتونے لکھو اگر شایع کر رہا ہوں لکھو کے پرسمین بھی رخصت ہوئے ایک دوسرا  
پرسمین جنپور سے بلوایا جس سے اصلاح ۱۵ اور اشمس ملت شایع ہو سکا۔

عرض یہ پریشانیاں تھیں جنہ کوئی کام اپنے وقت پر نہ ہو سکا لیکن بفضل خدا سے امید ہے کہ اگلے کامیابی ہو  
(۵) اس نمبر میں تقدیس القرآن کا مضمون زیادہ اور حد الشارق کا مضمون کم اسوجہ سے  
رکھا گیا کہ مخالفین ہمیشہ ثابت کرنے میں آریہ کا جواب نہیں ہو سکا۔ خود چارے برادر لایا مانی غل چارہ  
ہیں لہذا یہ فوریہ پیش کر جس سے معلوم ہوگا کہ حق ہمیشہ باطل پر غالب ہے اگرچہ باطل کی سیاہی بھڑکے اور

کیون نہو۔

(۶) اب ہم کو ایک ضروری خاکہ کی طرف متوجہ کیے ہیں جو حسب ذیل ہے۔ دہم مجاہد۔ سلام علیکم اس سے پہلے خطوط نمبری ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

۱۱۔ میں صرف حصہ اول کو ختم کر کے فراغت پائی۔ شکر  
اب برابر جلد بابت محرم ۱۳۳۵ھ میں ماہ بعد تشریف لائے حصہ دوم کشف الظلمات و حصہ سوم رد الملاحدہ دونوں ذرا دیکھ جدید معنون تقدیس القرآن شروع کیا گیا ہے حصہ مصرعہ صد رنگاؤں پر۔ یہ و مرثیہ بات کیا ہے کسی اقرار اور اعلان پر آپ قائم بھی رہتے ہیں یا نہیں وعدہ کیا تھا کہ ایک معنون کو ادھورا بسل جھوڑ کر دوسرا شروع کر دینا کہ تدریس حسن ترتیب اور معاہدہ کے خلاف ہو اور خریداروں کے دل کو کتنا پرہز دہ کرے تو الہا۔ رسالہ اصلاح کیسے ہی

میں معنون فرمائی ہیں اور پڑھ سکتے ہیں ناؤ کام نہ نہ پڑی۔ گویا ادھور کا وجود ہی نہیں تھا۔  
انٹرنیشنل کے اشاعت کا تو یہ ثابت ہو کہ تیسرے چوتھے چھپنے و طبع فرماتے ہیں ساتھ ہی آپ کی معذرت اور اقرار ہی ہر ماہ لکھتے ہیں جواب دفع الوقتی سے زیادہ اولی کچھ وقت نہیں رہی جو شکلاتات کا وقت سے آپ کی پیش رفتی ہیں انکی معذرت قبول کرینگے بعد ہی آپ کا توقف اور سلسلہ مضامین کی بے ترتیبی۔ غرض کہ نہیں رہنے دینی مہرانی کے اپنے اقرار کا ایذا فرمائے اور سلسلہ مضامین کو قائم رکھنے میں داخل نہیں ہونا چاہیے انٹرنیشنل ہی یوں ہی سو فیصد رہا تو نہ میری و السلام سید احمد علی کر بلائی ۱۳۳۵ھ ہمارا جواب تو ہے کہ تمیل حکم کو مانیں۔ کیونکہ تو مجھے بھی شاہد جو غیر متروک ہوئی وہ متروک ہوئی۔  
منج البلاغہ کا ترجمہ اصلاح جلد ۱۳ کے ساتھ شروع ہو کر چھپنا شروع ہو چکا ہے چھپنا بھی چھپنا۔  
تقدیر کیا کہ حصہ ثالث سلسلہ اصلاح ۱۳ جلد اسے متروک ہو اقل بھی متروک ہوا لہذا خوف ہو کہ کشف

وردا لہذا سلسلہ اصلاح ۱۳ جلد اسے متروک ہو اقل بھی متروک ہوا لہذا خوف ہو کہ کشف

انٹرنیشنل کے اشاعت کا تو یہ ثابت ہو کہ تیسرے چوتھے چھپنے و طبع فرماتے ہیں ساتھ ہی آپ کی معذرت اور اقرار ہی ہر ماہ لکھتے ہیں جواب دفع الوقتی سے زیادہ اولی کچھ وقت نہیں رہی جو شکلاتات کا وقت سے آپ کی پیش رفتی ہیں انکی معذرت قبول کرینگے بعد ہی آپ کا توقف اور سلسلہ مضامین کی بے ترتیبی۔ غرض کہ نہیں رہنے دینی مہرانی کے اپنے اقرار کا ایذا فرمائے اور سلسلہ مضامین کو قائم رکھنے میں داخل نہیں ہونا چاہیے انٹرنیشنل ہی یوں ہی سو فیصد رہا تو نہ میری و السلام سید احمد علی کر بلائی ۱۳۳۵ھ ہمارا جواب تو ہے کہ تمیل حکم کو مانیں۔ کیونکہ تو مجھے بھی شاہد جو غیر متروک ہوئی وہ متروک ہوئی۔  
منج البلاغہ کا ترجمہ اصلاح جلد ۱۳ کے ساتھ شروع ہو کر چھپنا شروع ہو چکا ہے چھپنا بھی چھپنا۔  
تقدیر کیا کہ حصہ ثالث سلسلہ اصلاح ۱۳ جلد اسے متروک ہو اقل بھی متروک ہوا لہذا خوف ہو کہ کشف

انٹرنیشنل کے اشاعت کا تو یہ ثابت ہو کہ تیسرے چوتھے چھپنے و طبع فرماتے ہیں ساتھ ہی آپ کی معذرت اور اقرار ہی ہر ماہ لکھتے ہیں جواب دفع الوقتی سے زیادہ اولی کچھ وقت نہیں رہی جو شکلاتات کا وقت سے آپ کی پیش رفتی ہیں انکی معذرت قبول کرینگے بعد ہی آپ کا توقف اور سلسلہ مضامین کی بے ترتیبی۔ غرض کہ نہیں رہنے دینی مہرانی کے اپنے اقرار کا ایذا فرمائے اور سلسلہ مضامین کو قائم رکھنے میں داخل نہیں ہونا چاہیے انٹرنیشنل ہی یوں ہی سو فیصد رہا تو نہ میری و السلام سید احمد علی کر بلائی ۱۳۳۵ھ ہمارا جواب تو ہے کہ تمیل حکم کو مانیں۔ کیونکہ تو مجھے بھی شاہد جو غیر متروک ہوئی وہ متروک ہوئی۔  
منج البلاغہ کا ترجمہ اصلاح جلد ۱۳ کے ساتھ شروع ہو کر چھپنا شروع ہو چکا ہے چھپنا بھی چھپنا۔  
تقدیر کیا کہ حصہ ثالث سلسلہ اصلاح ۱۳ جلد اسے متروک ہو اقل بھی متروک ہوا لہذا خوف ہو کہ کشف

## تقدیس القرآن

ایڈیٹر صاحب مسلمان نے نتیجہ قائم کرنے میں بھی غلطی کی جسکی وجہ وہی حدیث، الاما  
تجاوہ و خنا جو ہم ہے کیونکہ نتیجہ طلب یہ امر ہے کہ فرمایش غیر متعصب کی تھی جیسا کہ  
مسافر کا دعویٰ ہے یا اون کفار کی جو شدید متعصب تھے نہ یہ کہ فصاحت و بلاغت  
کو نتیجہ میں دخل ہو اس لئے ایڈیٹر صاحب مسلمان نے اتنی آیتیں لکھ دیں طمانکہ  
صرف وہی آئے اپنے اثبات و دعویٰ اور رد مخالف کے لئے کافی تھا اور یہ عزرات  
قرآن سے ہے کہ اوسکا ہر جملہ بجائے خود دلیل واضح ہے نہ یہ کہ وہ محتاج ہر کسی دوسری  
آیہ کا کیونکہ خدا یہ بھی جانتا تھا کہ قرآن کے ساتھ کیا سلوک ہونیوالا ہے۔

ایڈیٹر صاحب نے جو یہ الزام دیا ہے وہ کہ آج وہی فرقہ جو توحید توحید پکارتا ہو  
اور اس توحید کے جوش میں دین جیسے کتاب دیوتا اور عناصر پرست کو توحید کہنے  
کا متنی بلکہ بدعی ہے وہی قرآن کی توحید کے مقابل عرب کے مشرکوں کا ہم آہنگ  
ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور قرآن میں تبدیلی کا خواہشمند ہے۔

اس اعتبار سے تو ضرور غلط ہے کہ ایڈیٹر مسافر کی عبارت سے یہ الزام نہیں  
نکل سکتا۔ رہا یہ امر کہ وہ موحدین یا انہیں بحث جلاکنا نہ ہے یہاں تو صرف ہست قدر  
فہمائش کافی تھی کہ یہ آیت خود بتا رہی ہے فرمایش تبدیل و ترمیم کفار تھی نہ انوکھی  
جو غیر متعصب تھے جیسا کہ مسافر کا دعویٰ ہے تو انکی یہ فرمایش کہ دوسرا قرآن و  
یا بدل دو بجائے خود اسکی کافی شہادت ہے کہ وہ کسی وجہ سے اسکو ناقص نہیں سمجھا  
تھے بلکہ خلاف مقصود سمجھتے تھے۔ جب ہی تو بدلنے کی خواہش کی ورنہ لگژوہ ناقص  
سمجھتے تو اسی نقصان کو بیان کرتے کہ غلان بیان غلط ہے یا خلاف فصاحت  
جس کا جواب قرآن دیتا۔

یہ تحریر ہماری صرف اس غرض سے ہے کہ آریون کا جواب مقول ہو مہذب پلڑے  
مرد یا جلے و سخت کلامی اور درشت گوئی سے اگر خدا نے اون کو سوجھ بوجھ دیا تو



تو وہ بچہ جابین گے ورنہ کم سے کم اون مسلمانوں کو تو فائدہ ہو گا جو ان تحریروں نے متاثر ہوئے ہیں۔

بہر حال اس بحث میں نتیجہ طلب یہی ہے کہ ایڈیٹر صاحب اس سے اپنا یہ دعویٰ ثابت کریں۔ ”عرب کے نیکس دے تعصب اعمالوں کو سنایا گیا، جو غیر ممکن ہے“ اس طریقہ سے آپ سمجھ رہے ہیں کہ کوئی اگر یہ اب قلم نہ اٹھائے گا کیونکہ آخر سجدہ رہیں یہ کہیونکہ ممکن ہے کہ وہ الفاظ قال الذین لایرجون لقاءنا پر غور کر کے کہیں یہ دعویٰ کر سکیں ”دشمنوں نے ہی سے ٹکس عربی دان قرآن کے نقائص کو محسوس کر رہے ہیں“ کیونکہ فقرہ لایرجون لقاءنا نے سب راہیں بند کر دی ہیں اور بتا دیا ہے کہ اسکی خواہش کرنے والے وہ کفار تھے جن کے دل میں ذرہ برابر بھی قیامت کا یقین نہ تھا۔ گمان وہ ہم بھی نہ تھا کیونکہ لایرجون کے معنی امید کرتے خود ایڈیٹر صاحب نے بھی لکھا ہے تو ناامیدی تو صرف محالات سے ہر نہ ممکنات سے۔ بہر حال کفار ایسے سخت دل تھے اور انکو غیر متعصب کو نہ کہہ سکتا ہے۔

ہاں یہ نکتہ بھی خیال کرنے کے قابل ہے کہ خدا نے قال الذین کفروا نہیں فرمایا ہے جس نے تحفہ کافروں کی ہو جاتی بلکہ قال الذین لایرجون لقاءنا فرمایا جس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اس امید واری سے خالی ہو خواہ وہ ظاہری کا فر ہو یا باطنی ایسی وجہ سے باطنی کفار نے وقت غلبہ اس کے احکام کو حتی الامکان بد لیا۔

تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ تبدیلی کی خواہش محض ازراہ مخالفت تھی نہ اس لحاظ سے کہ معاذ اللہ کہ قرآن میں کوئی نقص تھا۔

اگر اُن کو اس آیہ کے سو کسی دوسرے آیہ سے استدلال کرنا تھا تو اس آیہ کو پیش کرتے جو خداوند عالم سورہ نحل میں فرماتا ہے وَاِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا يَنْزِلُ قَالُوا اِنَّمَا هِيَ اٰيَاتُ مُفْتَرِيٍّ لَّا يَعْطِلُ قُلُوبُ لَهٗ دُحُوٰحًا فَاَلَمْ يَأْتِ الْاِنْسَانَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنًا هُدًى وَبَشٰرًا لِّلْمُسْلِمِيْنَ کہ جب ہم کسی نشان کو بدلتے ہیں خدا اسی جانتا ہے اور سکو جو مائل کرتا ہے تو کہتے ہیں تو تو مفری ہے بلکہ اکثر اون کے

نہیں جانتے کہ نازل کیا ہے اس کو روح القدس نے حق تاکہ ثابت رکھو ایمان والوں کو اور ہدایت اور بشری ہے مسلمانوں کے لئے۔

تو بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ اس خواہش تبدیل سے جہان یہ غرض تھی کہ اسلامی احکام بدل جائیں کفر کا رواج ہو و مان یہ بھی چاہتے تھے کہ اس تبدیلی کے ذریعہ سے حضرت مکہ معاذ اللہ مفتری بنالین تو پہر ایسے اشخاص کو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ ”شروع“ دین ہی سے نہ یکس عربی دان قرآن کے نقالیص کو عسوس کر رہے ہیں، ”کیونکہ اسکے لئے ضرورت ہو تعصب سے پاک ہونی کی ورنہ دشمن کی آنکھ میں تو ہنر بھی عجیب معلوم ہوتا ہے۔

**قول مسافر گھر کا بھیدی۔** لیکن ہم اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ہی قرآن کے سب سے پہلے کاتب کا بیان بھی تسلیم بند کئے دیتے ہیں کہ ناظرین کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے یہ تو زمانہ جانتا ہے اور مسلمان اس سے فخر یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد پورے امی یعنی ان پڑھے تھے اور تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت اگر کچھ تھوڑا بہت پڑھے لکھے بھی تھے تو ایک بہت ہی کم لیاقت شخص تھے اور آپ عین ماتنی استطاعت نہ تھی کہ جو آیات جبرئیل بنا کر آپ کو پڑھا جاتا تھا او نہیں خود قلم بردار کر سکتے پس مجبوراً آپ نے اس مطلب کے لئے چالیس تحریریں یعنی کاتب رکھے ہوئے تھے اور جو آیات جبرئیل آپ کو پڑھا جاتا تھا آپ موقع پا کر اپنے کاتبوں سے اسے قلمبند کروایا کرتے تھے پس اس صورت میں آپ کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے کاتب کا بیان نہایت ہی صحیح اور معتبر ہونا چاہئے کیونکہ وہ گھر کا بھیدی تھا۔ اس کا قرآن کی تصنیف کے متعلق یہ بیان ہے۔ حق پسند بنورینین۔

عبد اللہ بن سعد بن ابی صرح الدامری وہو اول من کتب لہ من قریش حکمۃ  
تھوہد و صلہ بقول اکب امر محمد حیث ارید کان علی علی عزیز حکیم فاول  
۲۰۱ حکیم فبقول نعم کل صواب و فی کل صواب و فی کل لفظ کان بقول اکب کذا  
واقول اکب کذا فیقول اکب کیف مشئت (میسرۃ طلیہ) ترجمہ عبداللہ بن سعد بن

ابی سح عامری پہلا قریش ہے جس نے کتابت کی حضرت کے پاس مکہ میں پہنچا ہوا  
اون سے اور کہتا تھا کہ ہم جدہ چاہیں محمد کو پھیرتے تھے وہ ہم سے عزیز حکم کہاتے تھے  
وہ وہ حکم کہتے تھے اور حضرت کہتے جاتے تھے کہ ہر طرح درست ہو اور ہر لفظ پر کہتے  
تھے کہ لکھ ایسا میں کہتا تھا کہ لکھوں ویسا پھر کہہ دیتے تھے کہ لکھ جیسا تیرے دل میں  
آوے۔ امید ہو کہ اب اس گھر کے سیدی کا دلچسپ زبردست بیان مشکوٰۃ نیا پر محمدی  
الہامی قرآن کی حقیقت کھل جائیگی اور درپیش عالم سچہ جائیں گے کہ اس صورت میں ان  
کو کس درجہ کی کتابت کی شہادت کرنا چاہئے؟ ایضاً صفحہ ۸۔

مسلمان۔ اس بیان میں بھی مرتد نے یا تو خود ہو کہ کھایا ہے یا حسب معمول اپنے  
ناظرین کو دہرایا ہے۔

پہلی غلط بیانی تو اس کی یہ ہے کہ حضور پر نور فداہ امی و ابی صنہ علیہ وآلہ وسلم کو تحریرین  
کی تعداد چالیس بتلائی ہے حالانکہ کتب تاریخ میں حضرت کے جملہ تحریرین کی تعداد نام بنام  
بتای ہے دیکھئے میں اس جگہ ایک مستند کتاب سے نقل کرتا ہوں۔

زاد المعاد۔ جسکا مصنف مورخ اور محدث دونوں بے رکتا یعنی حافظ ابن قیم  
نے آنحضرت سے کاتبوں کے شمار میں خاص ایک فصل لکھی ہے۔ جو یہ ہے

فصل فی کتابہ یعنی یہ فصل ان حضرت کے تحریرین کے بیان میں ہے۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان  
علی۔ زبیر۔ عامر بن فہیرہ۔ عکرمہ العاص۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن الارقم۔ ثابت ابن  
قیس۔ خططلہ بن الریح۔ مغیرہ بن شعبہ۔ عبداللہ بن رواحہ۔ خالد بن الولید۔ خالد بن سعید  
معاویہ ابن ابی سفیان۔ زید بن ثابت (زاد المعاد مصری جلد اول صفحہ ۱۳۰)

سہاجیو! بتلاؤ۔ شترہ کو چالیس لکھنا بھی کوئی سود کی شرح ہے! شیم! شرم! لا شیم!!  
گو چالیس کا عدد بھی ہمارے کسی دعوے کے خلاف نہیں چالیس چوڑ پچاس کتاب  
ہوں مگر پرہیز تو مہاشہ مرتد کی دودھ غلوئی اور کذب بیانی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

تقدیس جواب آریہ تو یہ ہے کہ اگر مخالف کا کوئی میلان مخالف کسی عدالت میں مقبول  
ہو سکتا ہے تو بیشک اس بیان سے آپ کسی طرح استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ تو آپ کو

معلوم ہے کہ وہ مرتد ہو چکا تھا پھر مرتد کا کوئی بیان مخالف کس عقل سے مقبول ہو سکتا ہو۔  
اور بالخصوص اگر مانا بھی جائے تو اوس سے فائدہ ہی کیا ہو سکتا ہے کیونکہ بیان  
تو اس قدر ہے کہ حضرت لکھواتے تھے یہ کچھ لکھتا تھا۔ اس سے قرآن پر کیا لازم آیا  
یا رسول اللہ پر کیا لازم آیا۔ کیونکہ یہ تو اسکی مجلسازی ہے اگر گورنمنٹ انگریزی ہوتی  
تو تقریرات ہند کا دفعہ چلنا وہاں صرف یہ کیا گیا کہ مرتد کا خطاب دیگر نکال دیا گیا یا  
خود بھاگ گیا۔ اور حکم قتل جاری ہوا

نہیں معلوم اس نامہ نگار نے اس واقعہ سے قرآن کی عظمت و جلالت پر کیا اثر  
ڈالا کیونکہ اس سے ثابت ہوا تو عبداللہ بن ابی سرح کی مجلسازی حسین نہ کوئی عذر ہو  
نہ انکار مگر قرآن پر تو اسکا کوئی اثر نہیں پڑا۔

کیا کسی گورنمنٹ کا محرم یا سرشتہ دار کوئی جعلی خط لکھے یا سرشتہ بین جل نہ لے تو  
اوس سے گورنمنٹ پر لازم ہو سکتا ہے حاشا دکھلا ہرگز نہیں۔ پھر اسکی مجلسازی سننے  
پر یا رسول پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

مان اہل سنت عموماً اور اہلحدیث کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس روایت  
کا یہ بیان کہ حضرت فرماتے تھے جس طرح چاہو لکھو ایسا ہو کہ تمامی روایات اہل سنت اسکے  
موافق ہو کہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا جسکی کوئی تاویل نہیں کر سکتے اور یہ ایسا اصول  
ہے کہ چالیس تا دہلیں کیلئے مگر آج تک کوئی نسخہ نہ بنا سکے ملاحظہ ہواشمس جلد ۱ صفحہ ۲۵  
مخلاف شیعہ جو سرے سے اسکی منکر ہیں اور ہونکی روایات مصرح ہیں کہ قرآن ایک ہے  
ایک خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ ملاحظہ ہواشمس جلد ۱ صفحہ ۲۵

تو آریہ کا یہ اعتراض دو اب اس گہرے ہمدی کا لچپ زبردست بیان نکرونیابہر  
محمدی الہامی قرآن کی حقیقت کھل چائیگی اور نہ یکس علماء مجھ جابین گئے کہ اس صورت  
میں قرآن کو کس درجہ کی کتابوں میں شمار کرنا چاہئے۔

اس اصول پر جواب اعتراض ہو گیا کہ یہ تو بدیہی بات ہے کہ معمولی تحریر کا لکھنے والا  
بھی جب کوئی تحریر لکھتا ہے تو الفاظ خاص استعمال کرتا ہے اگر ایک لفظ کے بدلے دوسرے لفظ

رکھا جائے تو آسمان وزمین کا فرق ہو جاتا ہے۔ پہر کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ اسکی اجازت دین کہ اکتب کیف شیت کہ جس طرح چاہو لکھو حالانکہ قرآن اس آیت میں ہدایت کرتا ہے کہ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقا نفسی ان اشیع ما یوحی الی کہ ہم اپنی خواہش نفس سے نہیں بدل سکتے ہم تو وحی کا صرف اتباع کرتے ہیں جس سے خود حضرت کو اسکا اختیار نہیں کہ بدل دین تو کب ممکن تھا کہ آپ ایک کافر کو اجازت دیتے کہ جس طرح چاہو بدل کر الفاظ لکھے کیونکہ اس صورت میں نہ صرف یہی آیت غلط ہوتا ہے بلکہ وہ کل آیات جمیع تحدی کی گئی ہے کہ ایک سورہ بھی بنا لو غلط ہوتے ہیں کیونکہ جب وہ شخص جو بعض معمولی شخص تھا اس پر قادر تھا کہ الفاظ قرآن کو بدل دیتا تو جو لوگ فصحاء عرب تھے وہ کیوں اس پر قادر ہوتے کہ کوئی سورہ مثل اسکے بنا لاتے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان نے اصل اعتراض کا مطلق جواب ہی نہیں دیا اور جواب دیا تو ایسا جسکو اعتراض سے لگاؤ ہی نہیں کیونکہ پہلا جواب یا اعتراض او سکا یہ ہے وہ پہلی غلط بیانی تو اسکی یہ ہے کہ حضور پر نور فداہ امی و ابی کے تحریرین کی تعداد چالیس بتائی ہے۔

بتائے اس سے وہ اعتراض کیونکر دفع ہوا جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ جو چاہتا وہ لکھ دیتا اور حضرت فرماتے اکتب کیف شیت جو چاہو لکھو۔

مسلمان کو اس جواب پر ایسا ناز ہے کہ کاتبوں کی ۷۱ عدد کہہ کر پوچھتے ہیں۔ چھو بتلاؤ ۷۱ کو ۷۰ لکھنا سبھی کو سود کی شرح ہے۔

دیکھئے کیا تہذیب ہے اور کیا متانت کیون صاحب سود ہندوؤں کے یہاں جائز ہے آپ کے یہاں جہین ذرہ تہذیب الاخلاق نمبر ۳۴۰ ملاحظہ ہو

افسوس صد افسوس اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں ”گو چالیس کا عدد بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں چالیس چوڑی چالیس کاتب ہوں مگر ہمیں تو ہمارے مرتد کی دروغگوئی اور کذب بیانی کا اظہار کرنا مقصود ہے“

جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اپنے اس دعوے پر ایسا یقین ہے کہ محض اظہار دروغگوئی

کے لئے جس کو کھادرنہ اس سے کہ کوئی نقصان نہیں پہنچتی بلکہ ابواب ہر بانی خارج  
نہیں بلکہ ہر مصلوبہ معرطہ ہو۔

قبیلہ کا کتابہ بنفلاو ادبعین کیا گیا ہے کہ حضرت کے کاتبوں کی تعداد کچھ ہو  
چالیس تھی اب مسلمان کا ایڈیٹر ایمان سے کہے کہ وہ دروغ گو اور کذاب ہو یا آریہ۔

ہاں اگر مولوی ثناء اللہ صاحب یہ جواب دیں تو ہو سکتا ہے کہ تلویح خمس میں  
بنفلاو ادبعین کچھ اوپر چالیس لکھا ہے اور آریہ نے صرف دہ چالیس لکھا ہے شرم شرم

ہم جانتے ہیں کہ اس بچارہ کی طلعت صرف زاد المعاد ابن الیقیم تک محدود ہے اور  
کتاب میں غریب کو نہیں ملین تھے کہ ابھی تک ازالۃ الخفا کی زیارت سے محروم ہیں جسکی

نسبت چند مرتبہ اشتہار سے چکے ہیں لہذا انکار کرتے تو کیا کرتے۔ واللہ اعلم بالصواب  
مگر حیرت اس پر ہے کہ ایک آریہ جو نہ عربی جانے نہ فارسی۔ یا انگریزی پڑھی ہو یا اور

اسکو تو اپنے مخالف کی کتابوں پر اس قدر عبور ہو اور مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی  
فاضل ہو کر نہ حاین کہ خود ادیبین کے علمائے کاتبوں کی تعداد چالیس سے زیادہ بیان

کی ہے۔ تو اب بتائے چالیس پتیا لیس کو گہٹا کر سترہ کرنا نتیجہ عقل نہیں تو کیا ہے۔  
ایڈیٹر مسلمان کو نہایت شرم کرنا چاہئے کہ وہ علمائے اسلام کے اقوال کو بخود

یہ خبر ہے کہ نہیں جانتا وہ کیا لکھ گئے ہیں عشرہ طیبہ صفحہ ۵۳۳ مطبوعہ مصر میں ہر وقت  
ذکر جہنم ان کتابہ کا کافی است و عشرین کا قبا علی ما ثبت من صحاحہ من ثقاہ

الطحاوی فی التلخیص للحرآقی انہم کافی ۱۲ شین و ادبعین منہم حسبہ اللہ بن  
سعد بن ابی مویس یعنی بعض علمائے تعداد کاتبوں کی ۲۴ لکھی ہے اور بعض نے ۲۲ جس

میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرج کو بھی لکھا ہے۔  
اب ایڈیٹر صاحب فرما نہیں آریہ سچا لکھایا آپ کہ خط آپ ہی کے دو گواہ

ایک ایک کر رہا ہے ہیں آئیے تیسرا گوہر محقق مولوی شیخ عبدالحق ہیں۔ صاحب التوق  
عبد الحنفیہ اور دور و غمرۃ الامام ابی ہریرہ بن زکریا کر رہے۔  
ایڈیٹر صاحب غالباً ان بیوقوفوں کی نسبت بھی فرمائیں گے کہ یہ سب طامیان

آریہ ہیں جو تصدیق آریہ اور تکذیب وہابی میں سرگرم ہیں۔

ہم انہیں مصالح سے ساکت تھے کہ آریوں کے جواب میں مدعیان اسلام سچ ہوئے جو جاتے ہیں لکھتے تو رہے ہیں جس سے فی الجملہ مسلمانوں کی تسکین تو ہو جاتی ہے مگر ایڈیٹر صاحب کے اصرار پر مجبور کیا کہ ہم ذوالفقار احمد رکارڈ کو علم کریں جو سنی جابر الکفار و المنافقین کو یہودیہ او آشکار کر دی کہ حق کے مقابلہ میں کفار و منافقین دونوں برابر ہیں بلکہ ضرر منافقین اشد ہے جن کے شان میں خداوند عالم فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَدُسُوهُ الَّذِينَ أَصْنَوْا** اور **مَلِجُوا فِي الْكُفْرِ** و ما یشتعلون یعنی یہ منافقین تو خدا اور رسول و مومنین کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنی نفس کو دھوکہ دیتے ہیں اور نہیں جانتے۔

اخبار اہل حدیث میں لکھتے ہیں در آریوں کے میدان مناظرہ میں آئے لیکن کیا شیعہ اس میدان میں آئیں گے، پھر لکھتے ہیں درہم ابھی سے وجدانی پیشگوئی کے دیتے ہیں کہ شیعہ اگر مخالفین خصوصاً آریوں کے مقابلہ میں لے تو دو حال سے خالی نہیں (۱) یا تو شیعہ مذہب کو شکست فاش ہوگی (۲) یا بطور تقیہ علماء شیعہ اپنے خیالات ہی نہ ظاہر کریں گے بلکہ علماء اہل سنت کی تحقیقات کی آرٹیں گے۔ اس قسم کے ہزاروں کلمات ہیں جو ہلکے مجبور کرتے ہیں کہ اس میدان میں آئیں اور حق و باطل کا فیصلہ کریں کیونکہ اٹوٹی نیاصب نے اپنی ادبی کمزوری تو دھوکہ دہی مد شیعہ مذہب کو شکست فاش ہوگی، کیونکہ شیعہوں کو وہ یقیناً مسلمان جانتے ہیں جس جب اسلام کا ایک فرقہ آریہ کے مقابلہ میں مغلوب ہوا تو دوسرا فرقہ کیا امید کر سکتا ہے اگر اسکی حوض میں ایڈیٹر صاحب یہ کہتے کہ شیعہ تو مدعی اسلام صادق ہیں خدا اوہ نہیں کو فتح دے تو ایسا کیا بگڑتا۔

ایڈیٹر صاحب انہی تو آئیے نے دیکھ لیا کہ آریہ کے مقابلہ میں آپکو شکست فاش ہوئی کہ آپ آریہ کے دعویٰ چالیس کو غلط بتاتے تھے حالانکہ وہی سچ مٹکا آگے جو نتیجہ ہو گا دیکھ لیا۔ غرقیاس کن زنگلستان میں بیمار مرا۔

اڈیٹر صاحب نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنی دروغ گوئی کو بمقابلہ کر یہ ثابت کیا  
نیکہ و سرِ اظلم یہ کیا کہ کل کاتبوں کو ایک درجہ میں لکھ دیا کہ جس درجہ کے کاتب ابو بکر  
عمر عثمان علی تھے اوسے درجہ کے کاتب معویہ بن ابی سفیان زید بن ثابت  
تھے حالانکہ عرف و فرق مراتب نہ کئی زیدیاتی کا مضمون ہے کیونکہ اگر یہ سب کاتبان  
وحی ہوں تو پھر وحی کی قدر و منزلتیں کوی نہیں رہتی کہ ہر بد معاش فاسق فاجر  
اوسکا کاتب ہو جائے۔ مدارج النبوۃ میں ہے صفحہ ۶۱۰ جلد ۲۔

بدانکہ آن حضرت را کاتبان بودند بعض کاتبان وحی بودند و بعض نامہای  
ملوک و اعراسے می نوشتند و بعض احوال صدقات و بعض مدائنات و معاملات شریف  
و نامات و جز آن چون آن حضرت از خط و کتابت منزہ و مبرا بودہ اکثر صحابہ  
تبعہ بر عادت و عوب ازین ہنر عاری بودند لاجرم انہا بے کہ از میان ایشان بہ  
خط و کتابت مہجور و موصوم بودند لہذا خدمت پیغمبر در وقتہ الاحباب می  
آوردند و مقررین بود کہ عثمان بن عفان و علی بن ابیطالب و وحی می نوشتند اگر  
ایشان غایب میبودند ابوبکر بن کعب و زید بن ثابت می نوشتند و اگر ازین  
چهار و پنج کس حاضر نہ بودے ہر کہ حاضر بودے از کاتبان او مینوشتی انتہی۔  
پس یکسی نا الفغانی ہے کہ آپ نے جناب امیرؓ اور عثمانؓ اور ابی بن  
بن کعب و زید بن ثابت اور معویہ کو ایک درجہ کا کاتب لکھ دیا حالانکہ معاویہ حضرت  
کی رحلت کے قبل دو سال طلبہ ہی اسلام لایا اور ہمیشہ مولفۃ القلوب منافقوں  
میں شمار ہوتا رہا مدارج النبوۃ میں ہے روایت است کہ وہی می گفت سلام  
آوردم یوم الفصہ یعنی جمعہ بعضا باوقات کردم در آن روز آن حضرت را مسلمان  
دوے کیے از آنکہ است کہ مینوشت بر ایمان حضرت و بعض کہ مینوشت و وحی  
و صاحب جامع الادب نے لکھا کہ کتابت نہ شدہ است و در بموجب یہ بیگوید  
و وحی نہ نوشت کہ کتابت نہ ہے و بعض گفتہ اند کہ وہی مینوشت و وحی براہیکہ می  
نوشت کہ کتب و مناشیر را ازین کتبہ میں و گفتہ اند حدیثان کہ ثابت شدہ است



حدیث صحیح حدیث صحیح ۶۲۹

تو اب یکتیسی نا انصافی ہے کہ موطیہ بھی اوسیدہ کا کاتب قرار دیا جائے جس درجہ کے کاتب امیر تھے یا بقول اہل سنت ختمان۔ جو باتفاق اہل سنت صحیح کہنے بعد اسلام لایا۔ مگر اس سے کہہ دیا کہ ہم عمرہ الغیبین ایک سال قبل اسلام آئے اہل سنت کو قبول ہو گیا۔

حالا کہ صاحب جامع الاصول نے تصریح تمام کہہ دیا ہے کہ موطیہ کاتب صحیح نہیں تھا۔ علامہ ابو بکر بن شہاب جو علمائے اہل سنت سے ہیں انصاف کا فیرین کہتے ہیں اما کتابہ موطیہ للوحی والتزیل فلم یصح ومن ادعی ذلك فلیشتبہ یہ ایدہ نزلت فکتبہا مع یدہ اللہم لا ان یا یتنا بالحدیث فلو ضیع انہ کاتب آیتہ الکرسی قبلہ من ذہب جاحم بہ جبریل حدیثہ لمعاویہ من فوق العرش فصذبالہ من القرۃ علی اللہ و اسیئہ و علی رسولہ فذلک راجع الیہ الحدیث و الشناکر قل ان انبکم بشر من ذلک لکن انما نر ان معویہ بعدہ بن کتب البنی رجحنا لکما علی عقبیہ فکتب بیدہ المظالم و الا و امر المہرمہ بالکتاب البنی و البحر المظاہر لا اعمال و قد کتب قبلہ البنی بعد اللہ بن خطل و قد کان یقول ان کاتب محمد بنیافانی لا اکتب لہ الا ما ارید ثم ارتد و لحق مکہ مکررا علی احسان یوم و لکن ضرب عنقه و لم یصحہ کتابہ عما اراد و لا لہ من مسودۃ الخاتمہ و شقاوۃ العقبی فی الاخرۃ ذکرہ ابن عدی و کتب ابیہ قبلہ عبد اللہ بن ابی سرح بمکہ ثم ارتد و صار یقول کنت اصروف محمد حیث ارید و کان علی علی بن زید حکیم فاقول او علیم فیقول نعم کل صباب و قول فیہ من اطمع من افتری علی اللہ کذا و اورد البنی و صریحہم انکم صنفہ ۱۱ مطبوعہ بیروت

یعنی موطیہ کی کتابت صحیح و تنزیل تو کسی طرح صحیح نہیں جو دعویٰ ہو او سکوا جائے نہایت کرے موطیہ کے کوئی آیت لکھی تھی مگر یہ کہ یہ حدیث موضع لایمن کہ حضرت

جبریل ہونے کا حکم دیا۔ تھے عرش سے کہ معویہ اوس سے آیت اُنکری لکھے۔ خدا نے  
 اوسے ایسے خبر کئے جس میں خدا اور رسول پر افسر کیا گیا اور غیر مسلمان کو عرش پر نہ  
 چاہئے کہ آپ بھی اودنیں لوگوں میں داخل ہو رہے ہیں اب اگر معویہ نے سوال اُنکے  
 لئے کیا کیا بھی تو اس سے کیا ہوا جب کہ وہ اس کے بعد مرتد ہو گیا اور ہر دو فی قسم کی  
 مظلوم اوس نے لکھے سب بنی۔ احکام ناجائز سے جو کہ اوس کے حامی اعلیٰ پر چھپاؤ  
 حالاکہ قبل معویہ عبداللہ بن خطل نے بھی کتابت کی تھی جو کہتا تھا کہ اگر محمد بنی ہوتا  
 کیا ہوا ہم تو وہی کہتے ہیں جو چاہتے ہیں جو مرتد ہوا اور مشرکین قرسی سے ٹھٹھکا  
 اور بروذ فتح کہ حضرت کے حکم سے قتل کیا گیا تو کتابت نے اوس کے شقاوت اور  
 سوء خاتمہ کہ کوئی لغع نہ دیا۔

ابسط معویہ کے پہلے عبداللہ بن ابی سرح نے بھی کتابت کی اور مرتد ہوا  
 کہتا تھا کہ ہم جو چاہتے ہیں لکھتے ہیں۔ حضرت یزید حکم لکھواتے ہیں اور ہم علم لکھتے ہیں  
 حضرت فرماتے بسطرح چاہ لکھ۔ اس کے بارے میں غنم اعظم من افقوی علی اللہ نازل  
 ہوا اور حضرت نے بروذ فتح کہ اس کا خون بہلج کیا تھا۔

بہر حال ڈیڑ مسلمان کی دروغگوئی بمقابلہ آریہ بھی ثابت ہوئی کہ تعداد چالیس  
 سے انکار کیا تھا۔ حالانکہ علماء اہل سنت کے بیان سے چالیس سے زیادہ محسوس  
 ثابت ہوئے۔

پھر بمقابلہ اہل حق بھی دروغ گو ہوئے کیونکہ معویہ کو وہ نہیں نے کاتبان وحی  
 میں داخل کیا تھا حالانکہ معلوم ہوا محض غلط ہے وہ کاتبان وحی سے نہ تھا بلکہ  
 کسی قزاقی حساب کتاب لکھ دیا ہو۔

صاحب غلطی نے صرف دو کافروں کا نام کاتبان میں لکھا ہے ایک عبداللہ بن  
 خطل دوسرا عبداللہ بن ابی سرح جس کا حال آئندہ مذکور ہو گا۔ مگر یہ ایک تیسرے  
 کافر کا نام بھی کہتے ہیں جس کے کفر و فحاشی میں کسی مسلمان کو حذر نہ ہو گا۔

تاریخ غیبیہ میں ہے صفحہ ۲۰۲ داخل ہونی سیوۃ مغلطائی جس میں دو صحیح

بن عقیل و عبد اللہ بن ابی مرجم و ابی سلمہ بن قیس الاسدی و حاطب بن عمرو  
 بن حنظلہ بن سیر و غلطانی بن کاتبان الخزرج بن یزید و حصین بن  
 عقیل و عبد اللہ بن ابی مرجم - ابو سلمہ بن عبد اللہ - حاطب بن عمرو بن  
 حنظلہ کا نام بھی لکھا ہے۔

حالا کہ حسین بن نیر ملعون قاتلان امام حسین علیہ السلام سے جو عجب کفر  
قرن کی کو شمشیر نہیں ہو سکتا۔

پس اگر بعض کتابت کی مویہ کوئی نفع اوٹھا سکتا ہے تو حصّین ابن نمیر یا  
مستحق ہے ایسا ابن حجر نے اس میں شک کیا ہے حالانکہ ابن حصار نے اوسیکو  
کاتب بنایا ہے۔ ملاحظہ ہوا ص ۶ جلد ۶ صفحہ ۲۲۔

مطابق دو روایات غیبہ کا تبون کی تفصیل یہ ہے کہ کان علی یکتب القرآن  
و یکتب ایضا غیوۃ و کان ابی بن کعب و سید بن ثابت یکتبان الومی و کان  
عبد الوہد عبد اللہ بن الامام یکتبان الی الملوک و علا بن عقبہ و عبد اللہ  
بن الامام یکتبان القیالات و الزبیر بن العوام و جهم بن الصلت یکتبان  
الصنادید و حذیفہ یکتب صدقات القرآن و قد کتب لہ عثمان و خالد و ابان  
ابن اسجد بن العاص و المغیرہ بن شعبہ و الحسین بن عمار و العلاء الحضرمی و  
شرحیل بن حسنہ الطائفی و حنظلہ بن ربیع الامدنی و عبد اللہ بن ابی  
سورج وھی الخاقی فی المکتبۃ فلضہ رسول اللہ و قد اردت و فی تاریخ الدلائل  
انما نقول البنی ابن عباس علی صویۃ لیکتب لہ فقال لہ یاکل ثوبی لیس الیہ  
و لو یفرغ من اکلہ فقال البنی لا اشیع اللہ بطنہ لانا قب شہر بن ثوب عذر اللہ  
کہ جناب امیر مزیدہ فروجی کہتے تھے اور فروجی بھی ابی بن کعب زید بن  
ثابت دوسی کی کتابت کرتے زید و عبد اللہ بن ارقم بادشاہانوں کے نام خطوط  
کہتے۔ علا بن عقبہ۔ عبد اللہ بن ارقم قبائل حجاز کے کاتب تھے۔ حذیفہ بن یمان  
عبد اللہ بن ارقم قبائل حجاز کے کاتب تھے۔ حذیفہ بن یمان

بن نہر ملا حضرتی۔ شریعہ ہمارے لیے۔ خطبہ بنی ہاشم۔ عبداللہ بن  
 ابی سرح نے بھی لکھا ہے جس نے کتابت میں خیانت کی تو حضرت نے بھی  
 نصت کی اور وہ مرتد ہوا۔ تاریخ بلاذری میں ہے کہ حضرت موسیٰ کو بے رعب  
 ابن عباس بلوا ہوا کہ اگر کچھ کہے تو کہا کہ کہا رہا ہے پر سچا تو وہ اس وقت کہنا  
 سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ حضرت نے فرمایا خدا اس کا بیٹ نہ بھرے۔  
 ہم نے جو یہاں تکذیب ایڈیٹر مسلمان میں کچھ تفصیل سے کام لیا تو صرف  
 اس ضمن سے کہ انسان کو ہمیشہ چاہیے حق کا پابند رہے نہ حق کو کسی طرح  
 نہ ہر خصوصاً وہ شخص جو بخمن صادقین کا میر ملک بانی ہو کہ ہر فی کس کے کرنام  
 لکھو اے اور وہ اس طرح جھوٹے بولے حالانکہ اگر چاہیں گے جو حق سوا بلکہ دو  
 سو کا تب بھی ہوں اور ایک نہیں ہزار جو اب بنائے اسلام یا بانی اسلام  
 پر کوئی الزام نہیں آسکتا بلکہ وہ خود خاں اور جلسا از قلمد پائے گا۔  
 دو سراجی اب یہ دیتے ہیں مسلمان آئے اب ہم تمہاری پیش کردہ  
 گواہ کی شہادت کی پڑتال کریں۔ عبد اللہ کی شہادت جانتے ہو کس  
 وقت کی ہے نہ سمجھے ہو تو ہے سنو ایہ اس وقت کی ہے جو وقت یہ تمہاری  
 طرح اسلام سے برگشتہ ہو کر تمہاری ہی طرح اناب شتاب ہانک رہا تھا۔ کیا  
 تمہاری اس وقت کی شہادت اسلام کے برخلاف معتبر ہے کیا تم وہی نہ ہو  
 جو کہتے ہو۔ میں تاریخ سنہ میں ضلع حیدر آباد سندھ میں تھا اور تاریخ سنہ  
 میں آریہ بنا اس طرح سے ہر سال میں تمام اسلامی دنیا کی سیر کر کے دس سال  
 بعد ادین یرو فیس بھی رہا۔ کیا تم وہی نہ ہو جو قرآن مجید کی تنقید کرتے ہو  
 کہتے ہو کہ قرآن میں قرآن کا نام ہی نہیں۔ کیا تم وہی نہ ہو جس نے لکھا تھا کہ  
 کہ قرآن درجہ اول قواد ان سے مرکب ہے جس کے معنی ہیں طرح اب یہاں  
 اس قسم کی شہادتیں اسلام اور اہل اسلام کے حق میں معتبر نہ ہوں گی یہی حال  
 تمہارے اس گواہ کا ہے کہ مرتد ہو کر جو چاہے کہے کون روک سکتا ہے۔ آم

ہم تم کو ایک اور طرح سے بھی اس شہادت کا بودہ بن سناویں۔  
یہی تمہارا گواہ آخر کار پھر مسلمان ہوا اور اوس نے اسلام میں وہ کار کیا  
نمایاں کئے گئے جسے ساختہ اوس کے حق میں کتنا بڑا ہے رضی اللہ عنہ و  
ادعنا

سنو: حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الاستیعاب فی معرفۃ  
اصحاب جن اسی تمہارے گواہ عبد اللہ بن سعد کی بابت لکھتے ہیں۔

۲۱ سلم: عبد اللہ بن سعد ایام الفتح و حسن اسلامہ فایضاً منہ  
شخص ینکر علیہ و لا یؤلف عقاب بن سعد ذلک مصر فی سنۃ خمس و عشرين  
و فی کل حل بن یہ افریقہ سنۃ سبع و عشرين اتم

یعنی عبد اللہ بن سعد فتح مکہ کے دنوں میں تائب ہو کر پھر مسلمان ہوا اور  
بہت اچھا مسلمان ہوا پھر اوس سے کوئی ناجائز کام ظہور پذیر نہ ہوا۔ حضرت  
عثمان خلیفہ ثالث نے اوس کو مصر کا حاکم مقرر کیا سنہ ۲۷ھ میں اوس کے ہاتھ  
سے افریقہ فتح ہوا۔

بتلاؤ! اگر وہ اپنے بیان کو ذکر میں جو کہتا تھا حضور ہی لکھواتے تھے  
صحیح جاتا تو وہی مذہب میں پھر کیوں آتا اور کیوں اس قدر نمایاں خدمات  
انجام دیتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا گواہ خود اپنی شہادت کو عداوت اور  
بعض برہمنی اور ناقابل قبول جاثبات تھا اسی لئے ہم بھی اس کی شہادت کو تمہارا  
ہدایاں کے ہم دم گم جانتے ہیں اور تمہارے حق میں بھی دھاکرتے ہیں کہ عبد اللہ  
بن سعد کی طرح تمہارا بھی خاتمہ بالخیر ہو۔

یہاں جنس ہو کیا ہمارا وہ گم ہو کہ اوٹھا کر بھی تمہارے حق میں دھاکرتا  
ہو یا یہی ہے کہ  
سنت کا اس میں خالی اور اس میں خالی ہے

تھیں دیں نہ آریہ کا جواب تو یہ کہ چلے ہیں کہ اس روایت کو کی طرح ہی  
قرآن کا عقائد نہیں کیونکہ قرآن اس کا مدعی ہے کہ ہم کو کوئی جلا نہیں سکتا  
نہ اس کا مدعی ہے کہ کوئی جل نہیں کر سکتا نہ اس کا مدعی ہے کہ آتش و  
آب یا حضرت انسان کا ہر ہر تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ وہ تو ہدیٰ للتقین  
ہے لایاتہ الباطل من بین یدہ ولان خلقہ تفریل من حکیم  
حمید اوس کی شان ہے۔

پس اقرار ہی مجرم کے جرم سے عدالت کی اور صفائی ہوتی ہے نہ کہ خود  
پر کوئی الزام عاید ہو تو اوس کے اقرار سے قرآن کی حاثیت اور اسلام  
روحانیت اور بھی نمایاں ہوئی کہ یہ جرم اوس کا ایسا تھا کہ مجرم تو مرتد کا  
نہاد یا گیارہ او سب کا یہ بیان کہ حضرت فرماتے کہ جب طرح چاہو کہہ تو یہ بھی  
خواص مجرمین سے ہے کہ وہ اپنے جرم کا کوئی عذر بھی بنا جیتے ہیں جس کی  
کھابیت و ذور کوئی خود حکم ارتداد و ظاہر ہے کیونکہ اگر خود حضرت ہی اوس کی  
اجازت دے ہوتے تو پھر کس عقل سے حضرت اوس کو اسوج سے مرتد قرار  
دیتے جس بہ روایت یہ واقعہ بجائے خود دلیل حقیقت قرآن ہے کہ وہ ایسا  
منزل من اللہ ہے کہ دو ایک حرف کے تغیر سے مرتد قرار پایا اور واجب القتل  
نہ صرف یہی ایک شخص بلکہ عبد اللہ بن خطاب ہی جو اسی جرم میں قتل کیا گیا اور  
یہ جو جرم عثمان نے کیا کہ قتل حکم رسول نہ ہوئی جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا۔

اب آریہ الطاف کہے کہ اس واقعہ سے قرآن کی کیسی حقیقت کہلی کہ جبکہ  
وہ سب کا یہیدی کہتے تھے اور جسکی شہادت کو وہ نہایت وزنی سمجھتے تھے  
اوسنے کس طرح قرآن کی حقیقت و عظمت کو نمایاں کیا کہ اوس میں ذرا سے  
جل بنانے کی علت میں مرتد و واجب القتل قرار پایا تو پھر کون کہہ سکتا ہے  
کہ یہ کتاب محولی کتاب ہے یا اس میں انسانی تصوف کو دخل ہے کیونکہ یہ تو  
بدیہی بات ہے کہ وہ زمانہ اسلام کا تھا ضرورت تھی کہ جہان تک ارتداد و جرم

ایسی حالت میں صرف اس جرم پر کاؤنا کرنا خود بتا رہا ہے کہ یہ ایسا جرم تھا کہ دوس کے مقابلہ میں نہ کسی مصلحت پر نظر لگائی گئی کسی ضرورت پر بلکہ واجب القتل و کاؤ قرار پایا۔

مسلمان نہ معلوم کس بنیاد پر اس شہادت کو اسوجہ سے نامعتبر کرتا ہے کہ اس وقت کی شہادت ہے جس وقت یہ تمہاری طرح اسلام کو برگشتہ ہو کر تمہاری ہی طرح اناب شناسا ہو گیا ہو۔ کیونکہ اصول منظرہ دو ہی ہے یا تسلیم دعویٰ حلف یا انکار آپ انکار کر رہے ہیں تو اس کے نتائج پر غور کیجئے کہ اولاً آپ کے وہ علماء مورد اعتراض ہوتے ہیں جنہوں نے حالت کفر میں اس سے روایت کی۔ حالانکہ روایت کا فربا اتفاق نامقبول ہو تو پھر بتائے آپ کے علماء کیا ہوئے جنہوں نے کافروں کی روایتیں قبول کیں پھر ابوسفیان کی وہ روایت بھی ناقابل قبول ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ابوسفیان نے قیصر روم سے حضرت کے حالات کو بیان کیا کیونکہ وہ بھی تو روایت حالت کفر کی ہے اس طرح کی صدا حدیثیں صحاح ستہ کی جاتی ہیں نہ انیا پھر ایک وجہ ارتداد بتانا ہو گا تا نا وجہ قتل کہ حضرت لی کیوں اس کے قتل کا حکم دیا۔

چونکہ شہادت مذکورہ دو جز سے مرکب ہے ایک یہ کہ وہ جل بنانا تھا اور دوسرے کہ حضرت اوسکی تصدیق فرماتے تو آپ پہلے جز سے انکار کر سکتے ہیں کیونکہ کفر و ارتداد و حکم و جوب قتل مسکین کا متفق علیہ ہے نہ دوسرے جز سے کیونکہ نزول قرآن سات حرف غیر آپ کے مسلمات ہے ہے پھر اس بدیہی و قضا کا انکار کب ممکن ہے اور کیا خایہ ہے جبکہ اس کے مخالف حدیث روایتیں آپ کے یہاں مسلم ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ آپ حضرت پر جو حدیثیں آتی ہیں وہ صحیح ہیں۔ صحابہ پرستی سے جسکی وجہ سے نہ آپ قرآن کی حقیقت غیروں کے مقابلہ میں بت

اگر کہتے ہیں نہ اسلام کی نہ رسالت کی نہ اجازت کی کہ نہ آپ فرماتے ہیں ”یہی  
 تمہارا گواہ اور کاربیر مسلمان ہو اور اوس نے اسلام میں وہ کار نامہ کیا  
 جس کے بے ساختہ اوس کے حق میں کہنا پڑتا ہے رضی اللہ عنہ وارضاه  
 جس سے پہلے تو یہی نہیں معلوم ہوتا کہ اس تقریر سے فائدہ کیا ہو کیونکہ جب  
 اوس کے بیان کو حجت کفر میں نامعبر کہ چکے ہیں تو کم سے کم آپ پر لازم تھا کہ  
 بعد اسلام اوس قول کی تردید اوس کے کلام سے کہہاتے اور جب یہ نہیں  
 دیکھا کہ تو اوس کا قول سابق مسلم ہو گیا کیونکہ وہ مسلمان مان لیا گیا۔ تو  
 اوس سے آریہ کی تائید ہوئی نہ آپ کی خصوصاً جب اوس کے کار نامے  
 نمایاں کو اس قابل جان رہے ہیں کہ بے ساختہ رضی اللہ عنہ وارضاه  
 کہنا پڑتا ہے۔

ای وحی اسلام اگر تو سچا مسلمان ہوتا تو کہتا یہ مرتد تو ایسا مرتد تھا کہ بعد از اداء  
 اور قبول اسلام ظاہری بھی وہ مرتد ہی رہا تو ”یہ مرتد ہو کر جو جی چاہی کہے  
 کہ میں روکتا ہے“ کیونکہ اگر حسن اسلام کسی وقت میں بھی قبول کر و گے  
 تو وہی خرابی لازم آئے گی کہ گھر کا بھیدی کہلائیگا۔

دوسرے جن آریوں کے سامنے آپ اوس کے اسلام کو ظاہر کرے تھے  
 کیا وہ استیعاب و جس سے آپ نے بھی نقل کیا مگر بلا حوالہ صفحہ حالانکہ اسی  
 پارے میں آپ مسافر پر اعتراض کر چکے ہیں انکی یہ عبارت آپ کو  
 نہ دیکھا میں گے جسے آپ نے چوڑ دیا ہے صفحہ ۳۹۲ جلد اول مطبوعہ حیدرآباد دکن  
 عبد اللہ بن ابی مسرح ۲ مسلم قبل الفتح و ہاجر و کان یکتب الوحی  
 لوسن اللہ ۲ ثم ارتد مشرکاً و صاد الی قریش بمکة فقال لهم انی کنت  
 احسب محمد ۲ حیث ادید کان علی عترتی حکیم فبقول نعم کل صحابہ  
 فلما کان یوم الفتح امر رسول اللہ بقتله و قتل عبد اللہ بن خطیل و  
 مقبیس بن صبابہ و لول و جند و تحت اسماء الکعبہ فخر عبد اللہ بن

یہاں لکھا ہے  
 کہ اوس کا  
 اسلام



سعد بن ابی سرحم ابی عثمانی وکان اخا من الرضا و من الرضا و من الرضا  
عثمانی فقیہ عثمانی حق تعالیٰ بہ رسول اللہ و عبد ما اظہار اہل مکہ  
فانما منہ نہ عصمت رسول اللہ و طویلہ عثمانی فقیہ عثمانی  
قال رسول اللہ من حالہ ما عصمت الا لبقوم الیہ بعضکم فیض عنہ  
وقال یعل من الافاضلہ او مات الی رسول اللہ فقال ان البقی لا  
یذنبون ان یکون لہ عائتہ الا عین۔

یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرحم قبل فتح مکہ مسلمان ہوا اور نبوت کر کے پیش  
آیا۔ رسول اللہ کے لئے وحی لکھتا تھا پہر مشرک ہو کر مرند ہوا اور کہ چلا گیا  
و ان کہتا تھا کہ ہم جبر جاپتے محمد کو پیرا کرتے کہ وہ عزیز حکم لکھواتے تو ہم عظیم  
حکیم اور حضرت فرماتے کہ سب صواب ہو۔ جب روز فتح مکہ آیا تو حضرت نے  
اوس کے قتل کا حکم دیا اور نیز عبداللہ بن خطل (اس کے بھی ایسے ہی اعمال  
تھے) اور مقبس بن صبابہ کے قتل کا اور فرمایا کہ اگرچہ پردہ ہائے خانہ میں اوسکو  
پاؤ تو وہ ان بھی اوس کو قتل کر دو۔

عبداللہ بن ابی سرحم بہاگ کر عثمان کے پاس آیا جو اس کا رضاعی بھائی تھا  
کیونکہ مادر عبداللہ نے عثمان کو دودھ پلایا تھا تو عثمان نے اوس کو چھو دیا  
جب اہل مکہ مطمئن ہوئے تو عثمان اوس کو لے کر خدمت رسول میں آئے اور  
طالب لمان ہوئے۔ حضرت نے بہت دیر تک سکوت کیا اوس کے بعد کہا  
جب عثمان پہلے گئے تو حضرت نے اپنے گرد کے اصحاب سے کہا ہم نے دیر تک  
اس لئے سکوت کیا تھا کہ تم میں سے کوئی لاوٹھ کر اوس کو قتل کر دے تاکہ  
شخص نے کہا کہ آپ نے اشارہ کیا کیوں نہ فرمایا۔ حضرت نے فرمایا یہی کہ خاتما لائن  
نہ ہونا چاہیے کہ انکو سے اشارہ کرے۔

خود کو جو شخص اس طرح اسلام کو قبول کرے اس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے  
آخر کار ہر مسلمان بھلا کر کیا وہ اگر مسلمان ہو گیا ہو تا تو آپ صحابہ پر خطاب کرتے

کہ چند سائے سکوت کیا کہ شرمین سے کوئی اس کو قتل کر دے۔

آپ کو غدا غدوات گردش مرداباد سے کہ ہمیشہ ہر جلسہ میں جا کر دو دو چرخہ لڑائیں کہیں  
فرست جو کیا بون کو دیکھیں اور حق کو دریافت کریں دیکھتے تاریخ خیس صفر ۱۰۰  
میں بنو لوگوں کے حالات جن کے قتل کا حضرت نے حکم دیا تھا۔

بیان اون صحابہ کا جس کے قتل کا  
حضرت نے فتح مکہ میں حکم دیا تھا  
اون کے جو ایم کیا تھے جس سے عبدالمدین ابی

سراج کے اسلام پر بھی روشنی پڑے گی اور آئندہ تحقیقات میں فائدہ ہو گا اس کو ہم بخیر  
طواعت صرف ترجمہ تاریخ قمیس پر بالا مختصار اکتفا کرتے ہیں۔

تاریخ خیس صفر ۹۹ جلد میں ہے۔ حضرت نے سرداران لشکر کو حکم دیا تھا کہ مکہ میں  
صرف اونہیں لوگوں سے لڑنا جو تم لوگوں سے جنگ کریں۔ اور گیارہ مرد اور چھ عورتوں  
کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کو حل میں پادیا حرم میں قتل کرنا اگرچہ پردہ مای کعبہ کے  
نیچے ہوں۔ اول عبدالمدین خطل ہے جو اولاد تم بن غالب سے تھا۔ قبل فتح مکہ مدینہ  
اکر مسلمان ہوا حضرت نے اسکو ایک قبیلہ سے صدقہ وصول کر لیا جو اوسنے اپنے  
ساتھی کو جو مسلمان تھا حکم دیا کہ کھانا طیار رکھنا یہ کہہ کر وہ سو گیا اوس مسلمان نے  
مطابق حکم کہا ناہین طیار کیا۔ جب سو کر اٹھا اور کہا نا تیار نہ پایا تو قتل کڈا اسکے  
بعد مرد ہو کر بھاگ گیا اس کی دونوں زبانیں جن میں جو حضرت کی ہو کر تھیں اور گایا کرتیں  
حضرت نے تینوں کے قتل کا حکم دیا۔

جب حضرت داخل مکہ ہوئے تو وہ خانہ کعبہ میں بنیاد گزین ہوا۔ حضرت طواف  
کر رہے تھے کہ کعبہ کا یہ عبدالمدین خطل ہے جو پردہ کعبہ کو پکڑے ہوئے ہے حضرت نے  
اسکو بلکہ اس میں قتل کر دیا چنانچہ وہ دین قتل ہوا۔ ابو براء اعلیٰ اور سعید بن حریث کی  
شرکت سے قتل ہوا۔ صفر ۱۰۰  
اسکے متعلق ہم پہلے لکچے ہیں یہ بھی تحریر کرتا تھا لہذا تین جرم ہوا۔ تحریف

ارتداد۔ قتل ناجائز۔ جس سے حضرت نے عین خانہ کعبہ میں قتل کا حکم دیا اور چونکہ اوکا کوئی حمایتی وہاں قریش سے نہ تھا اور قبیلہ النصار کے ابو مرزہ اسکی موجود تھے لہذا وہ قتل ہو گیا یہیہ اکثر سمیعاً بصیراً کو علیہا حکما لکھا کرتا علیہا حکما کی جگہ غصہ ۱۰ دیکھا لکھا اس طرحی بہت سی خیانتیں کرتا یہاں تک کہ اوس نے کہا محمد بنین جلستے کیا کہتے ہیں جب خیانت اوسکی ظاہر ہوئی تو مدینہ میں نہ ٹھہر سکا مکہ پہاگ گیا ۱۱ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ بیان صرف اوسیکانین ہے بلکہ تمامی صحابہ جانتے تھے اور وہی راوی ہیں تو بہر ایشیٹر مسلمان کا یہ بیان غلط ہوا جو وہ کہتے ہیں مدیہ او سوقت کی شہادت ہو جبکہ وہ ہتھاری طرح اسلام سے برگشتہ ہو کر ناپ شناس ہانک رہا تھا ۱۲ کیونکہ یہ صرف اوسکی ہانک تھی بلکہ یہ شہادت اُن صحابہ کی ہے جن سے واقعات اسلام نقل ہیں۔

۴۴۔

دوسرا عبد اللہ بن سعد بن ابی سرج برادر رضاعی عثمان تھا۔ کثافت معالمتیہ میں ہے کہ سورہ مومن حضرت لکھواتے تھے جب آیہ لقد خلقنا الانسان من سلاۃ من طین کو آیہ ثم انشا خلقنا کے آخر تک لکھا تو خود بخود اوس کی زبان سے نکل گیا فقہار کلام اللہ ۲ حسن الخلقین حضرت نے کہا یونہیں نازل ہوا ہے لکھتے ہیں اوسے عبد اللہ نے کہا کہ اگر محمد بنی میں تو ہم بھی بنی ہیں کہ ہمیر بھی وحی آتی ہے اس کے بعد کافر ہو کر مکہ چلا گیا۔

اس واقعہ کو اہل سنت نے اس موقع پر لکھا ہے کہ صحابہ کا کلام بھی داخل قرآن ہے جس سے آجکل آریہ اور عیسائی بہت منہ آ رہے ہیں حالانکہ یہ دلیل جہالت ہی کیونکہ بعض کلام ہوتا ہے کہ خود بخود سامع اوس کے بعد ولے کلام کو پڑھ دے دیا چنانچہ اکثر مشیون میں اپنے سنا ہو گا کہ ابھی شاعر نے ایک مصرع کہا ہے یا ایک مصرع کا ایک جز کہ سننے والوں نے قبل پڑھنے شاعر کے پڑھ دیا۔

عرب کا یہ شعر اور یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ امرء القیس شاعر کو ایک دشمن نے قتل کرنا چاہا۔ امرء القیس نے وقت قتل کہا کہ ہم کو تو قتل کرتے ہو مگر ایک وصیت

۱۰ کاتب کی غلطی سے ۱۱ کاتب کی غلطی سے ۱۲ کاتب کی غلطی سے

ہے کہ یہ مصرع ہمارے لڑکیوں سے جا کر کہہ دینا ع یا بنتیاء امرء القیس ان ابائکم  
قاتل کو عرب تھا مگر مذاق سخن سے ناواقف تھا سمجھا کہ اس کے کہہ دینے میں کوئی  
عذر نہیں چنانچہ بعد قتل جا کر لڑکیوں سے کہا کہ تمہارے باپ نے یہ پیغام دیا ہے نہ خبر  
مگ کہا ہے نہ دوسرا کوئی واقعہ۔ مگر لڑکیوں نے سنتے ہی دوسرا مصرع برجستہ کہہ دیا  
قد قتل وقا قتلہ لداکما کہ اب دونوں کے یہ معنی ہوئے۔ اور دونوں لڑکیاں اور القیس  
کی ضرور باپ تم دونوں کا۔ قتل کیا گیا اور قاتل اس کا تمہارے پاس ہے۔

مصرع اول ایسا تھا کہ اوس کا جواب سوائے اس مصرع کے دوسرا مصرع ہو  
نہیں سکتا تھا اور اسی نیت سے امرء القیس نے پہلا مصرع کہا تھا کہ اگر دوسرا مصرع  
کہتا تو قاتل اس پیغام کو ہرگز نہ پہنچاتا۔

اسی قبیل سے برہنہ روایت یہ واقعہ ہے کہ خنم انشا ناہ خلفا آخر کا تھا ضاہی یہ  
تھا کہ فقبارک احمد احسن الحقیقین کہا جاے جس کو عبد اللہ نے قتل کر دیا ہے حضرت  
کے پڑھ دیا۔

علماء اہل سنت نے اس کو کلام عبد اللہ بن ابی سرح بن ہذیل یا حالانکہ یہ کلام خدا ہو  
جسے حضرت لکھو ارہے تھے مگر قبل اس کے کہ حضرت لکھو انہیں بتقاضا، مقتضا و مقام  
ابن ابی سرح کے منہ سے نکل گیا۔

بہر حال تاریخ خمیس میں ہے کہ عبد اللہ اپنے برادر رضاعی عثمان کے پاس آکر  
پناہ گزین ہوا ایک اللہ آری نے نذر کیا تھا کہ جہاں عبد اللہ کو پائین گے قتل  
کرینگے چنانچہ اس نیت سے تلوار اپنی دھنس پر رکھ کر آیا اور حضرت کے پاس بیٹھا  
دیکھا جس سے وہ رک گیا کہ حضرت کے سامنے کیونکر قتل کریں۔

عثمان نے اس باریعین بہت مبالغہ کیا اور حضرت ہمیشہ لڑائی میں تھے جہاں  
ملک کہ عثمان نے کہا ہم نے اس کو امان دیا ہے تو رسول اللہ۔ ہا اور دیر تک  
چپ رہو تب آپ نے کہا کہ ہاں اور ہاتھ پھیلا یا سمیع لی جب عثمان و عبد اللہ  
رہاں سے باہر آئے تو حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اس لئے اس قدر سکوت کیا کہ کوئی

تم سے اونٹن کو روک لی گردن مارے اور اوس انصاری سے کہا تو نے اپنی نذر کیوں نہ  
پوری کی اوس نے کہا ہم صرف آپ کے خوف سے چپ رہے آپ نے اشارہ کیوں نہ  
کیا حضرت نے فرمایا نبی کو اشارہ نہ کرنا چاہیے۔

کہئے ان روایات سے آپ کو کیا معلوم ہوا (۱) ان صحابہ کی بلوہ درجہ کی ایمانداری  
کہ حضرت اس طرح کا حکم صریح بقتل اوس کے دین اور اس طرح کی تاکید فرمائیں کہ اگرچہ  
وہ پردہ ہائے کعبہ میں بھی بیٹھ ہو تو نہ جھوٹا اور ان صحابہ نے اوس حکم سے چشم پوشی  
کی (۲) عثمان صاحب کی کمال درجہ ٹٹی ایمانداری اور با حیا نبی کے حضرت کی بلکہ خداوند  
عالم کے مجرم کافر و مرتد کو صرف بخیال قرابت اس طرح چھایا کہ خدا کا حکم نہ نافذ ہو سکا  
پھر خلافت میں اگر یہ لوگ ایسے ہی ایمانداری تو کیا تعجب ہے (۳) اوس صحابہ کی  
بے پروائی بہ خیال عثمان کہ وہ حضرت کے سامنے حاضر ہے اور حضرت بار بار اوس  
سے منہ پھیر رہے ہیں مگر کسی کو اسکا خیال نہ ہوا کہ اسکو قتل کر ڈالیں (۴) حضرت کا  
اوس کے اسلام کو بہ کراہت قبول کرنا۔ (۵) حضرت کا اپنے صحابہ سے اسوجہ سے ناراض ہونا  
کہ ہونا کہ ادھون نے حضرت کے حکم کی تعمیل نہ کی (۶) حضرت کا اوس انصاری سے شکوہ  
جسے نذر کیا تھا کہ ہم اوسکو جہان پائیں گے قتل کرینگے تو کیا اس کے کوئی کہہ سکتا ہے  
اوسکا اسلام سسما تھا اور حضرت اوس سے راضی تھے جس سے اوس پر مسلمان  
نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ مسلمان ہوا اور صاحب استیفاء نے کہا حسن اسلام جیسا کہ  
آج ہے۔

تیسرا وہ شخص جسکا خون آپ نے بہہ کیا تھا عکرمہ بن ابوجہل ہے یہ مکہ سے بہاگ کر  
سمندر کی طرف گیا کہ وہاں سے سوار ہو کر کہیں بہاگ جائیں کشتی چلنے میں رک  
گئی ملاعون نے کہا جب تک لا الہ الا اللہ نہ کہو گے نجات نہ پاؤ گے۔

دوسری روایت میں ہے کہ وہ عکرمہ بن ابوجہل تھا وہ حضرت  
حکم امین حاصل کر کے گئی تھی وہی سچا کر لای جسکو حضرت نے قبول کیا۔ یہ جنگ ہو کر  
عکرمہ بن ابوجہل قتل ہوا۔ ۱۰۲۔

چوتھا جو یرث بن تقدیس دہ بن عبد قسی تھا یا پھر ان قبصار بن اسود تھا جو ہمیشہ حضرت کو کہہ مین  
ایذا دیتا اور جب حضرت زینب جن کو الحسن بن رسول اللہ کہتے ہیں مکہ سے مدینہ جانے  
لگی ہیں تو تیز چھایا جس سے وہ اونٹ سے گر پڑیں۔ اور اسقاط ہوا لہذا حضرت ان دونوں سے  
قتل کا حکم دیا تھا جو یرث کو تو جناب امیر نے قتل کیا اور صبار پوشیدہ ہو گیا چند روز بعد  
اسلام لایا اور حضرت نے اس کا توبہ قبول کیا۔

میں مہس بن ضابطہ کنزی ہے جس کا بھائی قبیلہ انصار مین مارا گیا قاتل کا پتہ نہ معلوم ہوا تو حضرت نے  
خون بہا دیا اسپر بھی اوس نے ایک مسلمان کو بلا وجہ قتل کو ڈالا صرف اس غرض سے کہ کہا جاوے  
خون کا بدلہ لے لیا۔ اس وجہ سے حضرت نے اس کا خون بھی حلال کیا اور وہ بھی بردہ خانہ کعبہ کے  
پاس قتل کیا گیا صلی اللہ علیہ وسلم

ساتواں صفوان بن امیہ بھی حضرت کو ایذا دیتا تھا عمر بن وہب کی سفارش پر حضرت نے اسکو  
بھی امان دیا جنگ طائف وغیرہ مین حضرت نے تذکرہ اس سے عاریت لئے تھے جسے حضرت نے  
پھر ستر بھی کیا جب مال غنیمت آیا تو یہ اس طرح گھوڑے نکالے کہ آنکھ اوسکی پٹی ہی نہ بھی حضرت  
نے وہ سب اسکو دیدیا جس پر اسنے کہا ایسی بخشش غیر بنی سے نہیں ہو سکتی اسکو بعد مسلمان ہوا۔  
آٹھواں حارث بن ظالم تھا جو حضرت کو بہت ایذا دیتا تھا اسکو جناب امیر نے قتل کیا۔

نواں کعب بن زبیر بن ابی سلمی ہے جو حضرت کی بہت جو کرتا آخر مین وہ قصیدہ بانٹ سمعاد  
فقلبی الیوم مہتول کہہ کر لایا اور اسامہ ایضا حضرت نے اسلام اور سکھ قبول کیا۔

دسواں وحشی ہے قال حضرت عمرؓ جو پہنے طائف بھاگ گیا تھا وہاں سے اگر اسلام لایا حضرت  
نے قبول کر کے فرمایا تو قاتل ہمارے چچا حمزہ کا ہے لہذا ہمارا سامنا نہ کیا کر۔

گیارہواں عبد اللہ بن زکوی شاع ہے یہ بھی جو کرتا تھا۔ بخوان کی طرف بھاگ گیا تھا وہاں سے  
اگر اسلام لایا اور حضرت نے قبول کیا۔

ان حالات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت نے جسکے جسکے قتل کا حکم دیا تھا اسکا فاسد سبب تھا  
اور جو قتل سے بچ گیا اور اسلام لایا تو حضرت نے سب کا اسلام قبول کیا یہاں تک کہ وحشی قاتل  
حضرت حمزہ کا مگر عبد اللہ بن ابی سلمہ کا اسلام ایسا تھا کہ حضرت اوسکے قتل نہ کرنے پر اپنا

عقاب صحابہ پر ظاہر کرتے تھے حالانکہ اوس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ کوئی اور جرم بجز اس کے کہ وہ  
میں جہل سازی کرتا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اس جرم کو کیسا سنگین جانتے تھے۔ اور  
مگر خوش اور راضی نہ تھے بدرجہ مجبوری قبول کیا تھا۔

ربین وہ صحابہ تین جکا خون حضرت نے بد لیا تھا ایک ہندہ تھی مادہ عویہ نے جس نے  
حضرت عمر کا جگر کھوا کر کھانا چا ہا تھا۔ حضرت نے عام حکم دیدیا تھا کہ اسکو قتل کرنا۔ مگر عمر صاحب  
نے حمداً اسکو بچا لیا کیونکہ بعد فتح مکہ جب حضرت عورت و مرد سے بیعت لینے لگے تو عمر کو  
اپنے نیچے بٹھالیا کہ عورتوں سے بیعت لین تو ہندہ چھپکرائی ہے اور حضرت نے شرائط  
بیان کرنا شروع کیا کہ شرک نہ کرو مال نہ چوراؤ تو ہندہ نے کہا ابوسفیان (شہر) مرد و خیل  
ہے اگر کچھ اوسکے مال سے بچالین تو ابوسفیان نے کہا ہننے اوسکی اجازت دی تب حضرت  
نے اوسکو پچانا اور تبسم کیا اور عمر صاحب تو ہنستے ہنستے لوٹ گئے فضیلت عمر حتی  
استغفر۔

عمر صاحب کی پہنسی اسپر تھی کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ اپنے بچوں کو قتل نہ کیا کرو تو اوس  
ہندہ نے کہا ہم لوگ تو پچھنے میں پرورش کرتے ہیں اور بڑے ہونے پر آپ قتل کرتے ہیں تو  
آپ جانیں اور وہ اسی پر عمر صاحب ہنستے تھے جسکا مطلب اہلسنت یہ نکالتے ہیں کہ  
اوس زمانہ کی عورتیں کیسی دلیہو تھیں۔ حالانکہ حضرت کا اشارہ اس طرف تھا نہ ہی  
ہندہ ایک حبشی سے پھنسی ہوئی تھی جس سے اگر سیاہ کچھ جنتی تو قتل کر ڈالتی اور اگر  
ایچھے رنگ کا ہوتا تو رہنے دیتی حضرت کا تبسم اسپر تھا اور عمر صاحب کی ہنسی غالباً  
اسی پر ہو یا اسپر کہ کس طرح ہننے دھوکھا دیا مگر ہندہ کو بچا لیا اور اب وہ اس بیجا نام سے  
تقریر کرتی ہے۔

دوسری تیسری وہی دونوں ٹپان ابن خطل کی تھو حضرت کی سچو کا یا کرتیں پوٹشی بھی  
اوس کی حتی جہین سے دو تو ماری گئیں اور ایک کو امان ملا۔

پانچویں لونڈی عمرو بن مہنی بن ہاشم کی تھی جو حاطب بن بلتعہ کا خط لکھی تھی مگر اسکو امان  
دی گئی۔

چھٹی ام سعد ابن ہے جو قتل کی گئی۔

غرض اگرچہ یہ سب کافر تھے جس میں بعض قتل ہوئے بعض کو امان دی گئی مگر حضرت نے کسی کے بچ جانے پر یہ عتاب نہیں کیا جو عبداللہ بن ابی سرح کی نجات پر حضرت نے عتاب کیا تو پھر کوئی نکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت نے خوشی سے اس کا اسلام قبول کیا ہو۔

رہا یہ جملہ کہ اوسنے اسلام میں وہ کارہائے نمایاں کئے ایسا جملہ ہے کہ جس سے اپکار اور آپ کے اسلاف کا اسلام ٹھکانا پڑتا ہے کیونکہ اگر یہ افعال اوسکے محمود ہوتے تو رسول اللہ اوسکے قتل نہ ہونے پر افسوس کیوں کرتے۔

آپ حضرات کا اصول تو صحابہ کی روح سرائی میں تین ہی ہے (۱) جس قدر سرت کسی شخص سے ناراض ہوں وہ آپکا مدوح ہے (۲) جس قدر اوس نے حق اہلیت کی حق تلفی کی ہو وہ مدوح ہے (۳) جس قدر دنیاوی عروج حاصل کیا ہو وہ آپکے نزدیک مدوح ہے۔

ذکر عبداللہ بن ابی سرح | عبداللہ بن ابی سرح کا ذکر عہدِ شیعین میں تو نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی کام اوس نے کیا ہو جس سے معلوم ہوتا ہے شیعین بھی اس سے خوش نہ تھے مگر خلافت عثمان کے وقت سے اوسکا نام تو تاریخ میں آنے لگا ہے چنانچہ پہلا کار نمایاں اوسکا یہ ہے تاریخ کامل میں ہے۔

فقال عماران اردت ان لا یختلف المسلمون فباع علیہ فقال المقداد بن الاسود صدق علما ان یابعت علیہ قلنا سمعنا واطعنا۔ وقال ابن ابی سرح ان اردت ان لا یختلف قریش فباع عثمان فقال عبد اللہ بن ابی سربیعہ صدقت ان یابعت عثمان قلنا سمعنا واطعنا فبسم ابن ابی سرح فقال عمار متی کنت تصنع المسلمین فتکلم بنوہا ثم وبنو امیہ مسئلہ ۳

یعنی جب عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ ہلو مشورہ دو اسکو خلیفہ کریں تو حضرت عمار نے کہا اگر چاہئے ہو کہ مسلمانوں میں اختلاف نہ ہو تو حضرت علیؑ کی بیعت کر حضرت مقدادؓ نے کہا بیعت کیا عمار نے اگر علیؑ کی بیعت ہوگی تو ہم سب مطیع و منقاد رہیں گے (عبداللہ بن ابی سرح نے کہا کہ اگر چاہتے کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کی بیعت کرو عبداللہ بن ربیعہ نے اسکی تائید کی جس پر ابن



ابی سرح نے تبسم کیا تو حضرت عمار نے کہا۔ تو کس زمانہ میں مسلمانوں کا خیر خواہ رہا۔  
 اڈیٹر صاحب چونکہ صحابہ پرست ہیں لہذا تصدیق کلام حضرت عمار میں عذر نہ ہوگا جو فرماتے  
 ہیں کہ ابن ابی سرح تو کسی زمانہ میں بھی خیر خواہ مسلمان نہ تھا۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اغراض مسلمانین اور اغراض قریش میں فرق  
 تھا کہ مسلمانوں کیلئے حضرت علیؑ کے خلافت کی ضرورت تھی۔ اور اغراض قریش کیلئے عثمان  
 کے خلافت کی۔ تو کیا اس تفریق کا بانی ابن ابی سرح کھلا ٹھکانا۔ کیونکہ اگرچہ عملی حالت میں یہ  
 تفرقہ تو وقت وفات رسول سے دکھلایا گیا کہ حضرت نے مسلمانین کیلئے جناب امیر کو خلیفہ کیا۔  
 مگر قریش نے اپنے اغراض ذاتی کیلئے ابو بکر کو بنایا مگر اسکا اظہار نہیں کیا جاتا تھا کہ مسلمانوں کی  
 یہ غرض ہے اور قریش کی یہ غرض۔ اسکا اظہار راج پہلے پہل ہوا۔ اگر اس کا رہنمایان پراڈیٹر  
 صاحب نے رضی اللہ عنہ کہا ہے تو مبارکباد۔

دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ بروایت استیعاب عثمان نے ہمدان میں اسکو مصر کا حاکم بنایا جسکے  
 ہاتھ سے افریقہ فتح ہوا مگر نتیجہ یہ ہوا اخلا فلا ایاھا عثمان وعزل عمنہ عمر وبن العاص جعل  
 عمر وبن العاص یطعن علی عثمان ایضاً ویولب علیہ ویسعی فی ضیاد امرہ فلما  
 بلغه قتل عثمان وکامعاً لافلسطین قال انی اذا انکحمت قرحہ ادمیتھا ۱۱  
 بحوالہ ۳۹۵

یعنی عبداللہ ابن ابی سرح کو جب عثمان نے والی بنایا اور عمرو بن عاص کو معزول کیا تو  
 عمرو بن عاص نے عثمان کے بار میں طعن کرنا شروع کیا لوگوں کو انکی مخالفت پر آمادہ کرتا اور  
 بغاوت کی تحریکیں و ترغیب کرتا جب عثمان مارے گئے اور یہ خبر عمرو عاص کو ملی تو عمرو نے  
 کہا جب ہم کسی زخم کو کھاتے ہیں تو اسکو اچھی طرح خون الود کرتے ہیں۔ یہ دوسرا کارنامہ  
 ہے عبداللہ ابن ابی سرح کا جسپر اڈیٹر صاحب مسلمان کو نہایت خوشی سے بیباختہ کہنا چاہیے  
 رضی اللہ عنہ وارضاه۔

جہیزمہ یہ ایک بہت بڑا تاریخی واقعہ ہے۔ اسلئے اسکی کچھ تفصیل ضروری ہے۔  
 بعد قتل عمر حمای مسلمانین کی خواہش یہ تھی کہ جناب امیر کی بیعت کی جائے مگر عبداللہ بن

بن عوف نے یہ شرط پیش کی کہ کتاب و سنت کے ساتھ مسیت شیخین پر بھی عمل فرمائے حضرت نے انکار کیا۔ عثمان نے قبول کیا لہذا اس محرم مسئلہ کو انکی بیعت بخلافت کی گئی اور وہ خلیفہ ہوئے۔

پہلا کام یہ کیا کہ مغیرہ کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے سعد بن ابی وقاص کو اسکا حاکم مقرر کیا۔ یہ وہی سعد بن ابی وقاص بن جکلا بنیاعمر بن سعد قاتل امام حسین ہے۔ اسی سعد کے بارہمیں جناب امیر نے عمر کے شوری مقرر کرتے وقت فرمایا تھا جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے و تلقاه عمہ العباس فقالت عدلت عناق فقال وما عملك قال قوابی عثمان وقال کونوا مع الاكثر فان راضی راجلون رجلاً ورجلاً رجلاً فکونوا مع الذین فیهم عبد الرحمن فسد لایحالف ابن عمہ و عبد الرحمن صهر عثمان لا یختلفون فیولیا احدہما الاخر فلو کان الاخران معی لا یفعلوا یعنی حضرت علیؑ جب عمر کے پاس سے باہر آئے تو چچا عباس سے ملاقات ہوئی فرمایا اے چچا امیر پھر خلافت مجھے کئی حضرت عباس نے پوچھا کیونکر معلوم ہوا فرمایا ہمارے ساتھ عثمان کو بھی قتال بنایا۔ اور کہا جس طرح شرت ہوا دہری خلافت ہو۔ اگر دو آدمی ایک کو انتخاب کریں۔ اور دوسرے کو تو اس طرف خلافت ہوگی حدیث عبد الرحمن بن عوف ہو۔ پس سعد بن ابی وقاص اپنے ابن عم عبد الرحمن سے جدا نہ ہوئے۔ اور عبد الرحمن عثمان کو جھوڑ گئے کیونکہ دونوں میں رشتہ دامادی ہے پس پاتو دونوں کو عبد الرحمن کو خلیفہ بنائینگے یا عثمان کو تو دو آدمی اگر ہمارے ساتھ رہے بھی تو کیا فائدہ ہوگا۔

اسی معاونت کا یہ ملکہ ملا کہ عثمان نے سعد کو حاکم کوفہ مقرر کیا حالانکہ عمر اسکو معزول کر چکے تھے بلکہ انکا قتل ہو ادا تھا۔

دوسرے میں سعد کو کوفہ سے معزول کر کے ولید بن عقبہ بن معیط کو والی کوفہ مقرر کیا جس نے شرا بخواری کی اور عثمان نے چاہا کہ اسے حد نہ جاری ہو مگر جناب امیر نے مجبور کیا۔

تاریخ کامل میں ہے وھو اخو عثمان لامہ مطلق یعنی یہ مادری بہائی تھا عثمان کا اور پوری رشتہ سے چچا زاد بہائی تھا۔

سعد بن ابی وقاص کو عثمان کی معاونت کا صرف اس قدر فائدہ ہوا کہ سال بھر والی کوفہ رہا ورنہ وہی خسار دنیا والا آخرہ۔

اسی سہ ماہ میں عثمان نے عمرو عاص، اور عبداللہ بن ابی سرح کو اطراف افریقہ میں لوٹ مار کر نیکاح کر دیا۔ عبداللہ اصل میں مصری لشکر کا ایک سپاہی تھا۔ عمرو عاص نے فوج سے اوسکی مدد کی طبعاً عبداللہ بن ابی سرح کو بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اس کے بعد عبداللہ نے افریقہ کے فتوحات کی خواہش کی۔

سہ ماہ میں عثمان نے عمرو عاص کو مصر سے معزول کیا حالانکہ عبداللہ نے یہ اوسکا والی تھا اور اسی نے مصر کو فتح کیا تھا، اور عبداللہ بن ابی سرح اپنے برادر رضاعی کو والی مصر مقرر کیا جس سے عمرو عاص میں اور عبداللہ بن ابی سرح میں پوری بغاوت ہوئی اور عمر غصہ ہو کر مدینہ چلا آیا۔ اور اوس وقت سے عمرو عاص دشمن عثمان بنا جیسا کہ پہلے بھی مذکور ہوا عثمان نے جنگ افریقہ کا کل محسوس ابن ابی سرح کو بخندرا تھا جو مطاعن میں محبوب ہو۔

یہی جنگ افریقہ اوس کے کارہائے نمایاں میں شمار کیا گیا ہے حالانکہ وہ زمانہ اقبال اسلام کا تھا اوسے سے اوسے شخص بھی سپہ سالار ہوتا تو یہی نتیجہ ہوتا کیونکہ حضرت نما کے تھے نصوت بالکعبہ مسیورستہ اشہر۔ یعنی ہم اپنے رعب و داب سے چھ ہینہ کی راہ تک مظفر و منصور ہو چکے ہیں۔

بہر حال جنگ تو ہو رہی تھی۔ فوج پر فوج مدینہ سے جا رہی تھی۔ مگر نتیجہ نہ نکلا تھا احمر مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہوا۔ آخر عبداللہ بن ابی سرح بھیجے گئے کہ جا کر حال دریافت کریں۔ جب عبداللہ بن ابی سرح آئے تو کیا دیکھا۔

وساوی عبد اللہ بن زبیر قتال المسلمین کل یوم من بکرہ الی الظہر فاذا اذن بالظہر عاد کل فریق الی خبیابہ وشمید التال من الغد قلم مرابن ابی المسیح معرم فسال عنہ فقیل انہ سمع منادی جرجریقول من قتل عبد اللہ بن سعد فله مائۃ الف دینار و زوجہ ابنتی وھو یخاف ص ۳۳

کہ لڑائی اس طرح ہوتی ہے کہ صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوتی ہے۔ دوپہر کے وقت سے

جنگ موقوف ہو جاتی ہے دوسرے روز جو عبداللہ بن زبیر خود شریک جنگ ہوا تو دیکھا عبداللہ بن ابی سرح جو افسر لشکر ہے وہ جنگ میں نثار و جہد ریافت کی تو معلوم ہوا کہ جریر بن عبداللہ بن ابی سرح کا سر کاٹ کر لایا گیا اور سکو لاکھ اشرفی انعام مل گیا۔ اور بادشاہ اپنی بیٹی کی شادی اوس سے کر دیا اس خوف سے ابن ابی سرح شریک جنگ نہیں ہوا۔

کہیے کیا کار نمایاں ہو رہا ہے کس آرام سے لڑائی ہو رہی ہے۔ اور کیسا بہادر ہے سالار فوج جو اس خوف سے کہ کہیں ہمارا سر نہ کٹ جائے جنگ سے روپوش ہے۔ ایسے بہادر افسر تو ترکی سلطان کو بھی نہ ملے ہوئے جنہوں نے روس سے سازش کر کے کس قدر فوج کا نقصان کیا اور کتنا ملک غل گیا۔

اسکے بعد عبداللہ بن زبیر نے صلح کر کے منادی کر لیا کہ جو شخص جریر بن عبداللہ بن ابی سرح کے ایک لاکھ اشرفی انعام ملے گا اور جریر کی بیٹی اوس سے بیاہی جائے گی جسے مسلمانوں نے شہید کیا۔ اور دن بہ لڑائی ہوئی شام کو مسلمانوں نے فتح ہوئی جریر بن عبداللہ بن ابی سرح کے مارا گیا۔

کیا ڈیڑ صاحب ایسے ہی کارہائے نمایاں پر مہیا خیر رضی اللہ عنہ و اولادہ کہنے ہیں اور چند روز اسی طرح اور رہتا تو یقیناً خلفائے ثلاثہ کی طرح فرار کرتا اور لشکر اسلام کو ایسی ہزیمت ہوتی کہ پناہ بجز انگریزوں سے نہ ملتی۔ علی الدین کلہ ایسا تھا کہ اوس نے اپنا اثر دکھایا۔ پہلی لڑائی میں جو غنیمت ملا تھا وہ تو عبداللہ بن ابی سرح کو دیا گیا اور دوسری غنیمت کا خمس پانچ لاکھ اشرفی مرواں کو دیا گیا صفحہ ۳۵ تاریخ کامل۔

اوس وقت سے عبداللہ بن ابی سرح برابر حکومت مصر پر مامور رہا اور عثمان نے سابق عاملوں کو موقوف کر کے تائید بنی امیہ کو حکمران بنا دیا جس سے تمامی ممالک اسلام میں اسطرح کا فساد ہوا کہ جو صحابہ مدینہ میں موجود تھے فاتوا عثمان فقالوا یا امیر المؤمنین یا ایہذا عن الدار الذی یاتینا فقال ما جاء فی الاسلامہ وانتم شریکوا فی شہود المؤمنین قالوا علی قالوا البشیر علیک ان تبعث رجالا من تنقیہم الی الامصار حتی یرجعوا الیک باخبارهم فقال ما محمد بن مسلمہ فاسلہ الی الکوفۃ واسئل اسامہ بن

نید الی البصرہ وارسل عمار بن یاسر الی مصر وارسل عبد اللہ بن عمر  
الی الشام و فریق رجالا سواہم صلہ

اونہوں نے آکر عثمان سے کہا کہ جو خیرین ہلو گونکو ملتی ہیں وہی خیرین آپکو بھی ملیں گے کہ  
نہیں کہ کیا فساد ہو رہا ہے عثمان نے کہا ہلو تو جو سلامتی کوئی خیر نہیں ملتی۔ تم سب ہمارے  
شریک ہو رائے دو کیا کریں۔ صحابہ نے کہا کچھ خاص خاص صحابہ کو منتخب کر کے جینے لکو  
و فوق ہو تحقیقات کے لئے ہر شہر میں روانہ کرو۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ۔ کوفہ۔ اسامہ بن زید  
بصرہ۔ عمار بن یاسر۔ مصر۔ عبد اللہ بن عمر۔ شام کی طرف بغرض تحقیقات بھیجے گئے انکے  
علاوہ اور لوگ بھی روانہ کئے گئے۔

اسکے بعد جو صحابہ نے آکر رپوٹ خوانی کی اور عثمان نے اپنے عمال کو مکہ میں طلب کیا  
اور جو بات چیت ہوئی وہ طولانی قصہ ہے۔ کیونکہ معویہ نے اسے دیا ہے کہ جناب امیر اور  
طلحہ۔ زبیر کو قتل کر ڈالنا چاہیے الامامہ والی سیاست ابن قتیبہ

لہذا ہم یہیں لکھتے کیونکہ صرف عبد اللہ بن ابی سرح کے متعلق یہاں بحث ہے جو مصر کا والی ہے  
حضرت عمار جب مصر میں پہونچے اور تحقیقات شروع کی تو عبد اللہ بن ابی سرح نے خود عمار  
کی شکایت لکھی فوصل کتاب من عبد اللہ بن ابی سرح یدکر ان عمال اعدا استمالہ  
القوم م

کہ عبد اللہ بن ابی سرح نے لکھا عمار بھی قوم کی سازش میں آگئے۔ اسکے بعد جو حضرت عمار  
کی حالت ہوئی مسلمانوں کو معلوم ہے کہ عثمان نے انکو اس قدر بڑبڑایا کہ عارضہ فتح انکو ہو گیا  
آخراہل مصر خود دربار خلافت میں آئے اور عبد اللہ بن ابی سرح کے ظلم کی اس قدر شکایت  
کی کہ عثمان نے اسکے معزوف کی کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر کو اسکی جگہ والی مقرر کیا۔ یہ لوگ  
مصر جا رہے تھے کہ راہ میں ایک سوار ملا جو اونٹ پر سوار چلا جا رہا ہے انلو گونکو کچھ شک  
ہوا تو اسکو گرفتار کیا جسکے نوٹہ سے خط بنام ابن ابی سرح برآمد ہوا وہ خط گرفتار ہو کر مدینہ  
میں آیا اور سامان قتل عثمان سب مہیا ہوا۔

یہ سب سامان تو مدینہ میں قتل عثمان کا ہو رہا ہے۔ اور وہاں مصر میں محمد بن ابی سرح

ہیں زید بن حسن بن زید یعنی ابوالمین وغیرہ نے کتابہ خبری وہ کہتے تھے ہیں  
 ابو منصور یعنی زریق نے خبری وہ کہتے تھے ہیں احمد بن علی بن ثابت نے خبری وہ  
 کہتے تھے ہیں محمد بن احمد بن رزق نے خبری وہ کہتے تھے ہیں ابو بکر بن کرم بن  
 کرم قاضی نے خبری وہ کہتے تھے ہیں قاسم بن عبد الرحمن انباری نے بیان کیا وہ  
 کہتے تھے ہیں ابو اصبغ ہروی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہیں ابو معاویہ نے اعمش  
 سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے  
 تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کے دروازہ  
 ہیں پس جو شخص علم کو چاہے وہ اُس کے دروازہ سے آئے۔ اس حدیث کو ابو معاویہ  
 کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے ابو معاویہ پہلے اس حدیث  
 کو روایت کرتے تھے مگر آخر میں ترک کر دیا۔ اور شعبہ نے ابو اسحاق سے انہوں نے  
 عبد الرحمن بن یزید سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت  
 کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم باہم چرچا کیا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ  
 عمدہ قصاکا علم رکھنے والے علی بن ابی طالب ہیں اور سعید بن مسیب نے  
 کہا کہ علی بن ابی طالب کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو کہ مجھے بہت سوالات کرو  
 اور یحییٰ بن معین نے عمدہ بن سلیمان سے انہوں نے عبد الملک بن سلیمان سے  
 روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں عطاء سے پوچھا کہ کیا اصحاب مجھ جیسی اللہ علیہ  
 وسلم امین علی بن ابی طالب سے زیادہ کوئی شخص عالم تھا عطاء نے کہا خدا  
 کی قسم میں نہیں جانتا اور ابن عباس نے کہا ہے کہ علیؑ کو نوحہ علم کے لئے لگے  
 تھے اور دسواں حصہ جو اور لوگوں کو ملا تھا اس میں بھی وہ شریک تھے اور سعید  
 بن عمرو بن سعید بن جاس نے عبد اللہ بن عباس بن ابی ربیع سے پوچھا کہ لے  
 چکا لوگ علی بن ابی طالب کی طرف کیوں جھک پڑے تھے انہوں نے کہا کہ اے  
 میرے بھتیجے علیؑ کو علم میں ہر کمال تھا اور معاشرت کے بہت اچھے تھے خدا ہم  
 کو لاسلام تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تھے اور احادیث کی سمجھ

اور جنگ میں دلیری اور قلعہ عام کی استیلاء میں سخاوت انکی طبیعت میں تھی اور باہن  
 حنیفہ نے بھی ابن سعید سے انہوں نے سید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت  
 عمر اس مشکل سے پناہ مانگا کرتے تھے جیسے (علی کو ملے) لے ابو الحسن نہوں۔ اور سعید  
 بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب کوئی بات حجاز سے  
 نزدیک حضرت علیؑ سے ثابت ہو جاتی ہے تو پھر ہم اس سے عدول نہیں کرتے۔ اور زید  
 بن ہارون نے قطر سے انہوں نے ابو الطہیل سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے بعض صحابہ  
 بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ تھا کہ اگر حضرت علیؑ کی ایک فضیلت تمام مخلوقات پر تقسیم  
 کر دی جائے تو سب فائدہ میں رہیں حضرت علیؑ کے متعلق اس قسم کے اقوال بہت ہیں  
 ہم اسی قدر پر قناعت کرتے ہیں اور اگر ہم وہ مسائل ذکر کریں جو آفسے صحابہ نے مثل  
 حضرت عمرؓ کے پوچھے تو بہت طول ہو جائے۔ ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ ص ۲۳

میں نے ابو مریم سلولی سے سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے عمار بن یاسر کو یہ کہتے ہوئے سنا  
 کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ علی بن ابی طالبؑ سے فرماتے تھے  
 کہ اے علیؑ اللہ عزوجل نے تجھ کو ایسی خوبی عنایت فرمائی ہے کہ اس سے بہتر خوبی اپنے بندوں  
 میں سے کسی کو نہیں دی وہ خوبی کیا ہے دنیا کی طرف سے زاہد (بے رغبت) رہنا تجھ کو  
 اللہ نے ایسا بنایا ہے کہ نہ تم دنیا سے کچھ لیتے ہو نہ دنیا تم سے کچھ لیتی ہے اور اللہ نے تجھ کو  
 مساکین کی محبت عنایت فرمائی ہے۔ وہ تجھ کو اپنا پیشوا بنا کر خوش دین اور تم کو اپنا  
 پیرو بنا کر خوش ہو۔ پس خوشی ہو اسکو جو تم سے محبت رکھے اور تمہیں بھی بولے اور خرابی ہو  
 اسکو جو تم سے عداوت اور تمہیں چھوٹ بولے جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں اور تمہیں بولتے  
 ہیں وہ (جنت میں) تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے رفیق ہوتے اور جو لوگ تم سے  
 بغض رکھتے ہیں اور تمہیں چھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر ہی ہے کہ قیامت کے دن جو لوگوں کے  
 گھر سے چھوٹنے کی جگہ بظاہر ہے۔

ابو نعیم سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؑ نے نہ کبھی اینٹ کے اور نہ پانی کی رکھی اور  
 نہ کسی چیز کے اور نہ کسی چیز کی دینی کسی کوئی حمانہ نہیں بنائی۔

لئے گھڑیوں میں آٹا تھا۔ ہمیں سید ابوالفتح یعنی حمید بن محمد بن زید علوی حسینی نے  
 خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو محمد یعنی عبداللہ بن جعفر و رستی نے موصل میں خبر دی وہ  
 کہتے تھے ہمیں طاہر ابو عبداللہ ہمیں ابو طاہر یعنی محمد بن علی بن محمد بن یوسف نے خبر دی  
 وہ کہتے تھے ہمیں ابو بکر بن مالک نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں عبداللہ بن احمد بن منہل  
 نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے وکیل نے بیان  
 کیا وہ کہتے تھے مشعر نے ابی جبر سے انہوں نے اپنے کسی استاد سے روایت کر کے بیان  
 کیا وہ کہتے تھے میں حضرت علیؑ کے جسم پر ایک موٹی تہ بند کھجی مسلکی نسبت وہ فرما رہے  
 تھے کہ میں پانچ درم میں خریدی ہے جو کوئی مجھے اس میں ایک درہم قلعہ دیکھا میں  
 اس کے ہاتھ اسے بیچ ڈالوں گا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں حضرت علیؑ کے پاس کچھ درہم قلعی  
 میں دیکھے مگر بابت انہوں نے یہ کہا کہ یہ پارے خچر سنچ رہے ہیں جو صاحب ضرورت  
 ہو وہ انکو لے لیا۔ اور مجھ سے عبداللہ بن احمد نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے محمد بن یحییٰ  
 ازدی نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے ولید بن قاسم نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے مطہر بن  
 ثعلبہ تمیمی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ابو النور پانچ درہم فروش نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ علیؑ  
 بن ابی طالب میرے پاس آئے اور ان کے ہمراہ انکا ایک غلام بھی تھا انہوں نے دو  
 کرتے کپڑے خریدتے پھر اپنے غلام سے فرمایا کہ ان میں سے جو چاہے تو لے چنانچہ ایک  
 اس نے لیا اور دوسرا علیؑ نے لیا اور یہیں لیا پھر حضرت نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور فرمایا  
 کہ جب قدر آستین میرے ہاتھ سے بڑی ہے اسکو کاٹ دو چنانچہ ظالم نے کاٹ دیا پھر اس نے  
 اس کرتے کو پہن لیا اور چلے گئے ہمیں عبداللہ بن احمد خطیب نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے  
 ابو احسین بن طلحہ فقال نے اجارہ خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو احسین بن بشیر نے خبر دی  
 وہ کہتے تھے مجھ سے اسماعیل بن محمد صفار نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے یحییٰ بن احمد نے بیان  
 کیا وہ کہتے تھے مجھ سے جعفر بن زیاد احمد نے عبدالملک بن عمیر سے نقل کر کے بیان کیا وہ کہتے  
 تھے مجھ سے جبیر الثقیف کے ایک شخص نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے علی بن ابی طالب نے  
 مقام شاپور پر عامل مقرر کیا اور فرمایا کسی شخص کو ایک درہم کی طعن میں ایک کوٹلا



بھی نہ مارنا اور نہ کسی سے کچھ کھانیکو مانگنا نہ جاڑے یا گرمی کا کپڑو مانگنا نہ کوئی ایسا جانور مانگنا جس سے وہ لوگ کام لیتے ہوں اور نہ کسی شخص کو جو ایک درہم کی طلب میں ہر شان ہو روکنا ہے کہا یا امیر المؤمنین اگر ایسا ہو گا تو میں جیسا جانا ہوں ویسا ہی لوٹ آؤ گا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ لوٹ آ کر کچھ پرواہ نہیں تیری خرابی ہونے میں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو مال انکی حاجت سے زائد ہو اسکو لین۔ حضرت علیؑ رضی کے زہد و عدل کے واقعات اسقدر ہیں کہ انکا پورے طور پر ذکر کرنا ناممکن ہے لہذا ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اسد اللغات ص ۳۷ جلد ۷

ہمیں ابو العباس یعنی احمد بن عثمان بن ابی علی و زواری نے اپنی سند کیساتھ استاد ابو اسحق یعنی احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی مفسر سے نقل کر کے خبر دی وہ کہتے تھے میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو علی بن ابی طالب کو کہہ میں اپنا قرض ادا کرینگے لئے اور ان امانتوں کے واپس کرینگے لے جو حضرت کے پاس تھیں چھوڑ دیا تھا اور جس شب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلے ہیں اور مشرکوں نے آپکا گھر گھیر لیا ہے اُسی شب کو حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ میرے بستر پر سوؤ اور اسے فرمایا کہ میری حضری جاو و سبز رنگ کی اوڑھ لیتا انشاء اللہ نقلے کوئی تکلیف نہ کو ان لوگوں سے نہ ہو سچ سبکی چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس اللہ نے جبریل و میکائیل پر وحی بھیجی کہ بنے تم دونوں کے درمیان میں موافقہ کرادی دو ایک کی عمر بہ نسبت دوسرے کے طویل کر دی ہے اب بتاؤ تم دونوں میں سے کون ایسا ہے جو اپنے ساتھی کو اپنی زندگی دیدے مگر ہر ایک نے اپنی زندگی کو ترجیح دی پھر اللہ عزوجل نے انہوی بھیجی کہ کیا تم دونوں علی بن ابی طالب کے مثل بھی نہیں ہوئے اُنکے اور اپنے بھائی محمد کے درمیان میں موافقت کرائی ہے (جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ) علیؑ محمد کے بستر پر بیٹے ہیں اور اپنی جان محمد پر فدا کرتے ہیں اور اُنکی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں انچھ زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے اُنکی حفاظت کرو چنانچہ وہ دونوں زمین پر نہ گئے حضرت جبریل حضرت علیؑ کے سر کے پاس کھڑے ہوئے حضرت جبریلؑ یہ ملامت کرتے تھے کہ کیا تم

ہو مبارک ہو اسے ابن ابی طالب تھا را مثل کون ہے اللہ عزوجل ملائکہ کے سامنے پتھر نذر کرنا ہے پس اللہ عزوجل نے اپنے رسول پر جبکہ وہ مدینہ کی طرف جا رہے تھے حضرت علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل کی ذمیر الناس من یبغی فیسفد فی نفسه ایتقاء مرمضات اللہ اللہ تعالیٰ ہمیں ابو محمد یعنی عبداللہ بن علی بن سویدہ مکریتی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو الفضل یعنی احمد بن ابی انجر بھیجی ہے اور حسین بن فرحان سمنانی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں علی بن احمد نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو بکر التیمی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو محمد بن جابر نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن یحییٰ بن مالک صبی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں محمد بن سہیل جرجانی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں عبدالرزاق نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں عبدالوہاب بن مجاہد نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا وعلانیۃ کی تفسیر میں روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ یہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ان کے پاس چاروں نے تھے ایک انہوں نے شب کو راہ خدا میں دیا اور ایک دن کو اور ایک چھپا کر اور ایک علانیہ طور پر۔ ص ۳۳ جلد ۱

تیز اسماعیل بن علی کہتے تھے کہ ہمیں محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں عیسیٰ بن عثمان ہرادی بھیجی بن عیسیٰ رملی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہمیں اعش بن عزیٰ بن ثابت انہوں نے زر بن حبیش سے انہوں نے حضرت علیؑ سے نقل کیا کہ بیان کیا وہ کہتے تھے مجھے بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے وہی شخص محبت رکھے گا جو میں ہو گا اور وہی شخص بغض رکھے گا جو منافق ہو گا۔ ترجمہ اسد الغابہ ص ۳۳ جلد ۱

ہم اند کرتے ہیں کہ اڈیٹر صاحب یہی اس روایت کی بنیاد پر سے متاثر فرمائیں گے کہ علیؑ کو کون حدیث علم کے دے گئے تھے اور دھواں صحیح اور لوگوں کو طاعت اور عین بھی وہ شریک تھے کہ ایک بکریا نازاؤنٹے عمر میں جو علم کے دوین حصہ میں اس درجہ کم مایہ تھے کہ بقول اڈیٹر صاحب ہاں اگر ہم وہ مسائل ذکر کریں جو افن سے ضابطہ مثل حضرت عمرؓ کے پوچھے تھے تو بہت طول ہو جائے تو یہ کتاب کے ذکر و حثانیہ سے عمر صاحب کا ظم سے کتا صاحب

اشوس کہ خوف طاعت ہم انہیں روایات پر قناعت کرتے ہیں جبکہ اڈیٹر صاحب نے بھی صحیح اور مستند ثابت کیا ہے۔ جسے حدیث دوم کی تصدیق مثل آفتاب تہیان نمایاں ہوئی کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ خیر اور مہیا کوئی اسکا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ عالم جمیع علوم قرآن ہے کیونکہ عمرو ابن عمر کا قول تو پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ اس قرآن کو کوئی قرآن کامل نہ کہے تو جب ظاہری صورت میں آؤں تو قرآن کامل نہیں کہہ سکتا تو علم ظاہر و باطن کی تکمیل کا کون متنفذ دعویٰ کر سکتا ہے یہی سبب ہے کہ آج تک حضرات اہلسنت و جماعت ایسا دعویٰ نہ پیش کر سکے جنہوں نے اسکا دعویٰ کیا ہو کہ ہم علم قرآن کے پورے ماہر ہیں۔

پانچویں حدیث میں حضرت نے صفہ وزیر حضرت سلمان کو بیان فرمایا ہے کہ خدا نے اس کے نسبت فرمایا عندہ علم من الکتاب کہ کتاب کا کچھ علم او کو حاصل تھا۔ اور اپنی نسبت فرمایا عندہ واللہ علم الکتاب کہ کہ ہم کل علوم قرآن کے عالم ہیں۔ تو یہ بھی ایسی حدیث ہے جس میں کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا کیونکہ مہاجر رسول اللہ جناب امیر کو علم کے دس حصوں میں سے نوحہ ملا تھا۔ اور ایک حصہ بنو لوطا اور عین بھی شریک غالب جناب امیر ہی ہیں تو پھر آگے آصف بن برخاسے بڑھ کر عالم ہونے میں کیا عذر ہو سکتا ہے جو وہ دسویں حصہ کے حصہ دار

بجھتیق آیہ من ربحہا جہی حدیث میں حضرت نے آیہ قل کفی باللہ شہیداً لیذہبی عنہ علم الکتاب و بینک و من عندہ علم الکتاب کی نسبت فرمایا ہے کہ خدا کو نہ عالم نے ہلو گون کو مراد لیا ہے۔ تو اسکی نسبت البتہ اہلسنت پر قبیل و قال کر سکتے ہیں۔ مگر وہ بھی ہٹ دھرمی ہوئی کیونکہ حق یہ ہے کہ کچھ جناب امیر اس سے کوئی مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کے لئے پہلے تو یہ دعویٰ کیا گیا اس آیہ میں تعریف ہوئی کہ اصل میں میں عندہ علم الکتاب تھا جس میں من حرف جار ہے اور عنہ او اسکا مجرور جسے معنی یہ ہو کہ کہہ لو کہانی ہے اللہ شہادت کو درمیان ہمارے لئے تھا ہے اور خدا کی طرف سے ہے علم الکتاب جس سے معنی یہ آیہ کے ضبط ہو گئے۔ کیونکہ یہ دو جملہ ہو گیا جس میں کوئی رابطہ ہی نہیں تھا قرآن مرفوع میں و من عندہ علم الکتاب مرفوع کا فی ہے اللہ شہادت کو درمیان ہمارے لئے تھا ہے اور تو وہ شخص جس کے پاس علم الکتاب ہے یعنی خدا نے دو شہادہ قرآن و ایک شہاد

اپنی ذات مقدس کو اور دوسرے اس شخص جو عالم علم کتاب ہے۔  
 اس دعویٰ کے متعلق تین دلیلین پیش کی ہیں بسند ضعیف عن ابن عمر بن الخطاب  
 قرآن و من عندہ علم الکتاب قال من عند اللہ علم الکتاب مفسر و مفسر و مفسر  
 یہی روایت عمر سے بھی ہے اور ابن عباس سے بھی۔ مگر چونکہ پہلے ہی روایت ضعیف  
 ہے لہذا بغیر روایتوں کا اعتبار خود ساقط ہو گیا۔  
 دوسرا دعویٰ یہ کیا گیا کہ مراد اس سے عبد اللہ بن سلام ہے جو پہلے یہودی تھے اور مکی  
 یہود سے تھے۔

اسی دعویٰ پر زیادہ زور ہے بقول عبد اللہ بن سلام  
 تیسرا دعویٰ یہ کیا گیا کہ مراد اس سے عبد اللہ بن سلام و حارود و خلیفہ وادی و سلم  
 فارسی ہیں اس دعویٰ کا بطلان خود اسی تفسیر و مفسر و مفسر میں موجود ہے عن سعید  
 بن جبیر رما نہ سئل عن قولہ و من عندہ علم الکتاب اھو عبد اللہ بن سلام  
 قال و کیف ھذا لا سورۃ مکیہ و اخرج ابن المنذر عن الشعبي رما قال ما نزل  
 فی عبد اللہ بن سلام و شیء من القرآن ص ۱۹

یعنی سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ کیا یہ آیہ عبد اللہ بن سلام کے بار میں نازل ہوا۔ کہا۔ کیونکہ یہ  
 ہے حالانکہ یہ سورہ مکی ہے (اور ابن سلام کا اسلام بعد ہجرت ہے)

کہا شعبی نے کہ عبد اللہ بن سلام کے بار میں کوئی آیہ بھی قرآن کا نہیں نازل ہوا۔  
 ہیں اس قاعدہ سے حضرت سلمان فارسی۔ حارود و خلیفہ وادی سب نکل گئے  
 کیونکہ یہ سب ہجرت اسلام لائے ہیں اور سورہ مکی ہے لہذا وہی شخص مراد ہو سکتا ہے جو  
 کر کے اٹھا جس سے ایسا ہو کہ جس کے بار میں و من عندہ علم الکتاب کہا جائے۔

چوتھا دعویٰ یہ کیا گیا کہ اہل کتاب میں یہود و نصاریٰ۔ مگر یہ بھی وجہ سے باطل  
 ہے کہ یہود و نصاریٰ سے انکو جو کچھ سابقہ ہے مدینہ منورہ میں آئے بعد از مکہ میں اور  
 سورہ مکی ہے لہذا وہ بھی خارج ہوئے۔

پانچواں دعویٰ یہ کیا گیا ہے قال جوہری کہ مراد اس سے علی بن عبد اللہ دعویٰ کیا گیا

قال هو الله عز وجل کہ مراد اس سے خود خداوند عالم ہے۔

مگر یہ دعویٰ ایسے فوجیوں کے محتاج تو میر بھی نہیں کیونکہ نہ حضرت جبریل نے علیؑ کے سامنے  
 کسی کو ایسی دی نہ محمدؐ نے و امام اہل کو دیکھ سکتا ہے۔ اور خدا کا نام تو پہلے ہی مذکور ہوا پھر  
 کیونکہ وہ مراد ہو سکتا ہے۔

تو اس قدر اختلاف کیا خود اسکی دلیل ہے کہ اصل امر دوسرا ہے جسکے حق تلفی کے لئے  
یہ سب کوششیں ہو رہی ہیں۔ کیونکہ کئی ہونا اس سورہ کا مجبور کرتا ہے کہ نہ یہود مراد  
ہو سکتے ہیں نہ نصاری نہ عبد اللہ بن سلام نہ تنیم داری نہ جاوید نہ سلمان فارسی بلکہ  
اس سے وہی شخص مراد ہو سکتا ہے جسکو رسول سے وہی رتبہ حاصل ہو جو حضرت سلیمان  
اونکے وزیر یامص بن یزید کا وہی جسکے نسبت خدا کیہ چکا ہے قال اللہ عندہ علو  
من الکتاب اور یہاں ومن عندہ جملو الکتاب فرمایا

اس کتاب اور یہاں اس سیدہ کے کتاب میں  
 اگرچہ اس موقع پر آجنگ علماء نے اسے یقین کا نام لکھی نہیں لیا ہے کیونکہ  
 اوکی حالت سے کچھ معلوم ہے کہ وہ کس درجہ علم کتاب سے بے بہرہ تھے۔ مگر اپنی خیال کہ شاید  
 اس زمانے کے جہلاء کوئی اسکا دعویٰ کرے ایک روایت در ثنور سے لکھے دیتے ہیں عن  
 اسلام عمر الزہری قال کان عمر بن الخطاب شہیداً علی رسول اللہ  
 فأطلق بیہا حتی دنا من رسول اللہ وهو یصلی فمعہ وهو یتراء وما کنت  
 تتلمذ من قبلہ من کتاب ولا یقضہ یمینک اذ لا کتاب للبطلون حتی بلغ  
 الظالمون ومعہ وهو یتراء فقول الذین کفر والست مرسل الی قولہ  
 صلوا کتاب فانظر حتی سلم فالشیخ فی ذلک فاسلموہ

یعنی عربی احکام کو حضرت سے نہایت سخت عداوت تھی ایک اور جو نزدیک گئے تو نماز میں آیہ جا کنت متلو اور آیہ بقول الذین کفرو کتابہ علیہم الکتاب پڑھتے سناہ پس اسقدر دستار کیا کہ حضرت نماز سے قطع فرمادے بعد اسکے اسلام لائے ۔

خبر سے مستند و یقیناً معلوم ہوا کہ اسلام عمر اس آیت کے نزول کے عہد کے بعد ہوا چھ



وہ مالک و مالک جو تیرہ برس سے فوقہ حشریہ کی حالت اور نصرت میں جان لڑا ہے۔ جبکہ کوئی اجارہ ور سا اس فرقے کا مختار سے قوم کی اصلاح اور بھانڈیوں کے دغیبہ کا بیڑا اٹھایا۔ اور قوم کے لیے کل مغرض ملکی و مالی کا اسکو سرپرست و گران مان لیا۔

اس قدر اصلاح نے آج تک جس قدر کتابیں علم کلام میں شائع لیکن اور جس قدر بھانڈیوں کا ہول دیا قوم میں مشہور ہے۔ دو سال سے تفتیحاری سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے اصح الکتاب بعد کتاب البیاضی صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کی جاتی ہے کہ صحیح اور اتفاقی روایتیں الگ الگ جاتی ہیں اور موسمی و غلط روایتیں الگ باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ۔

بہلا حصہ اصلاحی جلد سے شرح تفتیح بخاری ہوا اور ذیل جلد میں ترجمہ ہوا جو اکثر شوق شائقین و بارہ چھٹا اول جلد لیا ہے جس میں صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل بیست و تین تفصیلی ملاحظہ فرمائی کہ جس کے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد آتی ہے قیمت صرف چھ آنہ ۶

**اشمس** اشمس اہلسنت کے وہ امرائے ہیں جو آج تیرہ برس میں نہ کھلے تھے اگر تمام عالم کے اہلسنت جمع ہوں تو بھی کوئی حد تک مستحق نہیں دیکھتے قیمت جلد اول چھ روپے ثانی

اس کتاب خطاب سکون ناواقف ہوگا کہ جناب امیر المؤمنین مظہر العارف العارفیہ سیدنا امین الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبہ و خطوط اور مختلف حدیثیں جیسے مسلمانوں کو دین دنیا کی تحویلوں کا دار و مدار ہے جناب سید فی علیہ الرحمہ نے اس میں جمع کی تھیں قدیم زمانے سے متعدد محدثین کی عربی فارسی میں لکھی لیکن اگر یا انہیں یہ کتاب کیا اب بلکہ نایاب تھی جناب فخر الحق امام غزالی نے اسکا خاکہ ترجمہ کیا ہے اور بسو طرح فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلئے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال اس کے ۱۲ اجزاء ۱۲۲۰۰۰ قطع شرح شائع ہوں لہذا آج سالانہ مقرر کیا گیا ہے باہر چھ روز شائع ہوتے ہیں پوری کتاب کی قیمت درجہ اول چھ روپے دو روپے

**رسالہ وضو** جسے دنیا کو منوالا کہ اسلام میں تشریح وضو کی ہے جس کا وضو و نماز اور احوال مطابق کتاب و سنت و جمالیہ میں بیست و تین سورت زیادہ کتب معتد کا اہلسنت سے لکھی گئی ہیں کہ یہی وضو حضرت رسول اللہ کا ہے جو شیعوں میں جاری ہے قیمت ۸

**مناظرہ امجدیہ** حصہ اول جس میں قرآن احادیث رسول اللہ و احادیث ائمہ مجتہدین اور

اقوال مالک و صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و فقہائے اہلسنت کے باہم مخصوص محاورہ پر بالی سفیان طرح کا بصیرت و تفسیر ملے گا ہے جس کا سارا دہ بیسی کوئی کتاب لکھی گئی تھی۔ قیمت صرف چھ روپے ثانی









## فہرست مقاصد و قواعد سید محمد ہذا انجیل ۱۵۰۰ء

- ۱) کتب علم کلام مذہب غیر جو بیا حل ہو تا
- ۲) ہن اکھا مفصل جواب خصوصاً اہل اہل کلا جو کج
- ۳) لکھنوی محض کی مخالفت میں شایع ہوتا ہوا اور
- ۴) چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے
- ۵) کتاب مستطاب لکھتھا، پر عمل کہ جو حال ہے
- ۶) بعد از مفت اسکے ان مختصر رسائل کا جو بے
- ۷) مخالفین کی طرف سے بعض تشنیع مذہب بھائی
- ۸) شایع ہوئے خصوصاً آیات مینات - ہلایہ و زید
- ۹) منہاج السنہ میں تیسہ در زبان عربی -
- ۱۰) جمع اس سال کا کم از کم ۲۰ صفحہ ہو گا۔ مگر
- ۱۱) قوم کی توجہ سے عقرب بڑھا دیا جائے گا۔
- ۱۲) ۱۵۰۰ء خیردار دے پھر صرف الشمس اور اخبار
- ۱۳) اصلاح و اشرف دونوں مفت بطور کیشین ملین گئے۔
- ۱۴) قیمت بیسی سالانہ مع محصول ڈاک کا
- ۱۵) مراسلات میں بیچ لکھا اور دور دور میں حال
- ۱۶) سابق مقام چھوٹے وقت خور و دفتر کو مطلع کرنا
- ۱۷) ہو گا ورنہ عدم وصولی سے کی شکایت معاف
- ۱۸) در صورت عدم وصول رسد تاریخ شائع ہو
- ۱۹) ہر سال ہر چھت لکھا کے بعد رکالت آتا ہے
- ۲۰) جملہ مراسلات اڈیس کے نام ہوتا ہے

نوٹ (۱) انہوں نے کلام صرف و کلام میں بھی خاص مانی علم کلام میں تحریر کر کے یا اعلیٰ متقدمین کی سوانح  
 عثمانیہ منسلک مختصر تحریر فرمائیں مگر جو کتاب کی تحریر نہ آئی شایع نہ ہوگی (۲) چونکہ اس میں خاص علم کلام  
 بحث بیسی لکھا ہوا ہے خاص خصوصیت جو شخص اس ذریعہ سے مدد کر چکا ہے اس کا مخصوص شکریہ ادا کیا جائیگا

منبرِ ہدایت باب ماہِ ربیع الثانی و جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ جلد

عرصِ ادب

۱۔ اچھا کتاب اللہ جل و علاہ ہر کتاب سے شایع ہو رہا ہے اور امید ہے کہ اب بھی دو ہفتہ میں حاضر ہو کر انشاء اللہ ۲۱ شمس میں دو مضمون بحیثیت کتاب مستقل طور پر شایع ہوتا ہے تقدیس القرآن جس میں آریہ اور وہابی کا ایک ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ دوسرے جہاں السارق جس میں صرف الخج کا جواب ہے و بارہ روایات شیعہ جس سے وہ مختلف قرآن ثابت کیا جاتا ہے۔ ایک ساتھ تفسیر اہل التفسیر ہی شامل ہے کیونکہ ادبِ اہل حدیث نے انہیں روایات کو نمونہ تفسیر شیعہ میں پیش کیا تھا۔

(۳) دونوں کتابوں کے صفحے علیہ علیہ ہیں جو لوگ علیہ جلد بند ہوتے ہیں ان کو ان صفحات کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۴) جنے میں وعدہ کیا تھا کہ مذکورہ ویلوں پر شخص کے پاس حاضر ہوگا جسے مطلب یہ ہوئے کہ وہ اضافہ کیا جاتا ہے اگرچہ خطابی اسکی منظوری میں نہ آئے لہذا اضافہ نامناسب سمجھا گیا اور صرف حکم معمولی طور پر ویلوں پر جاری کیا گیا کہ کل برادران ایمانی جو سابق سے خریدار الشمس ہیں وہ اسکو بخوشی قبول کر لیں۔

(۵) جسے بھی لکھا تھا کہ ویلوں کا جب تک پہنچا کر اسوجہ سے تاخیر ہوئی کہ بجائے ایک نمبر کے اس دفعہ دو نمبر سامنے جاتے ہیں یہ وہ کیونکہ تانہ وصولی ویلوں میں ضرور صرف ہوگا۔ لہذا دو نمبر ایک ساتھ کر دئے گئے۔

(۶) ہم اسکی کر فریاد کر چکے ہیں کہ اشاعت کی وجہ سے زیادہ ہرزاری ہوتی ہے۔ کیونکہ ۲۵ کا خزانہ چاہئے پر کوئی روادار نہیں ہوتا۔ اسلئے ضرورت ہے کہ سطح ہو سکے تعداد خریدار بڑھائی جائے۔

(۷) ہم اپنی معذرت کا کسی طرح شکر نہیں ادا کر سکتے جو الشمس ایسے پہنچے کہ اس شوق سے غولان ہیں جسے چھ برس کی عمر میں ایک بار بھی باقاعدہ اشاعت نہ حاصل کی۔ مگر اسلئے ساتھ ہی اسکی بھی متنا کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کہے ہر شخص دو خریدار پیدا کرے تو کچھ بڑی بات نہیں۔

(۸) ہم کام کو صوفت تک سخت تقاضا تھا کہ آریہ کا جواب ضرور دیا جائے مگر جسے شروع ہوا ایسا اطمینان نہ لگتا تھا کہ ہمارا کل فرض ادا ہو گیا۔ اسکی فکر نہیں کیہ سلسلہ کام بھی رہے گا یا نہیں کیونکہ جب اشاعت اسقدر کم ہوئی تو کیا

و خیال کیون پیدا ہو فتح الباری ص ۳۳ میں ہے ان عمر سال عن ایدہ من کتاب اللہ فقیل کا  
مع فلاں قتل یوم الیامہ فقاتل ان اللہ و امر جمع القرآن  
یعنی عمر نے ایک ایہ کو پوچھا تو معلوم ہوا فلاں شخص کے پاس تھا جو جنگ یمانہ میں مارا گیا تو عمر نے کہا  
اما خدا و رحمہ دیا کہ قرآن جمع کیا جائے۔

د،) کس قدر خلاف واقع ہے کیونکہ صحیح بخاری میں صاف ارسل الی ہے کہ تھا ابو بکر نے حکم دیا بھیجا  
”اصحاب کے کیشن“ کا کہا ان ذکر ہے۔ اگر ابو بکر شبہ لفظ کلفونی سے پیدا ہو کہ کون نے حکم  
دیا تو اسکا جواب اس تجربے دیا ہے فی روایت شعیب عن الزہری لو کلفنی بالافراد ص ۳۳  
کہ روایت شعیب میں کلفنی ہے کہ صرف ابو بکر نے حکم دیا۔

د،) بس اصل مطلب آپ کا یہی ہے کہ اس خیال کا موجود عمر صاحب کو بنا ہے جسکے لئے یہ ساری تقریر  
ہوئی۔ مگر افسوس اس احسان فراہمی کا کیا علاج ہے کہ جسے جمع قرآن میں اتنی ہمتیں اڑھائیں  
وہ سب عمر صاحب کی خاطر خاک سیاہ کر دی گئیں کاش آپ اپنے علامہ حافظ ابو عمر صاحب کی  
استیعاب ہی دیکھ لیتے جو لکھتے ہیں۔

واما حدیث انس بن مالک ان زید بن ثابت احدثنا ان جمعا القرآن علی عہد رسول اللہ  
یعنی من الانصار فصیح یعنی انس بن مالک کی یہ روایت کہ زید بن ثابت نے عہد رسول اللہ میں  
قرآن کو جمع کیا تھا۔ صحیح ہے۔

تو کبھی روایت کنز العمال صحیح ہوئی یا نہیں جس میں اولیت خیال کی زید بن ثابت کی طرف دیکھی  
تھی جسکے معارض آپ کی دوسری روایت بخاری ہے جسکی موضوعیت اسی سے ظاہر ہے کہ  
اس میں انکار زید کا انکار کیا گیا ہے حالانکہ زید تو عہد رسول اللہ میں جمع کر چکے تھے پھر کچھ کر  
کہہ سکتے تھے کہ وہ کام کیونکر کر گئے جسے رسول اللہ نے نہیں کیا تھا۔

اب دیکھیے دو معارض حدیثیں آپ کے سامنے پیش ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ پھر کسکو ترجیح دیتے  
ہیں۔ کیونکہ اگر اسکو قبول کرتے ہیں تو وہ روایت جاتی ہے جس میں عمر صاحب کی اولیت کا خیال  
بیان کیا گیا۔ اور پھر بھی بیان کیا گیا ہے کہ زید نے اس کا انکار ہی سے جمع کیا کیونکہ اسی استیعاب  
میں ہے فلو کان زید جمع القرآن علی عہد رسول اللہ لاملأ من صدقہ و ما احتاج الی الخ

الخیال صحیح قرآن  
نہج عمر بن خطاب

یعنی اگر زید عہد رسول من قرآن کو جمع کئے ہوئے تو اپنی یادداشت پر لکھ دیتے نہ کہ وہ اسے جمع ہوتے کہ لوگوں سے پوچھ پوچھ کر لکھیں۔

غرض ہمارا استدلال آپ کے مقابلہ میں صرف اسی سے تمام ہو گیا کہ روایت جمع زید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے جس سے کفر و کمال والی روایت صحیح ثابت ہوئی آگے آپ جانے اور آپ کی متصادم صحیح روایتیں۔

پھر عقل بھی تو کوئی چیز ہے کہ جو شخص ہمیشہ کاتب قرآن رہا اور بلکہ تو بیع قرآن کا نہ خیال ہوا اور خیال ہوا تو کس کو کہ یہودی کی کتاب کا علم حاصل کرو کہ کھو اور بنو اطمینان نہیں ہے جسکو زید نے پندرہ روز میں حاصل کر لیا۔ اصحاب ۲۳۲ جلد ۳

بر خلاف اسے عمر صاحب نے جب توراہ وغیرہ حاصل کیا ہے تو حضرت کا چہرہ مارے غصہ کے متغیر ہوا اور ابو بکر صاحب نے گالی دی اور راجع کیا کہ ازالۃ التھامین ہے تو پھر کون ماقول کہہ سکتا ہے کہ زید کو تو اس کا خیال نہ ہوا اور خیال ہوا تو عمر صاحب کو جنکو علم سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔

جس ہمدردی سے آپ نے عمر صاحب کو بوصوف کرنا چاہا ہے اسکو آپ کے علمائے کرامیت خلیفہ اول بھی خاک میں ملا چکے ہیں کیونکہ فتح الباری میں ہے عن ابن شہاب قال لما اصیب المسلمون بالعامہ فخرج ابو بکر وخاف ان یملأ من القراء طائفة فاقبل الناس بما کان معہم وعندہم حتی جمع علی عہد ابی بکر فی الورق فكان ابو بکر اول من من جمع القرآن فی المصحف ۲۳۲

یعنی جب جنگ یمامہ میں مسلمان مارے گئے تو ڈر سے ابو بکر اور غائف ہوئے کہ قاری لوگ مارے نہ جائیں پس پس جس کے پاس قرآن تھا وہ لایا یہاں تک کہ جمع ہوا عہد ابو بکر میں ورق میں پس آئے ابو بکر پہلے جمع کرے قرآن کے۔

اس روایت نے جہان زید بن ثابت کو اور ابیہان عمر صاحب کو بھی بوڑھا کیا کیونکہ خوف اسکا ابو بکر صاحب کے دل میں پیدا ہوا اور عمر صاحب کے دل میں۔

اب کہنے کسراچان ہو گیا ابو بکر صاحب کو خیال صحیح قرآن کا موجود ہے گا یا عمر صاحب کو یا زید

ہے کسی کا خیال اب اسے صحت قرآن کا نہ ملے گا۔ حالانکہ زید بن جحش میں۔ جہنم اس کے اصل المذہب کے حکم و احکام

بن ثابت کو جو محمد رسول سے بروایت استیجاب جامع قرآن تھے۔

**اولیت جامعیت** کیا آپ اختلافوں کی اصل وجہ تھاسکتے ہیں کہ کیوں اس درجہ اختلاف کیا گیا؟  
قرآن جناب امیرؓ ہرگز نہیں۔ کیونکہ آپ کو بظاہر یقین معلوم ہے کہ جامع قرآن جناب امیرؓ تھے

اور صرف جناب امیرؓ کو رسول اللہؐ نے حدیث الی تارک فیہ کما التقلین کتاب اللہ و حکم اہلبیتی میں اطاعت و انقیاد میں شریک قرآن فرمایا ہے۔ اور اسی حکم کی مخالفت میں آپؐ نے عمر صاحب نے حسب کتاب اللہ کہا تھا حبلی پت میں آپؐ کہہ رہے ہیں کہ جمع قرآن کا خیال سب سے پہلے عمر صاحب کو ہوا۔

جناب امیرؓ کے جمع قرآن کا کر رہے کر رہ کر ہو چکا ہے۔ لہذا حاجت تکرار نہیں صرف روایت الہیہ تمام شاہ ولی اللہ صاحب ازالہ الخفایں کافی ہے

ولفیہ اوزار اجماع علوم و شیعہ آنست کہ جمع کرد قرآن را بخنوار کھنجر و ترتیب دادہ بود و آنرا لیکن تقدیر مسعود شیعہ آن نشا خنجر ابو عمر محمد بن کعب القرظی قال من جمع القرآن علی عہد رسول اللہ و ہو حسی عثمان بن عفان و علی بن ابیطالب و عبد اللہ بن مسعود من المهاجرین و سائر مولی ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ مولی لہم لیس من المهاجرین ص ۲۶۲ مقدمہ دوم

یہ تو ابتدا سے جمع قرآن تھا کہ خود محمد رسولؐ میں جمع کیا اور ترتیب دیا تھا۔ بعد وفات رسولؐ کا حال ابی آپؐ فتح الباری سے دیکھو کہ کہ حضرت نے بعد کر لیا تھا کہ جب تک قرآن کو جمع نہ کر لیتے اور وقت تک رد و دوش پہ نہ ڈالیں گے۔

پھر بھی دیکھ لیجئے کہ جناب امیرؓ کا جمع کیا ہوا قرآن کس شان کا تھا فتح الباری میں ہے و قد عن علیؓ اجمع القرآن علی ترتیب القرآن و عقب موت النبیؐ منکملہ یعنی حضرت علیؓ نے بعد موت نبیؐ جمع کیا تھا قرآن مطابق ترتیب نزول۔

پھر آخری حال بھی سن لیجئے کہ اسی ازالہ الخفایں میں جلیل شام مصحف برواستند کہ وہ یہاں اسد شامین قرآنست است و حضرت فرمود کہ این قرآن قرآن صامت است و من قرآن ناظم ص ۲۶۷

پس اگر آپ کو کچھ عالم القرآن کا ادراک ہے علم الاحادیث سے واسطہ ہے تو آپ خود بھی جانیں گے کہ یہ ادویت کا جھگڑا ہیسا لیا گیا ہے وہ صرف اس غرض سے کہ اس اختلاف کے ذریعہ سے جناب امیر کا نام مٹا دیا جائے ابو بکر عمر زید بن ثابت کے جھگڑے میں ابو بکر کے حامیوں کا بھی یہ واسطہ اصلیت اسکی یہ ہے کہ جب جناب امیر وہ قرآن لیکر جمع صحابہ میں لگے ہیں تو سب سے پہلے صاحب نے کہا ہکو اسکی ضرورت نہیں پہلے تو چاہا کہ قرآن کا وجود ہی مٹا دیا جائے جمع ہی نہ کیا جا سکے اس بنا پر کہ رسول اللہ نے نہیں جمع کیا تھا جب مسلمانوں نے زور دیا ہے تو یہ کارروائی کی گئی کہ اسنسخہ ایک مجملہ مرتب کر دیا گیا کہ جس سے ملا وہ لکھ لیا گیا جس میں نہ ترتیب نزول کا خیال تھا نہ کوئی اصول و قاعدہ۔

اسنے آخری تدبیر اسکی کہ کسی طرح جناب امیر کا یہ کام چھپ جائے۔ یہ کی گئی کہ اولیست جمع قرآن بھی درگاہ کی پوٹری بنا دی گئی کہ بے شمار نام لکھ دئے گئے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۱ جلد ۱ خلفائے اربعہ عبداللہ بن عمر و عاص عبداللہ بن عمر ابی سعید۔ عمر ابن زید انصاری۔ سعد بن عبید بن نعمان اوسی۔ جمع بن جابر۔ قیس بن ابی معصم۔ عمر ابن زید انصاری۔ سعد بن عبید بن نعمان اوسی۔ ام ورتہ بن نوفل۔ طلحہ سعد۔ ابن مسعود۔ حذیفہ۔ سالم۔ ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن سائب۔ عبداللہ بن عمرو۔ عاکشہ۔ ام سلمہ۔ حفصہ۔ تیم بن اوس داری۔ عقبہ بن عامر۔ ابو حلیم معاذ فضال بن عبید۔ سلمہ بن مخلد۔ حالانکہ صحیح بخاری میں بلکہ صحیح بخاری ہی آدمی کا نام ہے۔

اس سے آپ غیب سمجھ سکتے ہیں کہ اصلی غرض اسکی صرف اس قدر ہے کہ جناب امیر کا یہ شرف مٹا دیا جائے اور سب حصہ دار بنا دئے جائیں مگر حدیث انی تارک فیکم الثقلین ایسی حدیث ہے کہ سب کو ہوا کر دیتی ہے اور صاحب فرماتے ہیں کہ روایت زید بعد رسول اللہ صحیح ہے جس سے وہ روایت صحیح بخاری غلط ہو گئی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ زید نہیں راہنی ہوتے تھے۔

اسی طرح روایت ازالہ لکھا گیا ہے کہ غلط ہوا کہ عثمان نے بعد رسول اللہ جمع کیا تھا کیونکہ اگر وہ جمع کئے ہوتے تو کتابت قرآن کے بعد انکو اسکی ضرورت نہ ہوتی کہ حضرت حفصہ سے قرآن منگائیں۔ اور فرمائیں ان فی القرآن لحناسیقیمہ العرب کہ قرآن میں غلطی رہ گئی ہے جسکو عرب اپنی زبان سے درست کر لیں گے۔ حالانکہ روایت صحیح بخاری بالکل اسے خلاف ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روایت زید بعد رسول اللہ صحیح ہے جس سے وہ روایت صحیح بخاری غلط ہو گئی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ زید نہیں راہنی ہوتے تھے۔

**قول مسافر ایک اور نبردست ثبوت** ابن تہاب سے منقول ہے۔ کہا انہوں نے پہنچا ہمیں

اُن سے یہ کہ نازل ہوا تھا قرآن بہت سا پس قتل ہو گئے علماء اس کے جنگ یا مہین اور وہ علماء تھے جنہوں نے قرآن کو بخوبی یاد کیا تھا۔ بعد اُن کے وہ قرآن کسی کو نہ معلوم ہوا۔ اریہ بن لکھا گیا اور جب جمع کیا ابو بکر و عمر عثمان نے قرآن کو تو وہ قرآن بعد قتل یا مہ کسی کے پاس نہ پایا گیا تو جیسا کہ ہم کو معلوم ہے۔ یہی امر باعث ہوا۔ ہے اس کا کہ وہ تلاش کریں قرآن میں جمع کیا گیا مصحف طائف ابو بکر میں اس خوف سے کہ رجال سلمیہ قتل ہو جائیں، پس بہت کچھ قرآن سے پس مارت جائیں وہ لوگ اور اُن کے ساتھ برباد ہو بہت کچھ تاکہ پھر کسی کے پاس نہ پایا جائے۔ پس خدا نے توفیق دی عثمان کو کہ لکھوایا۔ اس کو مصحف میں اور صحیح اسلمہ دیا و اسرار میں (در الزعمال) مسافر

**مسلمان** یہ روایت ابن ابی داؤد کی کتاب کی ہے جو کنز العمال جلد اول کے صفحہ ۲۰۶ پر ہے یہ کتاب

بھی مثل کتاب ابن الانباری کے مندرجی صحت نہیں ہے بلکہ یہ دونوں کتابیں آج تک ہندوستان میں شلید ہی کسی کے پاس ہوں۔

اسو اس کے یہ روایت بھی صحیح روایات کے مخالف ہے کیونکہ صحیح روایت جو بخاری وغیرہ سے اسی کنز العمال جلد اول میں منقول ہے یہ ہے۔

ان القتل قد استقر بقاء القرآن في هذا الموضع يعني يومئذ لمسه واني اخاف ان يستقر القتل في سائر المواضع فذهب القرآن ص ۲

یعنی حضرت ابو بکر زید بن ثابتؓ کو یہ بتایا کہ عرب کے یہ کہا ہے کہ ان کی جنگ میں بہت سے حافظ شہید ہو گئے ہیں (یہ کلمہ عربی ہے) مجھے خوف ہے اسی طرح اگر آئندہ بھی جنگ ہوئی تو جو ہم قتل کل حفاظ کے قرآن اٹھ جائیگا۔

(۳) اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر نے بطور حضرت عمرؓ پیش بندی کے طور پر ایسا کہا ورنہ اس وقت قرآن مجید سے حفاظ بہت سے موجود تھے نہ یہ کہ سب قتل ہو چکے تھے چچا اگر قتل ہو چکے تھے تو خود چاروں خلفاء اور زید بن ثابتؓ حضرت ابو عبیدہؓ خلیفہ دمشق وغیرہ تو زندہ موجود تھے۔ اسلئے مسافر کی منقول روایت بمقابلہ ان صحیح روایات کے غیر معتبر ہے۔

یہ تو ہے جواب بقاعدہ محدثین اور اہل روایت۔ اب سنئے امین زہری کے ان



اقوال منقولہ کو صحیح مان کر بھی جواب دیتا ہوں۔ ابن شہاب نے زہری کے دوسرے قول میں جن علماء ماضین کے مرنے کی خبر دی ہے ان کی تعداد خود زہری کے قول میں چار سو آئی ہے جو مسافر نے خود قتل کی ہے۔ چار سو حفاظ کے شہید ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ باقی زندہ تھے کیونکہ ان چار سو کے قتل ہو جانے سے باقیوں کا قتل ہو جانا لازم نہیں آتا۔

پس ابن شہاب کے دوسرے قول کی تفسیر اس کے پہلے قول سے ہو کر ہمارے کسی طرح محتاج نہ رہا۔ ان مسافر کا مذہب ثابت ہو جو اسی قول سے بطور نتیجے کے لکھا ہے۔

جب جنگ چامہ ہوئی تو اس میں اسلام کے جس قدر بھی محافظ و عالم تھے سب قتل ہو گئے اور اصل قرآن کا بھی یون ادون کے ساتھ ہی حالتہ ہو گیا۔

مسافر نے سچا کہ یہ خانہ ویسا ہی ہو گا جیسا کہ بودہوں کے زمانہ میں ویدوں کا خانہ ہوا تھا۔ اس مسافر اگر تمام قرآن کا خانہ ہو گیا ہوتا تو ہمارے ہی منقولہ قول اول میں۔ یہ لفظ کیون ہوتے جو زید بن ثابت نے بعد جنگ یمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہے تھے کہ

ان ذهب القرآن ذهب دیننا،

جب کا ترجمہ ہے خود لکھا ہے کہ، اگر جاتا رہا قرآن تو جاتا رہے گا ہمارا دین بھی ۴

اگرے کے رہنے والے اس اگر کو غور سے دیکھیں کہ اس سے آئندہ کا خوف ثابت ہوتا ہے یا یہ گزشتہ زمانہ کی خبر ہے۔ اگر اڈیٹر مسافر چونکہ علم و عقل کا دہنی ہے لہذا وہ ایسی باریک باتیں سمجھنے میں واقعی معذور ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے ۵

لطیف پر لطف ہے الامین مہ یار کے یار ہائے حلی سے کج لکھا ہے پورے ہمارے پس اس جواب کے بعد تمہاری تشریحی عبارت کا جواب دینا کچھ ضرور نہیں کیونکہ نے انہی پہلو کی تشریح کی ہے جن کا جواب ہم دے چکے ہیں۔ باقی ایجاد بندہ ہے۔

شرح مقاصد کے حوالہ سے جو تم کہتے ہو کہ

”فراتے ہیں علامہ تقی زانی کہ تو بایگ اس قرآن میں اس اختلاف کو جو سب لیا ہے اسباب قرات سے کہ وہ زیادہ ہے۔ بارہ ہزار ہیں ۶ صلا کالم ۲

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم فن تصنیف میں بھی نیوک کا عملی ثبوت دیتے ہو یعنی کسی مصنف

کے اردو رسائل میں سے جو مسلمانوں کے مابین اختلافات میں چھپتے ہیں۔ مدد لیکر تفسیر لکھ دی ہو۔ ورنہ اگر تم یا تمہارے اصلی راقم نے شرح مقاصد کو دیکھ کر اس سے یہ اعتراض نقل کیا ہوتا تو تمہیں وہیں اس کا جواب مل جاتا۔ تم نے تو شرح مقاصد کا حوالہ نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہو گئی کہ میں ترجمانہ سے تم سے مدد لی ہے اس نے اصل کتاب کا حوالہ نہ دیا ہو گا مگر تم نہیں بتاؤ ہیں کہ یہ اعتراض شرح مقاصد جلد ۱ صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ مصری میں مرقوم ہے۔ علامہ موصوف اس عقلمند محمد بن۔ معاذ بن۔ اعداء الدین کے اعتراضات قرآن مجید پر نقل کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو تم نے نقل کیا ہے یہ نہیں کہ علامہ اپنی تحقیق اور اپنا مذہب اس لیے قرار دیتا ہے۔ بلکہ اپنے وقت کے محدثین کے اقوال نقل کرتا ہے۔ اچھا ہوا کہ قدیم محدثوں کے اعتراضات نے محدثوں نے پسند کئے اور ان کو اپنا ترکہ اور ورثہ سمجھ کر لے لیا بہت خوب معنی بھی دارر سید کا ہے اس بنا پر ہم پیشگوئی کرتے ہیں کہ آئندہ کسی نظام پر قرآن کی بغض مزید (صاف عبارت) سے یہ عقلمند دعویٰ ہو گے کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے اور جناب رسالتا ب غرض جو دات علیہ افضل التوحید والصلوٰۃ رسول اور نبی نہیں ہیں اور اس اپنے دعویٰ پر آیات ذیل پیش کر گئے۔

ما انزل اللہ من شیء ۱۰ عذائے کوئی کلام نہیں اوتارا

لست مرسل (تو رسول نہیں ہے)

اور یہ نہیں ذکر کرو گے کہ یہ کلام تمہاری جس کے کفار کا ہے جب تم ایسا کرو گے تو مسلمان میں اس کے جواب میں لکھا جائیگا کہ

اونہوں نے خود غرض من کلین کہیں دیکھی نہیں شاید وہ جب آئندہ دیکھنے تو ہم ان کو بتا دیں گے

تقدیس القرآن ساریہ کا جواب تو یہاں بھی وہی ہے جو پہلے لکھا گیا کہ اس روایت سے بھی کسی

طرح آپکا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آپکا دعویٰ عا بارہ ہزار اختلافات ظلیہ عمر کی مخالفت قرآن

سے عجب کلامک حرف بھی اس روایت سے ثابت نہیں کیونکہ اس روایت کا مطلب صرف اس قدر

ہے کہ پورا قرآن کسی کے پاس نہیں ملا جو حافظہ مع قرآن تھے۔ وہ سب مارے گئے پھر اس کے

کس لفظ سے قرآن میں اختلاف ثابت ہوا یا عمر صاحب کی مخالفت قرآن سے جبکہ اپنے دعویٰ کیا

تھا۔ دعویٰ پر دلیل دیکھا ہے تو جواب لیجئے۔ ورنہ یہ دعویٰ دلیل تو ایسا ہے کہ آپ کیے خدا۔

روح مادہ قدیم ہے کیونکہ سمندر کا رنگ سبز ہے۔ اگر اس دلیل سے آپکا دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے تو بیشک اس دلیل سے بھی قرآن کا بارہ ہزار اختلاف ثابت ہوگا۔

۱۱) مسلمان کا جواب تو انیسویں قدر منجملہ خیر ہے جسکی حد نہیں بنو و بار لا یموت فرامین۔  
(۱۱) منجملہ منجملہ سے آپکا کیا فائدہ جب تک کتاب کی موضوعیت ثابت کیجئے یا اصل روایت کی کیونکہ ہزاروں روایتیں غیر منجملہ منجملہ کی حد ضرورت صحیح مانی جاتی ہیں اور ہا یہ جملہ کہ ”آج تک ہندوستان میں شاید ہی کسی کے پاس ہو“

ایسا منجملہ خیر ہے کہ قابل بیان ہی نہیں۔ کیا آپکے پاس از الہ اختلاف نہیں ہے جسکا اشتہار دیکھے ہیں تو کیا اس سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوہی روایت صحیح نہیں کیونکہ میرے پاس نہیں ہے۔

(۱۲) یہ بھی غلط ہے کہ وہ روایت صحیح بخاری کے مخالف ہو۔ بلکہ موافق ہے صرف اس اجمال و تفصیل کا فرق ہے کیونکہ روایت بخاری میں بعد از آپ بھی مانے ہیں اسی طرح اگر آئندہ بھی جنگ ہوئی تو بوجہ قتل کل حفاظ کے قرآن اڑھ جاوے گا تو پھر کترا اعمال کے اس قول کے مانے میں کیا حذر ہے ”اور جب جمع کیا ابو بکر و عمر و عثمان نے قرآن کو تو وہ قرآن بعد قتل یا کسی کے پاس نہ پایا گیا“ کیونکہ مطلب دونوں کا ایک ہے۔ وہاں خوف ہے قتل از واقعہ اور یہاں خیر ہے بعد از وقوع واقعہ پھر اس سے تعارض کہاں نکلا۔

کیا اگر کوئی طبیب کسی مریض کی نسبت کہے کہ حالت اوہی خطرناک ہے۔ اور دوسرا اوہ کے بعد کہے کہ وہ مر گیا۔ تو ان دونوں میں تعارض ہوگا۔

(۱۳) ہاں صاحب روایت بخاری میں یونہی ہے مگر وہ روایت تو قبل از جمع قرآن کی ہے۔ اور یہ روایت کترا اعمال بعد از جمع کی ہے۔ تو پھر دونوں میں تناقض کہاں رہا جب زمان بدل گیا۔ در تناقض ہشت وحدت شرط ان لم وحدۃ موضوع و محمول و مکان۔

اڈیٹر صاحب آپ تو بڑے منطقی ہیں پھر کیوں اسی پہلی باتیں کہتے ہیں کہ جو حدیثیں متفق ہوں انکو بھی مختلف بناتے ہیں کلمہ دہر آپکا اختلاف پسند ہے۔

۱۴) یہ سب سے زیادہ لطیف جگہ ہے کہ چاروں خلفا تو موجود تھے۔ کیونکہ ابو بکر عمر کو تو جنگ کس نے حافظہ نہیں کہا خصوصاً عمر صاحب جنہیں بارہ برس میں جا کر کہیں سودا بکریا دیا۔ یعنی

رحلت رسول اللہ کے دو تین برس بعد عثمان صاحب کا قرآن سے بے خبر ہونا پہلے بیان ہوا کہ اگر وہ حافظ قرآن ہوتے تو یہ نہ کہتے ان فی القرآن لخصا سبقہ العرب رہے جناب لہٰذا تو وہ بیشک حافظ جامع قرآن تھے۔ مگر اس سے اچھو کیا۔ حضرت ہی کے جمع کئے ہوئے قرآن کے نسخے سے انکار کے بعد تو یہ سب خبری پیدائگی۔

اسی طرح زید بن ثابت کی بھی حافظیت استیجاب سے باطل ہو چکی کہ اگر وہ حافظ ہوتے تو دوسروں کے کیوں محتاج ہوتے اور ابو جہرہ کو تو کسی نے حافظ قرآن لکھا ہی نہیں۔ پھر یہ ایسی حمایت اونہ کیا کہ ان سے ہذول ہوئی جو ان کو حافظ قرآن بنایا۔

ادھر صاحب آپ کے حافظ ابن ابی کثیر کسی کے بھی حافظ قرآن ہونے کے کمال نہیں معلوم ہوتے فرماتے ہیں و هذا يدل على ان كثيرا من قتل في وقعة اليمامة كان قد حفظ القرآن لكن يمكن ان يكون المراد ان مجموعهم جمعه لا ان كل فرد فرد جمعه <sup>۳۸</sup>

یعنی یہ تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ بہت سے حافظ قرآن جنگ یامہ میں مارے گئے۔ مگر ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ مجموعہ اون لوگوں کا جامع ہو۔ نیز یہ کہ ہر فرد نے جمع کیا ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ اون لوگوں کو بھی پورے قرآن کا حافظ نہیں مانتے حالانکہ حدیث میں اسکی تصریح موجود ہے۔ تو پھر یہاں تک ان کی نسبت کہ ان کو اس کا خیال ہو سکتا ہے کہ وہ حافظ کل قرآن تھے۔

حالانکہ خود ہی کہتے ہیں فلما قتل سالم مولی ابو حذیفہ خشی عمر ان يذهب القرآن فجاءوا ابی بکر و مسیاتی ان سلما احد من اسر العقبی باخذ القرآن منه <sup>۳۹</sup> یعنی جب سالم مولی ابی حذیفہ قتل ہوئے تو عمر ڈرے کہ قرآن جاتا رہے تو ابوبکر کے پاس آئے اور قریب ہے کہ اسکی بیان آئے کہ سالم وہ تھے جسے حضرت نے اخذ قرآن کا حکم دیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ سالم پورے حافظ تھے کیونکہ اگر پورے حافظ نہ ہوتے تو اون کے قتل سے اسکا خون کیوں ہوتا کہ قرآن جاتا رہیگا۔

اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ کتر اعمال اور صحیح بخاری کی روایت میں توافق ثابت ہوا

یا متعارف اور یہ بھی (ملکہ کہ اپنے جن لوگوں کا نام لیا امن کا حقہ حافظہ نامہ استناباب بیئر معلوم ہوا نہیں پھر روایت منقولہ ساز پر کیا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

ادنیٰ صاحب نے تلمذ ابوبکر کے کہ چالیس کتاب کہا اور ابوالمعادی بن النعمان و ثعلبانے کہ آہن شہو ہے۔ اور اثبات حاکمیت خلفائے اربعہ والو عبیدہ کیلئے صحیح بخاری بھی نہیں دیکھتے حسین تبصری کہلے عن انس بن مالک من جمیع القرآن علی عهد النبئی قال اربعة کلام من لاضرارہ بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید۔ پھر لکھتے ہیں عن انس قال مات النبئی و لم یجمع القرآن غلا ربعة ابو الدرداء و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید و مسلمہ رحمہ اللہ بخاری جلد ۱

یعنی کہا انس نے جو وقت وفات پایا رسول اللہ نے تو اس وقت تک ان چار آدمیوں کے ہوا کسی نے قرآن کو جمع نہیں کیا تھا۔ ابو الدرداء و معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت و ابو زید ابی بن کعب میں سے معلوم ہوا کہ یہی پنج آدمی جامع قرآن تھے یہ حدیث رسول اللہ حسین سے کوئی بھی بہ استثناء زید بن ثابت جمیع قرآن میں شریک نہیں کیا گیا۔

پھر خلفائے ثلاثہ اور ابو عبیدہ کا نام خلاف تبصری بخاری کیوں لکھ دیا حسین حصص کیا ہے کہ انکے سوا اور کوئی جامع قرآن نہیں ہوا۔

تو ابکہ خلفائے ثلاثہ کی نسبت دعویٰ کرنا کیا موجب تلمذ صحیح بخاری نہیں ہے ؟ تو پھر کیا اسکے بعد آپ مسلمان یا اجدیث رہ سکتے ہیں ؟

دعا خدا کی شان آپ اور ذوالحدیثین و اہل روایت کو سمجھے ! حالانکہ جو محدث کہلاڑی ہوتا ہے وہ اعدیث مختلفہ میں توافق پیدا کرتا ہے اور جو ناٹری ہوتا ہے وہ ادنیٰ لفظ سے متکا نکالتا ہے۔ نہ یہ کہ عامیہ طور پر کہہ دے ”یہ کتاب بھی مثل کتاب الانباری کے موزنی و الصحت نہیں ہے“ حالانکہ یہ لفظ دوسری اصحیح ہی کا دھماکا ہے علما و محدثین اس متوق پر اہم اصحیح کہتے ہیں کہ جو تو ان میں فرق ہے۔

نہ ال حدیثیم ہے جو اب دیا ہے وہ تو زور پر ہی موز دار ہے کیونکہ جب حدیث کثر العمل میں پیدا ہوا تو زور پر ہی نہ رہا آیت بعد تک یہ حدیثی کے پاس نہ مانا گیا نہ بھرا گیا یہ نہ مانا گیا نہ کلام

کیا کام دیتی ہے۔ اگلی تعداد خود زہری کے قول میں چار سو آئی ہے جس سے صحت ظاہر ہو  
کہ باقی زندہ تھے کیونکہ ان چار سو کے قتل ہو جانے سے قانون کا مکمل ہو جانا لازم نہیں آتا۔  
کیونکہ مطلب تو اس فقرہ سے ہے کہ پھر وہ قرآن بعد قتل یا نہ کسی کے پاس نہ پایا گیا۔ جو ثابت  
رہا نہ یہ کہ چار سو محافظ سے بحث ہو یا سات سو محافظ سے جیسا کہ ابن جریر نے لکھا ہے قبل منجمۃ  
وقبل اکثرۃ

کہ کہا گیا ہے سات سو محافظ تھے اور کہا گیا ہے اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ لاکھوں یا کئی لاکھوں ہی  
بچے ہوں تو وہ قول تو نہیں غلط ہو سکتا جو کہا۔ ”وہ قرآن بعد قتل یا نہ کسی کے پاس نہ پایا گیا۔“  
حالانکہ صحیح بخاری میں صاف طور پر مرقوم ہے کہ محافظ قرآن صحت پانچ ہی تھے تو باقی لوگ  
کہان سے محافظ قرآن بچے جنکی نسبت ارشاد ہوا کہ باقی زندہ تھے کیونکہ وہ صحت تو قلعے سے  
”وہ قرآن پھر کسی کے پاس نہ پایا گیا“ تو اگر باقی رہے تو وہی لوگ جو دو چار یا دو چار  
سورہ یا دو کتاب جیسا کہ مکرر مذکور ہوا کہ کوئی ایک آپ لانا کوئی دو آنا اور وہ کہ لیا جاتا۔  
(۶) جب یہاں آپ اجمال و تفصیل کے فائل ہیں کہ ابن شہاب کا دو سو قول پہلے قول کا  
مفسر ہے تو روایات بخاری کو بھی اس میں لایا گیا کہ سب واقعات کثیر الحال کی اور اسکی مفسر  
ہیں بخاری بیان قبل از واقعہ ہے کہ عمر ابو بکر کو خوف ہوا۔ اور یہاں بیان ہے کہ وہ سب  
مارے گئے۔

رہا یہ امر کہ اس سے قبل مسافر باطل ہو اپنے بلور تھے لکھا تھا ”سب جنگ ہمارے ہوئی تو ادھر  
اسلام کے جسد ربی محافظ و عالم تھے سب قتل ہو گئے اور اہل قرآن کا بھی یوں اُنکے ساتھ  
حادثہ ہو گیا۔“

تو اسے بطلان ایسا ہی ہے کہ کسی دلیل کی بھی حاجت نہیں کیونکہ جب اہل رعایت میں  
یہی فقرہ ہے ”وہ قرآن بعد جنگ یا نہ کسی کے پاس نہ پایا گیا“ تو پھر مسافر کا نتیجہ بہت صحیح ہوا  
کیونکہ یہ تو حدیث ہی کا فقرہ ہے۔

حالانکہ مسافر کا جواب تو صرف دو لفظوں میں ہے کہ روایت میں تو صحت اس قدر ہے  
”اور یہ وہ علماء تھے جنہوں نے قرآن کو بخوبی یاد کیا تھا۔ وہ قرآن کیونکہ معلوم ہوا ہے اور یہی

لکھا گیا اور جب جمع کیا ابو بکرؓ نے قرآن کو تو وہ قرآن بعد قتل بنو نہ کسی کے پاس  
نہ پائے گیا۔

تو اس جملہ سے یہ نتیجہ نکال کر نکل سکتا ہے اور اصل قرآن کا بھی اونکے ساتھ قائم ہو گیا کیونکہ  
روایت سے صرف دو ہی بات معلوم ہوتی ہے (۱) یہ کہ وہ لوگ پورے قرآن کے حافظ تھے  
اس لئے بھی اصل قرآن کا خاتمہ نہیں ثابت ہو سکتا۔ کیونکہ اگر پورا حافظ نہ رہے۔ متفرق لوگ  
اونکے حافظ ہوں تو پورے حافظ کے بارے جانے سے یہ نہیں کہہ سکتے اصل قرآن ہی کا  
خاتمہ ہو گیا۔

(۲) یہ کہ لوگوں کو یہ ترتیب یاد تھا۔ باقی لوگوں کو اس ترتیب سے نہیں یاد تھا۔ تو اس سے بھی  
اصل قرآن کا خاتمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ترتیب کے بدلنے سے اصل نئے نہیں ضائع ہو سکتی۔  
بلکہ اس کی ترتیب سابق ضائع ہوتی ہے جس پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصل قرآن کا خاتمہ ہو گیا۔  
(۳) انہوں نے اکثر صحابہؓ پر اس حدیث لا یتجادونہا جرم کہ قرآن اونکی سمجھ میں پورے  
طور سے نہیں تھا نہ مغز سخن کو پہنچنے میں نہ سمجھ کر جواب دیتے تھے۔ اور جواب بھی دیتے تھے  
تو اس کا اور بھی اولیٰ نہیں ہو کیونکہ ان ذہب القرآن ذہب دیننا سے اگر یہ فائدہ نکالتے ہیں  
”کہ اس سے آئندہ کا خوف نکلتا ہے یا گذشتہ زمانہ کی خیر ہے“ تو روایت کثر اعمال تو اسکی  
تصریح کرنے والی ہے کہ وہ خوف پورا ہو گیا۔ کیونکہ صاف صاف لکھا ہے ”پھر وہ قرآن کھانکے  
پاس نہ پائے گیا“ جس سے اس قرآن کا تو جانا ہی ناممکن تھا۔

اس لئے پہلے آگے سمجھایا کہ یہ جواب نامناسب ہے جواب اویس قدر ہے کہ بھروسہ اس ترتیب سے  
تہا یا جا تا ثابت ہو انہ اصل قرآن کا خاتمہ جس کا سامنے دعویٰ کیا تھا۔

(۸) یہ کہ قدرنا انصافی ہے کہ اسکے بعد مسافر کی عبارت ہضم کر کے جو فرماتے ہیں ”اس جواب  
کے بعد بخاری تشریحی عبارت کا جواب دینا کچھ ضروری نہیں“ جس سے ناظرین مسلمان کو یہی  
معلوم ہوا کہ مسافر نے کیا لکھا تھا اور اس کا کیا جواب دیا حالانکہ اسی نہیں خود مسافر کو  
یہ ان نام دے آئے ”مگر شاباش ہے اسکی عیانت و امانت پر کہ وہ اپنے ناظرین تک یہ ہی نہیں  
پہنچا کہ کسی نے اونکے جوابات دے بھی نہیں سیکھے وہ ان تو اچھا مضبوط ہے کہ یہ شک ہو سکے

اسلام سے اور قرآن سے لوگوں کو معرفت کریں۔ آپ نے اس کے اعتراضات کو کس اصول سے چھپا یا حلال کیا یہ اجنبی خاص اویسی کے جواب کیلئے لایا گیا ہے اور یہی پہلا اسکا جندہ لیا جاتا ہے اور خریداری کی ترغیب دی جاتی ہے لہذا پہلے پوری عبارت مسطورہ کی نگہ سے بین پھر اسکا جواب

مبارک عبارت مسلمان کے بعد سے عثمانی قرآن۔ یہ زبردست تواریخی واقعہ اصل قرآن کے نیست و نابود ہونے اور موجودہ قرآن کے بننے کی دلچسپ ہٹری اپنے اندر لے ہوئے ہے۔ جو یہ ہے کہ جب جنگ کا مادہ ہوئی تو اس میں اسلام کے خستہ بھی حافظہ عالم تھے۔ سب قتل ہو گئے اور اصل قرآن کا بھی یوں ان کے ساتھ ہی حادثہ ہو گیا جب حضرت عثمان نے یہ حالت دیکھی کہ قرآن بھی دنیا سے چل بسا ہے۔ اور اسلام کا وجود قرآن کے وجود کیسا قائم ہے۔ پس اپنی کوشش کی اور ادھر ادھر سے جو کچھ بھی تھوڑی بہت آئین و حدیث و کتاب ہو گئیں انہیں کتاب کی صورت میں جمع کیا۔ اور تمام دنیا کے مالک میں بھیجا۔ پس یہی عثمانی قرآن آج دنیا میں رائج ہے۔ اور اس ہی کو جو بولے مجھے مسلمان الہام یا کلام اللہ مانتے ہیں۔ اب بھی پسند اپنے لئے آپ ہی نتیجہ نکال لیں۔ کہ موجودہ قرآن کس درجہ وقعت کے قابل ہو سکتا ہے۔ پس اسد ہے کہ ناظرین اب قرآن کی پوزیشن پورے عجم و عرب ہٹری کو بخوبی جان گئے ہونگے۔ اور وہ کوشش کیلئے کہ قرآن کے متعلق صحیح علم بغرض رفادہ نام عوام تک پہنچا سکیں تاکہ ہماری محنت و جانفشانی کا نتیجہ ٹیک بڑا ہو اور وہ ہر ایک کے لب کے پہا کی بنیں۔

نتیجہ عبارت کزن لعل کی [اول قرآن بہت خطاب تہوڑا رہ گیا دوسرے یہ کہ قتل ملایہ قتل ہوئے۔ علما و کے صاف بتلا رہا ہے۔ کہ باؤ جتنے ہی اتنے وہ غیر علما قرآن تھے۔ تیسرا یہ کہ الذین کا نواقذ و عوا جنہوں نے پورے پورے یاد کیا تھا۔ وہ صرف یہی تھے باقی اس صفت سے بڑا تھے۔ جو تھے یہ کہ ولہم یعلم بعد ہم بعد اؤں لوگوں کے قتل کے قرآن کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کیا تھا اور کتنا تھا۔ پانچویں یہ کہ سورہ مکتبہ اور اس کے بعد دوسرے کسی نے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ چلا گیا جیسے یہ کہ "فلما جمع ابو بکر وعمر و عثمان قرآن



دلو جو جمع احد ہمد یہ صاف بتلا رہا ہے۔ کہ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کے جمع کے وقت وہ کسی کے پاس نہ پایا گیا۔ ساتویں یہ کہ ”وذلك فيما بلغنا صلحنا على ان يتبعوا القرآن صاف صاف بتلا رہا ہے کہ یہی امر یعنی نہ ملنا پورے قرآن کا کسی کے پاس اس کا باعث ہوا۔ کہ یہ لوگ تلاش کریں بہر حال پورے قرآن کا نہ ملنا ثابت ہوا۔ آٹھویں یہ کہ جمع کیا قرآن کو ایک مصحف میں بخوف اُسکے۔ کہ رجال مسلمین قتل جو جاوین گے۔ اور ان کے کثیر قرآن بھی منایع ہو جائیگا۔ نوین یہ کہ۔ ظم یوجد منذ احد بعد ہمد بعد اُن کے وہ قرآن کسی کے پاس نہ پایا گیا۔ دسویں یہ کہ ”فوفق الله عثمان ختم خلف المصحف اس لئے صاف روشن ہے کہ یہ تو فیق جمع کر نیکی خدا نے صرف عثمان ہی کو دی کہ اس کے پہلے کسی نے اس طرح نہ جمع کیا کیا اب بھی کوئی عہدی میدان میں آکر یہ ثابت کر سکتا ہے۔ کہ موجودہ قرآن بے نقص ہے۔ اور اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہرگز نہیں۔“

تفسیر القرآن۔ کیا یہ تقریر سازگی اس قابل ہے کہ اسکا صرف یہ جواب دیا جائے مسلمان اس جواب کے بعد تھرا سی تشریحی جواب دینا کچھ مزوری نہیں کیونکہ تھے انہیں روایت کی تشریح کی ہے جسکا جواب ہم دیکھے ہیں باقی ایسا بندہ ہے۔“

جسکے مطلب یہ ہے کہ یہ سب تنقیدیں روایتوں کے ہیں تو اگر وہ اس میں صحیح ہیں تو تنقید بھی صحیح ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ (۱) اصل قرآن کا قاتلہ اس سے نہیں ثابت ہوا بلکہ اس میں ترتیب اور حالت سے اونکو یاد تھا۔ اسکا قاتلہ ہوا نہ اصل قرآن کا۔

(۲) حضرت عثمان کا نام لینا رعایت کے خلاف ہے کیونکہ روایت میں صاف طور پر مرقوم ہے خلاصہ ابوبکر و عمر و عثمان جس سے جامعیت قرآن میں نام پہلے ابوبکر کا ہے پھر عمر کا پھر عثمان کا تو یہ کہنا ”جب حضرت عثمان نے یہ حالت دیکھی“ غلط ہوا۔

(۳) قرآن کا چل بسا بھی غلط ہے بلکہ اس ترتیب کا بھی اصل اوںکو یاد تھا۔

(۴) یہ سب ہے کہ ان روایتوں کا یہ نتیجہ بدیہی ہے جو کچھ بھی شیعہ بڑی بہت کمین اور سوتین دستیاب ہو سکیں مگر اس سے ذرا کچھ بارہ ہزار اختلاف ثابت ہوا نہ عمر صاحب کی مخالفت قرآن سے جو آپکا دعویٰ تھا۔

(د) اس میں بیولے بجائے سلمان کا کیا قصور ہے جبکہ آجنگ آپ یہ نہ ثابت کر سکے کہ اس میں صرف بھی کسی دوسرے بڑا یا بولا کو کہہ روایتوں کا نتیجہ جن سے آپ اسدلال کیا ہے فرق کی ہے کہ جس قدر نازل ہوا تھا اوتا نہیں ہے یا اس ترتیب سے نہیں ہے۔

پھر اوس کے کلام اللہ ہونے یا الہامی ہونے میں کیا نقصان ہوا حالانکہ خدا فرماتا ہے وما کان هذا القرآن ان یفتی من دون اللہ۔ یعنی کہ یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو غیر خدا کوئی بھی ایسا بنا لائے تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ کسی سے اس کے اعجاز میں کوئی کمی آئی کیا باران رحمت جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کو کم مناع کر دیں۔ تو اس سے باران رحمت پر الزام آئیگا یا خدا پر یا یہ کہہ سکتے کہ یہ باتی ہمارا بتایا ہوا ہے۔

(۷) نتیجہ تو یہی ہے کہ باہر روایات مذکورہ قرآن بہت سا نازل ہوا۔ صحابہ کی غفلت سے بہت سا یا کچھ مناع ہوا اگر جس قدر موجود ہے وہ یقینی کلام خدا ہے اور اعجاز و ہدایت کیلئے کافی ہے۔

اسی لئے خدا نے بمقام محمدی (دعویٰ اعجاز) یہ فرمایا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقیں صح سورہ الم قل فاتوا بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقیں سورہ یونس ۹۷

کہ ایک سورہ بھی بنا لاؤ جس سے معلوم ہو کہ پورے قرآن کے مقابلہ کی فرمائش نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ صرف ایک سورہ کی۔

اگر بہت زیادہ فرمائش کی گئی ہے تو اس قدر ادا یقولون اخذوا من قل فاتوا بعتھو سورہ مثله مفتیات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقیں۔ ہر دہ یعنی یہ کیا کہہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو خود بنا لیا ہے کہ دو اگر سچے ہو تو تم بھی ایسے ہی دس سورے بنا لاؤ اور جس کو چاہو بلا لو سوائے خدا کے اگر سچے ہو۔

توحید فقرہ کے واسطے ایک ہی سورہ کافی ہے کہ کوئی اس کا شائبہ نہیں بنا سکتا۔ تو اسے بڑے قرآن کے معجز ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ اگرچہ بقول مسافر و میں سید کہ

ہوئی ہو

۱۷) روایت کنز العمال کی جتنی تشریحیں کی گئی ہیں اگر وہ واضح ہیں مگر اس سے نفس قرآن پر کوئی الزام نہیں عائد ہو سکتا کیونکہ معجزہ ہونے میں ہر کوئی متساوی ہے۔ خطبہ پورا قرآن معجزہ ہے۔ اسی طرح ایک ایک سورہ اور اس کا معجزہ ہے۔ پس جب قدر ہو جو ہے وہ جتنی اسی طرح معجزہ ہے۔

یہ جواب باہر مذاق اہلسنت ہے جسکی یہ روایت ہے کہ وہ یہ جواب دیکھتے ہیں۔ شیعوں کا تو یہ جواب ہے کہ نہ یہ ہماری روایت ہے نہ ہم اسکی صحت کے قائل ہیں۔ ایسی باتوں کو گورز شتر سمجھتے ہیں۔

کیونکہ روایات شیعہ پر کاربکا کر کہہ رہی ہیں۔ قرآن کو رسول اللہ نے جناب ایتر سے لکھوایا حضرت نے رحلت کے وقت تک فرمایا ہم قرآن والہیت تم میں چھوڑے جاتے ہیں اگر اس کا اہتلع کر دگے نجات پاؤ گے۔ حضرت نے جناب ایتر سے یہ بھی فرمایا کہ وہ قرآن رکھا ہے لیجاؤ۔ حضرت علیؑ اسکو لیکے۔ بعد رحلت رسول اللہ سے پہلا کام یہی کیا اور اسکو جمع کیا اور جب تک جمع نہ کر لیا گھر سے باہر نہ گئے۔ بعد جمع قرآن صحابہ کے پاس لائے۔ اونہوں نے لینے سے انکار کیا۔ الہیت و قرآن دونو کو چھوڑا۔ ایکے بعد صرف اس غرض سے کہ جناب ایتر کا نام نہ ہو۔ اسطرح قرآن جمع کیا جس میں بے ترمیمی ہونا لازم تھا۔ مگر نہ اس سے قرآن کے معجزہ ہونے میں فرق آیا نہ اسکی بابت میں۔ کیونکہ ۲۳ برس تک جو زمانہ رسالت کا رہا جو اوسمیں وہ اپنے اعجاز اور تحدی کو پورا کر چکا تھا۔ تمام عالم کو اس نے مخاطب بنایا کہ ایک سورہ بھی مثل اسکے نالا ذکر ایک کا فر بھی ایک آیت نہ لاسکا سب مغلوب و مغلوب ہوئے اور سر تسلیم خم کیا۔

یہ قرآن صرف جناب ایتر کے مقابلہ میں جمع کیا گیا کوئی کہنے والا ایسا نہ تھا جو ظلم کے ہر رنگ جو کر لکھتا۔ مرنے، زندہ بننے ثابت تھے جو انکے سچے چڑھ گئے۔ اسنے پہلے تو یہ حدیث بتائی کہ زمین ثابت وہ شخص تھے جنہوں نے بعد رسول اللہ میں قرآن جمع کیا تھا جس پر اعتماد ہوتا ہے کہ اگر وہ جامع قرآن ہوتے تو اسے کیوں معراج ہوتے کہ لوگوں سے پوچھ پوچھ کر کہیں۔

اس روایت سے یہ ظہر الامام تھا کہ اونکو نہ قرآن کی نہ کلمہ پڑھنے کی ضرورت تھی۔ وہ یہ روایت جاکھی کہ اس خیال کی ترکیب عرصہ پہلے کی جو اسوجہ سے لغو ہو جاتی ہے کہ قریب حب پہلے بھی جامع قرآن تھے تو پھر ادھون نے کتابت و جمع قرآن میں عذر کیوں کیا۔

ان تناقض بیانون سے جو دونوں قسم کی روایتیں بیخ بخاری میں موجود ہیں صاف نتیجہ نکل آیا کہ اصلی جامع قرآن جناب امیر تھے جبکہ نام نامی مثلانے کے لئے یہ مفقود روایت بنائی گئیں۔

جواب تشریح مسافر جواب اسکی وجہ بھی ظاہر ہو گئی کہ اڈیہ صاحب مسلمان نے جو مسافر کی تشریح کا جواب نہیں دیا۔ اسوجہ سے کہ اونکے اسکان سے باہر تھا کہ اوکے جواب دیتے بہ زمانہ اصل عبارت مسافر لکھنا اسکا جواب کہ سکے حالانکہ جواب اسکا نہایت واضح تھا۔

(۱) قرآن کا کم رہ جاناروایت صدر سے ظاہر ہے مگر اس سے قرآن پر نہیں اعتراض ہو سکتا بلکہ اون جامعین پر جنکی غفلت سے یہ نقصان ہوا (۲) ہاں اس روایت سے اونکا ملاحظہ ہونا ظاہر ہے مگر خاص ترتیب کا نہ یہ کہ اب اونکے بعد کوئی عالم ہی نہیں رہا۔ اور یہ بھی صرف اس ضمن سے ظاہر کیا گیا کہ جناب امیر کی طلیت و جامعیت معنی ہو (۳) اس صفت سے مراد ہونے پر یہ لازم نہیں آتا کہ اصل قرآن موجود نہ رہے کیونکہ حدیث کا قصور صحت مقصد ہے کہ پھر ویسا کوئی عالم نہیں رہا (۴) مطلق قرآن کا علم نہ ہونا غلط ہے بلکہ اس ترتیب کا جسکے وہ حافظ تھے (۵) کم لکھتے سے بھی اسی ترتیب خاص کی عدم کتابت معلوم ہوئی تو اس سے بھی نفس قرآن پر کوئی اعتراض نہیں آتا (۶) مجدد ابوبکر و عمر میں بھی کسی ترتیب سے نہیں لکھا لکھنا کہ اصل قرآن کا (۷) ہاں اس ترتیب خاص سے نہ متاثر ہوا کرتا ہے۔ مگر نفس قرآن پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ یہ وہی اصلی قرآن اگرچہ کم ہو گیا ہو یا وہ ترتیب نہ باقی رہی ہو (۸) یہ مسلم ہے کہ اون کا قتل ہی باعث ترتیب و جمع قرآن ہوا مگر اس سے قرآن پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

(۹) اسکا بھی وہی مطلب ہے کہ اس ترتیب سے نہ پایا گیا (۱۰) جمع عثمان بھی مسلم ہے اور اسکا رواج بھی مسلمات سے ہے مگر اس سے ہی قرآن پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

جتنے افعال میں وہ متعلق بہ انسان ہیں قرآن اپنے کمال کا مدعی بحیثیت تحدی و اجاز ہے جس میں کوئی نقص نہیں آیا۔

اس روایت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اہلسنت قائل بہ نقصان قرآن ہیں کہ ان کی روایتوں سے قرآن کا کم ہو جانا ظاہر ہے۔ مگر اس سے نفس قرآن پر کوئی اعتراض نہیں آتا ہاں اس کا قول اگر کوئی قائل ہوتا۔ اس کے احوال میں اگر فرق آتا کوئی کا فرد اس کا مثل بنا لیتا تو البتہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ ورنہ جلا دینے آیات کے نکال دینے ترتیب کے بدلنے تو اس کا کیا بگڑتا ہے۔

اگر ہم کسی انسان کے ہاتھ کو بچا ہے پر کھدیں یا انکھوں کو سر سے نکال دیں وہ میں خبر دیں تو کیا اس سے خدا کی مناعی پر اعتراض ہو سکتا ہے ایک موتی کی ٹڑی کو جس کے دانے اپنی ترتیب سے رکھے گئے ہوں۔ ہم تو ذکر کر موتی اس سے نکال لیں یا ترتیب کو بدل دیں تو اس سے موتیوں کی خوبی و لطافت میں فرق آسکتا ہے عا شا و کلا ہرگز نہیں بلکہ اس توڑنے والے اور بدینے والے کی بے عقلی اور حماقت ظاہر ہوگی۔

**کیفیت خاصہ قرآن** | عظمت قرآن نہ سمجھنے کی آریہ سے تو کوئی شکایت ہی نہیں جو لکھتے و پڑھتے کا نہیں جانتے۔ مگر انہوں نے تو اس کا ہے کہ مسافر کا حریف مسلمان بھی ویسا ہی گوارا ہے کیونکہ اس کے اسلاف عمرو ابوبکر و زید و غیرہ قرآن کو اسی سے لے کر لکھتے تھے حالانکہ معنی مسند احمد و طبرانی سیرۃ طبریہ میں کہتے ہیں قل فی اللواہب نقلاً عن بعضہم ان هذا القرآن لو وجدنا مکتوباً فی مصحف فی فلاة من الارض ولم یعلم من وضعه هذا لشهدت العقول السلیمة انه منقول من عند الله قہوان البشر و غیرہ علامۃ تلوہ علی تالیف ثلاث فلیف اذا جاء علی ید اصدق الخلق و ابجد و القاموس قد قال ہنہ کلام الله و عندی الخلق کلامہ ان باقیا

سبوح من مثله فجزوا خلف یقی مع هذا اشعار منہ بر حاشیہ سیرۃ طبریہ یعنی بعض طے سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن لکھا ہوا کسی عمر زعمی میں یا قادیان سے اور یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے بیان رکھا ہے تو بھی جو شخص منقول سلم ہو گا وہ کہہ گا کہ یہ منقول

من اللہ ہے۔ اور انسان کو اس کی قدرت نہیں کہ ایسا کلام بنا سکے۔ چہ جائیکہ اسکا لایا والا وہ شخص ہو جو تلم عالم سے بچا اور نیکو کار اور متقی ہو جس نے بیان کیا کہ یہ کلام اللہ ہے اور خلق سے مخفی کیا کہ ایک سورہ بھی مثل اسکا بنا لاؤ۔ مگر سب عاجز ہوئے پھر یہ لوگ اس میں شک ہو سکتے ہیں۔

علامہ قطب الدین راوندی جو علامہ شیعہ رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں روایت کرتے ہیں ان رجلاً قریباً منہم یقول یقرء القرآن فلیک فی قلبہ لہما ابکاۃ قتل النظم علیا یعنی ایک انصاری کا گدڑ ہو ایک شخص پر جو قرآن پڑھ رہا تھا تو وہ انصاری رونے لگا۔ پھر ان کے رونے کو کہا اس قرآن کے نظم میں شست الفاظ و ترکیب کلام نے رولا دیا۔

پھر ترتیب کے بتائے اور ناقص کر دیئے اس قرآن کے مجزہ میں کیا نقصان ہو سکتا ہے کیونکہ ہر آیت اور سورہ مجزہ ہے چاہے مقدم کا موخر ہو یا موخر کا مقدم قول مسافر بارہ ہزار اختلاف ہیں جب قرآن کے شروع زمانہ میں یہ حالت تھی کہ ہر ایک مسلمان اپنا جدا قرآن بنا تو لازمی امر ہے کہ اسکے مختلف نسخوں میں لاتعداد اور اختلافات بھی ہوں مگر وہ اختلاف کتنے تھے اسکا صحیح اندازہ ایک اسلامی رکن خود ہی ذیل میں بتلا رہا ہے ملاحظہ ہو۔

وانت تجد فیہ من الاختلاف المسموع من اصحاب القراءۃ ما یبطل علی شیء منہا انا شریح مقاصد علامہ مختار زانی (ترجمہ) فرماتے ہیں علامہ مختار زانی کہ تو پائے گا اس قرآن میں اس اختلاف کو جو سنا گیا ہے اصحاب قراءات سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بارہ ہزار مسلمان شریح مقاصد کے حوالہ سے جو تم کہتے ہو (پوری عبارت سا جہا نقل ہو چکی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۷۸ سالہذا)

تقدیس القرآن۔ بیان بھی مؤرخ مسلمان نے قریب کیا کہ ابتدائی قراءات مسافر کے ہم کر گئے جو کہتے ہیں جب قرآن کی شروع زمانہ میں یہ حالت تھی تاہم آخر قراءتیں مسلمان کا یہ فرقہ دو گروہ بنا رہا ہے اسکی دیانت و راستہ پر بیان چیلن ہو گا لہذا نہیں۔ کیونکہ یہ تو بالکل نا انصافی ہے کہ کلام محاطہ طہیدہ اسے نقل کیا جائے اور اسکا جواب دیا جائے جس جیسی ہے

ناظرین کو نہ معلوم ہو سکے کیا احترام تھا۔  
اصل احترام کا کوئی جواب مسلمان سے نہیں کیا گیا کہ وہ کہہ سکتا ہے کہ جب شریعہ ذاتاً  
میں یہ حالت تھی کہ ایک مسلمان اپنا جہد قرآن بتاتا تو لازمی امر ہے کہ اسکے مختلف نسخوں میں  
لا تعداد اور اختلافات بھی ہوں۔

یہ اصل احترام تھا جسکی سند میں وہ شرح مقاصد فقہانہ کی عبارت لائے ہیں۔  
اسکے جواب میں مسلمان پر لازم تھا کہ یا تو وہ اس دعویٰ کو غلط کہے کہ صحابہ کے قرآن مختلف  
نسخوں کے نہ تھے بلکہ سب کا ایک ہی قرآن تھا۔ یا یہ ثابت کرے کہ اختلاف نسخ کو اختلاف الفاظ  
قرآن لازم نہیں۔ دونوں باتوں سے ایک بات بھی نہ کر سکے کہ تو یہ کہ اگر یوں کہے تو یہ  
پر معطل کیا۔ مگر نہ معلوم اس سے قرآن کو کیا واسطہ۔ کیا آریہ نیوک کا ثبوت صحیح بخاری  
نہیں دیکھتے۔ کہ عرب میں بھی بروایت عائشہ اسکا رواج تھا پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ  
تکون جو عمرات شریعہ سے خارج کہے شریعہ اور بنا لیتے ہو۔

(۱) پھر یہ معلوم کن رسائل کو کون سے لکھا یا لکھا۔ حالانکہ اوکا فرض تھا کہ اصل  
امر کا جواب دیتے نہ کہ کہنے کہاں سے جو رایا کہاں سے لائے۔ اس سے کیا حاصل۔

حالانکہ جواب آریہ بہت صاف ہے کہ اس اختلاف کے ذمہ دار وہی صحابہ ہیں جنہوں نے  
اس طرح سے قرآن کو مرتب کیا تھا نہ قرآن کیونکہ وہ تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے وہ تو کان من  
عند علیہ السلام لوجود واضح اختلاف کا گنہگار یعنی اگر قرآن غیر خدا کی طرف منزل ہوتا۔ تو  
اوس میں اختلاف کثیر ہوتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ نفس قرآن اختلاف کا منکر ہے۔ اور اس  
عدم اختلاف کو اپنا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ پھر اگر صحابہ نے اپنے طرز عمل سے اختلاف پیدا  
کیا تو اس سے قرآن پر کیا احترام۔

جاری غرض تو صحت حدیث قرآن ہے کہ قرآن وہ مقدس کتاب ہے جو اسکا دعویٰ ہے کہ  
ہمارے پیغمبر میں اختلاف کا نہ تھا ہی اسکی دلیل ہے کہ ہم منزل من امتین ہیں اگر نفس  
قرآن میں کسی طرح کا اختلاف ہوتا تو اوس زمانہ کے کفار و مشرکین اسی اختلاف کو قرآن  
کی عظمت میں پیش کرتے لہذا معلوم ہوا کہ نفس قرآن میں کسی طرح کا اختلاف نہ تھا۔

رہے یہ اختلافات جو عامی طور پر صحابہ کی خود غرضی یا خود رائی سے پیدا ہوئے تو اسکا الزام نہ خدا پر ہے نہ رسول پر کیونکہ اسی لئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا تھا اِنی تاکث ہیکم التکلیف کتاب اللہ وعتقی اہلبیتہ جس سے معلوم ہوا حضرت نے قرآن کا حفاظ بھی اس کے ساتھ ہی مقرر کیا تھا۔ مگر صحابہ نے اویس وقت حسب کتاب اللہ ہکرا انکار کر دیا۔ تو اب کیا چارہ ہے۔

خیر اپنے بڑا کمال کیا کہ شیعہ مقاصد کا صفحہ وغیرہ بھی لکھ دیا۔ مگر انوس ہے تو اسکا کہ نہ اپنے اس اعتراض کا جو رد جواب دیا نہ اوسی۔ جواب کو لکھا جو آپ کے علامہ فقہارانی نے لکھا تھا۔ بلکہ یہ کہہ کر ”اچھا ہوا کہ قدیم لمحدون کے اعتراضات نے محمدون نے بھی پسند کئے اور ان کو اپنا ترکہ اور ورثہ سمجھ کر لے لیا بہت خوب حق بحق دار رسیدہ واجب تم ایسا کر دے تو مسلمان میں اس کے جواب میں لکھا جائیگا کہ وہ ادنیوں نے خود غرضی تکلیف کہیں دیکھیں نہیں شاید وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتا دیں گے رہا قی آئندہ (مسئلہ در مسئلہ میں دوسرا مضمون ہے)

مسلمانوں کا عذر زکوٰۃ کیا جواب دیا اس شعر کا یہاں کیا موقع ہے۔ آریہ لو کہ سہا کہ تمہارے صحابہ کے قرآن جدا گانہ تھے۔ پھر ادون میں اختلافات کا ہونا لازمی ہے۔ اور آپ جواب یہ دیر ہے ہیں کہ تھے قول لمحدین نقل کیا ہے یہ نہیں کہ علامہ اپنی تحقیق اور اپنا مذہب اس کو قرار دیتا ہے۔ بلکہ اپنے وقت کے لمحدین کے اقوال نقل کرتا ہے۔ براۓ خدا فرمائے کہ آخر جواب کیا ہوا پرانے لمحدین کا اعتراض ہویا تے لمحدین کا جواب تو دیجئے۔

پھر یہ بھی غلط ہے کہ مسافر نے پرانے لمحدین کا قول لیا ہو۔ کیونکہ پرانے لمحدین کا احترام تو شیعہ مقاصد میں اس طرح ہے ومنہا ان فیہ قولہ لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً وانت تجد فیہ من الاختلافات المسموع من اصحاب القراءۃ ما یرى علی اثنی عشر الفاً ویدیان المراد من الاختلافات المتفقہ علیہ القادات فی مراتب البلاغۃ بحيث یکون مضمونہ قاصوا عن مرتبہ الاجمال



نہاں کہ خدا کہتا ہے اگر قرآن غیر خدا ہے تو اس میں اختلاف کثیر ہوتا۔ حالانکہ وہ اختلاف جو اصحاب قراءۃ سے سنا گیا ہے بارہ ہزار سے زیادہ ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ خدا نے جس اختلاف کی نفی کی ہے اوس سے مراد۔ اختلاف تفاوت ہے مراتب بلاغت میں کہ بعض بعض سے کم ہو مرتبہ اعجاز میں۔

جس سے معلوم ہوا کہ خود تقاضا زانی اور اعترافیوں کو قبول کرتے ہیں ہنکی خدا اور بارہ ہزار سے زیادہ بتائی گئی ہے کیونکہ اول کو انکار ہے تو اس اختلاف سے جو من حیث ایلاف ہو نہ مطلق اختلاف سے۔

یہ تو محمد بن زمانہ تقاضا زانی کا اعتراض تھا۔ اور محمد بن جدید کا اعتراض اس میں پرنسپل ہے بلکہ اولیٰ کا یہ اعتراض ہے کہ چونکہ صحابہ کے قرآن جدا جدا تھے لہذا اوں میں اختلافات ہونا لازمی ہے۔

اب اوٹیر مسلمان بتائے کہ اوسکا یہ قول غلط ہوا یا نہیں کہ قدیم محدون کے اعتراضات سے محدون نے پسند کئے اور اول کو اپنا ترکہ اور ورثہ سمجھ کر لے لیا۔ اوٹیر صاحب جب آپ ان اعتراضوں کے جواب دینے کے ٹھیکہ دار بنے ہیں اور اسی الحی مسلمان لکھ رہے ہیں اور اسکا چند مسلمانوں سے اسی غرض سے لے رہے ہیں تو پھر یہ کیسی ایمانداری ہے کہ نہ پرانے اعتراضوں کا جواب دیتے ہیں نہ نئے اعتراضوں کا اور آپ رو رہے ہیں کہ تم نے پرانے محدون کے اعتراضوں کو اپنا ترکہ بنایا

تحقیق جواب شرح مقاصد افسوس صد افسوس کہ مسافر کے مقابلہ میں آپ آرہے ہیں جس سے نہ خود نصیحت ہوتے ہیں بلکہ اپنے اسلاف کو بھی نصیحت کر رہے ہیں کیونکہ شرح مقاصد کی جہارت تو آپ نے لائحہ کی کہ وہ من حیث الالفاظ اختلافات کثیرہ کو قبول کر رہے ہیں جس سے مسافر کی اور تائید ہوئی اور انکار کرتے ہیں تو اختلاف من حیث التفاوت فی الاعجاز سے حالانکہ خود ایک صفحہ قلم میں قبول کر چکے ہیں وان بعض الایات فی باب البلاغۃ اعلیٰ وارفع کقولہ نعم وقیل ہا ارس ابلغی ما احلہ اللہ بالنسبۃ الی سورۃ الکاف۔ مثلاً۔ پھر اسی صفحہ ۱۸۷ میں کہتے ہیں علی ان المنکر عبد البعص

فی المصدقی ہدسورۃ من الطوال او عشر من الاوساط۔ کہ بعض آیتیں باب  
بلاغت میں اربع و اعلیٰ ہیں مثلاً آیہ قیل یا ارمی البلی مابلغ کے بہ نسبت سورہ کافرن کے  
اور بعض کا مختار ہے کہ بخدی بڑے بڑے سورتوں میں ہے یا وسط درجہ کی دس سورتوں میں  
کیئے اڈیٹر صاحب کیساحمدہ جواب ہے کہ سارا الزام قبول ایک جگہ اختلاف میں حیث الاما  
سے انکار دوسری جگہ اقرار ہر سورہ قرآن کا احماز نہیں ملتے۔ بلکہ بڑے بڑے سورتوں کا  
یا دس دس سورتوں کا اوسط ہے۔

کیا اس سے قرآن کی تکذیب نہیں لازم آتی جس میں فاقوا بسورۃ کا دعویٰ کیا گیا ہے۔  
اسی وجہ سے نہ اپنے فقہان زانی کا جواب نقل کیا نہ خود کوئی جواب دیا۔ بلکہ بے جوڑ و کافہ  
ایک شعر لکھ کر باقی آئندہ لکھ رہے ہوئے۔

حق یہ ہے کہ کوئی مسمیٰ عموماً اور الحمد للہ خصوصاً اسکی طاقت رکھتا ہے کہ اپنے کسی  
مخالف کا جواب دے سکے کیونکہ رسول اللہ کی پیشگوئی غلط نہیں ہو سکتی بقرآن  
القرآن ولا یجادونہ حاجرہ یعنی قرآن تو پڑھتے ہیں مگر طعن کے نیچے نہیں اترتا۔  
اب سنے مجھے پہلے محدثوں کا جواب کہ وہ بریاد آیہ ولو کان من عند خیر اللہ  
لو جلد و ایدہ اختلافاً کثیراً ہے اعتراف کرتے ہیں کہ خدا اختلاف کی نفی کرتا ہے کہ قرآن  
میں اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ قراءت قرآن میں بارہ ہزار سے زیادہ اختلاف ہے۔  
جبکہ فقہان زانی نے قبول کر لیا۔ اور یہ نہ کہہ سکے کہ اس قسم کا اختلاف نہیں ہے جس سے  
تسلیم اعتراف ظاہر ہے کیونکہ وہ نفی کرتے ہیں اس اختلاف کی جس سے فصاحت  
و بلاغت میں اختلاف لازم آئے۔

حالانکہ جواب اس اعتراف کا نہایت بدیہی ہے۔ کیونکہ خود معترفین اختلاف کو دلیل اختلاف  
کہہ رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود معترف بھی دوسرے قسم کے اختلاف کا مدعی نہیں ہے  
تو اب دیکھنا چاہئے کہ اختلاف قراءت کو اختلاف کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اختلاف  
قراءت کی مثال تو یہ ہے کہ کوئی مالک یوم الدین پڑھتا ہے کوئی مالک یوم الدین کوئی  
مالک یوم الدین۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو اجماع و وجودی کذب دعویٰ قرآن ہے کہ

اگر بالفرض اسی کا نام اختلاف ہے تو اس سے بھی قرآن پاک ہے کیونکہ یہ اختلاف تو قاریوں یعنی پڑھنے والوں کا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے ہیں نہ کہ قرآن کا اختلاف ہو کیونکہ وہ تو ایک ہی قرأت پر نازل ہوا۔ تو اس حیثیت سے بھی قرآن اختلاف سے پاک ہے کیونکہ یہ اختلاف قاریوں کا ہے جس کا ذمہ وار قرآن نہیں ہو سکتا۔

علماء اہلسنت کی دست بیاچگی تو اس تقریر تقارانی سے ظاہر ہے کہ وہ بھی اختلاف کے معنی بجز اس کے نہ بنا سکے کہ اختلاف فی الفضاۃ والبلاغت سے قرآن کو انکار ہے۔ یعنی اور ہر طرح کا اختلاف موجود ہے۔

قرآن الدین راہی نے تین توجیہ لکھی ہے ایک تو یہی دوسری یہ کہ خداوند عالم ہمیشہ حضرت کو اجازت غیب سے خبر دیا کرتا اور منافقین اس تاک میں رہتے کہ کوئی بات خلاف واقع قرار پائے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب من عند اللہ ہے ورنہ ضرور اختلاف ہوتا۔ تیسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ کتاب جو اس قدر طویل ہے اور مختلف علوم و فنون کو اوسمین بیان کیا ہے اگر خدا کی طرف سے نہ ہوتی تو ضرور اس میں اختلاف ہوتا اقوال متناقضہ جمع ہوتے جب ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ من عند اللہ ہے ورنہ ضرور اختلاف ہوتا۔ ص ۳۹ جلد ۲

ادھر مسلمان اگر مسلمان ہوتا تو جواب تقارانی کو اگر ناکافی سمجھتا تھا تو دوسری کتابوں سے مدد لیکر ان قدیم محدثوں کے اعتراض کا جواب دے سکتا تھا کہ جن اختلاف سے تم تکذیب دعویٰ قرآن کیا چاہتے ہو وہ اختلاف ہی نہیں ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے جو تفاسیر معتبرہ شیعہ سے ہے والاختلاف فی الکلام لیکون علی ثلثة اصوب اختلاف متماثل و اختلاف تفاوت و اختلاف تلاوة و اختلاف المتفاوت لیکون فی الحسن والقبح والمخاطب والنوایب وغیر ذلک مما ینسب الیہ الحکمۃ وتصرف عنہ وهذا المجلس من الاختلاف لا یوجد فی القرآن البتۃ کما لا یوجد اختلاف المتماثل واما اختلاف التلاوة فهو ما یتلازم فی المجلس کا اختلاف وجوہ القرآن و اختلاف متغایر السور والایات و اختلاف الکلمات

فی الناسخ والمنسوخ فذلك موجود فی القرآن مثلاً

کہ کلام میں اختلاف تین طرح کا ہوتا ہے ایک اختلاف تناقض ہے۔ دوسرے اختلاف تفاوت تیسرے اختلاف تلاوت۔ اختلاف تفاوت تو حسن وقوع خلاف ثواب میں ہوتا ہے اس قسم کا اختلاف تو ہرگز قرآن میں نہیں ہے۔ اسی طرح تناقض بھی نہیں ہے۔ رہا اختلاف تلاوت تو کو لازم جنس سے ہے مثل اختلاف وجہ قرآن یا اختلاف مقدار سورہ و آیات یا اختلاف احکام ناسخ و منسوخ کہ اس طرح کا اختلاف نہیں ہے۔

یہ تو جواب ملاحظہ سابقین ہے جو صحابہ و علماء اہلسنت کے مختلف طریق پر پڑھنے سے یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ قرآن میں اختلاف ہے حالانکہ قرآن مدعی عدم اختلاف ہے۔

رہے آریہ جنکو اڑٹیر مسلمان طہ جدید کا خطاب دے رہے ہیں اونکا جواب یہ ہے کہ محض کتابت سے مختلف اشخاص کے تو اختلاف نہیں لازم آتا نیز ارون لاکھون نسخے قلمی اور مطبوع موجود ہیں۔ مگر ایک حرف کا بھی اختلاف اون میں نہیں ہے۔ رہا صحابہ نے جو مختلف انداز سے لکھا تھا تو یہ اونکا ذاتی فعل تھا قرآن اوسکا ذمہ وار نہیں۔ کیونکہ قرآن تو اسے اندر کے اختلاف کی نفی کر رہا ہے نہ کہ صحابہ کے لکھنے پانچنے کی۔ کیونکہ صحابہ تو وہی تھے جنکی شکایت خود قرآن کر رہا ہے۔ وقال الرسول یاربنا فومی اتخذوا هذا القرآن مذهباً وکذلک جعلنا لکل بنی عدوان من اللومنین وکفی بربک حادیا ونصیراً وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملة واحدة کذلک لنتشت به فوادک ورتلناه تمیلاً ولویا تونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تقسیماً

سورہ شعرا

یعنی کہا پیغمبر نے کہ اسے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا ہے۔ اور اس طرح ہم نے گہنگاروں سے چربیہ کڈٹمن بنایا اور کافی ہے تیار رہا ایت کر نوالا اور مدد دینے والا۔ اور کہا ارون لوگوں نے جو کافر ہوئے کہ قرآن اہلکد وکھلا و تار گیا دیون آہستہ آہستہ اسلئے تار گیا کہ اوس سے تمہارے دل کو قائم رکھے۔ اسلئے ٹھہر ٹھہر کر تم پڑھتے رہے۔ اور یہ لوگ تمہارے پاس جوابات (اعتراض کی) لاتے ہیں تم ٹھہرو سکا معقول۔

اور خوب محول کر جواب بھیجتے ہیں (فتح المجد)

نیکے ان آیات میں خدا نے ہر فرق کی شکایت طحدہ طحدہ بتائی ہے۔ مسلمانوں۔ صحابہ کی شان میں تو یہ فرمایا کہ انہوں نے قرآن کو لیا مگر چھوڑا ہوا سا ٹوکوں کو رسول کا دشمن فرمایا۔ کافروں کی نسبت فرمایا کہ وہ اس پر مقرر ہیں کہ قرآن ایک فرض کیون نہیں نازل کیا۔ اب دونوں فرق صحابہ و کفار کے اعتراضات کو یکجا کر فرمایا کہ یہ لوگ جو بات اعتراض کی لاتے ہیں ان سب کا معقول جواب ہم تکوین بھیجتے ہیں۔

پس جب قرآن خود ان صحابہ کی شکایت رسول اللہ کی زبانی سنا رہا ہے کہ انہوں نے قرآن کو باوصف لینے کے ترک کر دیا۔ اور وہ لوگ دشمن رسول ہیں۔ تو آپ ان کے مختلف طور پر لکھنے پا رہے تھے سے خود قرآن پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ ان اگر قرآن کا دشمن ہوتا کہ تم اختلاف ہے یا آپ دو چار آیتیں اختلاف میں پیش کرتے تو ایک بات بھی حلال اختلاف صحابہ بھی اگر تھا تو اسی طرح کہ کوئی کسی سورہ سے شریعت لے کر آئے۔ کوئی کسی سورہ سے کوئی ملک پڑھتا کوئی ملک جسکو اختلاف نہیں کہہ سکتے۔

اٹھیس مسافر کا تنقید قرآن مجید تمام ہوا تو روضہ کبیر کا ادھر اور اجواب اولیٰ مسلمان نے چند نبرون میں دیا اور آخری اعتراض ہزار اختلاف کا تو کوئی جواب ہی نہیں دیا جس ان کی کمال درجہ کی پھر دی قتل ظاہر ہے حالانکہ ان کے ہاتھ میں دو ہفتہ اور اجبار ہے کہ اگر جواب دیتے تو آریہ کا ناطقہ بند ہو جاتا مگر رسول اللہ کی پیشگوئی تھا ورنہ القرآن ولا یجوز حناجر ہمد ایسی صادق پیشگوئی ہے کہ کسی طرح وہ جواب دینے پر قادر ہی نہیں کیونکہ نہ قرآن کو وہ سمجھ سکتے ہیں نہ اس کی سچی حمایت کر سکتے ہیں۔ ان کی غرض تو صرف اس قدر ہے کہ عہد اللہ بن ابی سح کی حمایت کریں یا خلیفہ دوم کی جنگ نسبت مسافر نے لکھا تھا بنا بر وایت کثر التمال جمع قرآن کی ابتدائی تحریک زید بن ثابت سے ہوئی ورنہ قرآن کے متعلق جو احترام تھا اس کے ایک حرف کا جواب دینے کے۔

مسافر سورہ ہارون بعد قرآن مجید پر تنقید۔ قرآن کے مضامین

اس سلسلہ مضامین کے گوشہ نبرون میں قرآن پر جنیل ریو بولیا جا چکا ہے اور یہ ریو بولیا

جامع و مکمل ہے کہ جس سے قرآن کے پرہیزگاروں کو روک رکھا جاتی ہے جس اب اس کے جنرل ریویو کے بعد ضرورت ہے کہ ہم اسکی آیت وار پڑتال شروع کر دیں لیکن جس صورت میں کہ قرآن آج تک ہے اگر اس ہی صورت میں لیکر شروع سے آیت وار اسکی پڑتال کی گئی تو ہمیں خوف ہے کہ ناظرین مسافر اس سے کچھ فائدہ اٹھا سکیں گے۔ کیونکہ قرآن کی موجودہ ترتیب ایسی بیڑھنی و پھودہ ہے کہ اگر اسکی ایک آیت میں غلطی کا ذکر ہے تو دوسری میں پھاڑ کا۔ تیسری میں جنت کا تذکرہ ہے تو چوتھی میں شیطان کا یہاں تک کہ خود مسلمان عالم تک قرآن کے اس ناقابل معافی نقص کو تسلیم کرتے ہیں پس اس صورت میں دیکھ ہی رہیگا کہ قرآن میں جسقدر بھی مضامین ہیں۔ انہیں سے ہر ایک مضمون کے متعلق جتنی آیتیں ہیں۔ انہیں سلسلہ وار مع اعتراضات پیش کیا جائے اور جب ایک مضمون کے متعلق کلی آیتوں کو مع ریویو پیش کر لیا جائے تب دوسرے مضمون کو شروع کیا جائے۔ تاکہ ناظرین کی اس زبردست سلسلہ مضامین کو پیچھے بھی بدستور قائم رہے۔ اور قرآن کی حقیقت و اصلیت بھی بخوبی ذہن نشین ہو جائے پس اسہی انتظام کے مطابق آج ہم قرآن کے خاص خاص مضامین اور ہر مضمون کے متعلق جسقدر آیات ہیں ذیل میں پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین کو ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جائیگا کہ اس قرآن پر مسلمان اتنے نازان ہیں وہ کتنے علوم و فنون و آتمک و چارون کا مجموعہ ہے۔

| صفحہ | مضمون                        | صفحہ | مضمون                         | صفحہ | مضمون                      |
|------|------------------------------|------|-------------------------------|------|----------------------------|
| ۵    | لوح محفوظ کا بیان            | ۴۱   | اللہ کا حذاب                  | ۷۲   | خدا کا ثبوت                |
| ۹    | ایمان اور اسلام کا بیان      | ۷۲   | اللہ کی نعمتوں کا بیان        | ۷۳   | توحید کا بیان              |
| ۱۱۴  | وحی اور پیغمبری کا ثبوت      | ۷۴   | اللہ کی نشانیوں اور لکھی اسوں | ۷۴   | شرک کا رد                  |
| ۱۱۴  | پیغمبروں کی صفات اور نشانیاں | ۷۴   | کی جاہی کا بیان               | ۷۴   | اللہ کے نام اور صفات ثبوتی |
| ۵۲   | دکھلانے سے انکار             | ۷۵   | فرشتوں کا بیان                | ۷۵   | اور سلبی                   |
| ۲۳   | اللہ عزوجل کی اعلیٰ عالم     | ۷۵   | جن اور شیطان اور جادو         | ۷۵   | اللہ کی تعریف اور ثناء     |
| ۲۴   | پیغمبروں کی تسلی اور تسلی    | ۷۶   | کہانت کا بیان                 | ۷۶   | اللہ کی آزمائش             |
| ۲۴   | پیغمبروں کا بیان             | ۷۶   | تقدیر کا بیان                 | ۷۶   | اللہ پر جوٹ باز نہ ہونا    |

|                                  |     |                                       |    |                                       |
|----------------------------------|-----|---------------------------------------|----|---------------------------------------|
| قرآن کے صفات کا بیان             | ۳۳  | اور پر دے کا بیان                     | ۱۵ | تھاؤں کا قوت اور عز و بزرگی           |
| ادامہ اور نواہی اور اخلاق کا     |     | پستون کا بیان                         | ۷  | اور اہل کتاب کے حالات اور صفات        |
| بیان اور حضرت لقمان کا ذکر       | ۲۰  | نوح اور ہود اور نوح کے حق پران        | ۱۶ | حضرت یعقوب کا قصہ                     |
| عسل کی فضیلت                     | ۵   | طلاق اور رحمت کا بیان                 | ۳۸ | حضرت عیسیٰ اور مریم اور ذکر ادا       |
| قیامت اور شرف رسالت کا بیان      | ۱۲۵ | رضاع اور نفقہ کا بیان                 | ۲  | نہی کا ذکر اور نصاری کا رد            |
| مؤمنین و عسین و متقین کا صفات    |     | لعان کا بیان                          | ۳  | حضرت داؤد اور سلیمان اور ہاروت        |
| اور ان کے ہوشی ہو نیک کا بیان    | ۳۴۰ | ظہار اور ربی کا بیان                  | ۴  | ماروت اور سب کے حالات                 |
| احرف کا بیان                     | ۴   | عدت کا بیان                           | ۶  | حضرت ابراہیم اور اسمعیل اور کچھ حالات |
| بہشت اور اسکی نعمتوں کا بیان     | ۳۳  | خلع کا بیان                           | ۲  | حضرت نوح کے حالات                     |
| مشرک اور کفار کے صفات اور        |     | جرم اور جہنم اور لذت کا بیان          | ۲  | حضرت ہود کے حالات اور قوم کا بیان     |
| انکے دوزخی ہونیکا بیان           | ۶۳۸ | سود کا بیان                           | ۶  | حضرت صالح کے حالات اور قوم کا بیان    |
| فاسقوں کا بیان                   | ۱۱  | قرض کا بیان                           | ۲  | حضرت لوط کے حالات اور قوم کا بیان     |
| منافقوں کا بیان                  | ۷   | شتم کا بیان                           | ۸  | حضرت شعیب کے حالات                    |
| دو بخ اور اسکی تعریفوں کا بیان   | ۷۴  | حلال حرام مکروہ کا بیان               | ۲۶ | حضرت ایوب کا قصہ                      |
| مسجدوں اور قبلہ کا بیان          | ۶۳۸ | گواہی کا بیان                         | ۵  | حضرت ادریس کا ذکر                     |
| ظہارت کا بیان                    | ۳   | حکم اور فیصلہ کا بیان                 | ۱۶ | حضرت الیاس کا ذکر                     |
| نماز اور زکوٰۃ اور صدقہ کا بیان  | ۷۵  | جہاد اور غزوہ اور حج و عمرہ اور شہادت |    | حضرت انون کا قصہ                      |
| روزہ اور احکام اور عقیقہ کا بیان | ۸   | اور عیت کا بیان                       | ۱۴ | اصحاب البقیل کا قصہ                   |
| حرہ اور حرمہ اور طواف اور سعی    |     | سودہ اور قحط اور قحط کا بیان          | ۲۳ | حضرت یوسف کا قصہ                      |
| اور بہی اور حرام اور انکے متعلقہ |     | وصیت کا بیان                          | ۳  | حضرت یونس کا قصہ                      |
| کا بیان                          | ۲۳  | ترک کا بیان                           | ۶  | اصحاب الکہف کا ذکر                    |
| قرآن میں جو مائیں مذکور ہیں      | ۸۱  | آدم ایل اور قایل اور طیس کا           | ۷  | اصحاب العزیز کا قصہ                   |
| موجود ہیں اور انکے صفات اور      |     | حضرت موسیٰ اور ہارون اور              |    | حضرت داؤد اور سلیمان اور داؤد کا قصہ  |

|    |                                       |    |                              |    |                                  |
|----|---------------------------------------|----|------------------------------|----|----------------------------------|
| ۱۶ | دینا کی مذمت اور آخر کی تعریف کا بیان | ۲۶ | اولاد کو قتل کرنا کا بیان    | ۳۶ | ایک کا دوسرے سے مقابلہ اور کشاکش |
| ۱۷ | معصرت و توبہ و استغفار کا شفا کا بیان | ۲۷ | کاناپوسی اور سگوشی کا بیان   | ۳۷ | اور برابری اور ہم سری            |
| ۱۸ | کامیاب                                | ۲۸ | گمان کا بیان                 | ۳۸ | اللہ پاک کے کن جنسوں کی قسم      |
| ۱۹ | کوئی دوسرا جو زمینیں اٹھا سکتا        | ۲۹ | تاب و تولی پورا کرنا کا بیان | ۳۹ | کہائی ہے ان کا بیان              |
| ۲۰ | اعمال کا تو اچانا                     | ۳۰ | نیکو و بد چارے چند ٹوٹنا اور | ۴۰ | کہاوتوں اور شلوں کا بیان         |
| ۲۱ | جزا اور بدلے کا بیان                  | ۳۱ | بدی کا بدلہ برابر            | ۴۱ | ابو لب کا بیان                   |
| ۲۲ | ظلیف اور موخنہ کا بیان                | ۳۲ | انسان کی عظمت اور طبیعت اور  | ۴۲ | موت کا بیان                      |
| ۲۳ | انتظار کرنے کا بیان                   | ۳۳ | اسکی پیدائش کا بیان          | ۴۳ | متفرق باتیں                      |

مسلمان۔ سورہ ۲۴ جنوری اسکے جواب میں صرف اس قدر لکھتا ہے۔  
 تنقید آریہ نہیں۔ کہ شتہ نہروں میں بنے مسافر کی تنقید کو اس حد تک پہنچا تھا جہاں تک اون  
 سے قرآن مجید پر عام رائے لکھی تھی۔ اس سے آگے اس نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جو جو  
 طلب ہو۔ ۵۔ ارونبر کے پہچے میں قرآن شریف کے مضامین بتلائے ہیں کہ فلاں فلاں امر اور  
 فلاں افلان رسول اور بنی کا اس میں ذکر ہے اور بس یہ  
 تقدیس القرآن۔ در حقیقت مسافر نے اس میں کوئی اعتراض کیا ہے مگر جواب  
 میں جو روش اختیار کی گئی کہ اسکا ایک حرف بھی نہ لکھا اور مسلمانوں کو کس قدر  
 مشکوک کر لیا جو سمجھ رہے ہیں کہ آریوں کی تقریر لا جواب ہوتی ہے اور مسلمان اسکو  
 جواب سے عاجز ہیں لہذا ضرور تھا کہ مسلمان کم سے کم اسکی پوری عبارت کو نقل کر کے  
 بتاتے کہ اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مگر ہم نہرو اور مختصر جواب مسافر کا لکھے  
 دیتے ہیں تاکہ ناظرین بالانصاف کو انصاف کا موقع ملے۔

(۱) مگر افسوس یہ دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ قرآن پر جنرل ریویو تو جب ہوا کہ اس کے  
 مطالب و مضامین پر ریویو ہوتا۔ یہاں تو صرف قرآن کے جمع و ترتیب و قتل و قتل  
 قرآن پر خاتمہ کیا گیا اسکو ”قرآن پر جنرل ریویو“ کون کہہ سکتا ہے۔

(۲) سبحان اللہ یہ نرالا دعویٰ ہے کہ بحث ہو ترتیب و جمع قرآن کی جو بندوں کا معنی



اوس وقت کے صحابہ کا کام تھا۔ اور روشنی پڑ جائے اصل قرآن پر جو خالق کا کلام ہے اس ہٹ دھرمی کا کیا جواب ہے۔

(۳) لغوی بلکہ محال کام سے تو کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا مگر کم سے کم۔ آپ اتنا تو کہتے کہ ایک ہی سورہ کی آیت وار پڑنا ل کرتے کہ ناظرین مسافر کو بھی معلوم ہوتا آپ کیسے محقق ہیں۔ مگر یہ کونسی نا انصافی ہے کہ جو کام نہ ہو سکے اوسکا الزام دوسرے پر دیکھئے۔

(۴) براہ کرم ایک عالم کا نام بھی تو لکھیے جو علمائے اہل اسلام سے اسکا قائل ہو کہ معاذ اللہ قرآن میں یہ نقص ہے کیونکہ مسلمان تو جانتے ہیں قرآن نہ کوئی کتاب فقہ کی ہے جس میں ابواب ہوں نہ تواریخ کی جس میں واقعات بہ ترتیب سن ہوں بلکہ وہ تو ہدیٰ للمتقین ہیں کہ متقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہے و ہدیٰ و موعظۃ للمتقین یہ ہدایت و عظیم ہے متقیوں کے لئے تو کیا کوئی داعظیا لکھو ار اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے کہ ایک بیان کو چھوڑ کر دوسرا بیان کیوں شروع کیا۔

اؤ تیرے مسافر کو یہ شبہ شاید اسوجہ سے ہوا کہ مولوی شبلی صاحب کی کتاب علم الکلام میں دیکھا کہ لکھتے ہیں۔

”تبع کل ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی ترتیب و نظام نہیں۔ ایک مضمون شروع ہوا ہے وہ ابھی نا تمام ہے کہ دوسرا شروع ہو گیا، فرائض کے مسائل بیان کرنے کرتے ہیں نماز عصر کا آجاتا ہے ایک مضمون کے متعلق معلومات فراہم کئے ہیں تو سیکڑوں مختلف مقامات کی ریزہ چینی کرنی پڑی۔“

قدار میں سے کسی نے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا بلکہ خود اعتراض سے ترصن نہیں کیا، حالانکہ آجکل یہ ایک مشکل اعتراض جنال کیا جاتا ہے۔ لکھنا لکھنا جو آنحضرت صلم کی نسبت نہایت عمدہ خیالات رکھتا ہے اور جو اسلام کی تمام باتوں کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتا ہے قرآن مجید کے اس انتشار مضامین سے گہرا گیا اور اس کی کوئی تہاویل نہ کر سکا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس اعتراض سے قعر میں کیا اور نہایت خوبی سے جواب دیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

”اگر پرسند کہ دوسو رہائے قرآن ابن مطلب را چرا شرف نمودند و رعایت ترتیب نکردند۔ گویم اگرچہ قدرت شامل ہرہ ممکنات است اما حاکم در این ابواب حکمت است و حکمت موافقت مبعوث الیہم است۔ در لسان و در اسلوب بیان۔ و ترتیبی کہ حالا مصنفین اختراع نموده اند۔ عرب آنرا نمیدانستند اگر این را باور مانی کنی قصائد شعرائے مخزنین را تا مل کن + و نیز مقصود نہ مجرد افادہ است بلکہ افادہ مع الاستحسان و التکرار“

اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید عرب کی زبان میں اترتا ہے اور مخاطب اقل اس کے عرب ہیں اس لئے ضرور تھا کہ طرزیان میں۔ اسلوب عرب کی رعایت کی جائے عرب قدیم کی حسبِ نظم و نشر موجود ہے۔ سب کا یہی طرز ہے کہ مضامین کو یکجا بیان نہیں کرتے بلکہ ایک بات کہتے ہیں۔ ابھی وہ تمام نہیں ہوتی کہ دوسرا ذکر چل جاتا ہے پھر اصلی بات شروع ہوتی ہے پھر دوسرا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید کا کلام مقصود یہ ہے کہ توجہ الی اللہ اور اخلاص و عبادت کے مضامین اس قدر بار بار کہے جائیں کہ مخاطب پر ایک حالت طاری ہو جائے اس قسم کا تکرار ترتیب کی صورت میں ممکن نہ تھا“ صفحہ ۱۱۸ علم الکلام۔

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ اعتراض مخالفین اسلام کا ہے نہ کہ علماء اسلام کا ہو۔ بلکہ علماء اسلام اس کا جواب دیتے ہیں اور اسکو رد کرتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ مخالفت ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک معقول جو نفسِ مسلمہ پر ہوتی دوسرے معاندانہ جو محض الزامِ عداوت و عناد کیا جاتا ہے۔ یہ اعتراض بالکل ایسی قسم کا ہے کیونکہ قرآن کے کچھ اور پر اسی سورجے خاص کہ معظمہ میں نازل ہوئے جو اس طرح حدِ اعجازِ فائز تھے کہ بالاعلان پکارتا رہا فاقوا بسوۃ من مثله کہ ایک نورہ بھی بنا لاد۔ مگر کوئی قادر نہ ہو سکا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی طرح کا عیب و نقص

بھی دوسمین نہ تھا کیونکہ اگر کوئی پہنچتا تو وہ مخالفین سب سے پہلے ہی اعتراض کرتے  
لہذا معلوم ہوا کہ چونکہ وہ خود اہل زبان تھے اور انہیں پر بطور سختی نازل ہوا تھا۔  
وہ جانتے تھے کہ جہان میں حیث الفضاۃ والبلانۃ معجزہ ہے وہاں میں حیث ترتیب  
الکلام بھی معجزہ ہے۔ کیونکہ آج تک جتنی کتابیں آسمانی تھیں۔ خواہ توراہ ہو یا انجیل  
یا زبور سب میں ایک انتظام تھا باب تھا فصل تھا۔ مگر قرآن کا نظم قرآن کی ترتیب  
بھی معجزہ تھی۔ ایسے بجائے اسے کہ اس پر اعتراض کرتے۔ اور بھی وہ لوگ اس حسن  
نظام سے متاثر ہوتے گئے جنکے قلوب الضاف پسند تھے وہ اس معجزہ سے اسلام لائے  
اور جو لوگ سخت دل تھے۔ اور کافر و نفاق بڑھتا گیا۔

اس زمانہ کے معترضین قرآن کی مثال ایسی ہے کہ ایک اردو یا ہندی جانتے  
والا۔ کسی انگریزی یا ترکی فصیح کلام پر معترض ہو تو بجز اس کے کہ اوپر مضحکہ کیا جائے اور  
کیا جواب ہو سکتا ہے۔

مسٹر کارلائل ہون یا اور انگریزی دان مخالفین اسلام کی یہی مثال ہے کہ وہ جس  
چیز کو نہیں جانتے اوپر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ خداوند عالم نے ہر کار تمام فرمایا کہ قرآن  
بصورت کتاب نہیں اوتاری گئی ہے جس میں فضول و ابواب مقرر ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ تو  
ہدایت و موعظہ ہے جو بار بار حسب ضرورت نازل کیا جاتا ہے۔

ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلم یسوا بہ فایذیہم فقال الذین کفروا ان ہذا  
الاصحٰ مبین۔ سورہ الفام  
اگر ہم اس کتاب کو لکھی ہوئی کاغذ پر نازل کرتے پس بھوتے اور سکوا اپنے ہاتھوں سے اور  
کہتے کہ یہ تو سحر کہلا ہوا ہے۔

واوحی الی ہذا القرآن لاندیکم۔ ومن یبلغ یعنی یہ قرآن ہم پر اسلئے وحی کیا گیا  
ہے کہ اسلئے ذریعہ سے ٹکو ڈرائیں اور اہل لوگوں کو جو حکم ہوئے۔

پس جب قرآن کی غرض و غایت یہ نہیں تھی کہ وہ لکھی ہوئی کتاب کی صورت میں آئے۔  
جس سے کفار کو اور مومنین کو اسکو جادو کہیں۔ بلکہ اسکی غرض ایک واعظ اور مفسر

اون کی قراءت میں موجود کمر مروج قرآن سے نکالا ہوا ہے تو اس سے بڑھ کر کیلئے تعریف ہو سکتی ہے۔

آپ کچھ سمجھے کہ اسمین کیا مرعھا کہ از و لاج کا مادر مومنین ہونا تو رکھا گیا۔ اسلئے کہ ابوبکر عمر صاحب کی بیٹیاں مومنین کی مان قرار پائیں کہ واجب التقظیم ہوں۔ اور رسول اللہ کی ابوت سے اسوجہ سے انکار کہ اگر یہ لفظ قرآن میں باقی رہتا ہے تو خلفائے ثلاثہ عاق و لیکر قرار پاتے ہیں لہذا یہ لفظ نکال دیا گیا کہ حضرت کی دو طرح کی حکومت نہ قائم ہو ایک بحیثیت رسالت دوسری بحیثیت ابوت کیونکہ رسالت میں تو خطائے اجتہادی کا پہلو نکل سکتا ہے جو دکال کی گیا گیا۔ اور حکومت ابوت ایسی تھی کہ او میں کوئی تاویل ہی نہیں چل سکتی۔ اسلئے خلیفہ دوم نے براہ دور اندیشی اسکو نکال دیا۔

الہست عائشہ حفصہ کے باریمین بیت سے مغالطے دیا کرتے ہیں لہذا اس روایت کو دیکھ لیں اخرج ابن ابی حاتم عن قتادہ فی قوله وازواجه امہاتہن فی الحرمۃ لا یحل لمومن ان ینکح امرؤۃ من نساء النبی فی حیاتہ ان طلق کلا بعد موتہ وہی حرام علی کل مومن مثل حرمة امہ و اخرج ابن سعد و ابن المنذر و البیہقی فی سننہ عن عائشہ ان امرؤۃ قالت لہایا امہ قالت انا امرجالکم و لست ام نساء کم ص ۱۸

یعنی از واجہ امہاتہم سے مراد یہ ہے کہ کسی مرد پر نکاح کرنا اون سے جائز نہیں نہ حالت حیات رسول اللہ میں اگر طلاق دین نہ بعد وفات رسول اللہ۔ تو وہ ہر مومن پر اسطرح حرام ہیں جسطرح مان اپنے لڑکوں پر حرام ہوتی ہے۔

ابن سعد وغیرہ کی روایت ہے کہ ایک عورت نے عائشہ سے کہا اے اور تو عائشہ نے کہا ہم عورتوں کی مان نہیں ہیں بلکہ تمہارے مردوں کی مان ہیں۔

تو پھر تبہا۔ یعنی کی مانت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ خود قصہ حضرت ابراہیم میں فلما تبین لہ انہ عدو للک تبرز منہ یعنی جب حضرت ابراہیم کو اپنے باپ کا دشمن فہما ہونا معلوم ہوا تو اس سے تبرک کیا۔

توجب حقیقی باپ سے تبرا جائز بلکہ واجب ہوا تو علی ما درنا مہربان سے برابر بعد اولی واجب ہو گا۔

اسی آیہ کا قبیلہ اولو الاہام بعضہما ولی بعض فی کتاب اللہ من المؤمنین والمہاجرین الا ان تفعلوا الی اولیا انکم معروفا کان ذلک فی الکتاب مسطوراً کے متعلق ہے قال فی بعض القراء ان کان ذلک عند اللہ مکتوباً ان لا یرث المشرک المؤمن ص ۱۸۳

یعنی بعض قراء، ہ میں اس طرح تھا کان ذلک عند اللہ مکتوباً ان لا یرث المشرک المؤمن جواب قرآن میں نہیں ہے۔

آیہ ۹۔ یا ایہا الذین امنوا اذکرو نعمۃ اللہ علیکم اے ایمان والو یاد کرو خدا کی نعمت کو جب تم پر حملہ کرنے کو فوجیں آئیں تو ہینے اونپر ہوا اور فوجیں بھیجن جنکو تے نہیں دیکھا۔ اور خدا تمہارے علموں کو دیکھ رہا ہے جب وہ (فوجیں) تہر اوپر اور پہنچے کی طرف سے چڑھ آئیں۔ اور جب انکھیں پھر گئیں اور دل (نامے خوف کے) حلق تک پہنچ گئے اور خدا کی نسبت ہر طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومنین آزار سے لگے اور سخت طور پر ہلاکے گئے یہی وہ آیات ہیں سورہ احزاب کی جنہوں نے صحابہ کو خدا و رسول و قرآن سے اسد رہہ متفق کیا کہ بقول ما نشہ موجودہ آیات سے زیادہ عثمان نے لکھا اسکے حالاکہ رسول کے زمانہ میں سورہ بقرہ کے برابر سورہ تھا۔ کیونکہ ان آیات نے صحابہ کے حالات کو ایسے انداز سے بیان کیا ہے کہ اگر تمامی صلہ کے ضحاو بلغا بھی جمع ہوں تو اس سے بڑھ کر کسی کی خدمت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آنکھوں کا کج ہونا قلب کا حلق تک آجانا ایسا بلیغ فقرہ ہے کہ کسی طرح اسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

اگر اس آیہ مبارکہ کی تفسیر دیکھا ہو تو صرف اس روایت کو تفسیر درنثور کی دیکھیے جلد ۱  
واخرج الغریابی وابن عساکر عن ابراہیم التیمی عن امیہ قال قال رجل لو اذکرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یعنی ابراہیم تیمی راوی ہیں کہ اون کے باب ۲ حضرت حدیث سے کہا کہ اگر ہم رسول اللہ کی خدمت میں پہنچتے تو آپ ہمیں خدمت

اللہ علیہ وسلم لحنۃ ولفعلت قتال  
 حذیفۃ لقد رايتنی لیلة الاخراب  
 ونحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
 سلم فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
 سلم یصلی من اللیل فی لیلة باردة ما  
 قبلہ ولا بعدہ برد کان اشد من فحاشۃ  
 منی التفاتۃ فقال الارجل یدھب  
 الی ہولاء فایتنا خبر ہم جعلہ اللہ  
 معی یوم الیقۃ قال فما قام منا انسان  
 قال فسکتوا ثم عاد فسکتوا ثم قال  
 یا ابا بکر ثم قال استغفر اللہ رسولہ  
 ثم قال ان شئت ذھبت فقال یا  
 عمر فقال استغفر اللہ ورسولہ ثم  
 قال یا حذیفۃ فقلت لبیاع فتمت  
 حتی ایت و ان جنبی لیضربان من  
 البرد ففسح راسی و وجھی ثم قال ائت  
 ہولاء القوم حتی تأتینا خبر ہم ولا  
 تعد ثلث حدنا حتی تنجع ثم قال اللہم  
 احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ  
 وعن یمنہ وعن شمالہ ومن فوقہ  
 ومن تحتہ حتی یرجع قال فلا ینکون  
 ارسلاھا کان احب الی من النبی او ما  
 فیھا قال فانطلقت فخذت امشی

کرتے۔ حذیفہ نے کہا کہ شب جنگ خندق  
 ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ حضرت  
 نماز پڑھ رہے تھے اور یہ ایسی سردی  
 تھی کہ اس سے قبل یا بعد کبھی ایسی سرد  
 رات مجھے نہیں دیکھی۔ حضرت ہلوگوں  
 کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا ہے کوئی  
 مرد جو اس قوم کی طرف جائے اور خبر لے  
 خدا اس کو ہمارے ساتھ قیامت میں علیہ  
 دیکھا حضرت کے اس کلام پر کوئی نہ اٹھا  
 پھر حضرت نے اس کلام کا اعادہ کیا  
 کسی نے جواب نہ دیا تب آپ فرمایا اسے  
 ابو بکر۔ ابو بکر نے کہا استغفر اللہ رسولہ  
 فرمایا اگر چاہو تو جاؤ۔ پھر فرمایا اسے عمر وہی  
 استغفر اللہ پھر رم گئے۔ تب آپ فرمایا اسے  
 حذیفہ تو مجھے کہا لبیاع اور حاضر خدمت  
 ہوئے۔ حالانکہ سردی کی شدت سے ہمارے  
 دونوں پہلو مار رہے تھے حضرت نے اپنے دست  
 مبارک سے ہمارے سر اور چہرہ پر مسح کیا اور  
 فرمایا جا کر اس قوم کی خبر لے۔ اور کوئی نئی بات  
 نہ کرنا جب تک ہمارے پاس یہ پہلو پھلنے  
 دھا دیا کہ خدا اس کی حفاظت کرے گا۔ پیچھے  
 دہنے۔ بائیں۔ فوف و تحت سے جب  
 تک یہ پھرنے۔ حذیفہ کہتے ہیں ہم جب

بخود ہر کانی امشی فی حصار قال  
 فوجدتهم قد ارسل الله رجلا فقطعت  
 اظفارهم وابنتهم وذهبت بجنودهم  
 ولم تدم شيئا الا اهلكته قال وابوسفيا  
 قاعد يصطلي عند نار له قال فقطرت  
 اليه فاخذت سهما فوضعتہ فی کبد  
 قوسي قال وكان حذيفة راميا فذلت  
 قول رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 لا تجد ثمن حد ثا حتى ترجع قال فردت  
 سرحي في كنانتي قال فقال رجل من  
 القوم الا فيكم عين للقوم فاخذ كل سيد  
 جليسه فاخذت بيد جليسي فقلت من  
 انت قال سبحان الله اما تعرفني انا  
 فلان بن فلان فاذا رجل من هواز  
 فرجعت الى رسول الله صلى الله عليه  
 وسلم فاخبرته فالتهم فاما اخبرته  
 صحاك حتى بدت اينا به في سواد الليل  
 وذهب عني الداء قال فادنا في  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم فانا  
 عند رجله والحق على طرف ثوب  
 فان كنت لا لئق بطي وصد ربيطن  
 قد سبه فلما اصبحوا هم ما لئقوا  
 وهو قوله فارسلنا عليهم رجلا

او دھروا نہ ہوئے تو ایسی گرمی معلوم ہوتی  
 تھی کہ گویا حمام میں جا رہے ہیں۔ وہاں جا کر  
 کیا دیکھا کہ خدا نے او پر ایسی ہوا کو مسلط  
 کیا ہے کہ خیمہ کی طنا بین ٹوٹ گئیں۔ جانور  
 اونٹ بھاگ گئے برتن اونٹ کی اونٹنی ہیں۔  
 کوئی چیز اونٹ کے پاس نہیں ہے سب کو ہوانے  
 ہلاک کر دیا ابوسفیان کو دیکھ کہ آگ سلگائی  
 ہوئے تاپ رہا ہے۔ چنے چاہا کہ ایک تیرے  
 قصے طے کر دین مگر حضرت کا کلام یاد پڑا جس  
 سے تیر کو پھر ہنسنے ترکش میں رکھ لیا۔ ایک  
 شخص نے اون کفار سے کہا کہ میں کوئی  
 جاسوس نہ ہوں۔ تو ہر شخص نے اپنے اپنے ساتھی  
 کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جسے بھی اپنے پاس گئے آدمی کا  
 ہاتھ پکڑا اور پوچھا کون ہے۔ تو اوس نے کہا  
 سبحان اللہ کیا نہیں پہچانتا کہ ہم فلان شخص  
 ہیں (قبیلہ ہوازن سے تھا) بعد اوس کے ہم  
 وہاں سے واپس آئے اور رسول اللہ سے  
 سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت اس قدر ہنسنے کہ  
 اوس اندھیری رات میں آپ کے دندان مبارک  
 چمکنے لگے۔ حضرت نے ہلکا اپنے قدم مبارک کے  
 پاس ہولانا اور اپنی رداء مبارک ہم پر  
 ڈالا۔ ہم باسے سروں کے حضرت کے قدم  
 مبارک سے پناش کم اور سینہ ملا رہے تھے۔

وجنوداً لم تروها۔ ۱۸۵ صبح کو خد نے اوس لشکر کو ہزیمت دی

اب حضرات اہست فرامین واذ زاعنت الابصار وبلغت القلوب الحناجر کے مصداق اون کے شیخین تھے یا اور کوئی کہ رسول اللہ نام لے لیکھکارتے ہیں اور و صہ جنت فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ہوگا قیامت میں۔ مگر جسکو دنیا کی تاک ہو اوسکو قیامت کی کیا فکر۔

خدائے جو مومنین و منافقین کی حالت کو بیان کیا ہے کہ ایمان والوں کے دل ہلادے گئے اور منافقین نے کہا خدا و رسول کا وعدہ محض دھوکا ہے ظن المنافقون ان محمد واصحابہ یستأصلون وایقن المومنون ان ما وعدہم اللہ ورسولہ حق انہ ینظر علی الدین کلہ۔

یعنی منافقون کا تو یہ گمان تھا کہ محمد اور اس کے اصحاب ہلاک ہونگے (ایسے ابو بکر عمرہ لکھی اور مومنون نے یقین کر لیا کہ جو وعدہ خدا و رسول ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔) اسی لئے حضرت حذیفہ بے ترد چلے گئے

آیہ من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہم فمزم من قہنی خبیہ ومنہ من ینظر وما بد لو انہ یلا۔

اخرج عبد الرزاق واسحق البخاری والترمذی والنسائی وابن ابی داؤد و فی المصالحف والبعوی وابن مردویہ والبیہقی فی سننہ عن زید بن ثابت قال لما شخنا المصاحف فتد ت آیة من سورۃ الاحزاب کنت اسمع رسول اللہ یقرء ہا المرآد ہا مع احد الامع خزیمہ بن ثابت الانصاری الذی جعل رسول اللہ شہادۃ بشہادۃ رجلین وللمومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فالحقمتا فی سورۃ ہا فی المصحف ۱۹۱۔

عبدالرزاق۔ بخاری۔ احمد ترمذی۔ نسائی۔ ابن ابی داؤد۔ بقوی۔ ابن مردویہ۔ بیہقی یہ سب کے سب راوی ہیں کہ زید بن ثابت کہتے تھے جب مجھے قرآن کو مصحف میں (بعد عثمان) لکھا ہے تو سورہ احزاب کی ایک آیت نہ ملی جسکو ہم رسول اللہ سے سنا



سے کرتے۔ مگر وہ آیہ خرمیہ کے پاس ملا۔ جنگی گواہی کو رسول اللہ نے دو مرد کی گواہی کے برابر بتایا تھا وہ آیہ بھی آیہ المومنین بجال تھا جسکو ہم نے سورہ احزاب میں مصحف میں داخل کیا۔

کچھ کہاں تو وہ بیان کہ جب تک صحابہ کا اجماع نہ ہوتا کوئی آیہ لکھا نہ جاتا۔ اور کہاں وہ بیان کہ بغیر دو گواہ کے کوئی آیہ نہ لکھا جاتا۔ اور کہاں یہ بیان کہ صرف خرمیہ کے پاس ملا اور لکھ لیا گیا۔

یہ آج بروایت انس بن ہفص کے بار میں نازل ہوا تھا جو جنگ احد میں مارے گئے مگر وہ اسے حافظ صحابہ کہ اب کسی کو یاد نہیں۔

آیہ وکفی اللہ المومنین القتال۔ یعنی کفایت کیا خدا نے مومنین سے قتال کو۔  
 اخراج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر عن ابن مسعود رحمہ اللہ کان یقرء هذا الحرف وکفی اللہ المومنین القتال یعلی بن ابی طالب ص ۱۹۳  
 ابن ابی حاتم۔ ابن مردویہ۔ ابن عساکر راوی ہیں کہ ابن مسعود اس آیہ کو اس طرح پڑھتے تھے وکفی اللہ المومنین القتال یعلی ابن ابی طالب مرقاں مروج میں یعلی بن ابی طالب نہیں ہے۔

آیہ قل یا ایہا النبی لا تزواجک۔ یعنی اسے بنی اپنی ازواج سے کہو کہ اگر تم کو حیوۃ دنیا کی خواہش ہے تو آؤ ہم تم کو مال وغیرہ دیکر طلاق دیں۔ اور اگر خدا و رسول کو چاہتی ہو تو خدا نے تم سے جو محسنات ہیں ان کے لیے اجر عظیم مقرر کیا ہے۔

اس آیہ نے ازواج بنی کی حالت کو جن الفاظ سے بیان کیا وہ کافی ہے کہ کس درجہ اونہوں نے رسول اللہ کو تنگ کیا تھا کہ خدا نے یہ آیہ نازل کیا جس کا نام آیہ تنہم ہے کہ ازواج بنی کو اجازت دی گئی کہ یا تو رسول اللہ سے طلاق لیکر خست ہو جائیں یا جس حالت میں رسول اللہ ہیں ابراہیم و یسٰی پر قاغ رہیں۔ در مشورین ہے ص ۱۹۴

اخراج ابن سعد عن ابی سلمۃ الحمزوی | یعنی جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید

قال جلست مع ابی سعید الخدری  
 وجابر بن عبد الله رضی اللہ عنہما  
 فہما یقتدیان وقد ذهب بصر  
 جابر رضی اللہ عنہ فجاء رجل فجلس  
 ثم قال یا ابا عبد الله ارسلنی الیک  
 عروہ بن الزبیر لسلک فیم ہجر  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 لساءۃ فقال جابر رضی اللہ عنہ  
 ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 لیلة لم یخرج الی الصلوة فاخذنا ما  
 تقدمه وما تلخر فاجتمعنا ببابہ  
 لیسمع کلہما فیعلمو مکاننا فاطلنا  
 الوقوف فلم یاذن لنا ولم یخرج  
 الینا فقلنا قد علم رسول اللہ  
 مکانکم ولو اذ ان یافن لکم  
 لاذن ففروا لا تؤذوه ففروا  
 غیر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
 یتفحص ویتکلم ویستاذن حقاً ذن  
 لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 قل عمر رضی اللہ عنہ دخلت علیہ وهو  
 واضع یدہ علی خدہ اعرف بہ  
 الکأبة فقلت لہ ای بغی اللہ بابی  
 انت وامی یا رسول اللہ الذی یریک

خدری بیٹھے حدیثیں بیان کرتے رہے  
 تھے کہ عروہ بن زبیر کا آدمی آیا کہ  
 رسول اللہ نے اپنی ازواج کو  
 کیوں چھوڑ دیا تھا۔ تو جابر نے بیان  
 کیا کہ ایک شب ہم سب درود لے  
 رسول اللہ ہمہ حاضر تھے کہ حضرت نماز  
 کے لئے باہر تشریف لائے نہ ہم  
 لوگوں کو اندر آنے کی اجازت ملی۔  
 پھر ہم لوگوں نے کہا کہ حضرت کو ہلوگوں  
 کی حاضری وغیرہ معلوم ہے کہ اجازت  
 نہیں ملی اگر چاہتے تو اجازت دیتے۔  
 لہذا اب رسول اللہ کو ایذا نہ دو۔  
 سن کر سب چلے گئے مگر عمر وہیں رہے  
 کہنہ ہارے۔ بات کرتے اور حضرت  
 سے اجازت چاہتے۔ آخر اجازت  
 ملی تو دیکھا حضرت مارے رنج  
 کے رخسار پر ہاتھ رکھ رہے تھے  
 ہیں کہ اتنا رجز و ملال چہرہ سے  
 ظاہر ہے۔

عمر نے کہا یا حضرت یہ کیا حالت ہے  
 تمام لوگ پریشان ہیں آپ کی زیارت  
 نہ ہونے سے۔ حضرت نے فرمایا یہ  
 عورتیں وہ چیزیں جیسے چاہتی ہیں

وما الذي لقي الناس بعدك فقد  
لرويتك فقال يا عمر سالتني الكلام  
ماليس عندي يعني نساء فذاك  
الذي بلغ بي ماتري فقلت يا بنى الله  
قد صلكت جميلة بنت ثابت صكة  
الصفت خذها مني بالار من لانها  
سالتني ماليس عندي وانت يا  
رسول الله على موعد من ربك  
وهو جاعل بعد العسر يسرا قال فلم  
انزل اكلمه حتى رايت رسول الله  
صلى الله عليه وسلم قد تحلل عنه  
بعض ذلك فخرجت فليقت ابابكر  
الصديق رضى الله عنه فحدثته  
المحدث فدخل ابو بكر على عائشة  
رضى الله عنها فقال قد علمت ان  
رسول الله صلى الله عليه وسلم  
لا يريد خرو عنك شيئا ولا تساليه مالا  
يحد اظفري حاجتك فاطلبها الى  
وانطلق عمر رضى الله عنه المحض  
فذكر لها مثل ذلك ثم ابتعاها  
المومنين فجعلوا يذكرون لهن مثل  
ذلك فانزل الله تعالى في ذلك  
يا ايها النبي قل لانه واجبك ان

جو ہمارے پاس نہیں ہے عمر نے کہا  
ہم نے ابھی ایک طمانچہ مارا ہے اپنی  
زوجہ جمیلہ بنت ثابت کو جس سے  
اوسکا رخسار زمین سے لگ گیا۔  
کیونکہ اوس نے بھی ایسا ہی سوال  
کیا تھا اور آپ سے تو خدا نے وعدہ  
کیا ہے سیر کا بعد عسر کے۔ عمر اسی طرح  
کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت  
کا وہ ہم و عمر کچھ کم ہوا۔  
پھر عمر نے ابوبکر سے یہ کل حال کہا اور  
اونہوں نے اگر عائشہ کو سمجھایا  
عمر نے حفصہ کو اور رقیہ ازواج کو اور  
یہ آیت نازل ہوا۔ تمام ہوا ترجمہ  
حضرت نے اس واقعہ میں  
پورے ایک مہینہ تک آمد و رفت ازواج  
کے یہاں ترک کر دیا تھا جس سے ظاہر  
ہے کہ کیا ایذا قلب رسول کو انکی حرکات  
وسکناات سے پہونچا تھا کہ زندگی تلخ  
ہو گئی تھی۔  
آیہ یا نساء اللہی من یات منکن  
بفاحشة مبینة یصاعف بها  
العداب ضعفین وکان فلاح  
علی اللہ یسیر۔

ابن کثیر نے قصہ حبیب اللہ بن ابی قحافة علیہ السلام  
 کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ ایک ایسی ستیہ تھا  
 جس سے ہر شخص کا دل متاثر ہوتا تھا اور وہ  
 نبی و رسولہ علیہ السلام کی آخرت کا اعلان  
 تھا۔ منکر آخر اعظم  
 کی نسبت ازواج کی طرف کی اور وعدہ عذاب و معافیت کیا اور سورہ میں ہے  
 مہینہ یعنی البصیان للنبی کہ مراد اس سے عام عین الی ہے اور خطیب اللہ  
 فی قلبہ مومن سے مراد زنا ہے۔ تو جن ازواج بنی کی یہ حالت تھی۔ اور ان کی یہ تعلیم  
 کہ درج خلاف حکم خدا و رسول ہے۔  
 وقرن فی بیوت من۔ اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اسی آیت عسک انہی جملہ ہے۔

اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن  
 محمد بن سیرین قال ثبت انہ قیل  
 لسودة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 رضی اللہ عنہا مالک لا تحمین ولا تفتن  
 كما فعل اخواتك فقالت قد حجت و  
 اعترفت وامرني الله ان اقرني بيق  
 فوالله لا اخرج من بيتي حتى اموت  
 قال فوالله ما خرجت من باب حجرتي  
 جبانة واء اخرج ابن ابی شیبہ وابن  
 سعد وعبد اللہ بن احمد فی زوائد  
 ابن عساکر وابن المنذر عن مسروق رضی  
 قال كانت عائشة رضي الله عنها اذا  
 قرأت وقرن فی بیوت من بکرت حتی

یعنی عبد بن حمید وابن المنذر محمد بن  
 سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ  
 حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہی گئی  
 پوچھا کہ کیوں نہ جگ کرتی ہو۔ نہ عمرہ حیا  
 کہ بخاری اور ترمذی میں ہے۔ تو سودہ  
 نے کہا حج و عمرہ ہم کرتے ہیں۔ تو خود  
 سے گھر بیٹھنے کا حکم دیا ہے قسم خدا کی ہم  
 اپنے گھر سے نہ نکلنے پر آمادہ کہ ہم میں  
 وہ نہ نکلیں اسے گھر کے دروازے سے  
 یہاں تک انتقال کیا تو جازہ او کا  
 نکلا۔

(۱) عائشہ کے ساتھ جب اس نے قرآن کی  
 تلاوت کی تو پانی بھی تو روتے روتے



الہیبت و بطہر کہ تظہیر اُصل ۱۹۹

کہ ابی انحرار روایت کرتے ہیں کہ بنے رسول اللہ کو چھ مہینے تک دیکھا کہ دروازہ جناب  
سید پر تشریف لاتے روزانہ اور اس آیت کو پڑھتے۔ دوسری روایت میں آٹھ مہینے  
ہے اور تیسری روایت میں نو مہینے جو قہر ہے

جو لوگ کم سے کم رسول اللہ کو مصداق ان الرسل کیجئے جانتے ہونگے۔ اور یہ بات ہے ہونگے  
کہ حضرت عروہ ماضی تھے وہ عروہ اس سے منہ نکالتے ہوئے کہ آخر حضرت نے ایسا  
کیون کیا کہ کہاں تو آپ حضرت ام سلمہ کے دو لٹکانہ میں تشریف فرما ہیں جناب سید  
کو خاص طور پر جناب امیر و حسنین کے بلانے کو بلایا ہے۔ حجرہ کا رہا ہے بن کہ جبریل  
آیہ تظہیر لائے اور حضرت نے کسا و مبارک سے سبکو چھپا لیا اور ہاتھ نکال کر درگاہ جناب  
احدیث میں عرض کیا یہی ہمارے الہیبت ہیں یہی ہمارے خاصہ ہیں۔ انہیں سے  
رحس فنا پاکی کو دور کر۔ انہیں کو پوزے طور سے ظاہر کر۔

حضرت ام سلمہ آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں داخل کسا ہو رہی ہیں تو آپ یہ نہیں فرماتے  
کہ تم بھی الہیبت سے ہو بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ تو خیر ہے۔

مسلمانو! اگر تم رسول کو خدا کا رسول مانتے ہو اور اس پر ایمان لاتے ہو کہ حضرت پر  
قرآن نازل ہوا حضرت اس کے مطالب کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ تو پھر اس پر کھنکھن نہیں  
ایمان لاتے کہ جو حضرت نے الہیبت کی تفسیر کی ہے وہی درست ہے۔

کیونکہ سیوطی نے ان روایتوں کے مقابلہ میں جنکی تعداد سولہ ہے چار روایتیں اسکی  
بھی لکھی ہیں کہ مراد اس سے ازواج بنتی ہیں جنہیں سے پہلی روایت صرف اس  
عباس کا قول ہے نہ کہ قول رسول اللہ ہو۔ دوسری تیسری روایت عکرمہ کی جو  
جسکو سب جانتے ہیں کہ وہ ناموسی تھا۔ گراؤ میں ہی قول رسول اللہ نہیں ہے  
بلکہ اسکا ذاتی قول ہے چوتھی روایت عروہ کی ہے جو زبیر کے بیٹے حضرت عائشہ  
کے بھانجے تھے ان کی روایت بھی ذاتی قول ہے نہ کہ قول رسول اللہ ہو

تو اب تاملو تم مسلمان ہو۔ کس پر ایمان لانے کے مدعی ہو رسول اللہ نہ۔ یا عکرمہ وغیرہ

و ابن عباس پر اپنی ذاتی رائے سے کہتے ہیں کہ مراد اس سے ازواج بنی ہیں۔  
 حالانکہ سیوطی کی سولہ روایتیں جو حضرات اہلبیت رسول کی شان میں ہیں نہ اس  
 سب میں یہ بیان ہے کہ قال اللہ صمدان ہو لاء اهل محمد قال اللہ صمدان  
 اہلبیتی

عقوبت تویہ ہے کہ خود رسول اللہ نے ازواج کو اہلبیت سے طرح کیا مگر اہلبیت  
 کا اسد زخم مخالفت رسول پر اصرار ہے کہ وہ نہیں کہ اہلبیت کہتے ہیں حالانکہ اسی روایت  
 سیوطی میں ہے قلت یا رسول اللہ المست من اهل البيت قل انك الى  
 خیر انك من ازواج النبی یعنی حضرت ام سلمہ نے کہا یا حضرت کیا ہم اہلبیت سے  
 نہیں ہیں حضرت نے فرمایا تو خیر کی طرف ہے مگر تو ازواج بنی سے ہے (از اہلبیت سے)  
 پھر خود صحیح مسلم سے نقل ہیں عن زید بن ارقم ان رسول اللہ قال  
 انك لکن الله فی اہلبیتی فقيل لزيد - ومن اہلبیت الیس نساء من اہلبیت  
 قال نساء من اہلبیتہ ولكن اہلبیتہ من حرم الصدقة بعده ال

علی وال عقیل وال جعفر وال عباس ص ۱۹۹  
 یعنی زید بن ارقم نے حضرت کی یہ حدیث بیان کی کہ ہم تم کو یاد دلاتے ہیں وبراہ  
 اہلبیت اپنے تو کسی نے زید سے پوچھا اہلبیت کون ہیں۔ کیا ازواج بنی اہلبیت سے  
 نہیں ہیں۔ زید نے کہا میں نہیں۔ مگر اہلبیت حضرت کے وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے وہ  
 وہ آل علی آل عقیل آل جعفر آل عباس ہیں

اہلبیت غور کریں کہ یہ سب اختلافات کیوں پیدا ہوئے صرف اسوجہ سے کہ  
 جامعین قرآن نے اس آیت کو بیان رکھ دیا ورنہ اگر اصلی جملہ پر یہ آیت نہ ہوتا تو کیوں اس  
 اختلاف اور اشتباہ پر جس سے گمراہی پھیل رہی ہے۔ حالانکہ معمولی عقل و فہم  
 انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت میں ازواج بنی کسی طرح داخل نہیں ہیں۔  
 کیونکہ ابتدائی سے تو خطاب ہے یا ایہا النبی قل لازواجک۔ یا احشاء النبی  
 سی یات منکر۔ جہنم عندہ۔ یا ایہا النبی طساق کما حد من النساء پھر ان

خطابات کو چھوڑ کر خط ابلاغ نے اہل البیت کا لفظ کیون رکھ دیا لکل ہے  
سیاق و سباق ہے۔

پھر شروع سے تو خطاب بصیغہ عتاب ہے اور آخرین بھی وہی عتاب ہے یہ میں  
ایسی تعریف لانا جس سے بڑھ کر کوئی تعریف نہ ہو سکے۔ بلاغت کلام الہی کو خاک  
میں لانا ہے کہ جب خدا اولو الیاء پاک کرنا چاہتا ہے کہ اس سے بڑھ کر طہارت  
نہ ہو سکے تو پھر یہ کہنا کہ اگر تم کسی فاحشہ کی مرگب ہو گئی تو ہم دوہرا عذاب کرینگے  
کس درجہ بے موقع و بے محل ہے کہ نہ حکم کی وقت نہ عید کی نہ تہذیب کی۔  
بلکہ ایک منصفانہ کلام ہو جاتا ہے کہ خدا اولو الیاء بھی کرتا ہے اور فاحشہ پر عذاب سخت  
کا بھی خوف دلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نوہینہ تک بخوفتہ درجناب سیدہ پر اس کی  
ملاوت کی۔ تو اسکا جواب یہی اہلسنت کے رسول یا امام عکرمہ خارجی نے یہ دیا کہ  
تفسیر طبری میں ہے ص ۲۲

عن علقمہ قال کان عکرمہ یادی فی السوق ینمایرید اللہ لیزید عکرم  
الوجہ اہل البیت ویطہرکم تطہیرا قال نزلت فی نساء النبی خاصہ۔  
یعنی عکرمہ بازار میں پکارتا پچھرتا تھا کہ یہ آیہ خاص الذوج بنی کے بار میں نازل ہوا۔  
مگر اسکی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ اسکی خاصتہ کیون کہا۔ کیا سابق و لاحق آیات خاص  
الذوج بنی کے بار میں نہیں تھیں جو اس کے تخصیص کی ضرورت ہوئی۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مذہب اہلسنت بازاری ہے کہ عکرمہ کی آواز بازار والی  
تو سن لی مگر رسول اللہ کی آواز بخوفتہ نوہینہ تک اون کے کان میں نہیں  
پڑی۔

امسوس کہ بچاں اختصار ہم زیادہ نہیں لکھ سکتے کیونکہ مطلب دوسرا ہے کہ سورہ  
احزاب کی کن کن آیتوں میں اہلسنت تشریف کے قائل ہیں۔

آیہ ان المسلمین والمؤمنین والمؤمنات والمؤمنات کے متعلق نہیں مولا



روایت ہوائی ہے کہ جب یہ تین صدر کی نازل ہوئیں جنہیں ازواج بنی سے خطاب تھا تو عورتوں نے کہا تمام تو ازواج بنی کا ذکر ہے یا مردوں کا مگر ہمارا کہہ دینا تو کہہ نہیں تو اوسپر خدا نے یہ آیہ نازل کیا۔

ایسی ہی تفسیر و تفسیر آریہ اعتراض کرتے ہیں کہ کثافت میں وحی۔ ہڈی لیکر وحی۔ مگر کیا ان راویوں کو یہ نہیں معلوم تھا کہ قرآن کے تیسرے جوتے ہی بارہ میں پورے ایک سورہ جیسا کہ نام ہی سورہ نسا ہے اور قبل اس سورہ احزاب کے صد ہا موقع پر مسلمان مومنات قانات کا نام آیا ہے۔ پھر کس طرح یہ اعتراض کر سکتی ہیں۔

دوسرے ان آیات میں ازواج بنی پر تو تائید عتاب ہی کیا گیا ہے پھر وہ کسی عورتین تھیں کہ اسکی متنی ہوئیں کہ ہمارا نام بھی انکے ساتھ آنا خدا رحم کرے۔

آیہ وماکان لمومن ولا مومنۃ اذ بقضی اللہ ورسولہ یعنی کسی مومن و مومنہ کو اسکا اختیار نہیں ہے کہ جب رسول اللہ کسی امر کا فیصلہ کر دین تو اسکے خلاف کریں۔ یہ ایسا صحیح آیہ ہے کہ وفیفاق خلفائے ثلاثہ میں کبھی کسی آیہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ اولی خلافت بالکل خلافت فیصلہ رسول ہے جیسا کہ سبکو معلوم ہے کہ حضرت نے مسہر وذاعلان نبوت کیا اوسی روز جناب امیر کو خلیفہ کیا اور تجدید و اسکی ختم غدیر میں کی اور تحریری حکم لکھا جا ہا کہ عمر نے حسب کتاب اللہ ہر رو کا حیس پر حضرت نے حکم دیا ہمارے پاس سے نکل جاؤ۔

آیہ اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ حصہ حضرت زینب و زید میں ہر اسکی نسبت سید علی لکھتے ہیں۔

عن زینب و قالت ابی و اللہ ما انا کا حد من نساء رسول اللہ ما نحن زوجہ المہور و نہ وجہن الاولیاء و زوجہ اللہ و رسولہ و انزل فی الکتاب یتقوا المسلمون لا یتخذوا لایمیدل و اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ الایہ من اللہ۔

یعنی حضرت کتنی تہیں قسم خدا ہم شل بن ازواج بنی کے نہیں ہیں بلکہ کل

مہرِ پناہ کے اولیائے کیا۔ بحکامِ ہمارے کہ خدا اور رسول نے ہمارا کفر کیا اور خدا نے کتاب میں نازل کیا جسکو مسلمان پڑھیں گے نہ اس میں تغیر ہوگا نہ تبدل وہ آیہ اذ نقول ہے۔

اگر انوس اجماعِ اہلسنت عائشہ کو حضرت زینب سے افضل کہتے ہیں۔ حالانکہ خود حضرت زینب نے بمقابلہ عائشہ فرمایا تھا قل خیرت زینب وعائشہ یہ فقالت یشی رضى الله عنها انا الذي نزل تزويجي من السماء وقالت عائشہ انا الذي نزل عذري من السماء في كتابہ میں حملی ابن المفضل علی الراحلہ منقطع یعنی حضرت زینب نے عائشہ پر قضا کر کیا کہ خدا نے ہماری تزویج کو نازل کیا آسمان سے۔ تو عائشہ نے کہا ہم وہ ہیں کہ خدا نے ہمارا عذر آسمان سے قرآن میں نازل کیا جبکہ ہکو ابن المفضل نے اپنے اونٹ پر سوار کیا۔

کیا خوب جواب دیا ہے عائشہ نے کہ اگر کسی ظالم کے سامنے کسی عورت کا مقدمہ رہنا ثابت نہ ہو تو وہ اس شاہزادی کے مقابلہ میں معاشرت کرے جسکا نکاح خود حاکم مافوق نے کیا ہو۔

آیہ ما کان آبا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین وکان الله بکل شیء علیما۔

جو قصہ حضرت زید میں ہے جنکو لوگ رسول اللہ کا بیٹا کہتے تھے تو اس کے بار میں یہ آیہ نازل ہوا کہ محمد تمکو کون میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

قال رسول الله سیکون فی امتی کذا یون ثلاثون کاھمیزہ عملہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی صحیحہ ۲ درمنثور

یعنی حضرت نے فرمایا ہماری امت میں تیس چھوٹے چھوٹے جو گناہ کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالانکہ ہم خاتم النبیین ہیں جسکے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں وایح ابن ابی شیبہ عن عائشہ قالت قولوا

خاتم النبیین ولا تقولوا لابنی بعدی عائشہ بھی تھیں کہہ تو کہو کہ حضرت خاتم النبیین  
 ہیں (کیونکہ قرآن میں موجود ہے) مگر یہ نہ کہو کہ حضرت کے بعد کوئی نبی نہیں جو حضرت کا  
 آج کل مرزائی لوگ اس حدیث پر پورا زور دیکر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ثابت  
 کرتے ہیں۔ اب حضرات اہلسنت بتائیں کہ یہ آفت لائی ہوئی عائشہ کی ہے یا نہیں  
 جو اس سے منافقت کرتی ہیں کہ یہ نہ کہو حضرت کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

علمائے اہلسنت نے یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ آئندے ہیں اس لئے  
 یہ قول درست ہے مگر افسوس اونکو یہ نہیں معلوم کہ حضرت عیسیٰ کس حیثیت سے آئیں گے  
 کیا نئے بنی ہو کر آئیں گے حضرت کا ارشاد قویہ ہے کہ ہمارے بعد کوئی یلذبی اللہ میں نہ آئے گا  
 اللہ نہ آئے گا۔ نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ یا خضر یا الیاس بھی نہ ظاہر ہونگے جو بنی ہیں اور کچھ  
 خدا مٹھی ہیں۔

آیہ وما کان لکم ان توذوا رسول اللہ ولا ان تنکروا ازاوجہ من ابدا من حکم  
 ہے کہ حضرت کے بعد ازواج بیٹی سے نکاح نہ کرو اس سے رسول اللہ کو ایذا ہوگی۔

اسکی وجہ یہ بتائی گئی ہے قال طلحہ بن عبید اللہ لوقبض اللہ بنی فزوجت عائشہ  
 فأنزلت مکتوباً درماتور

کہ طلحہ جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اونہوں نے کہا جب آنحضرت انتقال کرینگے تو ہم  
 عائشہ سے نکاح کرینگے اسی بار میں یہ آیہ نازل ہوا۔ تین چار حدیث اسکی متعلق درمشکوٰۃ  
 میں مرقوم ہے۔ جس سے کمال ایمان طلحہ نمایاں ہے۔ اور پھر عائشہ کا ایمان اور محبت  
 کہ اوسے طلحہ کے ساتھ جناب امیر سے لڑنے لگیں۔

کیا آپ نے کسی شریف حیاء دار کی نسبت سنا ہے کہ اس امر میں وہ متہم ہو پھر اوسے کام میں  
 وہ جرات کرے۔

آیہ لا جناح علیہن فی ابائہن میں حکم ہے کہ کون سے لوگ حرم ہیں جن سے حجاب کی  
 ضرورت نہیں۔ مگر یہاں یہ روایت نہایت ہی عبرتناک ہے عن عکرمہ قال بلغ  
 ابن عباس ان عائشہ رضی اللہ عنہا اجبت من الحسن رضی اللہ عنہ ان یتبہ لہا

عائشہ کا نام  
 حرم کی

تفصیل

یعنی عائشہ چھپا کرتی تھیں جناب امام حسن علیہ السلام سے جب یہ خبر ابن عباس نے سنی تو کہا امام حسن کا نظر کرنا عائشہ کی طرف جائز ہے۔  
 کیئے اسکو عداوت۔ بغض۔ عناد نہ کیئے گا تو کیا کیئے گا کہ عائشہ امام حسن سے چھپیں حالانکہ آپ رسول اللہ کے نواسہ ہیں تو وہی صورت ہو سکتی ہے یا تو عائشہ کو زوجیت رسول سے انکار تھا یا جناب امام حسن کے ابن الرسول ہونے سے۔

آیہ ان الله وملائكته يصلون على النبي۔ اخرج سعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن ابی حاتم وابن مردويه عن كعب بن عجرة قال لما نزلت الله وملائكته قلنا يا رسول الله قد علمنا السلام عليك فكيف الصلوة عليك قال قولوا اللهم صل على محمد وآل محمد كما صليت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على محمد وآل محمد كما باركت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد ملائكة

یعنی جب یہ آیہ نازل ہوا تو کعب بن عجرہ نے عرض کیا یا حضرت ہم آپ پر صلوٰۃ کیونکر بھیجیں تو فرمایا کہوا اللهم صل علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید مجید اللهم بارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراہیم وآل ابراہیم انک حمید مجید۔ اس مضمون کی تیس چالیس روایتیں سیوطی نے جمع کی ہیں۔ مگر اہلسنت کو آل محمد سے وہ عداوت ہے کہ اپنی صلوٰۃ بھیجنے کے بھی روادار نہیں۔ تمام کتب اہلسنت کو ذکر لو اللهم صل علی محمد وسلم کہتے ہیں یا صلی اللہ علیہ وسلم۔ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا ناجائز ہے۔

آیہ ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہیں خدا اور رسول کو روئے لعنت کی ہے خدا نے دنیا و آخرت میں۔

ابن حجر الخزاز عن ابن ابی ملیکہ قال جاء رجل من اهل الشام فنب عليه السلام فغضب ابن عباس فخصبه ابن عباس وقال يا عدو الله اغتبت رسول الله

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدینا و الاخرہ لو کان  
رسول اللہ حیثا لاذیتہ ۲۱

یعنی حضرت ابن عباس کے سامنے ایک شخص نے جناب پیغمبر کو بجا کہا تو ابن عباس نے  
سنگ پڑے اور ٹھاکراو سے مارا اور کہا اے دشمن خدا تو نے انداوی رسول اللہ  
کو اور اس آیت کو پڑھا اور فرمایا اگر رسول اللہ زندہ ہوتے تو انکو ایذا ہوتی۔

اب حضرات اہلسنت عور کرین کہ محبت معویہ سے انکو کیا نتیجہ ملتا ہے جس کی  
دشنام وہی جناب پیغمبر کو یکو معلوم ہے۔

آیہ والذین یؤذون المؤمنین والمومنات میں کیا خلفائے ثلاثہ نہیں داخل ہیں  
جنہوں نے ہمیشہ رسول اللہ جناب پیغمبر و جناب سیدہ کو ایذا دی۔

آیہ یا ایہا النبی قل لا ذلوا جک میں حکم ہے کہ اپنی ازواج و بات کو حکم دو کر پر وہ  
ڈالکر ہر نظر کریں اسکی وجہ یہ بھی ہے کہ اناس من المناقین یقرضون لہن

ہیو ذین فقیل ذلک للمناقین فقالوا اما نفعناہ بالامانہ فترکت ہذا الایۃ  
یعنی کچھ منافق عورتوں سے تقرر کیا کرتے جب وہ ضرورت کیلئے انگلیتیں مناقین

سے جواب پزیر ہوئی تو جواب دیا ہم تو لونڈیوں کو بھیڑتے ہیں اور پیرہ آیہ نازل ہوا  
اگر اس منافق کا نام آپ دیکھا جاتے ہیں تو یہ روایت لاظمہ ہوا حجاج ابن سعد

والبحاری و مسند ابی جریر و ابن ابی حاتم و البیہقی فی سننہ عن  
عائشہ رحمہ قالت خرجت سودہ بعد ما جرى الحجاب لما جئتہا و کانت

امرؤۃ جسیمة لا تحفی علی من یر فی فراہا عمر فقال یا سودہ انک  
و اللہ ما تخفین علینا فانظری کیف تخرجین فانلقاءت راجعة ۲۲

درمثور

یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ بعد نزول آیہ حجاب ایک شب ضرورت سے  
حضرت سودہ باہر نکلیں جو عظیم عورتیں کہ ہر شخص جسے اذکو دیکھا تھا پہچان لیتا تو کمرے  
کہا اے سودہ تم چھپ نہیں سکتی دیکھو کتنی عورتیں اور رسول اللہ

سے شکایت کی اور سپرہ آیہ نازل ہوا۔

اب پہلے آیہ ان الذین یوذون اللہ اور دوسری آیہ والذین یوذون المؤمنین۔ اور اس تیسرے آیہ کو ملا کر نتیجہ نکال لیجئے کہ ان سب آیات کے مصداق کون بزرگ ہیں۔ کیونکہ مبہم روایت میں تو عام منافقین کا ذکر ہے اور تفصیلی روایت میں صرف عمر کا نام ہے جنہوں نے اگر مومن تھے تو اپنی مادر کرامی قدر سو دہ بنت زعمہ سے اس طرح تعرض کیا۔

آیہ لعل لعینۃ المنافقون والذین فی قلوبہم مرض کہ اگر وہ لوگ یا وہ لوگ جنکے دل میں مرض ہے یا زہ آئینکے تو ہم تمکو اور پڑا دہ کرینگے جسکے بعد ہر وہ تمھارے ساتھ نہ رہینگے مگر تم ہر جگہ اوپر لعنت ہوگی جہاں جائینگے پڑے جائینگے اور قتل کئے جائینگے۔

ان المنافقین ارادوا ان ینظروا ما فی قلوبہم من المنافق فاعوذ باللہ بھذا الایہ۔ یعنی منافقوں نے جانتا تھا کہ اپنا لفاق دلی ظاہر کر دین بلکہ خدا نے اس آیہ سے انکی تہدید کی۔

فلما رعدہم اللہ بھذا الایہ کہتوا ذلک واسمہ جب خدا نے اس طرح تہدید کی تو انہوں نے اپنے لفاق کو پوشیدہ کیا اور چھپانے لگے۔ قال نزلت فی بعض امور النساء طاؤس کہتے ہیں کہ یہ حکم عورتوں کے بعض امور میں نازل ہوا۔ قال السدی ہذا حکم فی القرآن لیس یعمل بہ سدی کہتے ہیں کہ یہ حکم قرآن میں ہے مگر اسپر عمل نہیں کیا جاتا۔ عن محمد سید بن قتال لاواعلم اعنی بہم حتی مات یعنی محمد سید بن کہتے ہیں جہاں تک ہم جانتے ہیں حضرت کو اسکا حکم نہیں ہو یہاں تک کہ دنیا سے انتقال کیا۔

آیات صمد اور اس آیہ کے لانے سے نتیجہ صاف ہے کہ کون شخص ہے جو اسکا مصداق ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں لعنت جب ہوتی ہے تو اسی شخص پر اور قتل بھی سب سے پہلے خلفائے وہی ہوا۔ پھر اس کے مصداق ہونے میں کیا عذر ہے۔

آیہ یا ایہا الذین آمنوا اذعنوا میں خاص علم صحابہ کو کہ تم مشرک اور یہودیوں کے نہ بنو جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کو ایذا دیا اور خدا نے موسیٰؑ کو بری کر دیا اور باقوں سے جو وہ کہتے تھے۔

اب غور کرو۔ صحابہ اہلسنت اسکے مصداق ہیں یا نہیں۔ کہ یہ لوگ حضرت کے نسب میں سفاح (زنا) کے قائل ہیں۔ حضرت کے والدین کو اور اجداد کو کافر کہتے ہیں۔ حضرت کو قبل نبوت کافر جانتے ہیں اور بعد نبوت غیر معصوم حاطی بہائیک کہ وقت وفات مصداق ان الرجال لیج کہتے ہیں۔

آن سب الزاموں سے صرف شیعہ آنحضرت کو پاک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوئے آپ کے آبا و اجداد موحّد تھے مسلم۔ ہمیشہ آپ موحّد و مسلم رہے۔ من المہدائی اللہ معصوم ہیں عہد اسہوا کبھی معصیت نہیں کی خبر۔ اللہ ما قالوا کی تصدیق صرف شیعوں کی بدولت نمایاں ہوئی۔ آیہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ میں وہ آیہ بھی ہے ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً جسکے باری میں ابتداء سے بحث ہو رہی ہے کہ جناب امام جعفر صادق نے فرمایا یہ آیہ دربارہ ولایت جناب امیر نازل ہوا۔

حکلی تا نیکہ آیہ انا عرضنا الامانۃ سے یہی ہوتی ہے جو آخری آیہ ہے کہ خدا فرماتا ہو مجھے اپنی امانت کو آسمان و زمین پر عرض کیا سب نے انکار کیا اور مخالفت ہوئے اور اوشالیہ انسان نے کہ وہ ظالم و جاہل تھا۔

اسکی بحث تفصیلی انشاء اللہ اندر مذکور ہوگی۔

مجھے یہاں کچھ تفصیل سے بیان غرض بحث کیا کہ مسلمانوں کو معلوم ہو یہ سورہ احزاب کہ تقدیر اہم سورہ ہے کہ اب بھی تا مگر صحابہ خصوصاً شیخین و عائشہ و حفصہ کی اس تفصیل سے مذمت مذکور ہے کہ اگر کچھ بھی انسان عقل و فہم سے کام لے تو معلوم ہو دنیا میں ان سے بدتر کوئی مخلوق پیدا نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے باہر روایات اہلسنت ایک سو ستائیس آئین اسکی کمال دی گئیں۔ کیونکہ جب آیات موجودہ۔ تفسیر کیلئے مسند

کافی ہیں تو جو آئین لکائی گئی ہوگی اون کی کیا حالت ہوگی۔ کیونکہ روایات صدر سے یہی معلوم ہوا کہ اس میں بہت سے متاقتین کے نام مذکور تھے جسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اب بھی حضرت زینکا کا نام ہے اور جو سورہ بت کے جسمیں ابولہب کا نام ہے اور کوئی سورہ نہ لے گا جسمیں کوئی نام ہو لہذا یہی طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کو اس سورہ مبارکہ سے خاص طور پر رکھ تھی۔

دوسری وجہ اس تفصیلی بحث کی یہ ہے کہ جیسا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس آیت کو بحث طریف میں پہلے مولوی احتشام الدین نے نصیحۃ الشیعہ میں لکھا۔ اس سے اڈیٹر النجم نے نقل کیا پھر اڈیٹر المحدث نے اپنے اجزاء و ترجمہ رجب ۱۳۲۸ء میں جلد ۲ میں نقل کیا جسکی عبارت یہ ہے۔

بقیہ تفسیر اہل التطہیر (۵) قرآن مجید پارہ ۲۶ رکوع ۶ میں ذکر ہے کہ ومن یطیع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما جو کوئی اللہ و رسول کی تابعداری کر لگا وہ بڑی مراد پاویگا آیت کا مطلب صاف ہے کہ خدا و رسول کی تابعداری کرنے والے آخرت میں نجات پاویگا۔ مگر شیعہ مفسر و نگو جو ولایت علی کا شوق غالب تھا اسلئے وہ اسکو بھی اسی سے لگاتے ہیں چنانچہ امام الہدیت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ومن یطیع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی واولیائہ من بعدہ فقد فاز فوزا عظیما ہکذا ۱۱ نزلت ص ۲۶۲

یعنی جو کوئی اللہ و رسول کی تابعداری کر لگا علی کی ولایت اور اس کے بعد امامان الہدیت کی تابست تو وہ بڑی مراد پاویگا۔ غضب پر غضب ایک غضب تو یہ تھا کہ ایسے صاف اور عامہ آیت کو ولایت علی ہے مخصوص کیا جسکا قرآن مجید میں کہیں بھی ذکر نہیں دوسرا غضب یہ کیا کہ ولایت علی وغیرہ الفاظ بڑا کر آخر میں کہا ہکذا ۱۱ نزلت یعنی یہ آیت اسطرح نازل ہوئی۔ ناظرین یہ سمجھتے شیعہ کی تفسیر کا نمونہ باقی باقی

اڈیٹر المحدث نے ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۲۸ء سے بعنوان ”قرآن مجید اور“



شیعہ تفسیر، ایک سلسلہ قائم کیا گیا تھا۔ جب کا جواب اصلاح جلد ۱۱ء سے بعنوان  
تفسیر اہل التطہیر شروع کیا گیا جو صفحہ ۳۴ تک شائع ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ اڈیٹ صاحب  
نے بھی چند روز بعد اس سلسلہ کو ترک کر دیا تھا۔

اب خدا نے چاہا تو وہ سلسلہ بھی اسی ضمن میں آجائے انشاء اللہ  
بہر حال اس تقریر سے یہ تو نہایت وضوح سے معلوم ہوا کہ اس حدیث پر خصوصاً  
اس لفظ ہکذا انزلت پر مخالفین کا اس درجہ زور شور سے کہ جتنے کچھ ملا ہیں وہ  
سب اس کو لکھ رہے ہیں۔ مگر ان کو یہ غیرت نہیں آتی کہ اگر بالفرض اس روایت  
سے تحریف بھی ثابت ہو کہ لفظ فی ولایۃ علی و الامۃ من بعدہ نکال دیا گیا  
تو بھی اس کا درجہ بہ نسبت اون روایتوں کے جنہیں ۱۲۷ کا نکالنا مذکور ہے تنہا  
کم ہے۔ تو اب انصاف سے لکھنا چاہیے کہ قریف کا قائل کون ہوا۔ شیعہ یا سنی  
ہاں صاحب مطلب آیہ توصیف ہے۔ اسی لئے جامع کافی نے اس باب کو  
بعنوان فیہ نکات و مکتب قائم کیا کہ اسمیں جن آیات میں بطور رمز و کنایہ جناب امیر  
کی ولایت و امامت کا ذکر ہے۔ ان آیات کا بیان ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ  
کہ اس آیہ سے بطور رمز و کنایہ بھی استدلال نہیں ہو سکتا۔

مزہ تو یہ ہے کہ وہ روایت کرتے ہیں قال رسول اللہ ص انزل القرآن علی  
سبعۃ احراف کل حرف منها ظہر و باطن و کل حرف حد و کل حد  
مطلع تفسیر طبری ص ۱۱۷

کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا اور ہر حرف کیلئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن  
مگر جب باطنی معانی سے خلافت جناب امیر پر استدلال کیا جاتا ہے تو سب سے  
انکار ہوتا ہے۔ حالانکہ خود ہی اسکے بھی راوی ہیں و ان عدد علی علم القرآن  
ظاہر و باطنہ ص ۱۱۷ یا ص ۱۱۸

یعنی جناب امیر عالم تھے قرآن کے علوم ظاہری و باطنی سب کے۔ تو جب قرآن کے حرف  
دوسری معانی ہیں جو ظاہر اور صاف ہے۔ تو حدیث رسول لکل حرف منها ظہر

و باطن کے کیا معنی ہونگے۔ پھر اس حدیث کے کہ جناب امیر ظاہر و باطن سب کے عالم تھے کیا مطلب ہونگے۔

مزدہ تو یہ ہے کہ جب بخاری نے باب باندھ باب الصدقة قبل العید کا اور حدیث لاکے کتاباخی فی عہد النبئی یوم الفطر صاعاً من طعام و قال سعید کان طعامنا الشعیر و الزبد و الاقط و التمر۔

کہ حضرت کے زمانہ میں عید کے دن ہم ایک صاع طعام سے نکالتے تھے اور طعام ہمارا جو اور انکوں اور اقط اور تمر سے تھا۔ تو اس پر اعتراض کیا گیا کہ باب اور حدیث میں کسی قسم کا تعلق نہیں ہے تو اس کا یہ جواب دیا گیا کہ ہم سابقاً ذکر کر چکے ہیں کہ کلمہ۔ اور ر مز۔ اور لطیفہ کے یہ نام اسلئے ہیں کہ ان میں باریکی ہوتی ہے جو صرف ان علما کو معلوم ہوتی ہے جو علم میں راسخ ہوتے ہیں اور اہل ظاہر اور غیر مستعد ناقص العلم لوگ اس سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اچھڑت مازمور ۵ اولیٰ مقدمہ ۳۳ ص ۳۳۔ تو کیا یہی جواب جناب شیخ محمد بن یعقوب کلینی کی طرف سے نہیں ہو سکتا جنہوں نے باب ہی میں کہا تھا فیہ نکلت و تمف کہ اس میں نکلتے ہیں اور رموز۔

اور کیا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو آپ بخاری کے برابر بھی راسخ العلم نہیں جاتے کہ انہیں ظاہر و باطن معلوم ہوتی ہے جو علم میں راسخ ہوتے ہیں۔ اور کیا اپنے نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اہل ظاہر اور غیر مستعد ناقص العلم لوگ اس سے ناواقف ہوتے ہیں۔

غضب پر غضب تو یہ ہے بخاری کا باب صدقہ قبل العید جسکے بعد ویسی ہی حدیث لانا چاہیے جس سے یہ مطلب ملے۔ کیونکہ وہ تو محدث ہیں احادیث کے جامع جسکے لئے مزدہ ہے کہ جواب مقرر کیا جائے اور انکے مطابق حدیث لائی جائے۔ مگر اون کی ایسی صریح غلطی جو انسانی غلطی نہیں کہی جاسکتی یہ نہیں کی جاسکتی۔ اور شیخ محمد بن یعقوب کلینی کے لئے جواب فیہ نکلت و تمف کیلئے مقرر کریں اور انکے لئے یہ زبردستی ہے کہ مذکور کنا یہ والی حدیث اون کی صاف توفیق

کے متعلق کر دی جائے اور اٹوٹیر الجھڑیٹ خود جناب امام جعفر صادق علیہ السلام پر  
احترام کرین کہ ایسی صاف اور عامہ آیت کو ولایت علی سے مخصوص کیا جائے  
سچ کہا ہے کہ کہا اہل بنی در افتاد بر افتاد دیکھا آپ نے کہ جو احترام امام علیہ السلام پر کیا  
تھا وہ خود آپ ہی کے اجازت سے رد ہو گیا کہ یہ امور ناقص العلم ظاہر بنیوں کو نہیں معلوم  
ہوتے۔

اس تحریر کے ابتدائی میں لکھا تھا مملکت - نکات - اسرار - یہ نام رسلے ہیں کہ  
ان میں خفا ہوتا ہے اور اہل ظاہر کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں مورخہ ۱۲ رمضان  
یہ تحقیق بھی روایات بخاری سے متعلق ہے یہاں نہ کہیں نکتہ کا دعویٰ ہے  
نہ تظیفہ کا نہ اسرار کا مگر جہاں باب فیہ نکست و متقف ہے کہ اس باب میں رجز و  
اشارہ و نکتہ کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں۔ وہاں یہ زبردستی ہے کہ یا تحریف کی گئی  
یا غلط تفسیر۔

تہر حال اصل احترام آپ کا ہے کہ آیہ ومن یبعثہ در رسولہ عام ہے۔  
اور جناب امام جعفر صادق نے اس کو ولایت جناب امیر سے خاص کیا ہے تو اس پر کیا  
دلیل ہے۔

جواب اس کا بھی صاف ہے کیونکہ اس سورہ احزاب میں حبیب صحابہ کی حالت  
ظاہر کر دی گئی کہ اون میں بہت سے منافق ہیں جنگ خندق میں اون کی یہ  
حالت ہوئی کہ آنکھیں اون کی کج ہو گئیں۔ دل اون کے طلق کو آنے لگے تو معلوم ہوا  
وہ لوگ قابل ولایت مومنین نہیں رہے۔

پھر خدا نے ازواج نبی کی حالت اور اہلیت اطہار کی عزت کو دکھا دیا کہ ازواج  
نبی سے فاحشہ مبینہ کا صدور ہو سکتا ہے اور اہلیت اطہار مصداق یطہر کہ  
تظہیرا ہیں۔

تو ان سب کے بعد یہ حکم دینا یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ اور ومن یطع  
اللہ ورسولہ فقد فاد خود اعظمیٰ تار اس سے بڑا وہ اطاعت ہے۔

ہے جس سے تقویٰ حاصل ہو جو اس میں منحصر ہے کہ ولایت جناب میر قبول کی جائے  
کیونکہ اطاعت خلیفہ منصوص من اللہ سے کل اطاعتیں حاصل ہوتی ہیں جو موجب  
حصول تقویٰ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ اور سنی میں از توحید تا قیامت از طہارت تا دیات برابر  
میں اختلاف ہے کیونکہ شیعہ ایک خلیفہ منصوص کے مطیع ہیں لہذا جملہ امور میں  
اونکے تابع ہیں بخلاف اہلسنت کہ جب اونہوں نے نفس خلافت ہی میں نص خدا و  
رسول کی اطاعت نہ کی تو اور کس امر میں اطاعت کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ان کے  
یہاں ائمہ اربعہ پیدا ہوئے اور وہ اختلافات ہیں کہ پناہ بخدا بخلاف شیعوں کے کہ نہ  
اون کے یہاں ائمہ اربعہ کا وجود ہے نہ کسی طرح کا اختلاف۔

اگر یہ تقریر میری نہ ہو تو تفسیر نیشاپوری ملاحظہ ہو حسین اطاعت کو عام نہیں کہا  
ہے بلکہ خاص کیا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ والمعنی راقبوا اللہ فی  
حفظ السننکم وتقویم امرکم بسداد قولکم فسقوی اللہ یصلح العمل وصلاح  
العمل تلف السیئات وترفع الدرجات امور صما ولا بالتحلیۃ وہی ترک  
الاذاۃ وثابنا بالتحلیۃ وہی التقویٰ موجبۃ لتحصیل الاخلاق الفاضلہ  
ثم علق العون العظیم بالطاعة المسماہ بالامانة فی قوله انا نحن وانا  
صلیٰ جلد ۲۲

یعنی آیہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا مراقبہ کرو۔ زبان کی  
حفاظت اور امور کی درستگی میں ساتھ سداً قول کے کیونکہ تقویٰ اللہ سے عمل صالح  
ہوتا ہے۔ اور صلاح عمل سے تکفیر سیئات ہوتی ہے۔ اور رفع درجات خدا نے اونکو  
پہلے تخلیہ کا حکم دیا کہ ایذا دہی کو ترک کریں۔ پھر تکلیف آراستی کا حکم دیا کہ وہ تقویٰ ہے  
جس سے اخلاق فاضلہ حاصل ہوتے ہیں اور اسکے بعد معلق کیا فوز عظیم کو ساتھ اوس  
طاعت کے جو سبھی ہے بہ امنت قول خدا انا نحن وانا معکم

جس سے معلوم ہوا کہ جو اطاعت یہاں آیہ ومن یطیع اللہ ورسولہ میں مذکور ہے

وہ اطاعت مطلقہ نہیں ہے بلکہ اطاعت مخصوصہ ہے جسکا نام خلافت امانت رکھا ہے۔ تو امام علیہ السلام نے اگر یہاں اطاعت کو مخصوص کیا ہے ولایت جناب امیر تو کیا ضرور کیا۔ کیونکہ اطاعت مطلقہ نہیں رہی۔

اقبوس ہے کہ چونکہ اڈیٹر بعض رسول فہم معانی قرآن سے محروم ہیں لہذا ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہاں اطاعت خاص مراد ہے یا اطاعت عام۔ کیونکہ اگر اطاعت عام مراد لیں جو ایک امر میں بھی اطاعت کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ بہت سے امور میں وہ مطیع نہ ہو۔ تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ جزوی اطاعت خدا و رسول سے بھی وہ مستحق فوز عظیم ہو جائیگا۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ پھر جب تک اطاعت خاص نہ مراد لی جائے معنی آئیے کیونکہ درست ہو سکتے ہیں تفسیر کشف مین ہے ومن یطع اللہ ورسولہ وعلق بالطاعة العظمیٰ العظیمۃ اتباعہ قولہ فانما عرضنا الامانة وھو یرید بالامانة الطاعة فظہم امرھا ونحنہ مشائنا مسلمہ جلد ۲

یعنی چونکہ اس آیت میں طاعت کو معلق کیا ہے فوز عظیم سے لہذا مراد امانت سے طاعت ہے جس سے امر اور سکا عظیم ہو اور شان اوعلیٰ رفیع۔ تو کیا یہ شان معمولی اطاعت کی ہو سکتی ہے۔

انہی اڈیٹر صاحب ایمان سے فرماتے ہیں کہ اطاعت مطلقہ مراد ہے یا مخصوصہ اور حدیث امام جعفر صادق صحیح ہوئی یا غلط کہ حضرت نے بولایت جناب امیر اسکی تفسیر فرمائی۔

رہا آپکا یہ ارشاد کہ ولایت علی کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں تو اسیر بحر لعنة اللہ علی الکاذبین کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ دنیا میں کوئی قرآن ایسا نہیں ہے جس میں ذکر ولایت جناب امیر نہ ہو نہ اہلسنت کی کوئی تفسیر خالی اس ولایت سے مل سکتی ہو۔

سورہ نالہ پارہ ۲ رکوع ۱۱۱ لا یظہر بانما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوۃ وہمراکعون۔ کہ نہیں ہے ولی تمکو گونگا اگر خدا و رسول اور جو ایمان لائے قائم کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ کو اور رکوع کرتے ہیں۔

تفسیر در مشور سید علی بن ابی طالب علیہ السلام  
 و اخرج الخطیب فی المتفق من ابن عباس  
 قال یقصد علی بن ابی طالب و هو راکع  
 فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسأل  
 من اعطاک هذا الخاتم قال ذاک  
 الراجح فانزل اللہ انما ولیکم اللہ ورسوله  
 و اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید  
 و ابن جریر و ابوالشیخ و ابن مردودہ  
 عن ابن عباس فی قوله انما ولیکم  
 اللہ ورسوله الایہ قالی نزلت فی  
 علی بن ابی طالب و اخرج الطبرانی  
 فی الأوسط و ابن مردودہ عن عمار  
 بن یاسر قال وقف بعلی سائل و هو  
 راکع فی صلاۃ تطوع فترجخا ثم فاعطاه  
 السائل فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم قال ذاک فنزلت علی النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم هذه الایة انما  
 ولیکم اللہ ورسوله و الذین امنوا  
 الذین یتقون الصلاۃ و یؤتوا الزکوۃ  
 و هم لاکون خفۃ اہل رسول اللہ  
 علی اصحابہ ثم قال من کنت مولاه  
 فعلی مولاه اللهم وال من والاه و  
 عاد من عاداه و اخرج ابوالشیخ و ابن

(۱۵) یعنی خطیب بغدادی متفق میں  
 ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ  
 حضرت علیؑ نے یقصد کیا اپنی انگوٹھی کو  
 حالت رکوع میں۔ تو حضرت نے سائل  
 سے پوچھا یہ کس شہری کس نے دی۔ تو  
 اس نے کہا اس راکع درکوع کرنے  
 والے نے تو خدا نے آیہ انما ولیکم اللہ کو  
 نازل کیا۔

(۱۶) عبد الرزاق۔ عبد بن حمید۔ ابن  
 جریر۔ ابوالشیخ۔ ابن مردودہ۔ ابن  
 عباس سے روایت کرتے ہیں دربارہ  
 انما ولیکم اللہ تو کہا یہ آیہ علی بن ابی طالب  
 کے بار میں نازل ہوا۔

(۱۷) طبرانی نے اوسط میں۔ ابن مردودہ  
 سے عمار بن یاسر سے روایت کی ہے  
 کہ حضرت علیؑ نماز سنتی پڑھ رہے تھے  
 اور حالت رکوع میں تھے کہ ایک سائل  
 اس کے پاس آکر کھڑا ہوا تو علیؑ نے اپنی  
 انگوٹھی اوتار کر اس سائل کو دی  
 وہ سائل رسول اللہ کے پاس آیا  
 اور اس سے خبر لیا تو حضرت پر آیہ انما  
 ولیکم اللہ نازل ہوا تو حضرت نے اس

آیہ کو اصحاب نے پڑھا پھر فرمایا میں کہتے  
مولا فعلی مولا اللہ والی من  
والاہ و عادم من عاداہ (یہ دہریہ حدیث  
خدیجہ ہے جسکو خود اہلسنت بھی نفس  
خلافت جناب امیر قبول کرتے ہیں)  
(۴) ابو الشیخ۔ ابن مردویہ خود حضرت  
علی بن ابی طالب سے روایت کرتے  
ہیں کہ یہ آیہ حضرت پر آپ کے مکان میں  
نازل ہوا تھا تو حضرت گھر سے باہر تشریف  
لے گئے اور داخل مسجد ہوئے اور لوگ  
بھی آگے نماز پڑھنے لگے کوئی راکع تھا  
کوئی ساجد کوئی قائم اس حالت میں  
ایک سائل کہہ دیکھا کہ حضرت نے پوچھا  
کہ اے سائل کسی نے کچھ تجھے دیا ہے۔  
کہا نہیں۔ مگر اس راکع نے اشارہ کرکے  
حضرت علی کی طرف کہ اس نے اپنی  
انگوٹھی دی ہے۔

(۵) ابن ابی حاتم۔ ابو الشیخ۔ ابن  
عساکر نے سلمہ بن کہیل سے روایت  
کی ہے کہ حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں  
انٹری کو بطور تصدق دیا تو یہ  
آیہ نازل ہوا۔

(۶) ابن جریر مجاہد سے روایت کی ہے

مردویہ عن علی بن ابیطالب قال  
نزلت هذه الآية على رسول الله  
أما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا  
إلى آخر الآية فخرج رسول الله صلى الله  
عليه وسلم فدخل المسجد وحباة  
الناس يصلون بين رাকع وساجد و  
قائم يصلي فإذا سأل فقال يا سائل  
هل أعطاك أحد شيئاً قال خالف  
الراكع لعلی بن ابی طالب اعطاه فقامه  
واخرج ابن ابی حاتم و ابو الشیخ وابن  
عساکر عن سلمہ بن کہیل قال  
تصدق علی بمقامه وهو راکع فنزلت  
أما وليكم الله الآية و اخرج ابن جریر  
عن مجاهد فی قوله أما وليكم الله  
ورسوله الآية نزلت فی علی بن ابیطالب  
تصدق وهو راکع و اخرج ابن جریر  
عن السدی وعنه بن حکیم مثله  
واخرج ابن مردویہ عن طریق الکلبی  
عن ابی سالم عن ابن عباس قال  
أتی عبد الله بن سلام ورهط معه  
من أهل الكتاب بنی الله صلى الله  
عليه وسلم عند الظهر فقالوا یا رسول  
الله ان بیوتنا قاصیه لا یجد من یجاءنا

کہ یہ آیہ حضرت علیؑ کے بار میں نازل ہوا  
جبکہ آپؑ حالت رکوع میں انگوٹھی کو قصداً  
میں دیا تھا۔

(۷) ابن حجر نے سنن مجتہد بن حکیم سے  
بھی مثل اس کے روایت کی ہے۔

(۸) ابن مردویہ نے بطریق طبری ابو صالح

سے ابن عباس سے روایت کی ہے

کہ عبد اللہ بن سلام جبکہ ساتھ کچھ اہل

کتاب سے بھی تھے دوپہر کے وقت حضرت

کے پاس اور کہا یا حضرت ہمارے گھر

دور ہیں۔ اور کوئی ایسا نہیں ملتا جس

سے ہم مجالست کریں پھر اس مسجد کے در

ہماری قوم نے بوجہ قبول اسلام مجھے ملاؤ

شروع کی اور قسم کھایا ہے کہ نہ مجھے غلط

کریں نہ ساتھ کھائیں یہ ہم لوگوں پر بہت

شاق ہے۔ ابھی وہ یہی شکایت کر رہے

تھے کہ یہ آیہ نازل ہوا اور نماز پڑھ کر گئے

ندامی۔ اور حضرت ابی تشریف لائے

تو پوچھا کیا کسی نے کچھ دیا ہے۔ کہا ان

کہا کس نے دیا۔ کہا اس شخص نے جو

کھڑا ہے۔ پوچھا کس حال میں دیا۔ کہا

حالت رکوع میں۔ کہا کہ علیؑ بن ابی

طالب ہے۔ پس حضرت تکبیر کی اور فرمایا

وینماطنارون هذا المسجد وان

قومنا راونا قد صدقنا الله ورسوله

وتركنا دينهم اظهروا العداوة و

امتعوا ان لا ينماطونا ولا يهاكلونا

فشق ذلك علينا فبقيهم يشكون لاذ

الى رسول الله صلى الله عليه وسلم

اذ نزلت هذه الآية على رسول الله

صلى الله عليه وسلم انا وليكم الله و

رسوله والذين امنوا الذين يقيمون

الصلاة ويؤتون الزكاة وهم لا كفوا

وفودى بالصلاة صلاة الظهر وخروج

رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال

اعطاك احد شيئا قال نعم قال من

قال ذاك الرجل القائم قال على۔

ای حال اعطاکہ قال وهو راكع قال

وذاك على بن ابی طالب فکبر رسول

الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك

وهو يقول من يتولى الله ورسوله

والذين امنوا فان حزب الله هم

الغالبون واخرج الطبرانی وابن

مردويه وابراهيم عن ابی رافع

قال دخلت على رسول الله صلى

الله عليه وسلم وهو قائم يركع



بجاء فی بجانب البیت ان ایست علیہا  
 فاوقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فز  
 خفت ان یكون یوحی الیہ فاصطیبت  
 مین الحیة بین النبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم ولئن کان منہا سبعون فی حیونہ  
 فمکث ساعة فاستیقظ النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم وهو یقول انا ولیکم اللہ  
 ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیون  
 الاعتقاد ویؤتون الزکوۃ وهم راکعون  
 الحمد للہ الذی اتم لعلی نعمہ وھیأ  
 لعلی بفضل اللہ ایاہ واخرج ابن مرد  
 عن ابن عباس قال کان علی بن  
 ابی طالب قائما یصلی فمر سناخل وهو  
 سراع فاعطاه خامۃ فانزلت ہذا  
 الایۃ انا ولیکم اللہ ورسولہ الا یہ  
 قال نزلت فی الذین آمنوا وعلی بن  
 ابی طالب اولہم۔

تھے کہ جو شخص دوست رکھے گا خدا کو اور  
 اوں لوگوں کو جو ایمان لائے۔ تو ضرور  
 حنپ خدا غالب ہے۔

دو بطریق۔ ابن مردویہ۔ ابو نعیم۔ ابوالخ  
 سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت کی  
 خدمت میں داخل ہوئے دیکھا کہ آپ  
 سو رہے ہیں اور وحی نازل ہو رہی ہے  
 گوشہ مکان میں ایک سانپ دیکھا تو اسکو  
 پامنا سب سمجھا کہ اس حالت میں آپ کو  
 جگا دین کیونکہ ممکن ہے وحی آتی ہو پھر ہم  
 سانپ اور رسول اللہ کے درمیان  
 میں لیٹ رہے کہ اگر کچھ اذیت پہنچے  
 تو ہکو ہو گئے۔ اتنے میں حضرت بیدار ہوئے  
 اور اے انا ولیکم اللہ کی تلاوت فرماتے تھے  
 اور کہا کہ الحمد للہ تمام کیا اسی نعمت کو علی  
 کیلئے اور مہیا کیا علی کیلئے اسے فضل  
 سے۔

(۱۰) ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے ناز پر کھڑے  
 تھے کہ ایک سال اوپر سے گزرا جب کہ آپ حالت رکوع میں تھے۔ تو آپ نے اپنی انگوٹھی  
 اسکو عنایت کی۔ پس یہ آئے نازل ہوا انا ولیکم اللہ کہا کہ نازل ہوا اوں لوگوں میں جو  
 ایمان لائے اور حضرت علیؑ سب سے پہلے اوں میں سے ایمان لائے۔  
 یہ آیت ایسی واضح اور مبہوت ہے کہ اہلسنت کے پاس اسکا کوئی جواب نہیں  
 نہیں لہذا سب سے پہلی کادر والی یہی کہ اس مضمون کی روایت بخانی کان



# ۱۸۲ اصلاح

وہ ماہنامہ اصلاح جو برس سے فرقہ حشریہ کی حمایت اور نصرت میں جان لڑا ہے۔ جبکہ کوئی اجندہ و رسا اس فرقے کا نہ تھا اسے قوم کی اصلاح اور بچائیں کے دھیہ کا بیڑا تھا۔ اور قوم نے یہ عمل بغیر ملکی و مالی کا اسکو سرپرست و نگران مان لیا۔

اس منظر اصلاح نے جب تک جعفر رکن بن علم کلام میں شائع نہیں کیا اور جعفر رضا لغون کاہول دیا قوم میں مشہور ہے۔ دو سال سے ترقی بخاری سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے صحیح المکتب بعد کتاب البیاض صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کی جاتی ہے کہ صحیح اور افتائی روایتیں الگ الگ جاتی ہیں اور دوسری دو غلط روایتیں الگ باجوڑان خوبیوں کے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ۔

**تفہیم بخاری** پہلا حصہ اصلاح جلد سے شروع ہوا اور دوسرا جلد میں ختم ہوا اور کثرت شوق شائقین دوبارہ پھنداؤں چلا لیا ہے جس میں صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل پونہ فیصلی مگر مختصر نظر لکھی ہے جسکے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد آتی ہے قیمت صرف چھ آنہ ۶

**اشمس** اشمس اہلسنت کے وہ اسرا کو ہیں جو آج تبرک برس میں نہ ملے تھے اگر تمام عالم کے اہلسنت جمع ہوں تو بھی کوئی جہاد معقول نہیں دیکھتے قیمت ہر جلد ۱۰ روپے

# نسخ المصلاخ

اس کتاب سے خطا سے کون تاواضع ہوگا کہ جناب امیر المؤمنین مظہر العارفین علامہ سید محمد الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبہ و خطوط اور مختلف حدیثیں جیسے مسلمانوں کی دین دنیا کی ترقیوں کا دار و مدار ہے جناب سید فی علی الرحمن نے اس میں جمع کی تھیں قدیم زمانے سے متعدد مشرین کی علمی فارسی میں لکھی لیکن اگر با اینہما یہ کتاب کیا بلکہ تا باب بھی جناب محضرا حکما دام ظلہ نے اسکا باخود ترجمہ کیا ہے اور بسو طشرح فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب بہت عظیم تھی اسلئے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال اسکے ۱۲ اجزاء ۱۹۰۲۲۰۰ قطع پر شائع ہوں لہذا ہر سالانہ مقدار کیا گیا ہے چارہ پونہ چار و شائع ہوتے ہیں پوری کتاب کی قیمت درجہ اول ۱۰ روپے درجہ دوم ۵ روپے

**رسالہ وضو** جسے دنیا کو سنوا دیا کہ اسلام میں نہ صرف تیمم ہو سکتا تھا اور نال اور وضو مطابقت کتاب و سنت و جالیس جہتوں کو زیادہ کتب معتدہ اہلسنت سے لکھی گئی ہیں کہ یہی وضو حضرت رسول اللہ کا جو شیعوں میں جاری ہے۔ قیمت ۸ روپے

**مناظرہ امجدیہ** حصہ اول میں قرآن اچھا بحث رسول اللہ و جناب امیر المؤمنین اقوال عائشہ و صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و فقہائے اہلسنت کا مخصوص معاہدہ پر ابلی حیان میں کیا جا رہا ہے تاہم کور ہے جسکے پاس ماہر علمی کوئی کتاب لکھی گئی تھی۔ قیمت صرف ۱۰ روپے









بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الشمس

مبشر || بابت ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ || جلد ۱

عرض ایڈیٹر (۱) الحمد للہ کہ آج ملا حاضر ہے جس سے امید ہے کہ مومنین مسرور ہونگے۔  
(۲) اس دفعہ تقدیس القرآن کے اوراق معمول سے اسوجہ سے زیادہ کر دئے گئے ہیں کہ  
آریہ کے جن اعتراضوں کا جواب مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر الحدیث و مسلمان سے  
نہو سکا تھا اس کا جواب بن بھیج دیا گیا ہے اسلئے بلحاظ سلسلہ اس کے اوراق بڑھائے  
گئے اور حد السارق کے اوراق کچھ کم کر دئے گئے۔  
(۳) صفحات ہر حصہ کے علاوہ بین لہذا او نکا لحاظ رکھنا چاہئے کہ ہر سالہ کی جلا بندی  
علاوہ ہو سکتی ہے۔

دہم ہمارے بعض احباب اسوجہ سے ناراض ہیں کہ ہم نے حسب وعدہ کا دیلو کیونین بیجا  
کہ شرف انکسارات اور رد الملاحدہ کی اشاعت بھی مثل سابق شروع کی جاتی مگر کس  
ربان سے عرض کریں کہ قوم کے ایک متنفس نے بھی اسکو منکسر کیا۔ اور اصلاح  
اجلہ اپنہ روزہ کا تلخ تجربہ اب تک یاد ہے کہ ۶ مہینہ پیشتر سے اعلان دیا گیا ہے  
کہ جلد اسے بند رہے روزہ ہو گا اور بجائے ۶ سالانہ کے ۷ ہو گا جسکو طر ہو یا  
انکار سطلع کرے مگر ایک متنفس نے بھی انکار کیا اور بخوشی تمام لیا صاحب دیلو  
لیا تو پانچ سو دیلو ایک دم واپس آئے۔ آج تک پھر وہ اشاعت نصیب نہ ہوئی او  
آج تک وہی سلسلہ جاری ہے کہ ہر سال چار سو پانچ سو دیلو واپس آتے ہیں۔  
(۵) اسی تلخ تجربہ نے مجھو مجبور کیا کہ بلا کسی قسم کے اضافہ کے دیلو کریں کیونکہ پورے  
دو سو پچاس بھی اسکے خریدار نہیں ہیں اگر موجودہ افراد میں کمی ہوئی تو اہم بھی  
قوت جانی ریگی۔

(۶) مگر یہ ہر آپ ضرور مٹھ ہونگے کہ اس احتیاط پر بھی ڈر نہ سو دیلو دینے قریب ۵۰



ویلو کے اس وقت تک واپس آچکے اور ۴۰ ہزار غیر وصولی مین جسکی نسبت نتیجہ معلوم نہیں اس واپس کنندہ نین بعض حضرات وہ مین جنکے ذمہ ۳۳ سال کا چنڈہ باقی ہے کسی کے ذمہ دو سال کا۔

(۷) یہ کل حضرات وہ مین جنکے پاس ملے ملے بتایا تھا اب خط بھی جاتا ہے اور بعض مخصوص مین کے نام ملے وہ بھی جاتا ہے کہ چنڈہ ذریعہ مینی آرڈر واد کرین مگر جو اڈمٹارڈ (۸) اسی لئے جن حضرات کا چنڈہ وصول ہوا تھا۔ رسید بھی اس نمبر مین دیج ہے کہ معلوم ہوا اور حضرات کے ذمہ بھی بتایا تھا جو عنایت ہوا اون حضرات کو بھی سمجھنا چاہئے کہ دو سالہ سہ سالہ مطالبہ اون سے بھی صحیح ہے۔

(۹) رہا کشف الظلمات و رد الملاحدہ کا سلسلہ تراشاد اللہ سے شروع کیا جائیگا کیونکہ ہم کو اپنی کسی تصنیف کا مکمل رہنا ناگوار ہے مگر کیا کرین کہ مجبوری سب کراتی ہے۔

(۱۰) آریون کے جواب کو اکثر حضرات بغیر ضروری سمجھتے مین کیونکہ اونکے کان تلک لئی آواز افونکی نہیں پہنچتی۔ ہم بھی اسی خیال سے پہلے ساکت رہے کہ اسلامی آریون کی دل آزاری زیادہ ہے مگر بعض اجاب کے اصرار نے مجبور کیا لہذا اون سے بالخصوص اتنا سہ کہ آپ اپنے وعدہ کو پورا کیجئے۔ اشاعت الشمس مین کوشش فرمائے کیونکہ فضل خدا سے الشمس نے چند ہی روز مین اس بارہ مین بھی کامیابی حاصل کر لی ہے اور قریب ہے کہ تنقید قرآن کا سلسلہ آریون کی طرف ختم ہو جائے کیونکہ الشمس نے روش ہی ایسی ہے کہ دوست۔ دشمن سب اسکو مان جائیں۔

**ضیاء الشمس** الحمد للہ کہ الشمس کی ضیاء باری روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور خاش گاہ پہنچے جاتے مین۔ آپ کو یاد ہو گا کہ آریون کا جواب جب تک الشمس مین نہیں نکلتا تھا۔ خادم قدیم پہلواری نے لکھا تھا۔ اگر اصلاح مین حمیت اسلامی ہوتی تو جس طرح مولوی ثناء اللہ صاحب کی کمزوری محسوس کیا تھا خود سینہ سپر ہو جاتے اور اپنی پرزور دلائل سے مخالف کو بارہ گتے، ملاحظہ ہوا اصلاح جلد ۱۳ ص ۴۴۔

اسکا نتیجہ ہونا تھا کہ جب ایڈیٹر اشمس نے ادھر توجہ کی تھی تو اگر مباح سرائی نامکمل تھی تو سکوت کرتے کہ دماغ نہ پریشان ہوتا۔ مگر افسوس بجائے اسکے کہ بقبابل مخالف ایڈیٹر اشمس کی بہت بڑھائی جائے اس پھلواری سے جو نقصان کا دعویٰ اور دلاوا لیا اور طہار کا دعویٰ کرتا ہو اس مضمون کی تحریر شائع ہوئی یہ صریح و مدار ہو گیا، جسکا پہلا فقرہ یہ ہے کہ ابتداءً ماہ ماقم ۱۳۲۹ھ کے ساتھ ایک دنبالہ نمودار ہو نیلگا، ملاحظہ ہوا الحمد للہ نمبر ۳۰ مورخہ ۱۷ جولائی۔

کہنے کیا تہذیب ہو اور کیسی اسلامی بہرہ روی۔ اسپر دھماے ولا کہ ماہ محرم کا نام لینا بھی حرام ہو گیا اور ماہ ماقم کا لقب عنایت ہوا۔ خدا ان تیز دیدوں کو توفیق دے۔ یہ مضمون کیا تھا کیا اشمس پر کوئی اعتراض تھا۔ کوئی غلطی اور کسی نکالی گئی تھی۔ نہیں حاشا وکلا۔ بلکہ جنے آیات قرآن میں بندہ کفار و منافقین ہیں وہ سب ایڈیٹر اشمس کی شان میں نقل کر دے گئے جس سے خود ایڈیٹر الحمد للہ کو اس مضمون پر یہ نوٹ دیا پڑا جو حسب ذیل ہے: "ایڈیٹر مضمون ایسا ہوا کہ اس کے ناظرین بھی اس سے مستفیض ہوئے ایسی پہلی کو تو راقم مضمون یا مخاطب ایڈیٹر اشمس یا کسی قدر درمیانی یہ خاکسار سمجھ سکتا ہے باقی ناظرین کی حق تلفی ہے اسلئے اسد فحین ناظرین سے معافی چاہتا ہوں"۔ فاضل راقم مضمون سے درخواست کرتا ہوں کہ صوفیا کی طرح آپ بھی مراتب عالیہ و منزلات غسیطہ کے حالات نوعیہ اختیار کریں تاکہ عام لوگ اسکے علم و فضل سے مستفیض ہو سکیں۔

پہلواری مہذب کی تنبیہ کیلئے یہی نوٹ کافی ہے جسکے لئے ایڈیٹر صاحب نے اپنے لئے درمیانی کا خطاب قبول کیا جو درحقیقت ترجمہ ہو مذہب دین بین ذلک لا ائی ہلا و لا ائی ہلا۔ کا بہر حال چونکہ ایڈیٹر صاحب نے معافی مانگ لی ہے بھی معاف کر دیا اب دوسرا اثر ملاحظہ ہو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ٹریڈر الحمد للہ اپنے اخبار مسلمان مورخہ ۱۷ رجب میں لکھتے ہیں: "اور گزشتہ باب کے بعض بہرہ ور گئے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ کچھ مضمون کے جوابات کا تقاضا ہوتا ہے علاوہ اسکے ہمارے ایک

شیعہ مہربان نے بھی اپنے رسالہ الشمس میں مسافر کی نسبت کچھ لکھنا شروع کیا ہے، جو نکتہ ادھنون نے ابتدا سے لکھنا شروع کیا ہے اسلئے بقیہ ممبران کے لئے چھوڑ دیتے ہیں جس سے سب باتوں کا جوہب مکمل آیا کہ الشمس نے جواب مسافر شروع کیا ہے اور سلسل لکھ رہا ہے اور ایسا مدلل تھا ہے کہ اڈیٹر اپنی بقایا کو الشمس کے چھوڑے ہوئے ہیں مگر جو کہ کلام خداوند سلام واللہ یشہد ان المتافقین لکذا ذوقنا غلط نہیں ہو سکتا لہذا الحدیث مورخہ شعبان میں لکھا۔ آپ نے بھی جو عنوان تقدیس القرآن کا قائم کیا تو اس کے متعلق کونسا مضمون لکھا مہربانی کر کے ذرا ہمیں بھی بتلا دیں، اسکا جواب وہی ہے جو اس مہمان میں لکھ چکے ہیں کہ آپ کا چھوڑا اڈا لکھ رہے ہیں۔

اب تیسرا اثر ملاحظہ ہو کہ اخبار مسافر مورخہ ہر اگست لکھتا ہے، لیکن ناظرین مسافر یہ سنکھڑو خوش ہونے کے آخر اسلامی پریس کی عزت رکھنے کیلئے ایک شیعہ عالم نے قلم اٹھایا ہے اور اس سلسلہ مضمون کا جواب اپنے معزز رسالہ الشمس نامی تہذیب شناسی سے لکھنا شروع کیا ہے۔

یہ پرتا شیر حق کہ مسافر ایسے اخبار نے بھی جبکی نسبت ایڈیٹر الحدیث منہ پھٹ اخبار مسافر کہتے ہیں۔ اقرار کیا کہ الشمس میں تہذیب شناسی سے جواب شروع ہوا ہے اور اسے قدر ہمارا مطلب بھی ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے مسافر مخالف اسلام ہو لہذا اسلامی ہر تحریک کی مخالفت کریگا۔ مگر الشمس کی تحریک کا یہ عنوان ہے کہ اس نے بھی اقرار کیا کہ تہذیب شناسی سے جواب لکھنا شروع کیا، تو کیا مدعیان اسلام سے نہیں ممکن تھا کہ وہ شیر یفانہ و جہد بانہ گفتگو کرتے تو آپ ہی بتائے کہ سب و شتم خدا و رسول کے ذمہ وار بھی حضرات الحدیث ہوئے جنہوں نے اس پر تہذیبی و دریدہ دہنی سے گفتگو شروع کی یا آریہ جو اسطرح الشمس کی تہذیب شناسی کے معنی خواں ہیں۔

اگر آپ کو تہذیب اہلسنت کا نمونہ دیکھنا ہے تو اخبار زمیندار مورخہ ہر اگست ملاحظہ ہو جسکے ایڈیٹر ایڈیٹر خضر علی خان بی اسے میں کس تہذیب سے لکھتے ہیں۔

”حافظ مین وحی۔ جس نے فرمایا مجھ پر اسے عایشہ کے دو کیسی جان میں ہوتے ہو و وحی

نازل نہیں ہوتی، (مسافر) اما جرح المسافر صاحب اپنے مقدس اسلامی روایات کی تفصیل کا جو پہلو اس عبارت میں اختیار کیا ہو اس سے ہر مسلمان کے کلیجے پر چھریاں چلباتی ہیں اس عبارت کو پڑھ کر ہمارا اتھ بے اختیار کھار ماس ہے اور اگر ان کی چند یا بچا ہے آکر میں ہونے کے ہماری رسائی کے اندر ہو تو اسپر اس زور کی ٹیپ پڑے کہ آپ بیلا او نہیں ایجا تو کہاں ہر تیرے رسول کی تو ہیں ہو رہی ہے اور تو چپ ہو کیوں نہیں تیرا قہران لوگوں پر ٹوٹا جو دین محمد کی اس طرح بے کانتہ تو ہیں کر رہے ہیں اللہم اخذل من خذل دین محمد۔ (زمیندار یکم گسٹ)

کیا ناظرین انصاف کر سکتے ہیں ایسی مہذب و عزیز کا جواب آریہ کن لفظوں میں دینگے اور اوسین کہاں تک وہ قصور اور اظہر نیگے کیونکہ مسافر کا قصور تو صرف یہ ہے کہ اونہر انکی روایت کا ترجمہ کیا پھر اوس پر یہ بلبلا ہٹ کیسی مسلمانوں کے کلیجے پر اگر چھریاں چلبتی ہیں تو حضرت عائشہ کے بیان سے جو وحی اسمائی کو اپنے ہی لحاف میں بند رکھا چاہتا ہیں پھر یہ کیسی نا انصافی ہے کہ حضرت عائشہ پر تو آپ کو عصفہ نہ آئے جو اس روایت کی موجود ہیں اور عصفہ آئے تو مسافر پر جسے ترجمہ کیا۔

اب جو تھا اثر ملاحظہ ہو۔ اخبار الحديث علی مورخہ ۸ رگست حاجی محمد سوداگر خانہ سوداگر منڈلہ کی یہ تحریر سلسلہ کتاب ۱۱ (۵) ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم بہرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی رسالہ اندوین تصنیف ہوا ہو تو نام درج کریں یا جن صاحب کو یہ معلوم ہو درج اخبار کریں آپ کا جواب الشمس کے مقابلہ میں نکاح کے ثبوت میں ملا وہاں چھوڑ دینا چاہی (۶) رسالہ وضو اور عقل و تہذیب الحديث کا جواب ہوا ہو تو مطلع فرماین کلام صفحہ ۱۱۰ یہ جو حق کی تاثیر کہ خود دہائی لوگ اعلیٰ ریش کے جو ان کو ناکافی تصور کرتے ہیں اور الشمس کی تحریر کو لا جواب مان رہے ہیں۔ رسالہ وضو اور عقل و تہذیب الحديث کے جواب کے مستثنی ہیں مگر جواب محال ہو اوسکی تمنا بھی بے سود ہے

ابطال نکاح عمری میں دفتر اصلاح ہے دم کشا میں شائع ہو چکی ہیں جسکو عصبہ ہوا کہن مکنتہ فی علی حقا کہن جو ترجمہ بھی دفع الودق میں نکاح الفاروق جسکو شایعین طلب

کر سکتے ہیں اصلاح ۱۔۵۔۱۰ میں بھی اسکی تفصیلی بحث موجود ہے۔ اہلسنت کو دفع الموثوق اور  
۱۵، ۱۶۔۹۔۱۰ اصلاح مفت مل سکتا ہے بشرطیکہ اونکے سنی ہونے کی کوئی شیعہ تصدیق کرے۔ ہم اپنے  
برادران ایمانی سے امید کرتے ہیں کہ جہاں جہاں آپکے احباب اہلسنت یا اہلحدیث سے ہوں انکو  
دوستی و محبت میں اصلاح و اشمس سنایا کریں کہ انشاء اللہ حق غالب رہیگا۔ واللہ اعلم بالصواب

صراطِ مستقیم

### اڈیٹر انجم و اہلحدیث کو مبارکباد

آپکو اصلاح سے صفحہ ۱ کا استفادہ یاد ہو گا حسین اڈیٹر انجم کی کچھ کا درد ایمان بخیریت قرآن کے  
متعلق نصوص کیا گیا تھا یہ ہم تمام سنی اڈیٹروں سے طمس ہیں کہ وہ اپنی خانہ جنگیان موقوف  
کر کے حمایت قرآن پر آمادہ ہو جائیں کہ یہ آریہ غضب و عداوت ہے ہیں ۱۱ صلا مگر افسوس وکیل  
کو حجت آئی نہ وطن کو نہ ابشر کو نہ اوکسی اسلامی پرچہ کو۔ الجھڑکی اس کارروائی نے آخری  
نتیجہ یہ پیدا کیا کہ انہما مساقر مورخہ ۲۸ جولائی لکھتا ہے

دونوں صحیح ہیں [گذشتہ سال شیعہ سالہ اشمس کے فاضل اڈیٹر نے متواتر کئی ماہ کی لگاتار  
کوشش سے ثابت کیا تھا کہ سنی مسلمانوں کی احادیث و کتب معتبرہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا ہے  
کہ حضرت محمد کی وفات کے بعد خلیفہ ابو بکر عمر عثمان نے قرآن میں سخت کاٹ چھانٹ کی  
اور اپنے دعوئی کے ثبوت میں معزز ہمعصر الشمس نے شیون کی کتب سے جو شہادتیں پیش کی  
تھیں وہ اسکی کامیابی کے لئے کافی سے بہت زیادہ تھیں اب اشمس کے اس طریقہ کے جو ایکن  
۱۱ سال لکھنے کے سنی اخبار الفجر نے ایک سلسلہ مضامین شیعہ طریقہ سے یہ ثابت کرنے پر کرنا ہوا  
ہے کہ شیعہوں کی معتبر و مستند کتب سے قرآن میں حضرت محمد کے بعد کاٹ چھانٹ ہونا ثابت ہوتا ہے  
اس بات پر گزشتہ سال کو انجم و اشمس میں خوب جھگڑا ہوا ہے مگر ہماری رائے میں اس سوال  
پر ہمارے دونوں ہمعصرون کا لانا جھگڑا نا بالکل نادانی ہے کیونکہ اصل دونوں ہی سچے ہیں  
اور شیعہ سنی دونوں ہی کی معتبر کتب سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت محمد کی وفات کے بعد  
قرآن میں سخت کاٹ چھانٹ ہوئی ہے اور جیسا کہ ہم مسافر کے تنقید و اسے سلسلہ مضامین میں  
انتہات کر کے ہیں کہ ہم کو موجودہ قرآن مجسمہ وہ قرآن نہیں جو حضرت محمد نے ۱۱ سال کی لگاتار

سار کو شش وجہ انشانی سے بنا کر تیار کیا تھا۔ ع ۱۱

اب کہان ہین مولوی عبدالشکور صاحب و مولوی شاہ المصباح جو اسکا جواب دینے کیونکہ شیخ روایتوں کے تو ہم ذمہ دار ہیں جس سے ثابت کر دینے لگے مگر کیا الیہ الخ ہم میں کچھ دم باقی ہے جو اسکا جواب دے حالانکہ ہم بار بار اسکا اعلان دیکھتے ہیں کہ اگر ایسا سنتہ کے کسی فرقہ سے کوئی متفق بھی حدائق کا جواب دے جو اشمس جلد ۴ کے ساتھ شامل ہے تو اسکو صما انعام دیگا مگر اسے نہ مطلع کر کسی سنی میں محبت آتی ہے نہ مسافر کی اس ضمن آمیز تحریر سے عوامی شجاعت جوش زن ہوتی ہے۔ اسے ارفع کچھ تو ہی انہیں اوبھار؟

### تفضیح الکاذب

اگرچہ حضرات اہل سنت چند دنوں سے محبت شیخین میں مدخل سے گذر کر دوسری حد تک پہنچ چکے تھے۔ مگر شکر خدا کہ بہت جلد وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے اور مفسدین مغویں کی آہ اپنے گھروں میں بند کر دی جس سے ان مفسدین کے یہاں ماتم پڑ گیا اور شب و روز تو صحرائے گئے کہیں کوئی اپنی ہفت سالہ خدمت دکھا رہا ہو جس سے اور بھی بھولی ہوئی باتیں یاد پڑ رہی ہیں کہ یہی کارندہ ایمان تین جہنوں نے لکھنؤ کو اسلامی اتحاد کو ایسا خاک میں ملایا کہ سب سے بڑھ کر وہیں آتش فساد مشتعل ہو کہیں مصلحتی خطوط سہروردی میں شامل کئے جاتے ہیں مگر حضرات اہل سنت خوب سمجھ رہے ہیں یہ سب چندین شکل برائے اکمل ہو۔

بہر حال جب سے اشمس جلد ۴ طالع ہوا ہے جسکی نظر و منافقین پر یکساں ہو اس وقت سے منافقین کے یہاں عجب طرح کی پھل پڑی ہوئی ہے چنانچہ الخ جو اپنی خواہجیت و ناصیت سے نہ نفقہ ہو کر مدتوں سے بند ہوا اشمس کی حرارت سے فی الجملہ حرارت ملی تو مورخہ ۲۱۔ رجب ۱۳۲۹ھ میں لکھتا ہے

اشمس جلد ۴۔ الخ جلد اول کے ابتدائی منبر و مین سے لکھتے ہیں تاکہ جو شخص بھاری تحریر کا جواب دیگا ہم اسکو خوب توجہ سے دیکھیں گے اور جو باتیں قابل جواب ہونگی انکا

جواب دینگے اور اگر وہ اصل ہماری واقعی غلطی انکو مطلع ہوگی تو ہم اوسکا اعتراف کر لیں گے لیکن جو تحریریں مذہب کی بجا حمایت میں لکھی گئی ہوں گی اونا کو ہم نظر انداز کر دینگے مگر بعد اس کے ان تحریروں کا مقابل ہونا عالم پر آشکار کر دیں گے۔

اشمس اب سوال یہ ہے کہ اس تحریر کا مطلب کی چیز کہ نہیں پہلے تو فرماتے ہیں کہ خوب تم جو خود غلطی سے پہر فرماتے ہو نظر انداز کرینگے، پہر کہتے ہیں تو بایں قابل جواب ہونگی اوسکا جواب دینگے لیکن جو تحریریں مذہب کی بجا حمایت میں لکھی گئی ہوں گی اونا کو نظر انداز کر دینگے، اس سے کیا مطلب ہوگا کیونکہ دنیا میں تو یہی مانا جاتا ہے کہ معترض کا جواب اگر مجیبے تباہ ہے تو یہ معترض اوسکی مذمت کرتا ہے اور جو شخص پابند مذہب ہے وہ تو مذہبی امور کے متعلق اسے مذہب کی حمایت میں لکھتا ہے جس کو فرق عام طور سے بجا حمایت کہتے ہیں اور آخر آپ کا مطلب کیا ہے اوس کی توضیح فرمائیے کہ آپ کن امور کا جواب دینا چاہتے ہیں اور کس کا نہیں کہ مطابق اوسس کے آپ کی خاطر مدارات کی جائے۔

ہاں صاحب یہ بھی تو فرمائیے کہ اشمس ادا کی نسبت کیا فتویٰ ہے کیا اس کے متعلق آپ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا یا اون دونوں کو اتنی بھی عزت نہیں مل سکتی کہ، ان تحریروں کا مقابل ہونا عالم پر آشکار کر دیں۔

فرما کی کوئی وجہ تو ہوئی چاہے کہ ابتدائی دو نمبروں کو چھوڑ کر تیسرے پر کیوں کر اوجیک آئے حالانکہ ان ابتدائی نمبروں میں تو حضور و اہل کے التفات و توجہ کی باتیں جمع ہیں کہ کئی پشتوں سے آپ نے وہ باتیں نہ سنی ہوں گی۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۱ پر جس میں آپ کے وہ سب اقوال جمع کئے گئے ہیں جس میں علماء و شیعہ کا اقرار ہے کہ قرآن میں نہ جھوٹ نہیں ہوئی۔ پھر صفحہ ۱۱۲ میں کتب عقاید اہل سنت کا ذکر ہے کہ کسی نے اعتقاد عدم تحریف قرآن کو عقاید سنی میں نہیں لکھا۔

پھر صفحہ ۱۲ میں آپ کے اور ابن تیمیہ کے قول کا تناقص دکھایا گیا ہے کہ وہ تو شیعہ کو تحریف قرآن کہتے ہیں اور آپ معتقد تحریف بتاتے ہیں

پھر صفحہ ۱۳ میں علماء اہل سنت کے اوس احسان کا ذکر ہے کہ بہت سی چیزیں وضعی باتیں جنہیں لفظ مافضہ ہے اور وہ سب موضوع ہیں۔

پھر صفحہ ۱۴ میں آپ کے اس نتیجہ کی غلطی دکھائی گئی ہے کہ آپ نے اصول کافی کے

کہ مقتوبات انہی سے ڈرو اور امور معاش و معاد کی اصلاح کرے تو پھر یہ اعتراض کشیدہ نہیں ہے۔

کیا کوئی داخلہ اگر کھڑا ہو اور خط کرتا ہو اور انہماک و غلطی میں ایک شیر و کھانی دے یا سائب اور قوم کو وہ بتائے کہ اس سے چھو تو وہ داخلہ قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟

سیاسی فریض کا بیان اور نادر عصر کا بیان اسی ذیل میں داخل ہو بغیر تسلیم والا اس قسم کے اعتراض کے زیادہ تر ذمہ دار جامعین قرآن ہیں جنکی جماعت سے بہت کچھ مخالفین اسلام کو مددی (۵) بیان یہ طریقہ نہایت مستحسن تھا اور رہایت ہی مفید بشرطیکہ آپ ہر مضمون کا جدا گانہ ریویو کرتے اور بتائے کہ اس میں کونسا مضمون خلاف اصول حکت ہو اور کونسا بیان خلاف ضرورت۔

ہمکو نہایت افسوس ہے کہ آپ کے قلم نے کوتاہی کی یا طبیعت کی عاجزی نے تفصیلی ریویو نہ کرنے دیا ورنہ اس بیان سے معلوم ہو جاتا کہ قرآن حیدر مسلمانانہ اذان ہیں۔ بلکہ وہ مخالفین اسلام بھی جو کچھ کچھ اور فہم کا مادہ رکھتے ہیں کیسی کامل اور اکمل کتاب ہے کہ اس زمانہ کے زبان دانوں کو اسکے آگے سرسبز وجود ہونے پر مجبور کیا یا اسپر کہ تیز و تلوار سے فیصلہ کریں کیونکہ اس کا جو بیان ہے وہ لکا بلا دینے والا تو حید خدا اور قیامت کا اس طرح اقرار کرنے والا کہ اگر ذرہ برابر بھی غور و فکر سے کام لے تو پھر ایک لمحہ اس کے دل کو سکون نہ ہو جس کو خود قرآن بیان کرتا ہو واذا سمعوا ما اذل الی الرسول قرئی عنہم تفتیض من اللہ مع ما عرفوا من الحق یقولون ربنا اضا فاکتبنا مع الشاہدین۔

جب سنتے ہیں اس کتاب کو جو رسول پر نازل ہوئی تو تو اذکی اکلہون کو دیکھتا ہے کہ آنسو اس سے جاری ہو جاتے ہیں اسلئے کہ ادبہوں نے حق کی بات پہچان لی ہے کہتے ہیں کہ خدا کا ہم ایمان لائے تو ہمکو شاہدین سے لکھ لے۔

ہم یہاں تمامی اہل فہم کو خواہ وہ ہندو ہوں یا آریہ یا عیسائی یا موسائی پہنچ دیتے ہیں کہ اپنی کتاب سے کوئی فقرہ اس دعوے کا کمال دین کہ جو کتاب میں اذکی منزل من اللہ مانی جاتی ہیں کسی نے بھی با حاکم اسکا دعویٰ کیا ہے کہ ہم میں یہ تاثیر ہے کہ ہمارے پڑھنے یا سننے میں دلون کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔



یہاں فصاحت و بلاغت سے بحث نہیں ہو بلکہ صرف اسی کو معیار قرار دیتے ہیں کہ اس کتاب نے کبھی ایسا دعویٰ کیا ہو کہ اگر اس معیار پر کسی کتاب پوری اور تری تو البتہ اس کو دعویٰ کا حق ہو سکتا ہے۔

چونکہ ایڈیٹر صاحب مسافر نے کوئی خاص اعتراض نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہ خواہش ہو گئے وہ کس علوم و فنون و ادب و چاروں کا مجموعہ ہے، لہذا ہم ایک تازہ شہادت اس خلاف اسلام کی پیش کرتے ہیں جس کے قبول میں ایڈیٹر صاحب مسافر کو خدر نہ ہوگا۔

فرانس کے مشہور عالم موسیو سالمون ریناس نے تاریخ الادیان ایک کتاب لکھی ہے جس میں قرآن پر بہت سخت حملہ کیا ہے اس کے جواب میں فرانس کے ڈاکٹر توریس جو عربی کے بھی بڑے عالم ہیں اور گورنمنٹ فرانس کی طرف سے ترجمہ قرآن پر مامور ہیں اخبار لا بارون فرانسس و مان میں لکھتے ہیں۔

ماخذ صفحہ ۲۵ تہذیب الاخلاق

موسیو سالمون ریناس کو شاید ان کے فضل و کمال و ذکاوت و حق پسندی کا عجیبے زیادہ کوئی دوسرا قدردان نہ ملے گا لیکن اس قدر شناسی کا یہ مطلب نہیں کہ جو کچھ وہ کہتے جائیں میں ماننا چاہوں میری رائے میں یہ فیاضی مفید نہیں ہے اس سے ان کے خیالات میں غلو بڑھتا جائے گا اور ان کی رائے میں حدود انصاف سے دور ہوتی جائیگی۔ یہ اسی محتمل نا شناس کا نتیجہ ہے کہ تاریخ الادیان کو انہوں نے دوبارہ اپنے فوج اور اپنے ہی نام سے شائع تو کر لیا ہے مگر نظر ثانی تک نہیں کی کہ اُس کی غلطیاں تو درست ہو جائیں اور فضولیات کی کچھ تو تلافی ہو سکتی۔

عجیب بات یہ ہے کہ موسیو ریناس نے اس کتاب میں بزرگانِ عرب کے اعلیٰ طبقہ پر سخت ترین حملے کئے ہیں۔ نصرت اور سب و شتم کا شاید ہی کوئی لفظ بچا ہو گا جو اس باب میں ان کے قلم سے بے ساختہ نہ نکلا ہو۔ یہ روش ان عالماہ نشین بیانیہ دینے والے پادریوں کے مشابہ ہے جو تہذیب متوسطیہ میں تھے اور جن کی بدولت یہ صدیان اب تک یادگار چلی آتی ہیں۔

قرآن کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ یہ اُس کی عبارت رکب ہے اور فصاحت و بلاغت سے تو بالکل ہی محروم ہے، اسی بڑے بول پر کفایت نہیں کی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نفرت تحسین الزام لگائے ہیں جن کے بیان کرنے سے میں خاموش رہنا بہتر سمجھتا ہوں بھجے یہ دیکھ کر سخت

خلق ہوا اور میرے حواس مضطرب ہو گئے اس لئے کہ اگر کسی نامسلمان کو قرآن کی قہقہہ  
میں شبہ نہ کرنا جائز ہے اور اس کے دوسے کی محبت و دوستی میں اسکو شک ہو سکتا ہے تو کلامِ دہم  
یہ تو کسی طرح جائز نہیں کہ اس کے لڑکچہ کائنات جو فصاحت و بلاغت کے انتہائی درجہ میں ہے  
شک کر سکے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت جبکہ تسلیم ہو وہ غلطی پر ہے اسکی راستی و خلوص  
میں شبہ ہے اور اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ اسکی عقل میں خلل ہے۔

قرآن کی اگر کوئی ایسی منتقبت ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ لگ سکتا ہو تو وہ اسکی  
فصاحت و بلاغت پر۔ وہ عظیم الشان عقلیت جیسے ترین سولہ میں درجہ دوم انسان قرار ہے  
ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی غمی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی  
کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتاب  
طیار کی ہیں اور ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے اسکے نفع انسان کی غیر و فلاح کے متعلق غلاف  
یونان کے نفوں سے کہیں اچھے ہیں اس میں آسمان و زمین کے بنانے والے کی حمد نا بھری ہو  
خدا کی عظمت و اسکا حرف و حرف بزرگ ہے جس نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں اور ہر ایک چیز کی  
اوسکی استعداد کے مطابق راہ نمائی کی ہے علماء کے لئے یہ ایک علمی اکاڈمی ہے۔ اہل سنت  
کے لئے جامع و گزشتہ ہے لٹری مذاق والوں کے لئے جن کو زبان کی اصلاح مطلوب ہو  
علم نحو کی یہ ایک گرامر ہے۔ شاعری کو پسند کرنے والے اور جذبات کی تہذیب و شائستگی پر  
نظر رکھنے والوں کے لئے عروص کی کتاب ہے دنیا بھر کے قوانین و شریعت کی یہ سائیکلو پیڈیا  
دراقرع المعارف ہے۔ جتنی آسمانی کتابیں کہ داؤد سے لیکر جان بائوس کے عہد تک  
نازل ہوئی ہیں محاسن عقلی و معنوی کے اعتبار سے وہ سب کی سب قرآن کی ایک  
چوٹی سی چوٹی سورۃ کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں۔

ہر سبب یہ کہ مسلمانوں میں اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں جس قدر علم بڑھتا جاتا ہے حقائق  
پر عبور ہوتا ہے اوس قدر اس کتاب (قرآن) کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا ہے اسکی تعظیم میں  
زیادتی جوتی ہے اس کے عجائبات کے ساتھ ان کی دلچسپی ترقی کر جاتی ہے۔ آیات کا  
انتباس کرتے ہیں۔ کلام کی آمدیش میں تہتوں سے بڑھاتے ہیں جس قدر ان کا پایہ رفیع

ہوتا ہے اور خیالات میں ششگل و گنگلی ہوتی ہے اور سقندر اپنی رائے و خیال کا مدار آیات قرآنی کے ٹھہرانے میں کوشش کرتا ہے ان لوگوں کے سینے قرآن کی محبت و مہمور ہیں دل سے اس کو مقدس مانتے ہیں وہ سری قہون کو جو کتابیں یا شریعتیں ملی ہیں او کی نسبت نہ او نہیں کوئی خیال پیدا ہوتا ہے اور نہ رفک آتا ہے اسلئے کہ وہ دیکھ چکے ہیں کہ اون کی کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہر اس کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز بنائے ہوئے ہر۔ یہ واقعی بات ہر اور اس کی واقعیت کی دلیل یہ ہے کہ طرے انشا پر ازون اور شاعر و ن کے محسوس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں اسکے عجائبات جو روز بروز نکلتے آتے ہیں اور اس کے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے مسلمان شعرا و تارکوں دیکھ کر حیرت کر کے لگتے ہیں۔ قیامت تک کے لئے اسی کو سرمایہ ناز جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ فصیح کلام اور دقیق معنی کا یہ ایک تواج دریا ہے۔

مجھے امید تھی کہ موسیوریناش قرآن کے متعلق اتنا سخت فیصلہ کرنے میں میرے ترجمہ قرآن کے مکمل ہونے تک تامل فرما دیں گے مگر میرے ترجمہ سے او کو معلوم ہو گا کہ کمال بلاغت اور اعلیٰ مطالب میں قرآن کا درجہ کس قدر بلند ہے اب تک ان امور کی صحت میں او نہیں جو شک ہو وہ اعتقاد اسخ و ایمان سلیم سے بدل جاتا۔ یہ حذر کافی نہیں ہے کہ وہ قرآن کی زبان نہیں جانتے لہذا اس فیصلہ میں او کو حذر رکھنا چاہئے۔ جو ایک بات نہیں جانتا او کو فیصلہ کرنا کیا ضرور ہے۔ موسیورساواری و کا زیر کی کے ترجمے کافی نہیں ہیں نہ ان سے مطلوبہ غرض حاصل ہو سکے اور نہ قرآن کی حقیقت سے اطلاع ہوتی موسیوریناش جیسا حق پسند و منصف مزاج شخص جسکی زندگی علم و ادب و تالیف و تصنیف ہی میں اب تک بسر ہوئی ہے امر حق کی پیروی سے او کو انکار نہیں ہو سکتا مجھے توقع ہے کہ اصل حقیقت کو جانے کو اطلاع ہوگی تو ایمانی غلطیوں کی وہ خود تصحیح کر دینگے اور قرآن پر تہمت باندھ کر اسلامی دنیا کو غضبناک کرنے کی جو صورت نکالی ہے او اس سے خود بخود باز آئینگے۔

میری رائے میں اون کو اپنی غلطی سے بہت جلد رجوع کرنا چاہئے اسلئے کہ تلافی و استدراک جسطرح اور کا اذلتی فرض ہے اوسیطح ایک قومی وطنی فرض بھی ہے۔

یہ بات نہایت مذموم و نالایق پالیسی ہے کہ ہزاروں مسلمان تو فرانس کے زیہا فر  
آتے جاتے ہیں اور فرانسیسی حکومت کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں بائیں ہاتھ نہیں  
گالیاں دیجا ئیں۔ حملے ہوں۔ بدگوئی و دل آزاری کی فنی تھی صورتیں نکلیں دنیا بھر کی  
ناپاکیاں اور بری پھلتیں اونکے مذہب کے منسوب کی جائیں اونکی مقدس کتاب کو  
رکیک اور فصاحت و بلاغت سے خالی بتایا جائے اور ان تمام دل آزاریوں پر بھی  
ہم یہ توقع رکھیں کہ مسلمان اپنے دل سے کینہ نکال ڈالینگے۔ ہمارسی اطاعت خلوص سے  
کریں گے اور ہمارے عہد و پیمان کی حفاظت پر کمر بستہ رہیں گے۔

موسیور نیاش کو اگر اسلامی دنیا کے ساتھ کافی واقفیت کا موقع ملا تو اوہ نہیں غریب  
معلوم ہو جائیگا کہ مسلمانوں کا روشن خیال طبقہ مذہب کی بڑی عزت کرتا ہے مذہبی  
آداب کا نہایت پابند ہے اور اس کے احکام سے وہ بے تعلق نہیں ہونا چاہتا فنی  
نسل کا ہر ایک فرد اور درسگاہوں کے تمام لڑکے اس مقدس کتاب (قرآن) کی شان  
میں توہین کا ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کر سکتے اور سچ بات تو یہ ہے کہ اونکو گوارا کرنا  
بھی نہیں چاہئے۔ اسلئے کہ قرآن کو دو نمایاں حیثیتیں ہیں اور ان دونوں حیثیتوں کو  
وہ تمام آسمانی کتابوں پر ترجیح پہلی حیثیت یہ ہے کہ اسکے انتساب کی صحت میں  
کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا اور یہہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ پیغمبر ع و اسکی  
نسبت صحیح نہیں ہے (حال انکہ تورات و انجیل وغیرہ میں اس شبہ کی بڑی گنجائش ہی  
دوسری حیثیت یہ ہے کہ مسلمان عربی زبان کی حفاظت کا مرجع سمجھتے ہیں اور اپنے  
مذہبی اصول کی تطبیق کا ماخذ جانتے ہیں۔

تاریخ الادیان کی توسیع اشاعت کی نسبت خود موسیور نیاش کو جو متناہوگی وہی  
مجھے بھی سے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی اون لیڈیوں کے دل میں فہمت  
ملے ہماری فنی نسل کو غور سے سننا چاہئے کہ مذہب دنیا کو اون کے ساتھ کس قدر حسن ظن ہو  
جن پاکیزہ اوہاف سے زمانہ اوہیں مصحف سمجھ رہا ہو اگر اب تک اون سے موصوف نہ تھے  
نو کاش اب ہو جاتے خرافت کا اقتضا نہیں ہو کہ دنیا ہماری حرمت کرے اور ہم خود باطن پر ہی ہے

ہو جو قرآن کے متعلق جہالت کی تباہی کی من گھڑی جوہر سے اوس سو بھگمان ہو جو جن رہنماؤں نے اگر اپنی غلطیوں کی تصحیح کر دی تو خیالات کے روشن کرنے اور تباہی کی مٹانے میں اس کتاب کے ذریعہ سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔

کیا ہم ایڈیٹر مسافر سے اسکی استدعا نہیں کر سکتے کہ جس کتاب مقدس پر ایک عیسائی عالم نے اس طرح کا ریویو کیا ہے آپ بھی اسکی تقلید کریں کیونکہ وہ علم عربی کا ماہر ہو اور آپ کے نامہ نگار کی نسبت یقیناً کامل ہو کہ وہ ایک حرف بھی باقاعدہ عربی کا نہیں جانتا پھر کیوں آپ اسے کہنے کو مانتے ہیں حالانکہ قرآن کلمہ باری قبل المستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون یعنی جو لوگ جانتے ہیں وہ اونسے برابر ہو سکتے ہیں جو نہیں جانتے (۶) جو تکاڈیٹر مسافر نے اس نمبر میں صرف یہ فرست ہی پیش کی ہے جسکو مولوی وحید الزمان صاحب کی ذہنی سے ماخوذ کہتے ہیں لہذا ہم بھی ناظرین سے امید کرتے ہیں کہ وہ اس فہرست پر غور کریں اور یہ محسوس کر سکیں کہ کس طرح خدا نے ابواب ہدایت کو آئین کشادہ کیا۔

**قول مسافر مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۷ء** قرآنی ترتیب لمخاط مضامین - پچھلے ہفتہ ہم قرآن کے بہ لحاظ مضامین وہ ترتیب پیش ناظرین کر چکے ہیں جو مولانا وحید الزمان نے دی ہو اور ہمارا ارادہ تھا کہ اس ہفتہ سے جنرل ریویو کو ختم کر کے آیت اور قرآن کی پڑتال شروع کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جب تک تین چار نمبر اور جنرل ریویو کے متعلق نہ لکھیں گے تب تک جنرل ریویو مکمل نہ ہو گا پس اس ہفتہ ہم مولانا وحید الزمان ہی کی ترتیب پر قناعت نہ کر کے چند ایک اور اسلامی و کثون کی ترتیب قرآن لمخاط مضامین پیش کرتے ہیں بخلاف ان کے سب سے پہلے تاحضی ابو بکر کی ترتیب ہو جو صرف قرآن کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی (۱) توحید (۲) اخبار (۳) دیانات لیکن علی بن ابی طالب قرآن کے مضامین کو ۲۹ حصوں میں تقسیم کرنا ہو (۱) اعلام (۲) تنبیہ (۳) امر (۴) ہنہی (۵) وعدہ (۶) وحید (۷) جنت (۸) دوزخ (۹) تعلیم اقوام (۱۰) خدا کے صفات کا بیان (۱۱) اعتراف العام (۱۲) مخالفون کی عقوبت کا جواب (۱۳) اللہ تعالیٰ کی توبہ (۱۴) تہذیب (۱۵) آخر (۱۶) شہر (۱۷) احسن (۱۸) قیام (۱۹) حکمت (۲۰) فضل معرفت (۲۱) نیکیوں کی تعریف (۲۲) بدیوں کی برائی (۲۳) تسلیم (۲۴) تحقیر (۲۵) توحید (۲۶) تفریح (۲۷) برے اخلاق کی مذمت (۲۸) آداب بزرگی - پیرامام سیوطی کی تقسیم ہے جو انہیں تین ہی حصوں میں تقسیم کرنا ہو (۱) نبیوں کے قصے (۲) فرشتوں کا ذکر (۳) پہلی امتوں کے قصے قرآن کے کہنی - جیسا کہ امام سیوطی نے کہا ہے کہ قرآن کا بہت حصہ نبیوں ہی کے ذکر کا ہے

سے پڑھے۔ پس یہ بھی جلا دینا اسی جگہ مناسب ہو گا کہ قرآن میں کتنے نبیوں کا ذکر ہے اور وہ بنی یہ ہیں (۱) آدم ولدنا معلوم (۲) نوح ولد لملک (۳) ادریس ولد یسرو (۴) ابراہیم ولد تارخ (۵) اسمعیل ولد ابراہیم (۶) اسحاق ولد ابراہیم (۷) یعقوب ولد اسحاق (۸) یوسف ولد یعقوب (۹) یوسف ولد فراتم (۱۰) موسیٰ ولد عمران (۱۱) موسیٰ ولد میتا (۱۲) لوط ولد ماران (۱۳) ہود ولد ارغشتہ (۱۴) ہود ولد عبداللہ (۱۵) ہارون ولد عمران (۱۶) داؤد ولد الیشا (۱۷) سلیمان ولد داؤد (۱۸) ایوب ولد موسیٰ (۱۹) ذوالکفل ولد ایوب (۲۰) یونس ولد متی (۲۱) الیاس ولد لیسین (۲۲) الیسع ولد اخطوب (۲۳) ذکریا ولد باران (۲۴) یحییٰ ولد ذکریا (۲۵) عیسیٰ ولد خدا (۲۶) شعیب ولد میکائیل (۲۷) صالح ولد عبید (۲۸) محمد ولد عبد اللہ مذکورہ بالا اسمائے انبیاء کے سب غیر عربی کے ہیں صرف تین اسمائے اخو کے اس کو متعلق ہم آگے چل کر کسی خاص نمبر میں ذکر کریں گے کہ قرآن میں غیر عربی کے کتنے کتنے ہیں۔ قرآنی فرشتے۔ جبرئیل میکائیل۔ ہاروت۔ ہاروت۔ رعد۔ برق۔ مالک۔ سجلی۔ قنید۔ ذالقرنین۔ سکینہ۔ یوح۔

مردمان قرآنی غیر از انبیاء۔ عمران۔ عزیز۔ تیج۔ نعمان۔ یوسف سورہ غافر والا یعقوب اول سورہ مریم میں۔ نفی۔

قرآنی عورتیں۔ مریم۔ ہللا۔

قرآنی کافر۔ قارون۔ جالوت۔ یامان۔ بشری۔ جو سورہ یوسف میں ہے۔ آذر۔ نسی۔

قرآنی قبیلے۔ یاجوج۔ ماجوج۔ عاد۔ ثمود۔ مدین۔ قریش۔ روم۔

اضافی قومیں۔ قوم نوح۔ قوم لوط۔ قوم تیج۔ قوم ابراہیم۔ اصحاب ایکہ۔ اصحاب بس اصحاب اخذود۔

قرآنی بیت۔ دو۔ سواح۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر۔ لات۔ منات۔ عزیٰ۔ جبت۔ طاغوت۔ ارشاد۔ بعل۔ آذر۔

قرآنی شہر۔ مکہ۔ مدینہ۔ یشرب۔ بدر جنین۔ جمع۔ ایکہ۔ ایکہ۔ حرد۔

قرآنی آدمیت۔ طوی۔ کہف۔ رقیم۔ عرم۔ حرم۔ جرد۔

قرانی مندر۔ طاحیہ۔ بقعہ۔

قرآن و مکان قیامت۔ فردوس۔ علیون۔ سحیر۔  
جہنم اور اسکی استیلا۔ جہنم صعود۔ یہ پہاڑ جو جہنم کا۔ وغنی۔ اشام۔ موبق۔ ویل۔ سحیر  
سایل۔ سحیق۔ یہ سات دوا لکین ہیں۔ ہسٹم کی۔  
جنت اور اسکی چٹھی۔ کوثر۔ سلیمیل۔ لستیم۔ عیمان۔  
نسبتی مکان۔ ام القرآ۔ عبقری۔ سامری۔ عربی۔  
القاب۔ اسرائیل۔ سیح۔ الیاس۔ ذاکل۔ لوح۔ ذوالقرنین۔ فرعون۔ تیج۔  
کنیب۔ الی لہب۔

قرانی حیوان۔ سلوی۔ نجوم۔ ذابا۔ نخل۔ عنبکوت۔ جبرو۔ ہدہ۔ خواب۔ ایل۔ نمل۔  
بقر۔ حمل۔ خنزیر۔ قرد۔ بجل۔ ناقہ۔ قمل۔ ضلع۔ نیل۔ حوت۔ کلب۔ فیل۔ ذب۔ حمار۔  
ہو۔ حایہ۔ غنم۔ دابة الارض۔

مسلمان بحواب تنقید قرآن مجید مشتبہ لکھتا ہے کہ ۱۷ نومبر کے پرچے میں قرآن فریق  
کے صرف مضامین بتلائے ہیں کہ فلاں فلاں امر اور فلاں فلاں رسول اور بنی کا ذکر ہے  
اور بس۔ اور ۲۳ نومبر کے پرچے میں پھر یہی مضمون بعنوان دیگر بتلایا ہے اسکے سوا کوئی  
اعتراف نہیں کیا ہے۔ مورخہ ۲۴ جنوری۔

تقدیس القرآن۔ ہم نہایت ہوجدت صاحب کی نسبت تو کچھ نہیں لکھتے کیونکہ انکو ایک  
فہمیدہ شخص ہونا چاہئے۔ مگر جس شخص نے یہ مضمون لکھا ہے اسکی نیت بخیر نہیں معلوم  
ہوتی کیونکہ لکھتے ہیں سب سے پہلے قاضی ابوبکر کی ترتیب ہو جو صرف قرآن کے مضامین میں  
حصون میں منقسم کرتے ہیں (۱) توحید (۲) مذکر یعنی قصہ (۳) احکام ۱۱

حالانکہ اصل عبارت قاضی کی یہ ہے ملاحظہ ہوا تھاں حصہ دوم صفحہ ۱۲۸ قال القاضی  
ابوبکر بن عربی فی قانونہ التاویل علوم القرآن خمسون علما واربعمائتہ علم وسبعۃ  
الاف علم وسبعون علم عدد کلم القرآن مضربۃ فی اربعۃ اذ لکل کلمۃ ظہر و  
بطن وحد ومطلع و هذا مطلق دون اعتبار ترکیب وما بینہا من روا بط

وہذا اما لا يخفى ولا يعلم الا الله قال وام علوم القرآن ثلثه توحيد تذكير  
واحكام فالقعيد يدخل فيه معرفة الصلوات والعبادات ومعرفه الخلق باسمائه و  
صفاته وافعاله والتذكير منه الى مدد الوعيد والجنة والنار وتصفية الظاهر  
والباطن والاحكام منه التعاليف كلها وتبيين المنافع والمضار والاس  
واقصى المندوب ولذا كانت الفاتحة ام القرآن لان فيها الاقسام الثلاثة  
وسورة الاخلاص ثلثه لاشتمالها على الاقسام الثلاثة وهى التوحيد - مفسر  
قاضى ابوبكر عرلى قانون التاويل من لکھے ہن کہ علم قرآن پچاس علم ہن اور چار سو علم  
اور سات ہزار علم اور شتر ہزار علوم مطابق عدد کلمات کے جو ضرب دئے گئے ہن چار  
ہن کیونکہ ہر کلمہ کے لئے ظاہر - باطن - حد مطلع ہے اور تقسیم مطلق کی ہے بلحاظ ترکیب  
ور وابطا وغیرہ کے جسکا احصاء خدا ہی کر سکتا ہے۔ اور اصل علوم قرآن تین ہن توحید  
تذکیر - احکام۔ توحید میں معرفت مخلوق وخالق ہے اسماء و صفات و افعال سب  
داخل ہن۔ تذکیر میں وعدہ - وعید جنت - نار تفسیہ ظاہر و باطن داخل ہر - احکام میں  
کل تکلیفات شرعیہ تنافع - مضار - امر - نہی - مذہب سب داخل ہن اسیلئے سورہ فاتحہ  
پورا قرآن ہے کیونکہ اس میں سب باتیں ہن بخلاف سورہ قل ہو اللہ کہ وہ ثلث  
قرآن کیونکہ اس میں صرف توحید کا ذکر ہے۔

تو اب نامہ نگار مسافر کو مناسب ہو کہ وہ عذر کرے ترجمہ میں اسے خیانت کی  
یا نہیں۔ کیا اگر کہیں کہ موضوع علم طب انسان ہے تو اس سے کہا جاسکتا ہے مضمون  
طب صرف ایک ہو۔

علی بن یسے کے قول میں نہ معلوم ۳۰ کا ۲۹ کیوں کر دیا گیا۔ حالانکہ اولیٰ قول اہل  
میں ہے یشتمل علی ثلاثین اشیا کہ ۳۰ باتیں ہن۔

سیوطی کی نسبت بھی یہ کہنا کہ انہوں نے بھی تین حصوں پر منقسم کیا ہے غلط ہے حالانکہ  
یہ تین ہن و اما قول قد اشتمل کتاب اللہ العزیز علی کلماتی اما انواع  
میں تیس صنفیں باب غلامتہ ہے اصل الاولیٰ القرآن ما یدل علیہا



یعنی سیوطی کہتے ہیں کہ کتاب اللہ تو ہر شے پر شامل ہے رہے اقسام علوم پس کوئی علم کوئی باب کوئی مسئلہ جو اصول سے ہو ایسا نہیں ہے کہ قرآن او سپرد ولایت کرتا ہو۔ ہم نہیں سمجھتے کہ مولوی ثناء اللہ آخر کس دماغ کے آدمی ہیں کہ فضول باتوں اور زبانی دعووں میں تو اخبار کے صفحے کے صفحے خرچ کر ڈالتے ہیں اور قرآن کی حمایت میں بجواب آریہ دو تین سطر لکھنا بھی اون پر بھاری سہنے کہنے کو تو کہہ دیا وہ یہی مضمون بعنوان دیگر بتلایا ہے اسکے سوا کوئی اعتراض نہ کیا، مگر یہ نہ سمجھے کہ اوس نے کس قدر اعتراض کر دیا (۱) مولوی وحید الزمان صاحب کی فہرست سے قریب سو مضمون کے فہرست دی اور قاضی ابوبکر کے بیان سے (۲) قاضی ابوبکر و ابن جریر و سیوطی کا بیان کہ تین ہی مضمون ہے اور علی بن عیسیٰ کا بیان کہ ۲۹ ہے۔

کیا یہ سب اعتراض نہیں ہے اور اسکے جواب کی ضرورت نہیں ہو جو مولوی صاحب یہ کہہ کر دو اور کوئی اعتراض نہیں کیا، چلتے بنے۔ مسافر نے پھر قرآن کے انبیاء کا ذکر کیا ہے اور فرشتوں کا جو تمام قرآن سیوطی سے اخذ ہو۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۱ تا ۱۵۰۔

مگر کوئی غرض اسکی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ قرآن کا نزول ایک ایسی قوم میں ہوا تھا جس نے کسی زمانہ میں کوئی تمدن نہ پایا نہ کوئی نبی اور جبریل علیہ السلام ہوا نہ کوئی بادشاہ اور نہ قاضی ہوا یہ ہر اوں میں بہت سے یہود تھے نصاریٰ تھے۔ مجوسی تھے صابین جنوں نے سابق انبیاء کے متعلق النوع و اقسام کی غلط اور صحیح خبریں مشہور کر رکھی تھیں جنکی اصلاح ضروری تھی کہیں تو انبیاء کسی الزام کا دفعیہ منظور تھا کہیں حقیقت حال کا ظہار جس سے ضرورت تھی کہ ان کے حالات صحیح بیان کئے جائیں اور چونکہ قرآن بصورت کتاب مرتب نہیں ہوا تھا نہ اس طرح مرتب تھا لہذا بار بار تذکرہ کی ضرورت تھی کہ ہر شخص کے ذہن میں رہے جو جہاں اور چونکہ کفار مشرکین یہود و نصاریٰ بھی آتے اور مختلف عنوان سے سوال کرتے آتے ضرورت تھی کہ ہر قوم ہر قبیلہ ہر سبیل کے مطابق مختلف اوقات مختلف حالات دنیا کے جائے مسلمان تو یہ کہہ کر چلتا ہوا ۲۲ نومبر کے پرچہ میں پھر بھی مضمون بعنوان دیگر بتلایا ہو

اسکے سوا اور کوئی اعتراض نہیں کیا، اگر مای اسی ۲۳ نومبر میں مسافر نے صفحہ ۱۵ ایک پورے مضمون بجا گفت قرآن شامل کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

قرآن میں بحث کی گئی  
کانٹ چھانٹ کتر بیوت  
امریا یہ ثبوت کو پہنچا چکے ہیں اور محمدیوں کی طرف سے

آج تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا، اگر بعض محال تہواری دیر کے لئے یہ بھی مان لیا جاتا کہ اللہ بیان نے ایک کتاب موسوم بہ قرآن حضرت محمد پر نازل فرمائی تو یہی ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ کتاب کج دنیا میں موجود نہیں ہے اور محمدیوں کا موجودہ قرآن حضرت عثمان نے چند پرانے سے سنائے نسخوں کو کانٹ چھانٹ کر تیار کیا ہے اور یہ ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے اپنے اس ہی دعویٰ کی تائید مزید میں کج ہم موجودہ قرآن کی چند ایک ایسی آیتیں پیش کرتے ہیں جو اس کتر بیوت کا اپنی ذات خاص کے اندر ایک زبردست ثبوت ہیں اور زبان حال سے موجودہ قرآن کی بناوٹ کا قصہ اپنے ناظرین کو سنارہے ہیں۔ موجودہ قرآن کی ان آیات سے بالمقابل سمجھئے وہ اصل آیات بھی نقل کر دی ہیں جو بقول علامہ اسلام دراصل حضرت محمد پر نازل ہوئی تھیں اور ساتھ ہی ناظرین کی سہولیت کے لئے اصل آیات کا وہ حصہ بھی علیحدہ لکھ کر رکھ دیا ہے جو قرآن کی موجودہ نقل آیتوں میں نہیں ہے جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا اب اس نقشہ کو دیکھ کر حق پسند اصحاب غور فرمائیں کہ جب قرآن کی یہ حالت ہو تو پھر ہمارے محمدی بھائی کس برتے پر اپنے آپ کو کہہ کلام اللہ کا پیرو کہتے ہیں۔

### کتر بیوت کا نقشہ

|                             |                       |                       |
|-----------------------------|-----------------------|-----------------------|
| وہ اصل آیت جس کا محمدی ملّا | اصلی وہ آیت جو موجودہ | ہمارے گواہوں کی فہرست |
| قرآن میں ابھی موجود ہے      | قرآن میں نہیں ہے      | اور اونکی گواہی       |
| والنہار اذا تجلّی           | واللّٰک واللائتہ      | میں بخاری، میں مسلم   |
| والنہار اذا تجلّی           | تسم ہے مرد و عورت     | میں بخاری، میں مسلم   |
| دیکھ جب وہ روشن ہوا اور     | کی                    | ابوداؤد۔              |
| تسم ہے مرد و عورت کی        |                       |                       |

|  |  |   |   |
|--|--|---|---|
| وہ اہل آیت جس کا محمد علی<br>حضرت محمد پر نازل ہوا ہے  | وہ نقل آیت جو سورہ<br>قرآن میں ہے  | اصل آیت کا وہ حصہ جو<br>نقل آیت میں موجود ہے  | ہمارے گواہوں کی فرمت<br>اور ان کی گواہی                                 |
| صلوا علیہ وسلموا تسلیما<br>و علی الذین یصلون<br>الصفوات الاول<br>ای مسلمانوں درود اور<br>سلام بھیجی پر اور ان<br>لوگوں پر جو بھیجے ہیں پہلی  | صلوا علیہ وسلموا<br>تسلیما ای مسلمانوں<br>درود اور سلام بھیجو<br>بنی پر پارہ ۲۰-۲۱<br>احزاب  | و علی الذین یصلون<br>الصفوات الاول<br>اور درود بھیجوان پر جو<br>بھیجے ہیں پہلی صف الوہب                 | اتقان بروایت حمید   |
| صف والوہب (ترجمہ) ہے اور جو نماز پڑھتے ہیں پہلی صفوں میں ۳۳ تقدیس  |  |   |   |
| وہو اب لہو و<br>ازو اجہ ماہر<br>اور محمد ہے باپ ہر انکا<br>اور انکی عورتیں مائیں   | وہو اب لہو<br>اور محمد باپ ہر ان کا<br>ہیں انکی۔ پارہ ۲۱<br>سورہ احزاب   | حاکم نے ابن مردودیت<br>اور یسعی نے عبد اللہ بن<br>و سعید بن مسعود وغیرہ<br>سے بروایت ابن ماجہ           |   |
| فی قلوبہم الحمیۃ<br>حمیۃ الجاہلیۃ<br>کما حو الفسد<br>المسجد الحرام نذل<br>اللہ سکینۃ علی مسو<br>او کو دلوں میں حمیت جاہلیت<br>ہر جیسے کہ کہلائی انہوں<br>نے و اس خط کو کہ مسجد<br>حرام کے پس ناتاری اند<br>نے تسکین اپنے رسول پر | فی قلوبہم الحمیۃ<br>حمیۃ الجاہلیۃ<br>فانزل اللہ سکینۃ<br>علی رسولہ (ترجمہ)<br>انکے دلوں میں حمیت<br>جاہلیت ہر پس ناتاری<br>اللہ نے تسکین اپنے<br>رسول پر پارہ ۲۶<br>سورہ فتح | کما حو الفسد<br>المسجد الحرام<br>(ترجمہ) جیسے کہ کہلائی<br>انہوں نے حمیت و اس<br>خواب کرنے مسجد حرام کے | متحدک و حاکم<br>بروایت<br>ابی بن کعب<br>(عبادت پڑھی نہیں گئی)<br>نقد اش |

|  |  |  |  |
|--|--|--|--|
| اصل آیت کا وہ حصہ تھا<br>ہماری گواہیوں کی خبرت<br>اور انکی گواہی                           | وہ نقلی آیت جو موجودہ<br>قرآن میں آجکل مرجع ہے   | اصل آیت کا وہ حصہ تھا<br>ہماری گواہیوں کی خبرت<br>اور انکی گواہی                           | اصل آیت کا وہ حصہ تھا<br>ہماری گواہیوں کی خبرت<br>اور انکی گواہی                           |
| انی انا المرء والقوة<br>المتین ترجمہ<br>تحقیق میں ہوں رزق<br>یعنی والا۔ صاحب قوت<br>مضبوط۔ | ان الله هو<br>الرزاق ذو القوة<br>المتین بے شک<br>المدودہ ہر جو رزق<br>یعنی والا ہر مضبوط<br>قوت والا پارد ۲۷<br>سورہ | انی انا المرء والقوة<br>المتین ترجمہ<br>تحقیق میں ہوں رزق<br>یعنی والا۔ صاحب قوت<br>مضبوط۔ | انی انا المرء والقوة<br>المتین ترجمہ<br>تحقیق میں ہوں رزق<br>یعنی والا۔ صاحب قوت<br>مضبوط۔ |
| مثل نور الله عن<br>المشكوة (ترجمہ)<br>مثل المد کے نور کی چراغ<br>سے                        | مثل خود کا مشکوۃ<br>مثل ہے اسکے نور کی<br>جیسے چراغ پارہ ۱۸<br>سورہ نور  | مثل نور الله عن<br>المشكوة (ترجمہ)<br>مثل المد کے نور کی چراغ<br>سے                        | مثل نور الله عن<br>المشكوة (ترجمہ)<br>مثل المد کے نور کی چراغ<br>سے                        |
| ووصی ربك ترجمہ<br>حکم کیا رب تیرے نے   | وقضی ربك<br>جادی کی تقدیر رب<br>تیرے نے پارہ ۱۵<br>سورہ نبی اسرائیل  | ووصی ربك ترجمہ<br>حکم کیا رب تیرے نے   | ووصی ربك ترجمہ<br>حکم کیا رب تیرے نے   |
| فامضوا ذکر الله<br>ترجمہ۔ پس چلو تم طرف<br>ذکر اللہ کے                                     | فامضوا ذکر الله<br>پس دوڑو تم طرف<br>ذکر اللہ کے پارہ ۲۰<br>سورہ جمعہ  | فامضوا ذکر الله<br>ترجمہ۔ پس چلو تم طرف<br>ذکر اللہ کے                                     | فامضوا ذکر الله<br>ترجمہ۔ پس چلو تم طرف<br>ذکر اللہ کے                                     |
| یہی ہے آپ کی کتاب مقدس کہ جسکی یہ گیت بنائی گئی کیونکہ نقشہ مذکورہ بالا سے یکپہلو          |  |  |  |

راضح ہو گیا ہو گا کہ یہ قرآن قابل قبول نہیں اسلئے کہ اسکی اصل آیات میں بہت سی گڑبڑ ہے اور باقی رہا آپ کے نقطے لگانا جو شروع وقت میں نہ تھے۔ مگر بے چارے یوسف بن جلع نے قرآن میں نقطے لگا کر اور بھی خواب کر دیا جسکا نتیجہ یہ ہو کہ دوسری کی جگہ وقفی بنایا گیا۔

نائب مزید مولوی صدیق حسن خالص صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں فرماتے ہیں کہ خلیفہ متوکل بادشاہ عباسی نے اپنے عمال کو خط لکھا اخص من قبلک من الذمیین عرفا ببلغ عددہم یعنی جسقدر ذمی تمہارے ملک میں ہیں انہیں گن کر مجھے خبر دو۔ مگر کاتب کی مہربانی سے اخص جسکے معنی گنے کے ہوتے ہیں اسکو اخص لکھ دیا جسکے معنی خصی کر کے رکھے ہو گئے یہ فرق صرف ایک نقطہ کے لگانے سے ہو گیا چنانچہ اس نقطہ نے ہزاروں جیون کا خون کر دیا اللادو آدمی لے۔

علاؤ ذمی ہزاروں یہود و نصاریٰ کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کے ملک میں رہتے تھے اور جوتے دیتے تھے۔

تقریباً لقرآن کیا دنیا میں کوئی سلطانی ہے۔ کوئی دہائی ہے جو جاکر مولوی تھا یا صاحب سے پوچھے کہ ۱۲ نومبر کے مسافرین یہ مضمون کہاں سے مکمل کیا اور کیا یہ عمر امن نہیں ہے جو آپ نے لکھ دیا اور اس کے سوا اور کوئی اعتراض کیا، کیا اسکا نام نک حلالی ہے کہ قوم سے پیسہ لیا جائے اس غرض سے کہ مسافر کا جواب دین لے اور مسافر کے ساتھ یہ برتاؤ کہ ریزہ دروزہ کا مضمون پرستم اور کہا جاتا ہے کہ در اسکے سوا اور کوئی اعتراض کیا۔

مسافر نے جو نقشہ گائٹ چھانٹا پیش کیا ہے در اصل یہ مرتب کردہ مولوی علی خان صاحب مصنف آیات حیات کا جو تہذیب الاخلاق میں شائع ہوا تھا مگر نہ یہ مسافر نے دونوں کا نام کہیں نہ لکھا جس سے معلوم ہو جاتا کہ خود اہل سنت و جماعت کے قابل ہیں۔ مسافر کا یہ فقرہ کہ تدریس تدریس یہ وہ اور محمدیوں کی طرف سے آج تک اس کا کوئی جواب نہیں دیا، کیونکہ ایڈیٹر مسلمان پراسسٹنٹ نے بھی کوئی اعتراض کیا جو جو

معلوم وہ حرارت خارجہ قی وہ غیرت عثمانی ان کے خون سے کیرن دور ہو گئی۔ جو مدت سے یزید قتل سادات پر تو ہر وقت تلے رہتے ہیں لیکن آریوں کے مقابلہ میں اس طرح دم دیا جاتے ہیں کہ کچھ جتنی جہا نہیں د

مؤید کا جواب تو اس قدر کافی ہے کہ یہ سب بیان او نہیں لوگوں کا جو مشعل عبداللہ بن ابی سرج ظاہری اسلام لائے اور دلی سے مخاف رہے کیونکہ یہ لوگ حقیقت روئی کا سک تھے یا ایرانی قرأتی جبکہ کام صرف لوٹ مار کرنا تھا ان کو قرآن سے مطلب تھا نہ خدا سے نہ رسول سے۔

چونکہ ایک نیا دین تھا جس نے بضرورت جہاد کیا اور فضل خدا سے کامیاب بھی ہوا لہذا ان لوگوں نے صرف جہاد اور فتوحات ملکی کو اپنا مذہب قرار دیا اور مسلمان اپنا نام رکھا چونکہ رسول اللہ کی صحبتوں میں بھی شریک ہو چکے تھے قرآن ان کے سامنے نازل ہوتا رہا لہذا صرف اس غرض سے کہ مسلمانوں کو معلوم ہو قرآن ہماری سیانے نازل ہوا ہم بھی شریک تھے انٹ سنٹ روایت بیان کر دی اون کے بیان کو قرآن سے کیا نسبت۔

ایک اصولی بحث یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس قسم کی روایتیں جتنی ہیں وہ اہلسنت کی ہیں جو صرف اس غرض سے روایت کی گئی ہیں کہ معلوم ہو علمائے اہل سنت عالم تھے قرآن وحدیث سے واقف تھے حالانکہ دراصل یہ کل جاہلانہ روایتیں ہیں نہ عالمانہ۔ اسکے جواب وہ وہی علماء اہل سنت ہیں جو راوی ہیں اس میں شیعوں کی صرف اس قدر شرکت ہے کہ بغرض الزام پیش کرتے ہیں کیونکہ اہل سنت شیعوں کو معتقد تحریف قرآن بیان کرتے ہیں اس الزام کے دھیر میں وہ ان روایتوں کو کتبہ اہلسنت سے پیش کرتے ہیں نہ کہ وہ اس کے معتقد یا قائل ہوں تو پھر جو الزام ہے اہل سنت پر نہ شیعوں پر جو اس قسم کی روایتوں کو عام طور سے گورنر کے برابر بھی وقت آتی

### قول مسافر مؤید مذہب قرآنی اختلاف

وآدود غامدی دین علیہ السلام کو وعد ناموسی تالیف ایڈیٹور محمد علی وعدہ کیا ہے علی سے چالیس مات کا  
پہلے موسیٰ سے تیس مات کا

خلق الانسان من نطفة (ترجمہ) پیدا کیا  
انسان کو نطفہ سے۔

فقد خلقنا الانسان من صلصال  
من حمأ مسنون (ترجمہ) اور البتہ تحقیق  
پیدا کیا ہم نے انسان کو بجنی والی مٹی سے جو بنی  
ہے کچڑے سے ہوئے۔

۲۵  
واقبل بعضہم علی بعض یشاء لون  
اور منہ کرینگے بعض انکے طرف بعض کے اور  
پوچھتے ہوں گے آپس میں۔

۱۸  
فاذا انظر فی الصور فلا ینساب ینہم  
یومئذ ولا یشاء لون (ترجمہ) پس جس  
وقت پہنچا جاویگا صور میں پس نہیں نساب  
درمیان ان کے اور نہ ایک دوسرا پوچھا  
جاوے گا۔

۱۶  
فالتقا فاذا ہی حیۃ تعالیٰ پس ڈال دیا  
موسیٰ نے لکڑی کو وہ ہو گیا دوڑتا ہوا سانپ  
۲۹

۹  
فالتقی عصا فاذا ہی ثعبان مبین  
پس ڈال دیا موسیٰ نے عصا اور ہو گیا وہ  
ثعبان یعنی اژدہا بہت بڑا۔

۲۹  
تخرج المملکۃ والمرح الیہ فی یومئذ  
مقدار ۵۰۰ خیمین الف سنۃ۔ پڑھتے  
۵۰۰ فرشتے اور روح طرف اوکے بچ ایک کک  
۵۰۰ مقدار اوکی ۵۰۰ ہزار برس کی راہ ہے۔

۱۳  
وان یوماعند ربک کالف سنۃ  
نقدون (ترجمہ) اور تحقیق ایک دن نزدیک  
پروردگار تیرے کے مانند ہزار برس کے ہوتا  
ہے اول دنوں سے جہنم تم گنتے ہو۔

۲۵  
ورسلنا لم نقصص علیک وکلمۃ اللہ  
موسیٰ تکلیما۔ اور ایسے رسول بھی  
باقی ہیں جنکی کہاٹھین ہتے تہر بیان نہیں کین  
اور خوب ہی بات چیت ہوئی ہماری مہرے سے

۲۶  
وماکان نبشراک یکلمہ اللہ الا وحیا  
او من وراء حجاب او یرسل رسولا  
اور نہیں ہے طاقت واسطے آدمی کے یہ کہ بات  
کرے اسے اندر گروچی کے ذریعہ یا پرہ کے

۲۵  
نفر ب ینہم رسولہ باف باطنہ فیہ  
الحمہ وظاہرہ من قبلہ العذاب۔ پس

۲۶  
پچھے یا بہتھا ہے کسی پیغام پہنچانے والے کو  
وبینہما حجاب اور ہوگا اون کے  
درمیان میں پردہ۔

مارا جاویگا درمیان ان کے کوٹ جس کے دروازے  
میں اندر کی طرف اس میں رحمت ہے اور جو باہر کی طرف  
ہے اس میں عذاب ہے

من قال ذی یقرضہ اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ  
لہ اضعافاً کثیراً۔ جو کوئی قرض دیوے اللہ کو  
قرض اچھا پس دوگنا کرے اسکے لئے اللہ دوگنا  
بہت۔

لا الہ الا الذی بن قدرتیہ اللہ شد من الغی  
میں ہے زبردستی دین میں کیونکہ ظاہر ہو گئی ہے  
راہ پانی گراہی ہے۔

قال ابراہیم ربی الذی یحیی ویمیت۔ کہا  
ابراہیم نے کہ رب میرا وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے  
مجھے دکھلا دے۔

ما ننسخ من آیتہ او ننسیہا تا تجذی منہا  
او مثاہا۔ جو موقوف کرتے ہیں ہم آیتوں سے  
یا بھلا دیتے ہیں ہم او کو تو لاتے ہیں ہم بہتر او کو

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاِیْنَمَا تَوَلَّوْا فَمِنْ  
وَجْهِ اللّٰهِ ۚ اور دوسٹے اللہ تعالیٰ کے ہے  
مشرق اور مغرب پس جد پر کو منہ کرو تم اور ہر  
کوچے منہ اللہ کا۔

قُلْ اِیُّهَا الْکَافِرُوْنَ لَا عِبَادَ لَنَا عِندَ اللّٰهِ  
وَلَا اَنْتُمْ عِبَادُوْنَ مَا عِبُدُوْا اَنْعَامُ



|   |   |
|---|---|
| <p>کلی صمد خات قابی و اقاموا الصلوٰۃ و<br/> اقوا الزکوٰۃ خلوا سبیہم یس ما رڈا و مشرک<br/> جہان بھی یاد ان کو اور پکڑ و ان کو اور شیروا علی<br/> ان کے ہر گہات کی جگہ پس اگر توبہ کریں اور قایم<br/> کرہیں نماز کو اور دین و زکوٰۃ تو چھوڑ د ان کے لئے<br/> راہ۔</p> <p>باقی آئینہ</p> | <p>ما عبد ترولا اذ تم عبدون ما عبد<br/> لکم دینکم ولی دین۔ کہدے کافرون سے کہ<br/> نہیں عبادت کرتا میں اس چیز کی کہ عبادت<br/> کرتے ہو تم اس کی اور نہ عبادت کرنے والے ہو<br/> تم اس چیز کی کہ کرتا ہوں میں اس کی اور نہیں<br/> میں پوجنے والا اس کو کہ پوجتے ہو تم اس کو<br/> اور نہ تم پوجنے والے ہو اس کو کہ پوجتا ہوں میں<br/> واسطے تمہارے تمہارا دین اور واسطے ہمارے<br/> ہمارا دین۔</p> |
|---|---|

|   |   |
|---|---|
| <p>پہلا آیہ سورہ الم میں ہے ج ۶ و اذ وعد ناموسی اربعین لیلة<br/> تخذتم العجل من بعدہ و اذ وعد ظلمون جبکہ ہم نے موسیٰ سے چالیس روز کا وعدہ کیا<br/> دوسرا سورہ اعراف میں ہے و اذ وعد ناموسی ثلثین لیلة و اذ وعدناہا بعشر<br/> فتم میقات ربہ اربعین لیلة جبکہ ہم نے موسیٰ سے ۳۰ روز کا وعدہ کیا اور سے ملکر<br/> چالیس پورا کر دیا۔</p> <p>مسافر کے نامہ نگار نے صرف ان فقرات کو لکھا و وعد ناموسی اربعین لیلة اور<br/> و وعد ناموسی ثلثین لیلة جسکی غرض یہ ہے کہ قرآن میں کہ وعدہ خدا کے مختلف ہیں<br/> دکھا کہ اختلاف ثابت کرے کہ ایک چالیس کی حد ہے دوسری جگہ تیس کی حد ہے چنانچہ<br/> جہان تیس کی حد ہے اس کے بعد و اذ وعدناہا بعشر بھی ہے کہ دس راتیں بنے ملکر پورا<br/> کر دیا۔</p> <p>یہ تقریر اس کو تو ضرور دیکھا ہے جو ملاحظہ دیتا چاہے اور اسکی غرض محض مبارکہ و مجاہد<br/> ہو مگر جو شخص دعویٰ تحقیق نہ کرتا ہو اس کو کسی طرح ایسی جرات مناسب نہیں کیونکہ اگر<br/> صرف تیس ہی کی حد نہ ہو تب بھی اختلاف ہو تا سبب اس کے ساتھ دس ملکر پورا کر د<br/> بھی اس کے ساتھ ہے تو یہ اختلاف کہاں رہا۔</p> | <p><b>تخذتم العجل من بعدہ</b></p> <p>پہلا آیہ سورہ الم میں ہے ج ۶ و اذ وعد ناموسی اربعین لیلة<br/> تخذتم العجل من بعدہ و اذ وعد ظلمون جبکہ ہم نے موسیٰ سے چالیس روز کا وعدہ کیا<br/> دوسرا سورہ اعراف میں ہے و اذ وعد ناموسی ثلثین لیلة و اذ وعدناہا بعشر<br/> فتم میقات ربہ اربعین لیلة جبکہ ہم نے موسیٰ سے ۳۰ روز کا وعدہ کیا اور سے ملکر<br/> چالیس پورا کر دیا۔</p> <p>مسافر کے نامہ نگار نے صرف ان فقرات کو لکھا و وعد ناموسی اربعین لیلة اور<br/> و وعد ناموسی ثلثین لیلة جسکی غرض یہ ہے کہ قرآن میں کہ وعدہ خدا کے مختلف ہیں<br/> دکھا کہ اختلاف ثابت کرے کہ ایک چالیس کی حد ہے دوسری جگہ تیس کی حد ہے چنانچہ<br/> جہان تیس کی حد ہے اس کے بعد و اذ وعدناہا بعشر بھی ہے کہ دس راتیں بنے ملکر پورا<br/> کر دیا۔</p> <p>یہ تقریر اس کو تو ضرور دیکھا ہے جو ملاحظہ دیتا چاہے اور اسکی غرض محض مبارکہ و مجاہد<br/> ہو مگر جو شخص دعویٰ تحقیق نہ کرتا ہو اس کو کسی طرح ایسی جرات مناسب نہیں کیونکہ اگر<br/> صرف تیس ہی کی حد نہ ہو تب بھی اختلاف ہو تا سبب اس کے ساتھ دس ملکر پورا کر د<br/> بھی اس کے ساتھ ہے تو یہ اختلاف کہاں رہا۔</p> |
|---|---|

علاّت میں اکثر مقدمات میں اختلاف بیان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مگر کیا اسکی کوئی نظیر دکھاسکتے ہیں کہ مدعی نے ایک دفعہ کہا ہے کہ ہم نے چالیس روپیہ یا اور دوسری دفعہ کہا کہ تیس ایک دفعہ دیا دس ایک دفعہ تو ایسے اختلاف بیان کو کہہی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اس کے بیان میں اختلاف ہو؟ ہرگز نہیں۔

اس اعتراض کا اعلیٰ باعث یہ ہے کہ ترتیب قرآن مطابق ترتیب نہیں رہی بلکہ ترتیب اولیٰ دیکھی اسوجہ سے مخالفین اسلام کو موقع ملا کہ آیہ ۱۰۰ اعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ فاتمنا بالعشر سورہ اعراف میں ہے جو کہی ہے تو چونکہ خداوند عالم وہاں اسکی تفصیل کرنا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ سے کس طرح کا وعدہ کیا تھا۔

لہذا سورہ المذبحہ میں اسکو بطور اجمال بیان فرمایا ہے واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ کیونکہ یہ امر بالکل خلاف شان فصاحت و بلاغت ہو کہ بلا ضرورت ایک ہی لفظ کو ہر جگہ اسی تفصیل سے بیان کرے جو پہلے بیان کرچکا۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو کہ ان دونوں آیتوں کے اس طرح بیان سے خدا نے اس حسن ترتیب و فصاحت و بلاغت کی رعایت کی ہے کہ تمامی دنیا کی مصنفین و مبین اس کے متبع ہیں کہ جب ایک بیان سابق میں ہو چکا تو دوسری دفعہ غور سے صرف اسکا اجمال ذکر کر لے ہیں۔

مفسرین علماء شیعہ نے عام طور سے اسی طرف اشارہ کیا ہے تفسیر مجمع البیان میں ہے واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ یعنی اسی ذکر کا اذن فی سورۃ الاعراف واعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ فاتمنا بالعشر وہی ذوالقعدہ و عشر من ذی الحجہ جو وہ جس سے معلوم ہوا کہ چونکہ سورہ اعراف میں اسکی تفصیل ہو چکی ہے کہ تیس رات کو دس رات سے پورا کیا اس نے یہاں اوی وعدہ کو بالاجمال ذکر کیا۔

تو پھر کون غفلت نہ اس کو اختلاف بیانی کہہ سکتا ہے کیونکہ یہ تو ذکر اجمالی ہے اس بیان کا جو تفصیل پہلے بیان ہوا۔

مفسرین نے اسے بھی وجہ تبادؤں میں کہ اس طرح تفصیل کیوں کی گئی تفسیر

مجمع البیان میں ہے اِنَّ سُبْحَانَہٗ وَّوَعْدَہٗ نَامَوْسٰی ثَلٰثَیْنِ لَیْلَۃً لِّمَصْرٍ فِیْہَا و  
مصرف بالعبادة ثم اتممت بعشر الی وقت المناحاة وقیل ۱۰ العشر لای یفرق  
التوراة فینہا وذلک افرج بالذکر ص ۹۷ یعنی خدا نے حکم دیا تھا موسیٰ کو کہ ۳۰  
روزہ رکھیں اور ۱۰ روز مناجات کریں اس دس روز میں توراۃ نازل ہوا اسی وجہ  
سے اسکو علامہ ذکر کیا۔

فقہ مہقات ربہ اربعین کی تفسیر میں ہے لولہ یذکرہ لجاز ان یتوہم اذ انتم  
الثلثین بعشر منہا علی معنی المکس منثین بعشر حتی ملئت ثلثین یعنی اگر خدا اوکے  
بعد نعم میقات ربہ اربعین لیلۃ نہ فرماتا کہ وعدہ خدا چالیس روز پورا ہو تو یہ  
گمان ہو سکتا تھا کہ میں ہی رات کا وعدہ تھا جو دس کے ملاؤسے پورا ہوا اسلئے خدا نے  
بتا دیا کہ اصل وعدہ چالیس روز کا تھا۔

تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں ہے اِنَّ اللہَ غَرَجَلَ وُحٰی الٰہی مَوْسٰی اٰتٰی اَنْزَلَ عَلَیْہِ  
التَّوْرَۃَ الَّتِیْ فِیْہَا الْاَحْکَامُ الٰہِیۃُ عِیَادَۃً ذِی الْقَعْدَۃِ وَعَشْرَۃً مِنْ ذِی الْحِجَۃِ  
ص ۲ جس سے معلوم ہوا کہ اصل وعدہ چالیس روز کا تھا و حیثیت سے کہ تیس روز  
روزہ رکھیں اور دس روز مناجات کریں جبین توراۃ نازل ہوا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خداوند عالم ان مخالفین اسلام کے اعتراضوں پر یہی  
بخوبی واقف تھا جس کا اوس نے پہلے سے انتظام کیا کہ قرآن میں جواب دیدیا  
کہ ہمارے بیان میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے۔ ہمارا وعدہ پہلے ہی سے چالیس  
روز کا تھا جس کو سورہ اعراف میں تفصیلاً بیان کرچکے اور یہاں اب جلالہ سکھانے لگا  
ہم نے خلاف قاعدہ مقرر کیا ہے کتب تفاسیر شیعہ سے یہاں اسلئے استدلال کیا کہ اشیاء  
الجدیث کہ کچھ ہیں آریون کا جواب باصول شیعہ ناممکن ہے اسلئے ہم نے پورا حل اسکا  
تفاسیر شیعہ سے لکھا۔

وردہ تفاسیر اہل سنت سے تو اس مقام پر ایسی اوچھن پیدا ہوتی ہے کہ پناہ  
بخدا چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے صفحہ ۲۵۲ کہ ایک احتمال یہ ہے کہ اس اربعین کے قبل

الثلثین بعشر منہا علی معنی المکس منثین بعشر حتی ملئت ثلثین

وعدہ ہوا کہ اس جلد میں نماز پڑھیں دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس جلد میں پہاڑ پگھلے اور اس کے بعد توراۃ نازل ہو گا دوسری تاویل یہ کی ہے کہ چالیس روز گزر جائے گا وعدہ تھا۔

شاید یہی باعث ہو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر مسلمانان ان اعترافون کو بالکل غلط کر کے کہ نہ دہلیو نکو اعتراف معلوم ہو کہ اس کا جواب کیونکر یہ قاعدہ اہل سنتہ جو جواب دیا گیا ہے وہ لغو ہے۔

حالانکہ ابھی تک اونکر بھی نہیں معلوم کہ لفظ آیہ کیا ہے واعدنا یا وعدہ جسکے تفسیر ابوسعود میں ہے وقرے وعدنا ص ۲۸ کہ وعدہ پڑھا گیا جو کیسے طرح درست نہیں کیونکہ اس میں تو وعدہ خدا سے متعلق ہوتا ہے حالانکہ یہاں مواعدہ ہے باب مفاعلہ سے کہ خدا نے وعدہ کیا اور یہی لے قبول کیا۔

پھر وعدہ کا استعمال خیر و شر و تو میں ہوتا ہے جیسا کہ آیہ انار وعدنا الذین کفرا میں ہے بخلاف وعدت ما واعدنا۔ اس لئے وعدنا بالکل غلط ہے اور قاری اسکا ناواقف ہے۔

دوسرا اختلاف ولقد خلقنا الانسان من صلاصا من حماء مسنون ہے جو سورہ حجر پارہ ۴۱ رکوع ۳ میں ہے اور پھر رکوع ۷ سورہ نمل خلقنا الانسان من نطفۃ فانہن خیمہ میں ہے۔

اس میں اختلاف کی وجہ غالباً یہ سمجھی گئی ہے کہ پہلے آیہ میں خلقت انسان مٹری مٹی سے بتائی گئی ہے اور دوسری آیہ میں نطفہ سے۔ حالانکہ دونوں دو چیزیں علیحدہ ہیں اگر اس کے ساتھ سورہ اقران کا خلق الانسان من طلق کو بھی برابر دین تو ایک اختلاف کی جگہ دوسرا اختلاف دکھاتے اس طرح اگر آیہ لقد خلقنا الانسان من سلالہ میں طین

بھی مانتے تو چار اختلاف ہو جاتا اور سورہ حج کا آیہ فاننا خلقکم من تراب ثم من لطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مختلفہ غیر محلیہ لبنین کمہ فقہ فی الارحام ما نشاء الی اصل مسی ثم نخرجکم علقا کو بھی شامل کرتے تو پانچ اختلاف ہوتا ایک صلاصا دوسرے نطفہ تیسرے

سلامتہ من طین۔ چوتھے خلق الانسان من طين اور خون خلقا کم من تراب کیونکہ اس کاغذی لکیر کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے حکومتی سے پیدا کیا ہر لفظ سے ہر خون کی کوٹھڑی سے ہر مضمت سے کہ ظاہر کریں تمہارے لئے اور قرودین تکویر من پر او کا بنا کر نکالیں۔

چونکہ ہم قیون کو ایک خمیدہ قوم سمجھتے ہیں لہذا ان کا یہ مذاق جو اہل سنت کے ساتھ کیا ورنہ کوئی غلط فہمی اس میں اختلاف ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنے ائمہ اقدس قدرت کاملہ اور فہمائش انسان کے لئے ان حالات کو میرالیش انسان کے بیان فرمایا جو صدر با مقام پر قرآن میں مذکور ہے کیونکہ آیہ فقد خلقنا الانسان من صلصال من حامسنون۔ یا خلقنا الانسان من صلالہ من طین یا خلقنا من تراب میں ذکر اقتدا ہی پیدا فہمائش انسان کی کہ جب بیان تورات و قرآن سب سے پہلے حضرت آدم پیدا ہوئے جبکی خلقت مٹی سے ہوئی اور سب بیان سوامی دیا نہ بہت سے انسان ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے جیسا کہ خود مفسر نے لکھا ہے وہ بھی خلیل وید کی دھرم کا ہے کہ شروع دنیا میں یہ رہا تانے بہت سے انسان پیدا کئے تھے جسے آگے نسل انسانی چلی اور یہ کہ کسی بایک ہی جوتے کا یہب ظہور نہیں ہے۔ نمبر ۱۸ اور خ۔ ۷۔ جولائی۔

ہم کو اس سے بحث نہیں کہ ایک انسان سے انسانی نسل چلی ہے یا کئی انسان سے مگر یہ تو یقینی ثابت ہوا کہ پہلی خلقت سلسلہ تولد و تناسل سے نہیں ہو بلکہ مٹی سے پیدا فہمائش ہے اسی کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے۔

باقی آیات میں اس سلسلہ تولد و تناسل کا بیان ہے کہ ہم نے تراب سے مضمتہ لفظ کو خلق سے پیدا کیا۔ پہرا میں کو نسا اختلاف ہو جو قرآنی اختلاف میں پیش کرنا جا سکتا ہے۔ تیسرے اختلاف آیہ فاذا نفخ فی الصور خلاصا بینہم یو معذ ولا یسلوون اور آیہ و یقبل بعضہم علی بعض یتساءلون میں بتایا گیا ہے کہ یہ اختلاف ہی انشلی ہے کہ ایک نہ مگر لا یتساءلون بصورت نفی ہے اور دوسرے میں یتساءلون بصورت جزی۔ پہرا سورہ مؤمنون میں دوسرا سورہ طور میں۔

پہلے آیت میں گناہگاروں کے خوف دہر اس کا ذکر ہے کہ وہ ایسے دہشت و خوف میں مبتلا

ہونگے کہ نہ حسب و نسب کا خیال ہو گا نہ ایک دوسرے کو پوچھ گیا یا پوچھا جائے گا دوسرے  
 آیہ میں مومنین کی خوشی و مسرت کا ذکر ہے و آمد و نافرہ و فاکہتہ و لمحہ و مایشتھون  
 یقتازھون فیہا کاسا الہی فیہا ولا تانیتم و یطوف علیہم فلان لہم کانونہم لہو  
 مکون و اقبل بعضہم علی بعض یتساءلون قالوا اننا کنّا قبل فی اہلنا شفیقین  
 فمن اللہ حلینا و وقفینا عند اجاب السعور

یعنی جہلج کا گوشت اور میوہ وہ چاہیں گے ہم عفا کریں گے۔ ایک دوسرے کی جام بیا کرنگ  
 حسین نہ بدیان سرائی ہوگی نہ فحش۔ انہر فلان پر کہیں گے گویا کہ چپائے ہوئے مٹی ہو گئے  
 اور ایک دوسرے سے رخ کر کے گفتگو کریں گے۔ کہیں گے کہ ہم تو اپنے گہروں میں پہلے ڈرتے  
 رہتے تھے تو خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور وہ کے غدا سے بچالیا۔

کیا خوف و مسرت کی دو حالت نہیں ہوتی۔ دونوں حالتوں کا بیان و ملاحظہ اختلاف کہا  
 جاسکتا ہے۔ مجمع البیان میں ہے۔ ولا تانی فی ہذا الا لایہ و میں قولہ فاقبل بعضہم  
 علی بعض یتساءلون لان للقیۃ احوالا و من اظن فیہا حال لشغلہم عظم اللہ  
 فیہا عن المسئلۃ و منہا حال یلتفتون فیہا یتساءلون و ہذا معنی قول ابن  
 عباس لما سئل من الا ینین فقال ہذا تارات ہوام القیۃ ص ۱۷۱

یعنی اس آیہ میں اور آیہ فاقبل بعضہم علی بعض میں کیسی طرح اختلاف نہیں ہو سکتا کہ  
 قیامت کے حالات غفلت ہوں گے حسین بعض حالت تو وہ ہوگی کہ سبب خوف  
 و دہشت کے کوئی کسیکو نہ پوچھے گا اور بعض حالت وہ ہوگی کہ ایک دوسرے کی استفادہ  
 کرنے کی بھی مطلب ہو قول ابن عباس کا کہ کہا قیامت کے حالات میں۔

تو اب ہم اس آیہ معترض کے اس اعتراض کو اگر مذاقی پر نہ محمول کریں تو کیا کریں  
 کیونکہ یقیناً آیہ جانتے ہیں یہاں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے صرف اہل سنت کے دلی کرنا  
 کو ایسا سوال کیا جس وہ بولیں ہوں۔

چوتھا اختلاف قالہ حصاء فاذا حقبان مبین اللہ یا نبوتی نے عصا اور ہیکلادہ  
 اور دابڑا۔ یہ آیہ سورہ اعراف پانچ و یکم میں ہے۔

دوسرا یہ فالقہا فاذا حی حیة تسعی کہ ڈالیا موسیٰ نے عصا تو وہ دوڑا چھوڑا  
سانپ ہو گیا۔ سورہ طہ پارہ ۱۶ رکوع ۱۰۔ مگر نہیں معلوم اس میں اختلاف کیونکر چھلکا کیونکر  
سانپ اور اژدہا تو ایک ہی نوع ہے فرق صرف جسامت کا ہے کہ عربی میں چھوٹے سانپ کو  
حیت کہتے ہیں اور بڑے سانپ کو ثعبان۔ قاموس میں ہے الثعبان الحیة الغضنة الطویلۃ  
الذکر خاصة او عام یعنی ثعبان بڑے سانپ کو کہتے ہیں جو ضخیم و طویل ہو یا خامی و سکہ  
نر کو یا عام ہے۔

جن سے معلوم ہوا ثعبان کسی خاص قسم کا نام نہیں ہے بلکہ بڑے سانپ کو بھی کہتے  
ہیں اور خاص نر کو بھی کہتے ہیں اور ہر سانپ کو بھی کہتے ہیں خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا نر  
ہو یا مادہ۔

اور حیت کے بارے میں ہے ومنہ الحیة تہیما او الطویل صا تھا صاۃ یعنی سانپ کو اس  
وجہ سے حبہ کہتے ہیں کہ وہ بل گھونپتی

پس اگر اختلاف سے مراد یہ ہے کہ دو جگہ دو لفظ ایک معنی کا لایا گیا ہے تو اس اختلاف  
کا قرآن منکر نہیں ہے کہیں اشیر ہے کہیں انسان کہیں اناس کہیں بنی آدم اور اگر اختلاف سے  
مراد اختلاف معنوی ہے تو اب مدعی پر لازم ہے کہ حبہ و ثعبان میں اختلاف دکھائے جو  
ناممکن ہے۔

پانچواں اختلاف عجم و ان یوما عند ربك كالف سنة ما تعدون ایک دن  
خدا کے نزدیک مانند ہزار برس کے ہوتا ہے ان دنوں سے جنہیں تم گنتے ہو۔ سورہ حج  
۱۲ نعرہ الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان حقدہ اربعۃ و خمسون الف سنة  
چڑھتے ہیں فرشتے اور روح طرف اوس کے بیچ ایک دن کے کہ مقدار اوسکی ۵۰ ہزار برس کی راہ پر  
۵۰ بیسی تک جتنی آیتیں لکھی گئیں وہیں تو کسی طرح اختلاف نہ تھا مگر ان بیان ہل اختلاف  
بتا سکتے ہیں کیونکہ ایک روز کی مقدار پہلے آیت میں ہزار برس کی ہے اور دوسرے آیت میں ۵۰ ہزار برس  
مگر درحقیقت کوئی اختلاف نہیں کیونکہ دونوں آیتیں عذاب قیامت سے متعلق ہیں اور یہاں

اس طرح یہ دلیل بھی کہ بالعباد و ان یوما عند ربك كالف سنة ما تعدون  
یعنی کھانڈول عذاب میں ٹھہرا چکے ہیں حالانکہ خدا اختلاف وعدہ نہیں کرتا ایک روز خدا کے

لی قرآن عہد اہم بر مسعود انما اولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون  
الصلوۃ کہ ان مسعود پڑھتے تھے کہ آخری فقرہ ویوتون الزکوۃ وہم را کھون  
نہا رکھ دیا تھا۔ اس سے بڑھ کر کیا تحریف ہو سکتی ہے۔ دوسری کارروائی یہ کہ  
ابوبکر کے لئے اس آیت کے نزول کے قابل ہوئے۔ جیسا کہ علامہ کا قول آئندہ مذکور ہوگا  
۱۲) اسباب النزول سیوطی میں ہے صفحہ ۶۷، حاشیہ جلالین۔

۱) خرج الطہ ان فی الاوسط بست  
فین مجاہدین سے منسوب ہے  
قال وقف علی علی بن ابی طالب  
وہو در کعب فی تطویح نازہ غائمہ واعطی  
المسائل فآذناہ لہا ولہا رسولہ  
الایہ ولہ شاعر فاش عند الزوان  
حد ثنا عبد الوہاب بن مجاہد  
ابیہ عن ابی عبدیاس فی قولہ انما اولکم  
اللہ ورسولہ الایہ قال زلت فی علی  
ابن ابی طالب وروی ابن مردودہ  
وجہ آخر عن ابن عباس مثله وارجح  
ابن جریر عن مجاہد وابن ابراہیم  
عن سلم بن کبیل مثله فہذا قولہ  
فقوی بلفظہ ابد۔

۲) طبرانی نے اوسط میں اس سند سے جس  
میں عمار بن یزید یا سمر سے روایت  
کی ہے کہ حضرت علی حالت نماز طور  
میں در حالت رونق انگڑی سبیل کوری  
تھی اوسیر یہ آیت نازل ہوا۔  
اس روایت کی شاہد دوسری حاشیہ  
ابن عباس سے کہ یہ آیت در باب  
جناب امیر نازل ہوا۔ ابن مردودہ نے  
دوسرے طریق سے بھی ابن عباس کو  
روایت کی ہے اور ابن جریر نے مجاہد  
و ابن ابی عامر سے اسکے سلم بن کبیل  
روایت کی ہے۔ تو یہ دو شواہد ہیں جنہیں  
ذیل دوسرے کے مؤید ہیں۔

۳) اس خود سیوطی کی تحقیقات سے وہ الزام  
جائداد جو روایت عمار بن یزید پر کیا گیا تھا کہ اسکی سند میں بعض محامیل ہیں کیونکہ  
دوسرے طریق سے روایتیں جو ابن عباس و سلم بن کبیل سے مروی ہیں وہب  
الزام سے پاک ہیں لہذا بعض روایتیں بعض کی مؤید ٹھہریں۔  
اب اسباب نزول کا غفلت نہ ملاحظہ ہو نقل الواحد ہی لایمکن معرفۃ تفسیر



الایہ دون الوقوف علی ۱ قصہ او بیان سبب نزولہا وقال ابن دقیق العید  
 بیان سبب نزول طریق قوی فی فہم معانی القرآن وقال ابن قیمیہ معرفۃ  
 سبب النزول معین علی فہم الایہ فان العلم بسبب نزولہا قد اشکل علی جماعۃ  
 من السلف معانی آیات حتی وقفوا علی اسباب نزولہا فزال عنہم الاشکل  
 منہم بہ حاشیہ جلالین۔

کہاواحدی نے کہ کسی آیہ کی تفسیر بدون معرفت سبب نزول ناممکن ہے ابن دقیق العید  
 کہتے ہیں کہ سبب نزول کا بیان طریق قوی ہے فہم معانی قرآن میں۔ ابن قیمیہ کہتے ہیں  
 کہ سبب نزول کا متعین ہونا تو فہم آیہ پر کیونکہ سبب کے علم سے سبب کا علم حاصل ہوتا  
 ہے اور بہت سی تعلما سلف کو مشکل معلوم ہوئیں جب سبب نزول معلوم ہوا تو وہ  
 اشکال جاتا رہا۔

میں جبکہ سبب نزول بھی معلوم ہوا کہ یہ آیہ اسوجہ سے نازل ہوا کہ جناب امیرؑ نے  
 حالت رکوع میں انگشتی سایل کو عطا کی تھی اور اتنی حدیثیں ہی اسکی تائید میں موجود  
 ہیں تو کونکر ممکن ہے کوی مسلمان یہ کہہ سکے کہ یہ آیہ ولایت جناب امیرؑ میں نہیں نازل ہوئی  
 (۳) تفسیر طبری میں ہے صفحہ ۱۶، جلد ۶۔ حدیثنا اسمعیل بن اسرائیل القول قال  
 ثنا ایوب عن السوید قال ثنا عقبہ بن ذبیہ عکیم فہذا الایہ انما ولیکم اللہ و  
 رسولہ الذین امنوا قال علی بن امیطلاب حدیثی انکرت قال ثنا عبد الحمزی  
 قال ثنا غالب بن عبد اللہ قال سمعت مجاہدا یقول فی قولہ انما ولیکم اللہ ورسولہ  
 الایہ قال نزلت فی علی بن امیطلاب۔

(۴) تفسیر غنیۃ پورسی میں ہے بر حاشیہ تفسیر طبری جلد ۶ صفحہ ۱۳۔ روی حکمہ ان  
 ایوب بکر وروی عطاء عن ابن عباس انہ علی ع روی ان عبد اللہ بن مسلام  
 قال لما نزلت ہذا الایہ قلت یا رسول اللہ انما یت علیا تصدق بخانہ  
 علی بن ابی طالب وروی داکم فی فضائلہ۔

وروی مزنی عنہ قال صلیت علی رسول اللہ فیما صلاۃ الظهر فضلی سایل

فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السایل یدہ الی السماء وقال اللہم  
 انہد انی سالت فی مسجد الرسول فمما عطا فی احد شیئہ لو علی ما کان ذاکما  
 فادعی الیہ بخصیۃ لیخفی لکان یتماخفا فمما قبل السائل حقہ اذل فی اتم فخرہ  
 اللہ فی قتال اللہم ان انجی مومنی سلك فقال قرب انتی علی ضد دعی  
 ۲۱ قولہ انتہ کہ فی امری ما نزلت قرنا نا ما تقاسمتہ بضدک بلخند فاما  
 یجعل کما ملطانا اللہم وانا مع نبیک وصفیک فامشح علی ضد دعی لیستر  
 ۲۲ امری و اجعل لی وزیرا من اہلی علیا امشد دہ اذری قال ابو ذر فواللہ  
 ما اتم رسول اللہ ہذہ الکلمۃ حتی نزل جبریل فقال یا محمد اذرا غاویکم  
 ۲۳ لایہ - حکمہ کا قول ہو کہ مراد اس آیت ابو بکر بن - ابن عباس کی روایت ہو کہ علیہ  
 بن سلام نے کہا حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں انگوٹھی کو لٹھقی کیا تو ہم لوگ لون  
 سے تو لا کرتے ہیں :

حضرت ابو ذر کی روایت ہو کہ ایک سایل نے سوال کیا اور کہنے لگے کہ دنیا تو بہت تنہ  
 آسمان کی طرف ہاتھ اڑھایا اور کہا خدا یا گواہ کہ ہم نے مسجد رسول میں سوال  
 کیا مگر کسی نے کچھ نہیں دیا حضرت علیؑ اس وقت رکوع میں تھے تو اشارہ کیا حضرت  
 سے جس میں انگوٹھی تھی سایل نے آکر لے لیا اور حضرت نے دیکھا تو دعا کیا کہ خدا یا  
 یہاں دوسی نے تجھ سے سوال کیا کہ خدا میرا سینہ کشادہ کر تاہ آخر تو تے قرآن نطق  
 نازل کیا کہ ہم تیرا بازو تیرے بھائی سے مضبوط کر نیگے - خدا یا ہم محمد تیرے بنی و  
 صفی ہیں میرا سینہ بھی کشادہ کر اور علی کو میرے اہل سے وزیر بنا اور ہمارا مضبوط  
 کر ابو ذر کہتے ہیں کہ ہنوز حضرت کی یہ دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ جبریل علیہ السلام آیا  
 اور کہا اے محمدؐ چڑھو آیہ انما ولیکم اللہ کو -

یعنی بشرط عبادت و محبت معلوم ہو کہ یہ وہ آیت ہے کہ اس وقت اہل بیت  
 سے کہا کہ اس آیت مبارکہ کی اہمیت معلوم ہو کہ یہ وہ آیت ہے کہ اس وقت اہل بیت  
 نے اس میں اثر قرار دیا و رسولؐ کو نبی قرار کیا کہ کسی طرح ابو بکر کا نام نبی نہ لایا

پس اگر یہ آیت دلیل خلافت نبینہ ہے تو خدا و رسول پر اقرار کر کے بوجہ کمال نام کس فرض سے لیا گیا۔

(۵) تفسیر معالم التنزیل میں ہے صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ بیروت۔ قال السدی قوله والذین امنوا الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوۃ وهم راکعون ارادہ علی ابن ابیطالب قریباً علیہ وھو راكع فی المسجد فاعطاه خاتمہ کہا سدی نے کہ مراد اس آیت سے جناب امیر ہیں کہ حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی سیال کو دیتی تھی۔

(۶) تفسیر کشاف میں ہر جلد اول صفحہ ۲۲۱۔ و انھا فزلت فی علی کوم اللہ وجمہ حین سالہ سیال وھو راكع فی صلوۃ فطرح لہ خاتمہ کاندہ کان درجانی خنصرۃ فلم یتکلم فظلمہ کثیر عمل تفسد مثلاً صلاۃ فارقلت کین صم ان یمکون یعلیٰ و اللفظ لفظ جماعۃ قلت بے علی لفظ الجمع و انکار السبب فیہ رجلاً واحد الیٰ یرغب الناس فی مثل فعلہ فیما لو اتمثل ثوابہ و ینبہ علی ان بحیۃ المؤمن یمحی ان تكون علیٰ ہذا لافایۃ من الخیر علی البر و الاحسان و التقصد الفقرا حتی ان لزمہم امر لا یقبل التأخیر وھم فی الصلوۃ لہ لوجہ و لا الی الفیاض یعنی یہ آیت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوا جبکہ حالت رکوع میں اپنی انگوٹھی ڈال دی تھی کہ زیادہ تکلف کرنا نہ پڑے کہ علی اکثر جو مفسد صلوۃ ہے اگر کہو کہ لفظ جمع کا ہے پہر حضرت علیؑ تنہا کیونکر مراد ہو سکتے ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ اگرچہ مراد شخص واحد ہے مگر جمع اس فرض سے لائے کہ مؤمنین کو ترغیب و تحریص ہو اس کا رخیہ کہ اور لوگ بھی ایسا کام کریں تو یہی ثواب پائیں اور تاکہ اسکی تفسیر ہو کہ مؤمن کی یہی خصلت ہونی چاہئے کہ برو احسان و حریم ہو اور تقصد فقرا سے ایسی حالت میں بھی ذال نہ رہے کہ اسکا انتظار نہ کرے کہ جب ناز سے فارغ ہو تب یہ کام کرے۔

(۷) تفسیر بیضاوی میں ہے صفحہ ۱۹۱ جلد اول۔ انھا فزلت فی علی وجمہ صالہ سیال وھم راكع فی صلوۃ فطرح لہ خاتمہ۔

(۸) تفسیر خازن میں ہے صفحہ ۵۵ جلد اول قال السدی مر بعلی سیال وھو راكع فی المسجد فاعطاه خاتمہ خلیٰ ھذا قال النعمان العمل القلیل فی الصلوۃ لا

یفسدھا۔

(۹) تفسیر مدارک میں ہے جو حاشیہ تفسیر خازن پر ہے بصرفہ ۴۴۴ جلد اول قبل انھا نزولت فی علی رضہین سالہ سائل وھو راکع فی صلواتہ فطرح لہ خاتمہ کا نہ کان مہجانی مختصرہ۔

(۱۰) تفسیر البسود میں ہے صفحہ ۶۱۰ میں وہی روایت ہے بعینہ جو تفسیر نیشاپوری سے منبر میں نقل ہوئی۔

(۱۱) تفسیر کبیر رازی جلد ۱۱ حاشیہ تفسیر کبیر پر ہے بصرفہ ۲۶۰ انھا نزولت فی علی رضہین سالہ سائل وھو راکع فطرح لہ خاتمہ کا نہ کان مہجانی مختصرہ لکھ کر یہ ایر خباب امیر کے بارہ میں نازل ہوا جبکہ ایک سائل نے سوال کیا اور وہ حضرت راکع میں تھے تو والدی اوسکی طرف انگوٹھی جو حضرت کی اونگلی میں ڈھیلی تھی۔

ایک نہیں سمجھتے کہ مولوی ثناء اللہ کی یہ تقریر "عام آیت کو ولایت علی سے مخصوص کیا جسکا قرآن مجید میں کہیں بھی ذکر نہیں،، کہاں تک درست ہو کیونکہ کھلیا تو تفسیر معتبرہ اہلسنت سے ایسی نہیں ملی جس میں اسکا ذکر نہ ہو کہ یہ آیہ دربارہ ولایت خباب امیر نازل ہوا کیونکہ نہ اسلامی دنیا میں ان تفسیروں سے بڑھ کر کوئی تفسیر معتبر ہے نہ اس سے زیادہ معتبر۔

طرہ تو یہ ہے کہ بمقابلہ خباب مولوی فرمانعلی صاحب خدادید پیر صاحب لکھ چکے ہیں "بہر طور ارخاء عثمان اللہا تھا کہ میں مالے لیتا ہوں کہ مولے کے معنی حاکم کے ہیں۔ ملاحظہ ہو لکھنے والے کی طرف سے ۱۶۔ دسمبر ۱۹۶۰ء۔

جس سے معلوم ہوا کہ کسی طرح ہوا کو تسلیم کرتے ہیں کہ آیہ انما اولکم اللہ ورسولہ والذین احسنہ میں حدیث بمعنی حاکم ہیں۔ تو پھر ہوا لکھنا اس بیباکی سے کہ لکھتے ہیں قرآن مجید میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے کس درجہ کی ایمان داری ہے۔

پھر اس تفسیر اہام علیہ السلام میں آپ کو کیا عذر ہو کہ آیہ ومن اطع اللہ ورسولہ میں ولایت خباب امیر مراد ہو کیونکہ آیہ تفسیر بعضہا بعضا مسلم ہے کہ خود قرآن

کی تفسیر میں نو حضرت کے ہوتے ہی بہت سی باتیں سامنے آتی ہیں۔  
اب قرآن کی دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے جس میں انجیل آئینہ کی ولایت کا مجسمہ ہے۔  
جو اسی سورہ مائدہ میں ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و انک لم تعلم فضل  
فما بلغت رسالته و الله یصلح من یشاء ان الله لا یهدی فی الضلال انکما قرأ فی  
کہ اسے رسول پہنچا دے اور سکو جو تیرے رب کی طرف سے بھیجے تا نزل ہوا جو اور اگر نہ کیا  
تو کہ کیا تو اس کی رسالت کو نہ پہنچایا اور خدا کہنے بھیجے گا اور یہوں سے اور خدا ہی ہدایت  
کرتا ہو گا قرین کی۔

تفسیر در مشور من ہر دو اخرج ابن مسعود عن ابیہ عن ابن مسعود قال کنا فخر علی محمد ل  
یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین و انکم فضل علی  
بلغت رسالته حدیث ۲۹۲ کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم ہر روز رسول اللہ میں  
اس طرح پڑھتے تھے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی  
المؤمنین۔

تو کیا اب بھی ایڈیٹر صاحب یہی فرمائیے کہ قرآن میں کہیں ذکر ولایت جناب امیر  
نہیں ہے جبکہ خاص اس طرح پڑھا جاتا تھا ان علیا مولی المؤمنین۔

ایڈیٹر صاحب کو معلوم ہو کہ حضرت ابن مسعود کو اس قرآن کی بدولت عثمان کے ہاتھ  
کیا مصیبت پہنچی مارنے لگے۔ اور ان کا قرآن لیکر جلا گیا۔ تو پھر آپ کو آئین کیا عہدہ  
ہو سکتا ہو کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ تفسیر صحیح ہے کہ یہ آید در بارہ ولایت جناب  
امیرؑ تہذیل ہوا۔

اور اگر کوئی صاحب کا یہی مطلب ہو کہ ہمیں الفاظ سے قرآن نازل ہوا تھا جو کلام لایا گیا  
جیسا کہ ایڈیٹر الجھڑ نے لکھا اور ایڈیٹر الطہریت نے یوگنی زبان سے کہا تو بھی اس کی  
صحت میں کوئی حذر نہیں ہو سکتا کیونکہ اتنی حیرت آئین غلو ہیں جن میں تخریج نام والی  
سنت خلیل عریف ہیں تو جہاں اتنی آیتیں آپ کے بیان سے محض ہیں نہ ان کو  
آیت بھی تھی۔ مگر تمہارا دیا ہمارے علیا کا اعتقاد یہ نہیں ہے کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے



فی مقالہ مکمل لجدہ لامہ الصادق من خیر سادات اہل البیت و علمائہم  
استاذ العارفین و قدوة المحققین زبدة الاولیاء سید الاصفیاء و انفقوا علی  
امامتہ و جلالتہ و سیادہ قال عمر بن الخطاب اذ انظرت الی جعفر بن محمد علی  
انہ من سلالة النبیین و سمع من الامیة الاعلام شعبہ و یحیی بن سعید الانصاری  
و ابو حنیفہ و ابن جریر و مالک و محمد بن اسحق و ہشام بن عمار بن زید و سفیان الثوری  
و سفیان بن عیینہ و القطان و آخرون و قال ابو حنیفہ ارأیت ابی جعفر  
دخلنی لہ من الہیۃ ما لم یدخلنی من البصر و لہ ریح و رائحة عنہ کرامات ظاہرہ  
و آیات باہرہ ظهرت عند عدلہ و بعض الخلفاء العباسیہ ایاہ کانوا یطلبونہ  
لیقتلوا بہ ضرر انہ یرون منہ ما یخافون و یرہمون فینفون عنہ فہو وہ صفۃ  
(ورق علی) یعنی فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام کے لقب بہت سہین مشہور لقب صادق ہے  
کہ بسبب صدق کے آپ سادات الطہریت سہین اور ان کے کلمات سے استاذ العارفین و قدوة المحققین  
و زبدة الاولیاء و سید الاصفیاء بن جعفر امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ عمر بن محمد کہتے ہیں کہ جب امام  
جعفر صادق کی طرف ہم نظر کرتے تو جانتے تھے آپ سلالة نبیین ہیں۔ حضرت سے امہ اعلام سے  
علم حدیث حاصل کیا مثل شعبہ یحیی بن سعید انصاری۔ ابو حنیفہ۔ ابن جریر۔ مالک۔ محمد بن اسحاق  
اور امام موسی کاظم اور سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و قطان و غیرہ کے کہا ابو حنیفہ کے کہتے  
آپسے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا اور حضرت کی وہ بہت تھی کہ منصور دوانیقی خلیفہ کی بیعت نیچے  
وہی نہ معلوم ہوتی۔ حضرت سے کرامات ظاہرہ و آیات باہرہ ظاہر ہوئے جب خلفاء بنی عباس  
نے آپکو ضرر پہنچانا چاہا۔

اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۱۹ میں ہے۔ فصل فی التابعین جعفر الصادق ہو جعفر بن  
محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب الصادق کتبت ابو عبد اللہ کان من  
سادات اہل البیت مری عن امیہ و خیرہ سمع منہ الامۃ الاعلام خیرہ بن سعید  
و ابن جریر و مالک بن انس و الثوری و ابن عیینہ و ابو حنیفہ و لذتہ ثمانین  
و مائتہ سنۃ ثمان و اربعین و مائۃ و ہشائی و ستین سنۃ و دفن

۵۸۹ صاحب میر احمد علی صاحب کتبعل  
 ۵۸۴ صاحب امیر حسن صاحب غلام حیدر آباد  
 ۵۸۵ صاحب یوسف علی صاحب ذاکر  
 ۵۹۳ صاحب نجاب نواب سراج جنگ بهادر لاهور  
 ۵۹۴ صاحب سید لطیف حسین صاحب الشکر  
 ۶۰۸ صاحب شمس محمد تقی صاحب بلوی لاهور  
 ۶۰۹ صاحب سید محمد مصطفی صاحب بیگلر  
 ۶۱۰ صاحب ششی شرف حسین صاحب سکر  
 ۶۱۴ صاحب مسیح حسین صاحب قلعقدار  
 ۶۱۵ صاحب سید آل حسن صاحب وکیل  
 ۶۱۶ صاحب بابو مرتضی حسین صاحب  
 ۶۱۷ صاحب محمد حیدر حسین خان صاحب  
 ۵۱۴ صاحب ششی غازی الدین صاحب بریلی  
 ۵۱۵ صاحب سید محمد زار صاحب کتبیلدار  
 ۵۱۶ صاحب فیض حسین صاحب وزیر آباد  
 ۵۱۷ صاحب مقبول حسین صاحب گورکپور  
 ۵۱۸ صاحب سجاد حسین صاحب پنج  
 ۵۱۹ صاحب نواب علی یاور جنگ بهادر  
 ۶۰۹ صاحب سید آل حسن صاحب سراج  
 ۶۱۰ صاحب ششی نجیب الدین صاحب  
 ۶۱۱ صاحب ششی سید فیض الحسن صاحب مختار  
 ۶۱۲ صاحب سید محمد صاحب  
 ۶۱۳ صاحب ششی غلام شاد علی بیگ صاحب  
 ۶۱۴ صاحب شمس فضل صاحب خوداگر  
 ۶۱۵ صاحب شکر سید علی اکبر صاحب

۵۸۰ صاحب حضرت علی شاه صاحب عقیدار  
 ۵۸۱ صاحب سید محمد حسین صاحب منزل  
 ۵۸۲ صاحب شاه نواز غوری حافظ خان  
 ۵۸۳ صاحب مولوی تصدق حسین امیرت  
 ۵۸۴ صاحب محمد حیدر الحسن طالب علم  
 ۵۸۵ صاحب سید حمایت علی شاه صاحب  
 ۵۸۶ صاحب آغا محمد باقر غنی حیدر دکن  
 ۵۸۷ صاحب ششی سید حسن صاحب ندی  
 ۵۸۸ صاحب سید مختار حسین صاحب پلور بندوبست  
 ۵۸۹ صاحب طالب حسین صاحب راهون  
 ۵۹۰ صاحب سید اصالتی صاحب الشکر  
 ۵۹۱ صاحب میر غفر شید حسن صاحب سیالپور  
 ۵۹۲ صاحب سید غفر حسین صاحب شکر  
 ۵۹۳ صاحب ششی محمد احمد صاحب آذری صاحب  
 ۵۹۴ صاحب حسین جان نواز حکیم علی جان حیدر  
 ۵۹۵ صاحب بهادر حیدر آباد دکن  
 ۵۹۶ صاحب ششی شاد عباس صاحب شکر  
 ۵۹۷ صاحب مولوی سید حسین صاحب شکر  
 ۵۹۸ صاحب سید حمزه علی صاحب چندوی  
 ۵۹۹ صاحب قاضی محمد رضا علی صاحب پلور  
 ۶۰۰ صاحب سید محمود الحسن صاحب لکھنؤ  
 ۶۰۱ صاحب سید محمد علی صاحب قلعقدار گورکپور  
 ۶۰۲ صاحب جامی مولوی سید حسین علی صاحب  
 ۶۰۳ صاحب محمد سعید عالم صاحب میانجی  
 ۶۰۴ صاحب محمد سیدی شریف الحسن خان یانی پت



## صلاح

وہ ماہانہ رسالہ جو تیرہ برس سے فرقہ حشریہ کی حمایت اور نصرت میں جان لڑائے ہے جبکہ کوئی اجنار و رسا اس فرقے کا دشمن اسنے قوم کی اصلاح اور بھائیوں کے دھیرے کا شہرہ اٹھایا۔ اور قوم نے بے کل اغراض ملکی و مالی کا اسکو سرپرست و گروان مان لیا۔

اس نے قلم صلاح نے آج تک جب قدر کتابیں علم کلام میں شائع کیں اور جو قدر بھائیوں کا حوالہ دیا قوم میں مشہور ہے۔ دو سال سے ترقی بخاری سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے صحاح الکتب بعد کتاب البیہادی صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کی جاتی ہے کہ صحیح اور اتفاقی روایتیں الگ جاتی ہیں اور دوسری وغلط روایتیں الگ باجوہ دیں خوبوں کے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ۔

**تفہیم بخاری** پہلا حصہ اصلاح جلد سے شرح ہوا اور دوسرا جلد ختم ہوا اور کثرت شوق شائقین و بارہ و پندرہ جلدیں لکھی گئیں جو ترقی بخاری کے پہلے باب کی کتب پر تفصیلی ملاحظہ فرمائی ہو چکے ملاحظہ سے قدرت خدا یاو آتی ہے قیمت صرف چھ آنہ ۶

**اشمس** اشمس اہلسنت وہ اسلام کو چھ جوں تیرہ برس میں نہ کھلے تھے اگر تمام عالم کے اہلسنت جمع ہوں تو کسی کو جلد نہ مسمول نہیں دیکھتے قیمت ہر جلد ایک روپیہ

## نہج البلاغہ

اس کتاب سے خلافت کون ناواقف ہو گا کہ جناب امیر المؤمنین مظہر العالی نے حضرت سیدنا محمد الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبہ و خطوط اور مختلف حدیثیں جس پر مسلمانوں کو دین دنیا کی ترقیوں کا دار و مدار ہے جناب سیدنا علی علیہ الرحمہ نے اس میں جمع کی تھیں قدیم زمانے سے متعدد شرحیں لکھی جی فارسی میں لکھی لیکن اگر یا انہما یہ کتاب کیا بلکہ تا اب بھی جناب فخر الحکام دام ظلہ نے اسکا ناخود ترجمہ کیا جو اور بسو ط شرح فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب بہت عظیم تھی اسلئے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال اسکے ۱۰ اجزاء ۱۰۰۰۰ قطعیں بر شائع ہوں لہذا چھ سالانہ مقرر کیا گیا ہے ہر پنج روز شائع ہوتے ہیں پوری کتاب کی قیمت درجہ اول ۱۰ روپیہ درجہ دوم ۸ روپیہ

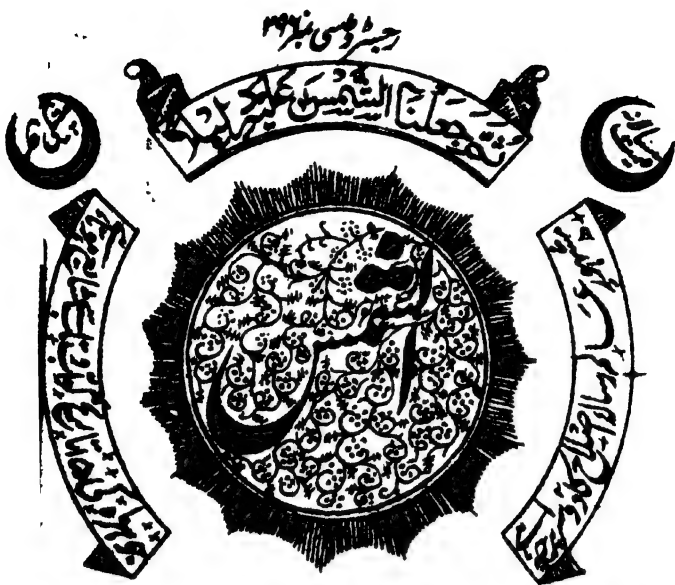
**رسالہ وضو** جسے دنیا کو منوالہ اسلام میں ترقی حق شیعہ جو مسکا و خدا و خدا را در حال مطابق کتب دست و پا لیس حدیثوں سے زیادہ کتب بعد کا اہلسنت سے لکھی گئی ہیں کہ یہی وضو حضرت رسول اللہ کا جو شیعہ جو نہیں جاری ہے قیمت ۸

**مناظرہ اچوتہ** حصہ اول جس میں قرآن ۱۲ احادیث رسول اللہ درجہ اول ۱۰ روپیہ درجہ دوم ۸ روپیہ

اقوال مالک و حواہ و ابی حنیفہ و ابو یوسف و ابو حنیفہ اہلسنت با حصوں معاہدہ برائی میں ان کے نام صراحت نہ کر رہے ہیں کہ اس میں بدعتی لکھی گئی کتاب لکھی گئی تھی۔ قیمت صرف فی جلد ۱۰ روپیہ







۹-۶

## فہرست مقاصد و فوائد

- ۱) کتب علم کلام مذہب مجید جو حاصل ہوئے ہیں انکا مفصل جواب خصوصاً انہیں آجنا کا جو کچھ لکھتے تھے ان کی مخالفت میں شائع ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لئے کتاب مستطاب بقصداً پر حملہ کرے جو حال ہے
- ۲) بعد از مفت اسکے ان مختصر رسائل کا جو ابجہ فی النفس کی طرف سے بغرض تشنیع مذہب جہ شیعہ شائع ہوئے خصوصاً آیات بینات - ہدایہ الازید منہاج المستانبین تبیہ در زمان عربی -
- ۳) حجم اس سال کا کم از کم ۲۵ صفحہ ہو گا۔ مگر
- ۴) قوم کی توجہ سے عقرب ٹیپنگ ہاؤس لکھا۔
- ۵) خیریدار دینے پر صرف التفسیر اور اخبار و رسائل و اشعار و نوون مفت بطور پیشینہ دیں گے۔
- ۶) قیمت ہر ایک سالانہ مع حصول ڈاک کا
- ۷) مراسلت میں بھجنا لکھنا ضروری ہو تو ڈاک کا
- ۸) سابق مقام جیتنے وقت غوراً ذکر و مطلع کرنا
- ۹) ہو گا ورنہ عدم وصولی سے شکایت معاف
- ۱۰) در صورت عدم حصول رجوع تاریخ اشاعت
- ۱۱) ہر سال ہر مفت دیکھ اسکے بعد ہر سال آنا چاہیے
- ۱۲) جملہ مراسلات ادبیہ کے نام ہیں یا نہیں۔

نوٹ: ۱) ہر سال ہر سال صرف و مفاد کے لیے ہی خاص مافی علم کلام میں تحریر کرنا یا اعلیٰ یا مقدمین کی طرح  
 عیالان معقول ان غیر تحریر و فرائض مگر کتاب کی ری تحریر نہ کی شائع نہ ہوگی (۲) جو کتاب اس سال میں خاص علم کلام  
 جس میں لکھا ہو تو ہی خاص موضوع جو شخص اس ذریعہ سے مدد کرے اس کا خصوصاً شکر ادا کیا جائیگا۔

محمد حیدر

پیشہ کرنا شاعت و فرائض کے لیے خاص مافی علم کلام میں تحریر کرنا یا اعلیٰ یا مقدمین کی طرح

آجہ والہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# الشمس

نمبر ۸-۹ بابت ہار جیو شعبان رمضان ۱۳۲۹ھ جلد ۲

عرض حال

(۱) الحمد للہ کہ آج ۳۲ نمبر کی جی حاضر ہوتے ہیں اب صرف ۳۲ نمبر اور رہے ہیں۔  
قبل از محرم حاضر ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۲) ان تین نمبروں کی اشاعت میں جس قدر دماغی محنت خرچ ہوئی ہے اس کا اندازہ ناظرین کی  
تو کیا ہو گا مگر ہم جانتے ہیں کہ دماغ کس طرح چکر کھارہا ہے تاہم فضل خدا سے امید ہے کہ موجب  
مسترت ناظرین ہو۔

(۳) تقدیس القرآن۔ حد السارق کا سلسلہ تو مسلسل ہے مگر تحفۃ الناظر کا سلسلہ نیا ہے  
کشف الظلمات و رد الملاحدہ صفحہ ۹۷ سے شروع ہے ۹۶ صفحہ اس کا جلد ۵ میں شائع ہو چکا ہے  
لہذا جدید خریداران الشمس ابتدای صفحات طلب کر سکتے ہیں ہر ایک کا چھوٹا نمبر ہو گا۔

(۴) ہم اپنے وعدہ اور قوم کے اصرار سے اس کی اشاعت پر مجبور ہوئے در نہ ایڈیٹر انجم کے اس  
فقہ سے کہ الشمس باوجودیکہ خاص انجم کی رد کے لئے نکالا گیا اور انجم کے ساتھ ہی شائع  
شروع ہوا مگر آج تک اسے جلد اول کو بھی نام نہ کیا اور تاہم وہ اس سے بھی گہرا رد و ملامت  
طرف متوجہ ہو گیا مور نمبر ۲۸ شعبان ۱۳۲۹ھ تک تھا کہ جس طرح ہو سکے حد السارق کو تمام  
کوین حسین ان کے انجم جلد اول کا مسلسل جواب دیا جاتا ہے مگر قوم کی خاطر سے یہ خطہ ان کا  
اوشٹا نا پڑا اور شرح الملاحدہ اور کشف الظلمات اس دفعہ شائع کرنا پڑا اور ایڈیٹر  
انجم کا یہ طعنہ اس پر ہے کہ مجھے مسافر کا جواب کیوں شروع کیا جس سے ہر شخص سبک دیکھتا ہے  
کس قدر انہیں اسلامی ہندوی ہے کیونکہ رد الملاحدہ اور کشف الظلمات قتل اللہ خشتہ  
سے شائع ہو رہا ہے مگر کسی اس کا طعنہ نہیں دیا۔ ایڈیٹر صاحب نے یہ خط لکھا کہ الشمس انجم کے ساتھ  
شائع ہو گیا کیونکہ انجم کی اشاعت ۱۳۲۸ھ سے شروع ہوئی الشمس ۱۳۲۹ھ سے شائع ہو رہی ہے

میں تفاوت ہوا۔ انجمن نے پہلے ہی نمبر سے تحریف قرآن کی بحث شروع کی۔ انجمن سال بمطابق  
خیال سے ٹائٹل مارکہ اس بحث کو چوڑے دینے جس سے مخالفین اسلام کو حملہ اسلام کا موقع ملتا ہے  
جب کہ سطح او نہون نے نہ مانا تو دوسری سال سے بحث تحریف قرآن کی شروع ہوئی۔  
مناظرانہ چال اس کی کہتے ہیں کہ جو بڑے ایسا کہیں کہ سچ معلوم ہو کیونکہ آج تک جتنی تحریروں انجمن میں  
تحریف قرآن کے متعلق شائع ہوئی ہیں سب کا جواب انجمن نے دے دیا تو اس اعتبار سے یہ جملہ  
سچ ہے کہ انجمن جلد اول کا جواب مسلسل پورا نہیں دیا گیا مگر یہ اعتبار واقع غلط ہے کیونکہ بعض  
پروانہ کو تازہ تھا وہ سب خاک میں ملا دی گئی جو باقی ہیں ان کی رد ہو رہی ہے۔

(۵) تاخیر اشاعت کا ہر سب سے بڑا الزام ہے مگر ہم چند زندہ قوموں کی حالت دیکھ رہے ہیں کہ  
ان کے ماہوار رسالوں کی یہی حالت ہے۔ آریہ مسافر جلد ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱  
میں آتا ہے۔ السنوہ جو ندوۃ العلماء سے جسکی مالی حیثیت یہ ہے کہ مسلمان یونیورسٹی کو اس نے  
دس ہزار روپیہ دیا اور سکا نمبر بابت ماہ رمضان آج تک کہ یکم ذی قعدہ ہے نہیں شائع ہوا  
تہذیب الاخلاق جو دفتر وکیل سے نکلتا ہے جسکی قوم نے ہزاروں کا سرمایہ قائم کر دیا کہ  
وکیل ٹریڈنگ کمپنی اسے قائم کر لی اور سکا بھی آج تک نہ شائع ہو سکا۔ پھر الشمس کی حالت  
کیا عرض کیجئے جبکہ ان کو مستقل اشاعت ہونے کو سامان اصلاح پریس سے نکلتا ہے  
جو ایک کوردہ گاؤں ہے جہاں دکاندار نے نہ روشنائی نہ کوئی ادنیٰ چیز سپر بھی گیارہ سو مہینے  
تک ۹ نمبر نہ حاضر کیا۔

(۶) قلت اشاعت اصلی باعث تاخیر ہماری تحریروں تو اس بارے میں قابلِ غمت  
نہیں مگر تاخیر تہذیب الاخلاق کی زبان سے یہ ایسا رسالہ جسکے خریداروں کی تعداد آٹھ نو ماہ  
کی مسلسل یاد دہانی پر بھی پانچ چھ سو سے کم تھی زاید ہوئی ہو جو اپنے معمولی مصارف تک کو  
پورا نہ کر سکتا ہو جسکے ادیرہ کی وسعت محض مالی مشکلوں کی وجہ سے وہ کی ٹری ہو جسکی قلت اشاعت  
کی وجہ سے ایڈیٹر کو اتنا وقت بھی نہ مل سکتا ہو کہ دوسرے مشاغل سے یکسو ہو کر اسکو خاطر خواہ  
ایڈیٹ کر سکیں کافی وقت نکال سکے یہ ظاہر ہے کہ ایسا رسالہ کب تک چل سکتا ہے؟  
اس خیال کے انجمن کی کیا حالت ہوگی جس کے خیر ۶ برس میں بھی ڈھائی سو نمبر نہ

جسین وہ حضرات بھی شامل ہیں جنکے یہاں تین تین برس کا چنڈہ باقی ہے۔ ویلو جاتا ہے تو وہاں آتا ہے خط جاتا ہے تو جواب نہیں ملتا۔

(۷) اسپر دنیا بھر کی فرمائش کہ ملکی خبریں بھی ہوں، متفرق مضامین بھی ہوں۔ آریہ کا جواب بھی ہو وہابی کی بھی رد ہو کشف اطلالت بھی۔ رد الملاحہ بھی۔ ملو اسکی کسیکو فکر نہیں کہ ان مضامین میں کچھ محنت ہوتی ہے یا نہیں ایڈیٹر کے ذمے اور بھی ضروریات ہیں کہ نہیں۔ مال کھان سے آئے جوان سب کی اشاعت ہو۔

(۸) ان فرمائشوں کی تعمیل کے لئے صرف ۸ کا اضافہ چاہا تھا مگر ایک متفنس نے نہ منظور کیا۔  
(۹) توسیع اشاعت کے لئے مکرر عرض کیا گیا کہ اپنے دوست احباب کو اسکی فریاری پر آمادہ کیجئے مگر کسی کو خیال نہیں تو پھر کیا کیا جائے۔

(۱۰) آخوین بے مجبوری تمام عرض ہے کہ اشاعت اشمس اگر آپکے نزدیک ضروری نہ لگے کہ سالانہ سے اسکا خاتمہ کر دیا جائے کیونکہ ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ جب تک وہابیوں، صیون، آریوں کے اعتراضات کا خاتمہ نہ کریں اسکو جاری رکھیں مگر جب قوم کی یہ بے پروائی ہے تو پھر ہیکار ہے والسلام۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی ایڈیٹری سے ایک اخبار ہفتہ وار **مسلمان کی ملیوسی** مسلمان نکلتا ہے جسکی غرض مخالفین اسلام کی جواب دہی ہے وہ لکھتے ہیں در یہ بھی ایک امر واقعی ہے کہ مخالفوں کے مضمون تنقید قرآن کا جواب سوا مسلمان کے کسی حصہ نے نہیں لکھا ہے مورخہ ۲۴-شوال ۱۴۰۰

اسپر جہاں تک آنسو بہایا جائے کم ہے کیونکہ وہ حیان اسلام ہزاروں کیا کر ڈروں ہیں اخبار بھی انکے بے انتہا ہیں۔ وطن۔ روزانہ وطن پیسہ اخبار۔ روزانہ پیسہ اخبار۔ وکیل ہفتہ وار۔ بلو البشیر۔ الہادی۔ تہکرج الاخبار۔ کرزن گزٹ۔ انجم وغیرہ وغیرہ مگر کسی کو اس درد کا احساس نہ ہو کہ آریہ تنقید قرآن لکھ رہے ہیں اور یہ سب پٹیک مار رہے ہیں۔

اصلاحہ بین قرآن کے استغاثہ کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا نام بنام سب کو بکار لیا مگر کینے نہ سنا۔ یہ مرزا کی۔ یہ اہل قرآن کیا ہوئے جو دعوائے اسلام میں تو وہ جوش و گہماقی ہیں



اور قرآن کی حمایت میں یہ حالت کہ ایڈیٹر مسلمان فضیلت کرتا ہے، تنقید قرآن کا جواب آج تک سوئے مسلمان کے کسی ہمعصر نے نہیں لکھا۔

کیا مسلمان کے سوا اب کوئی مسلمان نہیں کسی کو قرآن کی فکر نہیں۔ کیا سب مسلمان بابو بکر صاحب کے ہنجیال جنگلکے مخالفین خلافت کا قتل ضروری ہے مگر جمع قرآن غیر ضروری۔

اس فقرہ سے ایڈیٹر صاحب کی اس تحریر کا جواب بھی نکل آیا۔ کہ آج تک جتنی ان گنت مناظرے ہندوستان و پنجاب وغیرہ میں ہوئے ہیں اہل سنت ہی مناظرے ہی، مورخہ ۲۱ ربیع الاول۔

کیونکہ جب قرآن کی حمایت میں آپلوگوں کی یہ حالت ہو کہ غیر مسلمان آج تک کسی سے جواب نہ دے سکا تو اور مناظرے میں وہ کیا جائیں گے یہ دوسری بات ہے کہ کسی مرید نے ابھارا ہو چھ عدہ دعوت دیا ہو تو اس پر دو دو جو بیچ لڑنے کو کوئی صاحب چلے گئے ہوں۔

مسلمان کیوں جواب دیتا ہے اسکی وجہ بھی خود لکھتے ہیں ۱۰ ایڈیٹر المجددیت کی مشکلات، ایک طرف سے آواز آتی ہے کہ شیعہ ہمیں بہت تنگ کرتے ہیں اسلئے شیعہ کا جواب ضرور دیا کریں x x ایک آواز آتی ہے کہ آریون نے بڑا ستایا ہے المجددیت میں انکی نزدیک ضرور ہوا کرے، ۲۹ مورخہ ۱۲ جمادی الاول۔

جس سے معلوم ہوا کہ آپ جو کچھ لکھتے ہیں اپنے خیر آروان کے اصرار سے اور ان سے خوش کرنے کو پھر جن اخباروں کے خرد اران مضامین کے شایق نہ ہوں وہ کیوں اس درد سہری کو قبول کریں یا ان اپنی حمایت قرآن کا یہی حال سن لیجئے مسلمان ۱۹ میں لکھتے ہیں، مغذرات تنقید قرآن کا سلسلہ بعض دیگر مشاغل کو جو جیسے کچھ دنوں سے بند ہو آئندہ سے جاری جائیگا۔

اب کوئی اسلئے پوچھے حمایت قرآن سے بڑے کون سا مشغلہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ضرورت جو اپنے حمایت قرآن کو بند کر کے دوسرے مشاغل کو ترجیح دیا۔

اس ۲۹ مسلمان کو دیکھو کون سا مضمون اسکا ایسا ضروری تھا جس سے سارا اخبار بھر دیا گیا اور تنقید قرآن کے جواب میں ایک حرف نہ لکھا۔ آپ کے مضامین حسب ذیل ہیں۔

انجن اتحا و ترقی مسلمان پنجاب لاہور۔ اسکا اشتہار آپ شائع کرتے ہیں پوچھئے اسکی ضرورت کیا تھی کیا حمایت قرآن سے اسکی ضرورت زیادہ تھی۔ ہندو اور گوشت خوری۔ کیا حمایت قرآن سے انکی

ضرورت زیادہ ہے۔ ہائے کس طرح اردو و فہم ہو رہا ہے۔ کیا جواب تنقید قرآن سے یہ زیادہ ضروری ہے۔ دیکھ کر دینی پریشور کا حال۔ اپنے گھر کی فکر نہیں کرتا قرآن پر کیا حکم ہو رہا ہے اور چلے وید پر اعتراض کرنے جسکو سب جانتے ہیں کہ چند حکیموں کے اترال کا مجموعہ ہے رسا فرجی کی یوں کا پورین بھی کہلی مطلب یہ ہے کہ نیڈرٹ بھوجت صاحب نہ آخر وہ بھاگے یہی تو شروع سے فہمیتیں کارنگ چلا تا ہے کہ یہ نہ فرار ہی بناتے ہیں یہ اونکو۔ منظور پورین ایک اور فہم۔ منظور پورین قریش میں بے گرا ہووا۔ مسافر مسیالے کیوں نہوتے ہیں مسافر نے عہد اہل حدیث کا فتویٰ ان کی تائید میں شائع کیا تھا۔ سہرہ غصہ ہے۔ کیا وہ یہ فہم ہے پرانا نامعلوم ہے۔ کتب بینی کے فوائد جہاں مودوں شفاء کے ساتھ ہی کتابت دیکھنے کی ضرورت بنائی گئی ہے۔ تو جواں ہوو کی تشبہات تھوڑی۔ غصہ غصہ نہ ہر سہ سادہ ہو کہ حق زرو اسٹیجوں کو روکو۔ ایک ہمدہ سا ہوتا ہے چار سو یوں کہ سارے پہنچتا ہے۔ گاسٹ ہاؤس مقلد سڈن آئے ہندو کا فہم۔ انہیں بدایت الاسلام کا محاسبہ اٹلی اور ٹی کی جنگ یہی مضامین ہیں جنہیں اصفیہ اخبار کا مہنت کر دیا گیا او۔ انویسٹمنٹ زوری تھکا کہ بوب تنقید قرآن کو سائے ترک کیا۔ کیا بھی اسلام ہے۔ یہی فرنی ہو روی۔ سیکہ انا ایس کیونکہ کھانگی تو بھرنا میں یہ مہنت ہو جو نکلے سولو لیرا اب اس پہنچا ہوا۔ بدایوں شائع ہو پورہ فیہ کے سفر میں نستر لے کے ہیں اسلئے منتقل آریہ کا جواب لکھا نہیں جا سکا۔

بہر حال مسلمان کی یہ فریاد اسوقت آیا۔ مسافر اخبار کی پیش کش کرنا ہوں جس میں مختلف قسم کے مضامین مخالف اسلام نکلتے رہتے ہیں کچھ ایسے نہیں کہ مسلمانوں میں اونکا جواب ہوتا ہے کہ سب مضامین کا نہیں اور نہ ہو سکتا ہے پس یہ لازمی بات ہے کہ بہت۔ ہر صاحبو مخالف کا جواب چھائی اسلئے میرے دلیمن ایک تجویز آتی ہے ہر کہ برہمہ صاحب اسٹاپنے ذاتی کے مطابق ایک ایک مضمون کا جواب دینا چاہیے نہ لے لے مسلمانان محمدیہ متعلق۔ اعادہ متعلق ترادہ و انجیل کے خلاف تائید کے خلاف۔ سب متعلق۔ لکھنے کے مطابق لکھنا ان عام فہم کے متعلق۔ ان مضامین۔ جو صاحب جہاں حصہ ذاتی کا جواب ہے۔ سڈن و سکا پورہ میں ہر وہ نہ لے لے۔ سمجھو یہاں ہر دینی اخبار نویس اس فرض کو پورا کرے۔ گائیڈ ہے

کی ہر تحریر نامطلوبی قبول ہے کہ مسلمان اپنے سابق رویہ سے یہ ذمہ لیتا ہے کہ قرآن مجید کے متعلق لازمی طور پر جواب لکھیگا۔ انشاء اللہ احادیث کے متعلق اگر کوئی صاحب ذمہ لیں تو ہوسکو نفل کر دیگا۔ ۱۱

کیونکہ قرآن کی حمایت کسی سنی سے محال ہے جیسا کہ وہ آبی اسکا قصد کرے کیونکہ حدیث رسول لایجاد و تراخیم نفس میری موجود ہے کہ یہ قرآن کو کبھی سمجھ نہیں سکتے۔ یہ کہہ کر ممکن ہے کہ جس بات کو سمجھ نہ سکیں اسکا جواب دین۔ دوسرے اصول مذہب آپکا حمایت احباب ہر کچھ کو نہ کر ممکن ہے کہ حمایت قرآن کر سکیں کیونکہ حمایت اصحاب و قرآن کا جمع ہونا محال ہے علاوہ بیان آپکے جواب کا طریقہ وہی ہوگا کہ مسافر کے نمبر کے نمبر ہضم کر جائیگے اور کہہ دیجئے کہ جواب ہو گیا دو دو ورق مسافر کا آپ دیکھئیگے اور کہہ دیجئے اور کچھ لکھا ہی نہیں لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ قرآن کے متعلق اعتراضوں کے جواب کو شیعوں کے حوالہ کیجئے جو ابتداء سے متمسک بالثقلین یعنی قرآن و اہل بیت کے پیرو ہیں جبکہ منہ نہ تھکے قرآن نے آپکو اجمعی طرح دکھا دیا۔ اور آپ صرف حدیثوں کے متعلق اعتراض کا جواب لکھئے کیونکہ آپ الحدیث بھی ہیں اور مسافر کا جو کچھ اعتراض ہے وہ احادیث صحاح ستہ پر جس کے تنہا آپ ذمہ دار ہیں نہ شیعہ نہ حنفی۔ نہ مرزائی۔ نہ اہل قرآن

اگر آپ نے یہ تحریر اسلام کی بھردی سے لکھا ہے تو اس مشورہ کو قبول کر کے آئندہ نمبر کی سلسلہ وار جواب مسافر احادیث کے متعلق لکھیں گے اور قرآن کو آپ اتمس کے لئے بالکل چوڑ دئیے کیونکہ اگر قرآن کی حمایت آپ سے کسی طرح ممکن ہوتی تو حد السارق کا حضور جواب لکھتے جیسے پانچ سو روپیہ کا انعام کا اشتہار ہمیشہ دیا جاتا ہے۔

دیکھئے مسافر انکو قاضی انسانی بھردی کیا سمجھا رہا ہے وہ اسلئے مسافر کے جوابات دینے سے ہم معذور ہیں اب آئندہ مسافر کے جوابات شیعہ ہی دیا کرئیے۔

اگر ایڈیٹر مسلمان اس مشورہ کو نہ قبول کریں تو ہم دوسرا مشورہ دیتے ہیں کہ تنقید قرآن کے لئے آپکو کچھ معاوضہ دیکر آمادہ کریں کیونکہ یہ ساری ہاگ لکائی ہوئی اونہیں کی ہر اور مشہور ہے کہ جادو گر ہی اپنا جادو اوتا رسکتا ہے۔

ایڈیٹر صاحب مسلمان سے بھلا امید ہے کہ وہ اس تحریر کو بغور پڑھیں گے اور احادیث کے جواب پر بہت جلد توجہ کرینگے۔ کیونکہ عام طور سے وہابی پریشان ہو رہے ہیں اور جن میں کچھ بھی احساس کا مادہ ہے یا وہ مسافر کو دیکھتے ہیں وہ صحاح مستدرک کی سیرت سے نکلنے پر آمادہ ہیں۔ دوڑے جلد خبر لیجئے ورنہ پھر نہ عید پر بیٹے نہ مرید آباد۔

## مقتضیٰ الکاذب

(صفحہ نمبر کے بعد سے)

کافی کے باب اندر عجیب القرآن کلمہ الا لایمہ سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ چونکہ امام کے سوا کوئی جامع قرآن نہیں ہوا لہذا یہ قرآن ناقص ہے۔

تو کیا یہ مضامین حضور والا کے قابل التفات نہیں ہیں؟ یا آپ نے اپنی اصلی و قطعی غلطی کا اعتراف کہیں کیا۔ یا انکا ناقابل التفات ہونا آپ عالم پر آشکار کر چکے۔ کیونکہ انجم کے تو اس سال بھی دو چار نمبر نکلے ہیں جو سب پیش نظر ہیں۔ پھر کہاں علم آشکار کیا گیا کہ ان کے ذکر پر تو نہیں قبضہ کیا۔

ایڈیٹر صاحب صفحہ ۲۲ دیکھئے جس میں عمر بن عمر سب کا قول درج کیا گیا ہے عقل مذہب قون لکنیو کہ بہت سا قرآن جاتا رہا۔ کیا یہ مضمون بھی حضور والا کے قابل التفات نہ تھا یا اس میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے۔

صفحہ ۳۲ میں عبارت آپ کی ترجمہ اسد الغابہ سے نقل کی گئی وہ بھی قابل التفات نہیں کہ علیؑ کو حصہ علم دین دے گئے تھے اور دسواں حصہ جو اور نو گویا کو ملا تھا اوس میں بھی وہ شریک کیا گیا یہ عبارت آپ کی نہیں ہے جن سے اون کل احادیث کی صحت ثابت ہوتی ہے جو اصول کافی سے لکھی گئی۔

ایڈیٹر صاحب وہ زمانہ نکلیا جس میں عام مسلمانوں سے یہ فریب کیا گیا تھا کہ ابو بکر کی خلافت بھلا رسول تھی جبکہ حضرت عمرؓ نے وقت سے وفات کہو لا اور اوسکا نتیجہ عثمان کو ملا۔ دنیا سیانی ہو گئی کسی سب بھول گئے کہ آپ نے چار یا دہی چھینڈا عرض فرمادے کہ لے نکالا تھا جس کو

کوؤنٹ نے خود آپ کی لیڈروں کی رائے سے موقوف کیا۔

ایڈیٹر صاحب کیا خوب کہ تشکیں فرماتے ہیں دو چاند ایڈیٹر شمس نے ایک مرتبہ بہانہ شک کہہ دیا کہ یہاں صاحب ہم اپنی موہنہ بچے کے لیتے ہیں اس صریح عاجزی و غلو بیت کا اعتراف ایسے حق شناس لوگوں کی زبان سے حق کی تاثیر اور قدرت خداوندی کا کرشمہ نہ سمجھا جا سکے گا۔

نادم برینیش فیش - دنیا میں آپ سے بڑھ کر کون شخص عقل مند ہو سکتا ہے جو اس سے معلومات و عاجزی کو سمجھے۔ جواب جابلان باشند غوشی سے بھی غالباً آپ نے یہی نتیجہ نکالا ہو گا۔

اگر ایسی سمجھ نہ ہوئی تو آپ اس مذہب ہی کو کیوں اختیار فرماتے کیونکہ خواب امیر نے جو ابو بکر سے فرمایا تھا قال حين قام عن المجلس باءك الله فمساء في ومصر كمر ص ۲۸۶ شرح مقاصد۔

جب مجلس سے اٹھنے لگے تو کہا کہ خدا مبارک کرے وہ پیر جو بکھرا گوار اور بری معلوم ہوئی اور تم لوگ خوش ہوئے تو اس سے بھی آپ نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ خواب امیر اس خلافت سے راضی تھے جیسا کہ آپ اپنے مناظرہ جلد ۶ میں لکھتے ہیں جلد ۶ مورخہ ۱۱۱۱ کہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ مختلف حدیثوں میں سے کسی ایک کی تائید عقل موید بالمثل ہے ہوتی ہے تو اسکو دوسری حدیث پر جسکی تائید عقل مذکور سے نہیں ہوتی ترجیح دیتے ہیں

مسلم صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے حیات فاطمہ زہرا میں حضرت صدیق کی بیعت نہیں کی بعد انکی وفات کے بیعت کی راوی اسکی حدیث عائشہ ہیں اور ایک دوسری روایت ابن شیبہ وغیرہ میں ہے کہ انعقاد خلافت کے قبل روایت حضرت علی نے بیعت کر لی اس دوسری روایت کی تائید عقل موید بالمثل ہے ہوتی ہے وہ کہ راوی اسے وہ لوگ ہیں جو اہل حل و عقد اور بکھرا و مجلس بیعت سے ہیں بخلاف پہلی روایت کے کہ راوی اسکی حضرت عائشہ ہیں جو اہل حل و عقد و شکر کاہل بیعت سے نہیں ہیں لہذا دوسری روایت کو ترجیح دی گئی اور یہی قول صحیح قرار

تحفة الناظر بجوارح المسافر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامد ومصليا ومسيبا

اس حوالہ کی غرض صرف اس قدر ہے کہ ناظرین آپس تک ہم ایوں عبارتوں کو یہ نہ کہیں  
 آپس کی نسبت مخالفین اسلام کہہ رہے ہیں کیونکہ منافقین امت کی تحریریں تو آپ (صلی و  
 وسلم) میں مکرر دیے گئے ہیں کہ وہ اس کے بھی رد و اذہار نہیں ہیں کہ یہ حاکمیت اسلام ہم ایک طرف  
 اس تحریر سے انکو یہ بھی معلوم ہو گا کہ جو لوگ مخالفین اسلام کہے جاتے ہیں انکی مخالفت  
 صرف خلفائے ثلاثہ و منافقین صحابہ کی وجہ سے ہے نہ اسلام یا رسول اللہ یا قرآن سے انکو  
 ذرا بے طور پر پندان مخالفت نہ تھی۔ ملا فضلہ جو اصلح عنہ ج ۳ ص ۳۳

اس تحریر سے اس واقعہ کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے جو جنگ خندق میں آپ سی کے ہیں۔  
چونکہ امیر المؤمنین سر عمر ہرید الثقات بزرگہ او کہ بغایت جود و کرم و سخاوت و ہر سہر وقت  
اور سیدہ جامہ و سلاح اور اہر حال خود دید گشت اقلیدہ الا کتویہ گشتہ است اور اگر ہر سہر وقت  
روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۵۱۔

کہ جب جناب امیر نے عمر بن عبدود کو قتل کیا ہے اور اسکی زرہ کو جو نہایت قیمتی ٹکڑی ہے اپنا  
تو اسکی بہن نے خود جناب امیر کی تعریف کی کہ مافقہ والا کفر کیم۔

جلید و ضہد ندین علامہ محمد بن اسماعیل بن جراح میں ہے جو ایسا شخص تھا کہ اس نے کہا کہ میں قاتل ام  
کلتوم اخت عمر بن عبدود ترشیم و تذکرہ قبل علی۔ لوکان قاتل عمرو غیری قاتلہ  
یکسیر و اقام اللہم فی حسبی۔ ولکن قاتلون لایجاب برہ و کان یبغی قدی  
پیش از الجلال - صفحہ ۲۰ مطبعہ المطبعہ النوری دہلی

یعنی اگر کما حقاً وہ سچا ہو تو توحید تکوین پر چار سے یہ لہجہ باقی رہتی روتے مگر قافل  
 کا تہہ و تنہا جس پر چھبکری طرح عجیب آتا ہے نہیں۔ وہ تو قدیم زمانہ سے بغیر اسلوب کہا جاتا ہے  
 کہ اس میں ہے آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اس میں کیا خدا کی کوہِ حق پر اور اس میں سے آواز آئے

ہوتی تھی کہ باوصفیکہ حضرت کفار کو قتل کر نہ دے ہیں مگر بجائے ریخ و طال وح سوائی ہوتی ہے بلکہ تھیدے کہ جاتے ہیں تو اگر اسلام کی خدمت اور اسکی اشاعت خاندان رسالت سے متعلق رہتی تو آپ سبھ سکتے ہیں کہ کیا اکثر ہوتا اور کس طرح اسلام ان الامون سے پاک ہوتا جو آج مخالفین اسلام پیش کر رہے ہیں۔

اب دیکھئے اسی جنگ خندق میں حبیبی عمر بن عبدود لڑنے آیا ہے تو اسنے مبارز طلب کیا کہ جو صاحب لے کن انظون سے اسکی تعریف کی ہے۔ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں ہے چون عمر بن عبدود و زفر و اصحاب از خندق گذشتہ مبارز طلبیہ پیانچہ دین اور اوراق گزارشہ نیسایر پیکار و قتال بلا و متال و متوقف بودند حضرت رسول اند صاحب پر سید کہ سبب تال چیست عمر بن الخطاب از جانب اہل اسلام زبان با عذا از کشادہ معروف حضرت خیر الانام گردانید کہ تھے ہمراہی طاہرہ از قریش کہ عمر و عبدود و دران میان بود بر ہم تجارت بلکہ سودا فروختاے مشکافہ شام متوجہ بیتیم ناکاہ قریب ہزار ہزار ذوق طمان طریق سوارہ بر با بگرفتند اہل کامدان از مال بکلا از جان خویش مایوس گشتند عمر و عبدود چون صورت حال بدنا آسان دیدہ غمشیرہ از نیام برگشیدہ اختہ بر یکدست رہودہ بجاسے سیرہ پیش خود داشت چون شہر ثیمان و سردان بر فغان خان حکمہ کردن جماعہ کو اسطہ نوجہ اوروے انزام نہادہ قافلہ سلامت گزشت۔

جو فرق یہاں آئے جناب امیر اور عمر بن الخطاب بنی ماضیہ کیا کہ عمر لشکر اسلام کو عمر بن کہہ ہیں کہ کوئی اوکو متالین نہیں نکلتا اور جناب امیر مہاجر کا رو سکوا اس آسانی سے قتل کر رہے ہیں اور اسکی بہن اگر جناب امیر کی وجہ میں تھیدے کہ رہی ہے۔

ہی فرق آپ شیعہ اور وہابیوں کی ہر پہن بھی ماضیہ کرئیے کہ شیعہ کی کھر پسی ہوتی ہے کہ مخالف مان بھی جاسے اور خوش بھی ہو خلاف اہل سنت کہ وہ اس قسم کی تحریر کرتے ہیں کہ اور اشتغال طبع پیدا ہو اور بجاسے رفا و تسلیم مخالفت و معاندت کو ترقی ہو۔

زیرا وہ اخصوس تو اسکا ہے کہ اوس مذہب کے منافقین الجوزہ ظاہری اسلام کے ایسی خدمت نمایان پر کم سے کم ظاہری اطوار مسرت کرتے تھے چنانچہ اوس روضۃ الصفا میں ہے کہ چون

نبرد کی طرف سے ہوا تو ان سے

پہلے رسول اللہ آداب کو تحریر فرماستند و سرور اچھو داند عبداللہ بن مسعود پر خواستہ  
دکھ ۱۵۲۲ھ المومنین القتل بجلد و کا ۱۵۲۳ھ عزیز احکما صف ۵ ۱۵ جلد ۲۔

مگر افسوس اس زمانہ کے منافقین کا دستور اسکے بھی خلاف ہو چاہے چار تحریریں اس وقت  
تک اشمس کے خلاف اہل حدیث میں شائع ہو چکی ہیں جن میں نہ ایک حرف پر اعتراض ہوتا  
کوئی علمی ایراد مگر سب شتم کا کوئی دقیقہ اوٹھانہ رکھا گیا۔

اس تحریر سے انکو یہ بھی معلوم ہو گا کہ آریوں نے جو کچھ کلمات رسول اللہ کی شان میں آج تک  
کہے یا کہتے ہیں اوسکے باعث یہی حضرات و مانی ہیں جو اس حدیدہ دہنی سے آریو کا یہود  
اور لغو جواب دیتے ہیں کیونکہ اس تحریر سے معلوم ہو گا اشمس نے جو جواب دیا ہے اوسکی  
نسبت وہ کیا کہتے ہیں۔

ہم یہاں مسافر کی پوری عبارت لکھتے ہیں اور جہاں ہمکو اوسکا جواب دینا ہو گا اوسکو لفظ  
اشمس سے ملحوظہ کر دین گے ملاحظہ ہو مسافر مورخہ ۴ اگست نمبر ۲۲ جلد ۷۔

ناظرین والا تکلیف اسافر میں جو سلسلہ مضمون بعنوان قرآن  
مجید پر تنقید نکل رہا ہے وہ ناظرین نے ضرور پڑھا ہو گا لیکن  
افسوس ہے کہ باوجودیکہ بیسیوں دفعہ مجھے اپنے مسلمان بھائیوں  
کو لکھا اور میدان مناظرہ میں آئے کہ لے دو جو کیا لیکن افسوس کہ سوائے نیک نامی  
صاحب جنگی تہذیب و شائستگی و جوابات کا منہ ہم کئی دفعہ انہیں کالموں میں دکھائی  
دیں کوئی بھی مرد میدان باہر نہ نکلا ہمیں اسکی بھی چنداں پرواہ نہ تھی کہ میلان نہ نہایت  
سوا کوئی دوسرا عالم کیوں نہ نکلا۔ لیکن افسوس ہے کہ اول تو ماشاء اللہ خیمہ بدو و آب سوا  
کالی کے بات نہیں کرینگا کہ مضمون پر التفات کرینگے بھی تو وہ بے تکلیف انہیں گے کہ جس کا  
سر نہ پادوں کو کمال حال جو پھر نے جواب پر دوبارہ قلم اٹھائیں لیکن ناظرین یہ سنکر خوش  
ہونگے کہ اسلامی پریس کی عزت رکھنے کے لئے ایک شیعہ عالم نے قلم اٹھایا ہے اور اس سلسلہ  
مضمون کا جواب اپنے سالہ اشمس میں تہذیب شائستگی سے نکالنا شروع کیا ہے لیکن بیان  
آپ کی محبت اس امر پر تھی ہوئی کہ وہ مسافر کے جواب لکھ چکی صداقت قلب نے اس امر پر

## قرآن مجید پر تنقید اور اسلامی پریس



بہار کیا کہ وہ بلا روز فائیت اپنے مسلمان ہمسفرین شکار اللہ صاحب کی تکرید سیدھی کریں  
 انہوں نے سچے اور صحیح واقعات و روایات پر خدا کریں۔ ناظرین بغور اس دلچسپ سوال و  
 جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ شروع میں مسافر کا سفر من درج ہے بعد مسلمان کا جواب قیصر ہے  
 پھر پھر حضرت اشمس کی دونوں کی تردید ہے۔ اور آخر میں ہم اپنے سوال کی مزید تائید کر چکے ہیں  
 کی عبارت پر غور بھی لگے ہیں تاکہ ناظرین کو پھر اشمس کے جواب و پچھنے میں سہولت ہو۔ مسافر  
 اہل شہاب سے منقول ہو کہا انہوں نے ہوتا ہے ان دنوں کے کہ نازل ہوا تھا قرآن مجید تھا  
 یہاں نقل ہو گئے ہیں کے جنگ یمامہ میں اور یہ وہ علمائے جنہوں نے قرآن کو بخوبی یاد کیا تھا اور  
 ان کے بعد وہ قرآن کسی کو نہ معلوم ہوا۔

اشمس اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے قرآن مجید ص ۱۱ کی پوری عبارت نقل  
 کی ہے مگر اس میں کہ اس کو تمام ہو اور جب حکوایڈیٹر صاحب مسافر سے دو شکایت ہے  
 ایک یہ کہ اپنے اول ہجرے کیونکہ اشمس کی عبارت کو نقل کیا جس سے ہلکا شبہ ہوتا ہو  
 کہ کہیں ایڈیٹر صاحب اشمس تو آتے دھڑوں دید اعلیٰ ہو گئے کیونکہ یہ خاص قیامہ اور بن کا  
 ہے کہ بتلا و انتہا کے سلسلہ کو پور کر کے سے ایک جگہ لیتے ہیں اور بدانتہا خود اشمس  
 کرتے ہیں جیسا کہ کتاب مستطاب مقتضا و الاقامت فقہ جامع بخاری اشمس کی تفسیر میں  
 سلوک و ہمارے

دوسری شکایت یہ ہے کہ جو سلسلہ آپ نے شروع کیا تھا اس کو بھی مبالغہ ہو رہا ہے  
 حنفی حضرت بھی کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مسافر تہ ۲ ج ۱۸ نمبر ۱۸۸ راجست  
 شیعہ سنی ناظرین مسافر غرض پھر اشمس کے جوابات ہمارے مضامین قرآن مجید  
 اور مسافر کسی گزشتہ نمبر میں پڑھ چکے ہیں اللہ اعادہ تھا کہ ہم ان جوابات کو بھی  
 کہ اس میں بالکل جرح قوی ہے لیکن ہمیں اس میں ہے کہ ہم جو بدعت کا پیش کیا ہے  
 سے معذور ہیں خود کہ طور پر ناظرین مسافر ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں اور جنہیں زیادہ غور  
 ہو وہ رسالہ ڈکوراڈیٹر صاحب اشمس تمام پھر ملاحظہ فرما دیں سے طلب فرما کے ہیں  
 ان جوابات کو پڑھ کر ہر ایک صاحب فہم ہو سکے گا کہ میان غلامیہ صاحب فراموش

کہ تمام فرسائی ہمارے مضامین میں ہے وہ سب غلط اور فضول و بیہودہ ہے جس کا  
 ہرگز رسالہ الشمس میں ہے جس کا جواب ہمیں امید نہیں کہ میان شمار آکر صاحب ماقیامت  
 دیکھیں اور ایڈیٹر صاحب الشمس نے جو فاش غلطی آپ کے جواب میں نکالی ہیں اونکی  
 تردید کر سکیں لیکن لعلت کی بات دیکھئے کہ آپ اپنے اخبار نور خروار ۱۲ جولائی میں تحریر فرماتے  
 ہیں کہ چونکہ ہمارے ایک شیعہ مہربان نے بھی اپنے رسالہ الشمس میں مسافر کی بات کو  
 لکھنا شروع کیا ہے اسلئے بغیر ہم اونکے لئے چھوڑ دیتے ہیں یہ میاں بی بی کو یہ بات  
 ہونے کو شرم تو دانگیز نہ لادی ہوگی۔ اسی سید صاحبی کہوں نہ کہ یہاں جو جو  
 ہم مسافر کے دیتے ہیں اونپر ہمارے شیعہ مہربان جاری و جہان اور اتنے ہیں اور ہماری  
 غلطی دکھانے ہیں اسلئے مسافر کے جوابات دینے سے ہم معذور ہیں آپ آمیزہ مناسک  
 جوابات شیعہ ہی دیا کرینگے اگر آپ ایسا کہتے تو ایک عالم آپ کی صفات گوشتی کی  
 دینا اور آپ پر خواہ مخواہ مضحکہ نہ اڑنا تا ورنہ مہربان یاد رکھئے اگر آپ دو سہروں پر  
 مضحکہ کوڑا بین گئے تو آپ کے ہی بھائی آپکو بائیں الفاظ یاد کرینگے کہ کہ انویہ کہ آریون  
 کے نیوک پیضہ کہ کیا گرنہ معلوم اس سے قرآن کو کیا واسطہ کیا آریہ نیوک کیا شہرت  
 جو بخاری سے نہیں دے سکتے کہ جواب میں بھی بروایت عائشہ اسکا رواج تھا۔ پھر کیا یہ  
 نہیں کہہ سکتے کہ جو تم لوگ ایسا شریعت سے نکل کر کے شیر مار رہا لیتے ہو وغیرہ۔ شخص سے  
 ایک شخص کی داد لینے ہو تو اسی رسالہ کا مسفر ہا دیکھ لیجئے کہ کئی سڑے باضوں کی  
 لعلت و تہنوت و شغوکوی و کج ادولی پرستیا اور اسی گئی ہیں مسلمانوں انصاف سے خدا  
 کی کیا کہ کیا مسفر دایہ شمس کی بات نہیں کہ ہے۔ اخبار مسلمان کی تردید جو شمس  
 لعلت کی ہے خدا سے چور اگر جب ہم اپنی تردید پڑاتے ہیں تو ان سب کا حاصل یہ ہے کہ اہل سنت  
 اہل انصاف و اہل قرآن ہیں کہ اونکی روایتوں سے قرآن کا کم ہو جانا ظاہر ہے۔ مگر  
 اس سے نفیس قرآن پر کوئی اعتراض نہیں آتا ان آگ و سکا لال کوئی حلفا ہوتا ہے  
 اہل قرآن ہیں ان کو اللہ عز و جل ہو سکتا تھا ورنہ جلادینے آیات کے کفار نے ترتیب کے  
 جلادینے سے دو سکا لال کوئی شمس ہے۔ گویا ہمارا جو مصر کی قرآن کو قافہ سلیمانی سے

اصل قرآن کو بے نقص بلکہ تامل سے چہرہ ہمارے حسب ذیل سوالات ہیں شق اول اگر آپ قرآن  
 شریف کو بہتر نہ قانون واسطے رہبری انسان منجانب اللہ نزول شدہ مانتے ہیں تو پہلے  
 تو یہ فرمائے کہ کیا اس کی پیشی سے کچھ ہرج و مرج واقع ہوگا مثلاً اگر کوئی تعزیرات ہند سے  
 بوجہ بات چند در چند نجات کم ہو جاوین تو کیا وہ قانون مکمل قانون فوجداری کہہ سکتا ہے  
 شق دوم اس امر کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ جو آیات کم ہوں ہیں وہ موجودہ قرآنی  
 آیات کو منسوخ کرنے والی نہ تھیں جبکہ ناسخ و منسوخ آیات قرآن میں بھی بیہیون موجود  
 ہیں دیکھئے مسافر مضامین ناسخ و منسوخ شق سوم جس صورت میں کہ آپ قرآن شریف  
 کو خدائی علم معرفت مانتے ہیں تو لا بہت کہ آپ اسے ازلی وابدی مانتے ہیں صورت میں کیا یہی  
 ہونے پر دلالت نہیں کرتا شق چہارم یہ کہ اللہ میاں کی مرضی تھی کہ وہ آیات رہبر  
 انسان ثابت ہوں اور اسی غرض سے انکو دنیا میں نازل کیا تھا تو کیا کسی طاقت  
 کا انکو مٹا دینا یا دنیا سے اوڑا دینا ممکن ہے اگر ممکن ہے تو انسان خدا سے طاقتور اور  
 خدائی ارادوں پر قادر ثابت ہوا شق پنجم جس صورت میں کہ آیات گم شدہ واسطے  
 رہبری انسان نازل ہوئی تھیں تو کیا بحالت گم شدگی اللہ میاں اوکو دوبارہ نازل  
 نہیں کر سکتا تھا اگر کر سکتا تھا تو کیوں نہ کی گئیں شق ششم اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ آیات  
 گم شدہ میں وہ مسائل درج نہ ہوں بلکہ آج سنی مسلمان نظر نفرت سے دیکھتے ہیں مثلاً ناسخ  
 وغیرہ شق ہفتم کیا کسی مضمین و کتاب کی ترتیب سے اسکے مضمون اسکی فصاحت و بلاغت  
 میں کچھ فرق نہیں آتا شق ہشتم آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم کسی انسان کے ہاتھ کو کاٹ کر لے  
 سر کے لگا دیں یا انکو نوکھڑے نکال کر بیرون میں جڑو دیں تو اس سے خدائی منافی پر ہوتی ہے  
 نہیں ہوتا تاہم بالسنن اخدا کی منافی یہ تو اعتراض نہیں ہوگا لیکن ہاتھ کے پر اور آنکھ کو مس کرنا  
 لگھانے پر اسکو کوئی خدائی صنعت نہ کہہ سکتا بلکہ اسکو انسانی حکمت پر ازاجل بھیگایا پس اگر ہاتھ  
 پاس خدائی صنعت کا اعلیٰ نمونہ موجود ہے تو اسکو پیش کیجئے اور اسکو پکار کر نا بھیجنا  
 لیکن آپ جانتے ہیں کہ خدائی صنعت میں جہاں انسانی ہاتھ لگتا ہے حضرت انسان کو مسکا  
 دیا سبب انانیت نہ دیتا ہے کہ اسکو پھر کوئی صاحب قتل خدائی طور پر کچھ کو طیارہ ہوگا شق

اگر کوئی آدمی کسی بکری کو ٹکڑے کر دے اور پھر انہی ٹکڑے سے سر کے بجائے ٹانگے اور پیر کے بجائے آنکھ جڑے تو کوئی صاحب محل ہاؤس کو بھڑکا کاویا ہی کارآمد کر کے کوئی تیار نہیں ہے۔ نوٹ گواڈیٹر اٹش پر ہمارے سوالات کا جواب دینا لازم و ضروری نہیں ہے لیکن بجا ایک ہمارے سنی ہمارے خاموش ہیں جیسی کہ ہمیں امید ہے کہ وہ خاموش رہیں گے ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا معزز ہمارے اٹش ہمارے معقول و احترام پر قلم اٹھا کر مسلمانوں پر افسانہ کرے گا۔

اٹش اس تحریر سے ابھی یہ قیاس درست ہو رہا ہے کہ اڈیٹر صاحب کبھی کسی مسافرین داخل ہو گئے کیونکہ کسی تحریر میں مسافر کی بے ضابطگی نہیں دیکھی گئی کہ اس نے کسی سلسلہ کو شروع کیا جو اور دوہرہ چوڑا دیا جیسا کہ مضامین اٹش کے ساتھ کیا کہ نمبر ۲ میں تھوڑا سا لکھ کر باقی آئندہ کر کے چھوڑ دیا اور پھر ۱۲ میں جا کر دو سرے عنوان قائم کیا کہ یہ غلط کر کے ہمارا ارادہ تھا کہ ان جوابات کو مجسٹریٹ کے افسرین اپنی جمع تدریس کرنے آگے بڑھ جائیں اور پھر یہ غلط کریں۔ اخبار مسلمان کی تردید جو اٹش نے کی ہے اور چھوڑ کر جب ہم اپنی تردید پر آتے ہیں۔

اسی بے حیوانی سے قیاس ہوتا ہے کہ یا تو اڈیٹر اٹش نے مسافر کی ملازمت اختیار کی ہو یا نامہ نگاری کیونکہ جو کچھ اٹش نے اعتراض کیا ہے وہ بھی جہذاقی اہل سنت چونہ جہذاقی آریہ۔

ان آخری نوٹ اڈیٹر صاحب مسافر کا معلوم ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ گواڈیٹر اٹش پر ہمارے سوالات کا جواب دینا لازم و ضروری نہیں ہے کیونکہ اڈیٹر مسافر ایک نمبر ہر شخص سے جواب دینا ممکن نہیں ہے۔

بہر حال اٹش پر جو اعتراض کیا گیا ہے وہ کسی قلم سے ہو چکا ہو گا جواب دینا لازم ہو گا۔ حسب ذیل جو ابون پر غلطی طبع کہ جو کہ نامزد اسب ہے۔

وہاں کا مقصود ہمارے اڈیٹر اٹش ہے لہذا اس نے لوہے میں کہا کہ قرآن میں کی ہوئی یا دیا گیا کیونکہ وہ کسی مادی تقریر پر بنیاد و ایت اہل سنت ہو کر مکرر اٹل سے اپنے نقل کی تھی۔

روایت کرتا ہے کہ مخالف اتحاد مسلمہ شیعہ ہے کیونکہ آئین بیان کیا گیا ہے وہ چار سو سال  
پورے قرآن کے محافظ ہے حالانکہ آپ اشمس میں دیکھ چکے ہیں کہ پورے قرآن کا محافظ  
تیزل بخاریہ ہمارا کوئی نہیں جو الہدایہ ہدایت کرتا ہے حال تائید مخالف روایات و عقائد  
ہے میری شیعہ کیونکہ اس کو مان سکتا ہے۔

شیعہ اگر اس روایت کو پیش کرتے ہیں تو لفظ الزام و معارضہ کیونکہ چنان اہل سنت  
کہتے ہیں کہ شیعہ اس قرآن کو ناقص مانتے ہیں تاکہ معارضہ میں ہم اس روایت کو پیش  
کرتے ہیں کہ معاذ اللہ ہم اس کے قابل ہیں جو تائید ہمارے مخالف ہے۔

(۲۵) شیخ اولی کا جواب بھی بریاد اوس روایت کے ہے جو مسلمہ اہل سنت ہونے کے مسلمہ  
شیعہ ہو کہ کسی قرآن کی طرح ہرچ نہیں کیونکہ اگر تفریق نہ پندہ کا ایک دفعہ یا سود فہمی کم  
ہو جائے تو اس سے نفس قانون پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ قانون پر جو  
اعتراض ہوتا کہ وہ ناقص کامل نہ ہوتا مقنعین نے اوسکو ناقص بنایا ہونا اور جب  
مقنعین نے اوسکو طرح کا مکمل بنایا پس وادون نے اوسکو کم چھپایا یا دقت وادون  
نے اوسکو ضائع کر دیا تو اس سے اصل قانون پر یا وادون رہا یا چہنیں یہ قانون ناقص  
کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور کیا رہا یا ہڈ کر سکتی ہے کہ یہ قانون ناقص تھا۔ اتنی جرات  
اس میں نہ تھی لہذا اپنے اس کے مطابق عمل کیا۔

ہم قرآن کو بلاشبک و ریب منزل من اللہ مانتے ہیں جو نامی خلق کی ہدایت و رہبری کے  
لئے نازل ہوا اگر وہ کم ہو جیسا کہ روایت اہل سنت میں ہے تو بیشک یہج ہو گا مگر  
اس سے نہ قرآن پر الزام ہوتا ہے نہ خدا پر نہ اوس کے رسول پر نہ ہم پر یا ہمارے اولاد  
کو کو یہ جنہوں نے کم کیا ناقص کیا خدا العزیز العظیم انا خدا نازل کر گیا اور کیسی جگہ

تفریق نہایت ہند کی بھی ایسی مثالی ہے کہ اگر قانون کامل بنا تھا تو یہ جو بات خدا و خدا  
کے کم ہونے سے موجودہ قانون یا مقنعین پر نہیں اعتراض ہو سکتا یہ جواب جو خدا و خدا  
دے کہ قرآن قانون ہے حالانکہ وہ اصل قانون ہے نہ کہ قانون جو حسین پر ہدایت  
کی تفصیل ہوتی ہے۔



عمل کیا جائے مگر حکم کے مطابق مشیت کا ہونا ضروری نہیں ہزاروں آدمی کا حکم خدا نے دیا مگر لوگوں نے نہ مانا یہی جواب اہل سنت بھی ہے کہ وہ حکم اور مشیت میں فرق جانتے ہیں۔ فصل: اللہ مہارشاہ جو حکم جاری دین فعل مطابق مشیت ہوتا ہے حکم مطابق اور مشیت کی کسی کو تکلیف نہیں۔ حکم کی اطاعت سب پر لازم ہے۔

یہ فقرہ میں آچکا تو براہِ اصول آریہ ہے جو مادہ کو اور روح کو قدیم جانتے ہیں مگر روزِ مہر وادی قتل ہوتے ہیں تو اب وہی صورت ہی یا انسان خدا سے زیادہ طاقتور ہو یا مجبور ہو (۶) فقیہ پیغم کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا تھا وہ تو اب بھی موجود ہے کیونکہ اگر قرآن مروج میں نہیں ہے تو دلائل میں تو موجود ہے پھر دوبارہ نازل کر نیکی کی ضرورت ہے (۷) شق ششم کا جواب شق دوم میں مذکور ہو چکا کہ نہ اسکا ثبوت ہو نہ اسکا لہذا جو ثابت ہے موجود ہے اسکی ہر تکلیف ہے۔

دہما شق ہفتم کا جواب یہ ہے کہ کسی آیت ہے اور کسی نہیں آتا ہے کیونکہ اگر کوئی کتاب مسلسل بحرِ حسین تا یومئذی واقعات ہیں یا علوم مخصوصہ ہیں وہ کتاب ہے جسکی نظیر دوسری کتاب ہو تو اوس میں فرق آئے گا۔ اور اگر اشغال و حکم یا حکم کے مقولے حسین کوئی ترتیب خاص نہیں رکھی گئی ہے تو حسین فرق نہیں آئے گا۔

قرآن تو ابتداء ہی سے مذکورہ مذکورہ حسب ضرورت و حسب موقع نازل ہوا حسین کسی خاص ترتیب کا لکھا ہوا نہیں گیا تو اوس میں کوئی فرق آسکتا ہے۔

دہما شق ہفتم کا جواب یہ ہے کہ آپ نے دونوں میں فرق نہیں کیا اسوجہ سے غرابی ہوئی کیونکہ ہماری غرض صنعت خدا کو بے دخل ثابت کرنا ہے اور آپ صنعتِ انسانی پر اصرار کرتے ہیں تو اس سے صنعتِ خدا پر کیا لازم آیا۔

بکری کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اگر سر کو پیر کی جگہ اور پیر کی جگہ سر کو کاہن کی جگہ بھی دیکھا کی صنعت ہو جو انسان کے ہاتھ سے بنائی گئی کیونکہ انسان کسی طرح منجھ بکری کے ٹکڑے پر قادر ہے نہ اس طرح کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے پر اس طرح قرآن کو کچھ کہ وہ ہر حال میں مشکل نظیر ہے انسان اسی کے مثل پر قادر نہیں اگرچہ اسکو مقدم منجھ کو یاد (باقی دہم)

بالقیع فی قبر فیہ ابو محمد الباقر وجدہ علی زین العابدین یعنی امام جعفر صادق  
ساوات ابن بیت سے تھے جن سے روایت کی گئی ائمہ اعلام نے مثل شیخ بن سبیلین  
جرج۔ مالک بن انس۔ ثوری بن یسین ابو حنیفہ کے مشابہ میں ولادت ہوئی اور سنہ  
۱۴۰ھ میں وفات ۶۸ برس کے سن میں۔

صواعق مرقومین ہے صفحہ ۱۲۰ جعفر الصادق و من شرکاء خلیفہ و وصیہ نقل  
الناس عند من العلوم مانسالت بدو الکلیان و انتشر حیثیت فی جمیع الملکان  
و مری عنہ الاثر الاکابر کبھی بن سعید و ابن جمیع و مالک و الشافعیان  
و ابی حنیفہ و شعبہ و ایوب السجستانی یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد  
بزرگوار کے خلیفہ اور وصی تھے آپ کو اس قدر لوگوں نے علوم حاصل کئے کہ تمام عالم آپ کے  
علوم سے بھر گیا اور اکابر نے مثل شیخ بن سعید۔ ابن جرج۔ مالک۔ سفیان ثوری ابن  
عبید ابو حنیفہ و شعبہ و ایوب سجستانی نے آپ سے روایت کی۔ پھر آپ معصوم کی حدیث پر  
اقرار میں کرنا کفر نہیں تو کیا ہے۔

کیا خوب لکھا ہے علامہ محمد معین لاہوری نے جو علماء اہل حدیث سے ہیں اپنی کتاب  
دراسات السیب میں بعد ذکر تولد ابن امام حسنہ جناب امام حسنؑ پر اعتراض کیا تھا  
لکھتے ہیں فالجیعة کل الجیعة علی الامة و عنک کف عنک مذہب الادب عن  
مذہب ائمة اهل البيت ثم ذکر وجدہ علی یعنی میں غلط ہے عارض مثل حدیث  
یعنی مصیبت لاہوری مصیبت یہ ہو کہ مذہب اربعہ کی کتاب میں خالی ہیں ذکر مذہب  
ایمہ البیت اہل بیت اور اگر کوئی روایت ان کی ملتی ہے تو ہر سکا اس طرح مواضع کیا  
جاتا ہے۔

حضرت ابیہ اطہار چونکہ اس بحث میں جتنے اعتراضات ہیں وہ زیادہ تر قاضی  
ایمہ اطہار کے واسطے ضرور ہوا کہ مطابق عقاید اہل سنت ان حضرات کی عصمت اجمالیہ بیان  
کلیں جاتے تاکہ معلوم ہو کہ جب وہ حضرات معصوم ہیں تو معترضین بکفر کیا نتیجہ پاسکتا ہے  
عصمت ابیہ اطہار پر کسی طولانی تقریر کی ضرورت نہیں صرف غلام عبد العزیز



کافی ہے کیونکہ شاہ صاحب جیسا کہ غلیون کے چشم و چراغ ہیں وہ اپنے بنین بھی ہر دل عزیز ہیں ملاحظہ ہو فتاویٰ غزنی ص ۱۲

سوال از مرزا حسن علی صاحب نجدت مولانا شاہ عبدالغفر صاحب قدس سرہ الغفر در مذہب اہل حق قول بالبداء باطل است چنانچہ تفصیل تمام دلائل عقلیہ و براین نقلیہ در کتب احادیث و تفاسیر کلام مصرح است و آنچه در کلام حضرت الخدین امام المتصوفین جناب شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ شہوت بردار کتاب بمعنا مذکورہ شدہ بکدام معنی باینہ فہمید و بکدام محل صحیح حل باید نمود تا مخالف کتاب و سنت نباشد عبارت بمعنا نیست و ارادہ و تقناے حوادث اذان تجلی فوارہ صفت نبوتش میزند و مبداء ادنی حوادث ہمان ارادہ است و آن ارادہ را نیز اسباب دیگر اند بعضی دیگر ستر مثل قوائے کواکب و افلاک و طبقہ کلیہ کہ بدین شخص اکبر است و بعضی ظاہر مثل ادعیا علی و حوادثی کہ در اصل مرتفع ہی شود درین موطن محض اثبات و مبداء نسخ و وقوع میشود و ہمین تجلی است کہ مرئی بنی آدم ہر شدہ در معاد الے آخر افعال و امام بغوی در تفسیر معالم التنزیل در بحث آیہ یحیی اللہ ما یشاء و ینبت عندہ ام الکتاب لقل فرمودہ مراد از نحو و اثبات کہ موہم بداء است چہ توادد شد و بدہ عبارت عن عمر بن مسعود انھا قالن عمو السعاده و الشقاوة ایضا فیقول الذوق و الاجل و یثبت ما یشاء عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یطوف بالبیت و هو بمیکہ و یقول اللہم ان کنت کتبتنی فی اہل السعاده فافعل فیہا و ان کنت کتبت علی الشقاوة فامحنی و اثبتنی فی اہل السعاده و العفو فانک عفو ما تشاء و مثبت و عندک ام الکتاب و مثلہ عن ابن مسعود فی بعض الآثار ان الرجل یکون قد بقی لہ من عمر و ثلثون سنۃ فیقطع رحمہ فایرہ الی ثلاثہ ایام و الرجل قد یکون بقی من عمرہ ثلاثہ ایام فیصل بصرفہ فی اولی ثلاثین سنۃ فہی الیس مراد از نحو و اثبات کہ موہم زبداست چہ در احادیث اول و دیادت بنا بر صلہ رحمی و کوتاہی بنا بر قطع رحم در حدیث آخر حسیت و اگر بر تضاد معلق و مبہم حل کنند خالی از تکلف نیست جواب از مولانا شاہ عبدالغفر صاحب محدث

و طوی بدو کتاب جمع است یعنی تجدید اراده واقع است که مشابه بد است و در بخاری  
 در حدیث اعمی و اقصر و ابرص که بدو از عقل ان تبلیهم و رقع شده نیز بهین معنی است  
 و بدو بمعنی تجدید اراده مخالف مذمب حق نیست زیرا که اصل سنت قاطبه اراده از صفات  
 قدیمه ازلیه حضرت یاری پیدا نمند و تعلقات آنرا حادث می انگارند و حضرت ایشان در  
 کتاب جمع است و در کتب دیگر اراده را در مرتبه ذات صفت قدیمه ازلیه می دانند و در مرتبه  
 تجلی عظم اراده را حادث اثبات میفرمایند پس قدم اراده مرتبه ذات است و حده  
 آن در مرتبه متاخر از مرتبه ذات که مرتبه تجلی عظم است و هرگاه حدوث و قدم در مرتبه  
 واقع شد مخالف برخاست از مرتبه تجلی عظم را که در شخص اکبر است و علما ظاهر  
 میدانند و اثبات نمی کنند پس نزد آنها حدوث اراده را در هیچ مرتبه گنجایش ندارد بلکه  
 تحقق همان اراده قدیمه را حادث انگاشتند و هذا قریب من النزاع اللفظی و در  
 آیه کریمه نیز اشارت به اختلاف مراتب معلوم میشود زیرا که فرمودند یحیی الدما یشاء و  
 یفیت باز فرموده اند و عمده ام الکتاب صریح دلالت دارد بر آنکه نحو اثبات در جای  
 و ام الکتاب در مرتبه دیگر است و هر دو اثر حضرت عمر و ابن مسعود رضی الله عنهما نیز  
 مخالف با اختلاف مرتبتین توان فهمید علمای ظاهر بقضای معلقی و مبهم دفع می نمایند  
 بنمایند و لا باس بذلک لا فخر لایستون کتبه متوالذات المقدسه اما القول  
 فلما انعتوا التجلیات و مرتبه التجلیات متاخر من مرتبه الذات و ام الکتاب  
 لیس القول بحدوث الارواح فی تلك المراتب من غیر لزوم تجدید و در  
 کتاب جمع است و دیگر قضایه ایشان اثبات حدوث اراده قدیمه درین مرتبه بفضل  
 مذکور است چنانچه بعد از تامل واضح خواهد شد سوال از مرزا حسن علی صاحب نزهة  
 حق یعنی ایستند و جماعت صحیح و ثابت شده بهر این نقلیه و عقلیه که ما سوائے انبیاء و  
 رسل و اولیاء علیهم السلام در احدی ثابت نیست حتی که اگر کسی را معصوم گویند و دست  
 نبیست و لهذا متکلمین و فقهای عجم الد اطلاقی عصمت بر غیر انبیاء و اولیاء که روانه دارند پس  
 آنچه جناب فخر المحدثین حضرت شاه ولی الله صاحب قدس سره در تفسیرات الهیه و غیره

و غیر صفات اربعه که عصمت و حکمت و وجاهت و قطبیت باطنی است بر جمیع حضرات  
 ائمه اثناعشر علیهم السلام ثابت کرده اند و آن هجدهایت مآب نیز این مراتب را در رساله  
 که در بیان اعتقادات بجزئیات ایشان تألیف فرموده اند ارقام نموده اند آن را با کلام  
 محل صحیح حل باید نمود و لایله از کتاب و سنت و اجماع است بر آن که ام است موجب  
 تخالف این قول که بنسبت مذہب اہل سنت نمایان شدہ چہ خواہد شد و مع ذلک  
 متانی تفضیل خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت یحییٰ خواہد بود حال آنکہ این  
 مسئلہ تفضیل مجموع علم نیست است عند من معتد بہ و علاوہ آن خود جناب افادت است  
 ہدایت انتساب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بہار ضبط و ضبط و طمطراق تمام این مسئلہ  
 را یعنی تفضیل خلفائے ثلاثہ سیما شیخین را رضی اللہ عنہم بالآل لقلیہ و عقلیہ و کشفیہ و  
 وجدانیہ بتقریر وافی و بیان شافی و ترتیب کافی تقریر فرمودہ اند پس جواب تخالف  
 و تعارض این مسئلہ مہدہ نامتہ متفق علیہا بان سلبہ فریبہ غیر ثابتہ عند اہل حق لیکن  
 اہل سنت و جماعت چہ خواہد شد بنیاد و توجہ و اجواب از مولانا ممدوح عصمت و  
 حکمت و وجاہت نیز در صوفیہ معانی اصطلاحیہ دارند خصوصاً در کتب مصنفہ حضرت شاہ  
 ماجد قدس سرہ تفضیل مذکور اند این وقت بسبب شدت بیماریہا امکان نیست کہ بہ تہید  
 مقابلات نمونہ آید اگر کتب مصنفہ ایشان موجود باشند مطالعہ باید نمود و اضع خواہد شد و نتایج  
 اعتقاد از انصاف شہ محمد عاشق بجلاتی قدس سرہ اگر ہم رسد شافی و کافی خواہد بود  
 بالجملہ موافق نما اظاہر این وقت جواب نوشتہ میشود عصمت دو معنی دارد اول عقلی و دوم  
 ذنب مع القدرۃ عایہ و این معنی با جمیع اہل سنت مخصوص بجزئیات انبیاء و اولاد علیہ است  
 دوم عدم صدور ذنب مع جوازہ من غیر لزوم مخدور و این معنی را نیز در صوفیہ محفوظیت خوانند  
 و بہین معنی در کلام صوفیہ سوال عصمت براسہ خود آمدہ چنانچہ در اول دعا حرب الہی  
 واقع شدہ نسا لک المعصۃ فی المکات و السکات و الارادات و الخیرات لک لکفرہ  
 این معنی مخصوص بانبیاء نیست و آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ براسہ اہل بیت خود خواستہ  
 اند بقولہ الہم اذهب عنہم الرجس طہرہم طہیرہم بہین معنیست و در حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ

وارد شده ان اشیطان یغرن عمر و نیز وارد شده ان الحق نطق علی لسان عمر و قلبه  
 و در حق مہیب روی واقع شده نعم العبد مہیب لولم یخف السلم لعیصہ ظلم اشکال حکمت  
 بمعنی علم نافع است اگر کتب است در اصطلاح صوفیہ آنرا حکمت نہ گویند بلکہ علم و فضیلت  
 نامند و اگر آن علم بہ طریق و سبب بر دل شخصه و رخ شود آنرا حکمت نامند و آئینہ الحکمتہ  
 و فصل الخطاب و کلا آئینہ حکما و علما خواہ آن علم متعلق بہ حقاید باشد یا باعمال یا بہ  
 اخلاق و انیمنی ہم مخصوص بانبیان نیست و لقد آئینہ ایمان الحکمتہ ان اشکر مد بعد  
 آیہ و اذ قال ایمان لاینبہ تا آخر کوع بیان بعضی از حکمت ایشان است آری ازین باب  
 ہر چه بوسی آید آن مخصوص بانبیان است و سبب اعم است نبی و غیر نبی در آن شریک  
 اند و لہذا در حدیث شریف وارد شده انادار الحکمتہ و علی بابہا و در روایت مشہور  
 انادنیۃ العلم و علی بابہا واقع شد مراد از علم در اینجا ہمین معنی است و وجاہت بمعنی است  
 کہ بعضی بندگان خود را حق تعالی بوجہ معاملہ نماید از طہن معاذان و تہمت مای عیوب  
 و حفظ در اصابت بادشاہان و امراد حق محبوبان و رویداران می نمایند و انیمنی  
 در حق دو کس از انبیاء اولوا العزم منصوص قرآنی است اول در حق حضرت  
 موسی علیہ نبیاء و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر گاہ ایشان را بنی اسرائیل تہمت و برص  
 کردند قال اللہ تعالی یا ایہا الذین امنوا لا تکلوا کمالذین آذوا موسی فبروۃ و آتد  
 ما قالوا و کان عند اللہ وجیہا حق تعالی راضی لغدہ بہ تہمت ایشان اگرچہ آن  
 تہمت بیج مخد و شرعی نہ داشت دوم در حق حضرت عیسی کہ یہودیان در حق ایشان  
 تہمت و نادادگی بر زبان آوردند و سخن آمدن ایشان در عین طفولیت آن  
 تہمت مد ادیل فرمود قال اللہ فی سورۃ آل عمران و جیہا فی الدنیا و الاخرۃ و  
 من المقرین و یکلم الناس فی المہد و کہلا لے آخرہ و انیمنی در حق اکثر اولیاء بہ  
 ثبوت پیوستہ اول در حق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ ان اللہ یکو فوق السموات  
 السبع ان یخطا ابوبکر فی الارض دوم در حق علی مرتضی رضی اللہ عنہ کہ و ما کردنا  
 الایمہ و الحق حیث دار و کفہ و درہ حیث دار الحق و منہ قطبیت بانیت

کہ حق تعالیٰ بعضے بندگان خود را مخصوص سازد کہ مہبط فیض الہی اولاً بالذات ایضاً  
باشند و از ایشان دیگران منتقل شود گو نگاہ ہر کسے تلذذ و کتساب اندیشان نہ کردہ باشد  
مانند آنکہ شعلہ آفتاب دیگران از راہ روزے در خانہ بیفتد پس اولاً آن روزی روشن  
شدہ و بواسطہ آن تمام اشیا سے خانہ روشن شود و این را قطب ارشاد نیز نامند  
بحلاف قطب مدار بالجملہ اثبات این صفات اربعہ و نہ تحقیق نہ مخالف مدعی ہاں  
سنت است گو نگاہ بنیان از اطلاق ایسی الفاظ نحاشی نمایند و نہ مخالف تفصیل شخیر  
کہ جمع علیہ جمیع اہل حق است زیرا کہ مدار آن تفصیل بہ کفریت ثواب است عقد تکلیف  
و جایز است کہ خدا این خالی بعضے بندگان خود را مخصوص بزیادت ثواب گرداند ہر چند  
فضایل دیگر و صفات کمال در غیر آنها بیشتر باشد و مصنف کتاب ہمعات قدس سرہ  
مدار تفصیل شخیر بر تشبہ انبیاء و ائمہ است در کیا است امت و دفع شبهات و ترویج  
دین و نگاہ داشتن مردم از بدعت و اجراء ہر بالمعروف و نہی عن المنکر و ظاہر  
است کہ زیادتی شخیر در دین امور و وضع من شمس این من الامس است و لہذا قال  
الترکلمین تفصیل عنہما بالتوفیق لا بالفضایل فقط

عبارت سوال نے بتا دیا کہ اولاً اہل سنت کبرہاں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو کہ غیر بنی و  
وطایکہ معصوم نہیں ہیں خواہ کوی ہو تو اگر کسی روایت موضوع سے بغرض محال نطفاؤ ثلثہ  
کی نسبت رکاو ہر سہی ہو تو وہ باطل ہے۔ کیونکہ خلاف تخایہ ثابتہ اہل سنت ہو خلاف عصمت  
ایمہ کہ وہ باتفاق فرقہ شیعہ اکثر علماء اہل سنت ثابت ہو۔

ثانیاً یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فضیلت الہیہ میں عصمت و حکمت و وجاہت و طہارت و غیر  
ایمہ اثنا عشر گناہ ثابت کیا ہے جس سے کوی سنی عموماً اور اچریت خصوصاً انکار نہیں کر سکتے۔  
ثالثاً شاہ عبدالعزیز صاحب مذہبی الی چار لاکھ تہ کا ذکر کیا ہے۔

رابعاً الی مراتب اربعہ کا ذکر ہے کہ اثنا عشر میں منافی فضیلت شخیر ہے جس کو شاہ صاحب  
کے اہل و عیال عقیدہ دین تعارض و مخالف لازم آتا ہے۔  
جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں (۱) کہ عصمت کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ گناہ کا مصدور

محال ہو اس معنی سے انبیاء و ملائکہ معصوم ہیں۔

دوسرے یہ کہ گناہ کا ہونا جائز ہے مگر صدور اسکا نہیں ہوتا اس معنی سے صوفیوں نے دعائے حزب البحرین نسبتاً لکھ لی ہے اور حضرت نے جو اہل بیت طاہرین کے لئے فرمایا ہے اللھم اذهب عنھم الرجس و طھرھم تطھیراً تو اس معنی سے۔

جس سے مستقر تو یقینی معلوم ہوا کہ حضرت نے اہل بیت طاہرین کے لئے عصمت کی دعا کی ہے اور حضرت کی دعا یقینی القبول ہے تو عصمت ایہ اطہار بنفس شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب ثابت ہوئی و الحمد للہ۔

رباعی کے بارے میں ان الشیطان یقر من عمر یا الحق ینطق علی لسان عمر و قلبہ یا نعم العبد صہیب تو چونکہ منافی عقیدہ مسلمہ اہل سنت ہے لہذا مزید تحقیق کی ضرورت نہیں کیونکہ وضیعت اسکی بدیہی ہے کیونکہ تمام عالم کو معلوم ہے عمر کی سیرت تا ترغیث سیرۃ رسول تھی یہاں تک کہ ابن تیمیہ نے بھی اخلاط عمر کا احترام کیا ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کو مبینہ نیکو قرار دیا ہو۔

بہر حال ہماری غرض یہاں صرف اثبات عصمت ایہ اطہار ہے جو حسب اقرار شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب دعائے رسول اللہ سے ثابت ہو پھر ان حضرات کے کسی قول و فعل میں غلطی کا ناکارہ دلیل کفر نہیں تو کیا ہے۔

یہاں شاہ صاحب نے ایک اور دھوکا دیا کہ کہا در حق صہیب رومی وارد شدہ حالانکہ یہ قول عمر ہے ملاحظہ ہو شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۱ کافی قول عمر خیر العبد صہیب لولہم غفر اللہ لہم بعض کہ عمر نے کہا صہیب کے بارے میں۔ پھر یہ کس قدر خلاف دیانت ہے کہ ایسا لفظ عمر کے جس سے شبہ ہو کہ یہ حدیث رسول ہے حالانکہ وہ قول عمر ہے۔

دوسرا درجہ حکمت کا جو جس سے مراد علم نافع ہے خواہ متعلق عمل ہوں یا عقاید سے یا اخلاق سے اگر وہی ہے کہ منجانب الدبذریعہ وحی عطا ہوا تو مخصوص انبیاء سے ہو جیسا کہ قرآن میں ہے و کلاً اتینا حکماً و علماً۔ و انبیاء الحکمۃ اور اگر وہی ہے مگر وحی سے نہیں تو ہمیں انبیاء و غیر انبیاء دونوں شریک ہیں جیسا کہ حدیث افادہ الحکمۃ و علی بابھا میں ہے و اہل بیت

مشہور انامدینۃ العلم وعلیٰ بابجہا ہے۔ مراد علم سے وہی معنی ہیں۔

تو بقرار شاہ صاحب دوزن حدیث ثابت بٹھری یعنی حدیث انانیتہ العلم و علی بابہا اور انادار الحکمتہ و علی بابہا بھی۔ پہر کوئی مسلمان ان حضرت ص کے علوم پر کیونکر اعتراض کر سکتا ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الحکمتہ ہیں یا مدنیۃ العلم۔ تو اس دروازہ سے جو کچھ خارج ہو گا وہ اس مدنیۃ العلم و دار الحکمتہ ہی سے نکلیا گا اور حضرت پیر مہن بال اتفاق فریقین کا فر ہے۔

تیسرا درجہ وجاہت ہو جس سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی مخلصی و  
ہمت محبوب سے محافظت کرے اور سلطانین و بزرگوار کے لازم و ملزوم بن کر کہ کوئی عیب  
آسکے۔ خدا نے انبیاء و اولوالعزم سے دو پیغمبر و نکو نبض قرآنی اس سے مخصوص کیا ہر ایک  
حضرت موسیٰ کو کہ بنی اسرائیل اور کوبروہ کہتے تھے تو خدا نے ذی ۱۲۷۰ھ مہاتلو اوکان  
ذی ۱۲۷۰ھ وجیہ افزایا دوسرے حضرت عیسیٰ کو کہ یہود معاذ اللہ زنا زارہ کہتے تھے تو خدا  
نے وجہانی دنیا و الاخرہ فرمایا۔

یہ معنی اکثر اولیا کو بھی حاصل ہے چنانچہ ابو بکر کے بارے میں ہے ان شاء اللہ یکرمہ فوق السموات العلیٰ اھم یحفظ ابو بکرؓ فی الارض دوسرے حق میں جناب امیر مکرے فرمایا اللھم ادرنا الحق صدقہ حدیث داد کہ خدا یا حق کو علی کے ساتھ پیر ہر پیر ہر پیر کو دیکھیں اور یہ نہ فرمایا ادرنا حدیث داد الحق کہ علی کو اودہر اودہر پیر ہر پیر حق پیر ہے۔

ابو بکر کا نام بیان لینا تو ہر شخص جانتا ہے کہ محض بیاس خاطر اہل سنتہ ہے کیونکہ خود روایت یہی وضعی ہے اور بدیہی یہی ہے کہ جو شخص تمانی ظلم و فساد کا موجد ہو وہ کب اسکا مصداق ہو سکتا ہے مگر ہر حال جناب امیر مرکا وجہ ہونا تو خود شاہ صاحب کی تحقیق سے ثابت ہے کیونکہ حدیث ۲۱ اللہ عز و جل الحق مصدح حدیث ۲۱ اس تو فریقین کی متفق علیہ حدیث ہے جس سے خود جمعیت حضرت کی ثابت ہو۔

چوتھا درجہ قطبیت باطنیہ کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم اپنے خاص بندوں کو اس لئے منتخب کرتا ہے کہ وہ ہمہ پافیز الہی ہو اور بالذات ان سے اور لوگوں کو فیوض طہین اگر پر نظر کسی نے تلذذ و اقتساب میں نہ کیا ہو مثل اسکے کہ شعلہ آفتاب کسی

روزن کے ذریعہ سے مکان میں پہنچے تو پہلے وہ روزن روئیں ہو گا اور مکہ و مہملہ  
سے تمام مکان اس کا نام قطب ارشاد ہے بخلاف قطب ار خلاصہ یہ کہ یہ صفات اہل  
نہ مخالف اہل سنت ہے نہ مخالف تفضیل شیخین ہے کیونکہ اہل سنت کا اتفاق اس پر ہے  
کہ مراد اس سے اکثریت ثواب ہو اور جائز ہے کہ خداوند عالم اپنے بعض بندوں کو زیادتی  
ثواب سے مخصوص کرے اگرچہ فضایل و کمالات میں دوسرا اس سے افضل ہو  
مصحف کتاب ہجرات (شاہ ولی اللہ صاحب) کے نزدیک تفضیل شیخین کا مدار تشبہ  
انبیاء پر ہے سیاست امت میں اور رفع شہادت و ترویج دین میں اور امین کہ آدمین  
کہ آدمیوں کو بدعت سے محفوظ رکھیں اور اجراء جہاد کریں اور ام بالمعروف و نہی  
عن المنکر میں جس میں شیخین کی زیادتی اظہر من الشمس ہے ایسے اکثر متکلمین نے کہا کہ  
تفضیل بتوفیق ہے نہ بہ فضایل۔

یہ خلاصہ ہے تقریر شاہ عبدالعزیز صاحب کا جس میں جا بجا اوہوں نے عمر و ابو بکر کا  
نام بھی لیا ہے اور اوکو بھی سنبھالتے گئے ہیں مگر یہ کہ اس سے بحث نہیں کیونکہ مقصود  
اعلیٰ تر اثبات عصمت امیر اطہار ہے نص شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب  
سے بخوبی ثابت ہوا۔

رہا شیخین کا بار بار زام لینا تو چونکہ اوکی عصمت کا نام لینا خلاف عقاید مسلمہ اہل سنت  
ہے لہذا سب فضول و بیکار ہے نہ اہل سنت

او کو یہ درجہ دیتے ہیں نہ فرقہ شیعہ جو عام طور سے اوکو منافق جانتے ہیں پھر کسی تقریر  
سے کیا حاصل جو خلاف اصول مسلمہ فریقین ہو۔

خاصی شہداء اللہ صاحب پانی پتی اپنی کتاب سیف مسلول میں لکھتے ہیں۔ خاتمہ در  
نور امیر اہل بیت رضی اللہ عنہم بدان کہ ملت جہد معنی دار دیکھ معنی مختار و افضل  
کہ اصلاً آنرا شہداء نیست و بطلان آن بیان نمودیم دوم بمعنی خلیفہ و ذکر انہم سابق  
رفعتہ و باین معنی ہم اطلاق لفظ امام بران کا بر سوا سے علی مرتضیٰ و حسن مجتبیٰ و محمد باقر  
در وقوع و افترا است سوم بمعنی پیشوا سے ملت و باین معنی اطلاق بر اکثر اکابر ملت



رده می شود چون امام ابوحنیفه و امام شافعی پس برایم اطمینان هم بطریق آمده  
 رده شود که دیگر اکابر امت را در علوم ظاهر و باطن بیشتر رجوع بان اکابر افتاده خصوص  
 امام محمد باقر و جعفر صادق و بعضی از اکابر اولیای امت را کشف مریح که یک از اسباب  
 علم است و سابق در اسباب علم مذکور شده امام را بمعنی دیگر ظاهر گشته و آن آنست  
 که فیوض و برکات کارخانه ولایت که از جناب الهی بر اولیاء الدنیا نازل می شود بر یک  
 شخص نازل می شود و از آن شخص قسمت شده به هر یک از اولیای عصر موافق مرتبه و به  
 حسب استعداد او میرسد و یکس را از اولیاء الدنیا توسط او فیض میرسد و کسی از  
 مردان خدایه و سیله او درجه ولایت نمینماید اقطاب جزئی و او تا دو ابدال و نجباء و نقباء  
 و جمیع اقسام اولیای خدا بوسیله محتاج می باشد صاحب این منصب عالی را امام  
 و قطب ارشاد بالا صالت نیز خوانند و این منصب عالی از وقت ظهور آدم علیه السلام  
 بروح پاک علی مرتضی کرم الله وجهه مقرر بود که پیش از نشاء حضرت علی انحضرت هم در اتم  
 سابقه هرگز درجه ولایت میرسید بنو سطر روح پاک آن حضرت میرسید و بعد از آن حضرت  
 تا وقت رحلت او از صحابه و تابعین همه را این دولت بنو سطر او رسیده و بعد از آن  
 او این منصب عالی بحسن مجتبی و بعد از او به حسین شهید کربلا رسیده و امام زین العابدین  
 پیغمبر امام محمد باقر بعد از آن بجعفر صادق پیغمبر موسی کاظم پیغمبر علی رضا پیغمبر محمد  
 تقی بعد از آن اجمعی و انتقی پیغمبر حسن عسکری علیه السلام آن منصب عالی مقوض  
 گشته و بعد وفات عسکری علیه السلام تا وقت ظهور رسیده و غوث الثقلین محی التوراة  
 عبد القادر جیلانی این منصب عالی بروح حسن عسکری علیه السلام متعلق بود چون حضرت  
 غوث الثقلین پدید آمد این منصب مبارک بوسیله متعلق شد و تا ظهور محمد مجتهدی این  
 منصب بروح پاک غوث الثقلین متعلق باشد و لهذا آن حضرت قدس سره علیه السلام  
 رقبه کلی ولی الله فرموده باین بیت ترنم نموده شعر اخلاص نموده و کلامی در شمس  
 این اهل حق علیه السلام لا تغرب یعنی فرود نهند تا آیه باشد دیگر از ادیان اکرام پیشین و  
 آفتاب یعنی ائمه عظام همیشه بر آفتاب بلند می باشد خود بد نشود و چون امام محمد

مہدی ظاہر شود این منصب عالی بوی معوض گردد تا آنکہ از زمان بوی معوض باشد  
 و باین قول کہ روح امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ و ائمہ ہمدردانیا پیشین بود بحکم  
 و کذب قد صیدق امامیہ ہم گفتہ اند لیکن باظہارے بسیار دران و قول خود بتقلیر  
 و اخی و خلیلی کان موسی بن عمران نیز بران ولایت دارد و این مدعا بکشف و اہتمام  
 ثابت شدہ و استنباط این مدعا از کتاب اللہ و از حدیث سرور پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم  
 و سلم نیز میتوانیم کہد قال اللہ تعالی قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودۃ فی قلوبکم  
 یعنی ہواں نیکم از شمار حجرت نینخواہم لیکن میخواہم از شما دوستی اقرباے سن وجہ  
 استنباط آن است کہ انبیاء سابق لا اسئلكم علیہ اجر الا اجری الا علی اللہ  
 گفتہ اند اصلا حجرت بر فرض تہلیل و سالت درخواست نکرده اند و بہ احتمال در حجرت  
 حجرت بود پیغمبر مارا صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالی بہ تغیر اسلوب کلام امر فرمودہ حکمت  
 دران آنست کہ شرا لئ انبیاء سابق بعد وفات آنها منسوخ می شد و این شریعت  
 موبد است پس ایشان را باید کہ بعد رحلت پیغمبر بنائب پیغمبر رجوع آند لہذا  
 آن سرور علیہ السلام براے شفقت بر امت خود رہنموی کردہ بہ محبت آل خود شایستہ  
 فرمودہ تشبث دامن پاک آنها کہ وارثان پیغمبر و دواوہ علوم وے اند و لہذا قال  
 علیہ السلام ترکتم فیکم الثقلین کتاب اللہ و عاترتی الحدیث یعنی گذشتہ شما  
 دو وسیلہ محکم قرآن مجید و آل خود را و قل علیہ السلام انما مدینۃ العلم و علی جانبا  
 من شہر علم و علی درواوہ آن شہر است مراد ازین علم علم ظاہر نیست کہ ہمہ اصحاب را  
 شریک بودند بلکہ مراد علم باطن است پس محض براے تحصیل علم باطن اشارہ نمونے  
 علی و آل پاک اوردہ و بہ محبت آنها امر صادر شدہ حیث ما قل من کنت مولاه  
 فقل مولانا و قل جب علی عبادۃ غرض از محبت اہی است کہ محبت علی و آل و از رنگ  
 پیروی گردد و قال علیہ السلام المرامع من احب الی  
 من محرمین منی قاضی صاحب نے امیر اطہار کو فرمودہ نزد دل خود من بہرہ کمالی نامی  
 ہو بعد تسلیم کیا ہے کہ کسی شخص کو بولیا اللہ سے کسی متکا فہم میں میں فہم میں

بدی علیہم السلام اور وقت ظہور آدم سے یہ درجہ روح جناب امیر المومنین کو حاصل ہے  
 کہ قبل از خلقت دینی بھی اہم سابقہ میں جسکو ولایت علی جناب امیر علی بدولت ملی  
 اور بعد وجود ظاہری صحابہ و تابعین سے جسکیکو یہ بدولت ملی ولایت ملی حضرت علی  
 بدولت۔ بعد جناب امیر المومنین عو یہ مجدد جناب امام حسن مجتبیٰ پھر جناب امام حسین سید  
 المرسلین علیہ السلام۔

یہاں عبد القادر جیلانی کا تذکرہ تو چونکہ یہ خاص اہل بیت کے مقتدرات سے پہلے لکھا گیا ہے  
 کیونکہ اکثر علماء اہل سنت ان کے کفر کے قائل ہیں۔ پہلو تو حکم خدا اور رسول سے مطلب ہے  
 کہ حضرت۔ نہ اپنی امت کو قرآن و اہل بیت کے حوالہ کیا ہے۔

یہ قاضی شہداء اللہ صاحب لوی معمولی شخص نہیں ہیں بلکہ علم الہدیٰ الکالقب ہے اور  
 شاہ صاحب انکو پہلی زمانہ کا خطاب دیتے ہیں خدا کرے کہ اڈیٹر اہل حدیث مولوی  
 شہداء اللہ صاحب امرتسری بمس تقریر پر ایمان لائیں کہ ہماری کا اثر نمایاں ہو۔

آخر میں ہم قاضی ملا محمد معین لاہوری کی عبارت لکھتے ہیں جو در اسات السبب میں  
 لکھتے ہیں صفحہ ۳۴ و وجد قاضی اہل البیت سلام اللہ تم علیہم اجمعین و  
 تحت حدیث التمسک المشہور و فتشنا عن خرجیہ فاذا ہوں خرجیہ  
 ابن الحسین مسلم بن الحجاج القشیری فی صحیحہ و لفظہ من حدیث  
 زید بن ارقم قال قام فینا رسول اللہ خطیباً فحمد اللہ و ثنی علیہ  
 ثم قال اما بعد یا ایہا الناس انما بشرتکم بملک یشک ان یتقی رسول ربی  
 عز وجل فاجیبہ و انی تلوک فیکم الثقلین اولی ہما کتاب اللہ عز وجل فیر  
 الہدی والنور فتسکوا بکتاب اللہ عز وجل و حدوا بحدیث اللہ عز وجل  
 و جب فیہ ثم قال و اہلبیتی اذکرکم اللہ فی اہلبیتی ثلاث مرارۃ الخ  
 و تقر نافیہ فہجدنا بعد من القرآن و اہل البیت بالثقلین و ہوں کل فیہ  
 مضمون فہمنا فاسۃ اہل البیت و خطہ و ہونہ من قیل کل ثلاث  
 لا و صاف البی القراۃ لجمع بینہما بذلک و علیہما ہذا الاوصاف و غیرہما

للقرآن یرجمہد تھا الے افادۃ علوم المعارف الالہیۃ والاحکام الشرعیۃ  
 فظننا انہما فی اہل البیت علی منوالہما فی القرآن راجعۃ الے افادۃ ملک العلوم  
 وقد اعتضدنا فی ہذا قولہ فی ہذا الحدیث یوشک ان یتقن رسول  
 ربی فاجیبہ وانی تادک فیکم الثقلین فان النبی لایوصی بعدہ الا بالقیام  
 علی الحق والسنة فترك الثقلین فیہا والوصیۃ لہما البس لا لکونہما خلیفتین  
 منہ فی الارشاد اور جتنے یا یا حق میں اہلبیت کے حدیث متسک کو جو مشہور ہے اور پیش  
 کیا جینے اون محدثین کو جنہوں نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو ذکر کیا تو پایا اون میں مسلم  
 بن حجاج کو کہ اونہوں نے اپنی صحیح (مشہور صحیح مسلم) میں اس حدیث کو لکھا کہ زید بن ابی  
 راوی ہیں کہ حضرت نے بعد حدیثنا خطبہ میں فرمایا ایہا الناس میں میں بھی مثل تمہارے آدمی  
 ہوں اور جلد یہ امر ہوگا کہ ملک الموت پیغام لادے اور میں قبول کروں میں تم میں دو  
 چیزیں انھیں بزرگ چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جس میں ہدایت و نور ہے دوسرے  
 میرے اہل بیت میں یاد دلاتا ہوں تمہیں خدا کو اپنے اہل بیت کے بارہ میں یہ ظہن میں رہتے  
 فرمایا پس جتنے اس حدیث میں نظر کی تو دیکھا رسول اللہ نے قرآن و اہل بیت کو ثقلین فرمایا  
 ہے اور ثقل ہر نفس و بزرگ محفوظ کو کہتے ہیں تب ہم سمجھ کہ نفاست اہل بیت اور بزرگی و حفظ  
 اون کا از قبیل اون اوصاف کے ہے جو قرآن کے لئے ہیں کیونکہ جمع کرنا درمیان قرآن اور  
 اہل بیت کے بسبب جمع ہونے ان اوصاف کے ہر درمیان دونوں کے اور معلوم ہوا کہ کلمہ  
 غرض ان اوصاف کی راجع ہے طرف افادۃ علوم المعارف الیہ و احکام شرعیہ کے تو اب معلوم  
 ہوا کہ یہی اوصاف اہل بیت میں بھی بطور قرآن کے راجع ہیں طرف افادۃ انہیں علوم کا اور  
 مود اسکا وہ قول حضرت ہے کہ فرمایا قریب ہی میں وجاہت کروں دعوت خدا کی کیونکہ رسول اللہ  
 جب وصیت کرینگے تو اہل حق کی اور سنت کی پس حضرت کا ثقلین کو اپنی امت میں چھوڑنا  
 اور وصیت کرنا دونوں کے لئے اسلئے ہے کہ وہ دونوں (کتاب اللہ و اہل بیت رسول)

خلیفہ میں حضرت کے ہدایت و ارشاد میں۔

انکار اہل سنتہ از عہدہ نبی و ملک اس تقریر سے جہاں نصرت و جاہت و حکمت قطعیہ

ایسا طہار علیہم السلام نبض شاہ ولی اللہ شاہ عبد الغفر دہلوی وقاضی ثناء الدہلوی پتی معلوم ہوئی وہاں یہی معلوم کرنا حال از فایده نہیں ہے کہ حضرات اہل سنت عصمت انبیاء و علیہ السلام کے بھی قایل نہیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ مطابق مذہب اہل سنت صرف ائمہ طہار علیہم السلام معصوم ہیں نہ اور کوئی۔ چنانچہ بحر العلوم اہل سنت مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی شرح مسلم الشیخین لکھتے ہیں۔ ص ۵۹۔ ۲

یعنی اون لوگوں کی بات نہ سنا جو کہتے ہیں کہ انبیاء کیونکر خطا کر سکتے ہیں حکام خدا میں کیونکہ یہ قول شیاطین اہل بدعت ہو روانقض وغیرہ سے کیا نہیں دیکھتا کہ اہل حق اہل سنت و الجماعت سے جو قانع بدعت ہیں وہ تجویز کرتے ہیں خطا کو انبیاء پر جیسا کہ خود سید عالم سے ظاہر ہوا قیدیان بدر کے بارے میں اور حضرت داود سے ظاہر ہوئی خطا حرث کی بارہ میں اور اون دونوں عورتوں کے بارے میں جو دوسرے کی جی جیسا کہ صحیحین میں شرعاً مذکور ہے سیطرح حضرت موسیٰ سے خطا ظاہر ہوئی لاؤس میں جو اپنے بھائی ہارون کے ساتھ کیا اور اس میں کہ ایک شخص نے پوچھا کیا ایسا

ولا تقصم الی قول من یقول ان الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللہ تفہان هذا القول قد صدق من شیاطین اهل البدع کالمروء فی غیارہم المر تر اهل الحق من اهل السنة و الجماعت القام بعین المبدع اکثرہم اللہ تعالیٰ یحرمون حل الانبیاء الخطاء کما ظہر فی اسادی بدر من سید العالم صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ و کیف وقع من داود و من فی الحرث و فی المحکم واحد المر اتین مع کونہ للاحق کما هو مشروح فی الصحیحین و کیف وقع موسیٰ جین فعل باخینہارون ما فعل و حین قلل من سال جل احد اہل منک لا احد اعلم منی فاوحی اللہ علی صندنا حضرت کا آخر عبد الشیخان و کیف وقع لفرح حین سال غیاۃ ابنہ من الخرق علی ما هو المشہود

یہ بڑھ کر کوئی عالم ہے تو حضرت موسیٰ نے کہا نہیں جیسے خدا نے وحی کی کہ ہاں میرا بندہ خضر جیسا کہ صحیحین میں ہے ایسا ہی حضرت نوح کا سوال کرنا ہوا اپنے فرزند کے بارے میں کہ وہ کونجات دے عرق ہے۔

اس تحقیق نے آپ کو بتا دیا کہ اہلسنت والجماعت جو مدعی ہیں اہل حق ہونے کے وہ صرف انبیاء کے خطا کی تجویز ہی نہیں کرتے بلکہ اسکے قابل ہیں کہ ان حضرات سے خطا میں ہوئیں حتیٰ کہ خود سرور انبیاء و المرسلین سے بھی خطا ہوئی تو اب معلوم ہوا کہ مطابق تحقیقات اہل سنت صرف ایمر معصوم ہی ایسے ہیں جو معصوم ہیں کیونکہ جب حکم خدا میں انبیاء نے خطا کی تو اب کون درجہ باقی رہا۔

یہ تحقیقات تو خفیہ کی تھی جو مدعی سواد اعظم ہونے کے ہیں اب تحقیقات ظلمے و الجہت خطا ہو علامہ صدیق حسن خان صاحب بیغۃ الرایدین لکھتے ہیں صفحہ ۹۹، معصومانہ ذکر قبل مدعی و بعد ان اجماعاً و صفایہ عدا جائز است نزد چہرہ و دہو او خود بالاتفاق رد است مگر انچہ جب نفرت و اوال بر حسب تباہ شد مثل دزدیدن لقمہ و کم کردن دانہ در وزن۔

یہ لکھتے ہیں و معتزلہ بہ انتفاع رفتہ اند و شیعہ صدر و صغیرہ و کبیرہ را پیش از وحی منع کنند۔ جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء سے خطا و گناہ کا ہونا بہ اتفاق تمامی اہل سنت قبل از نبوت و بعد نبوت دونوں جائز ہے صرف تنبیہ اور معتزلہ کے قابل ہیں کہ قبل از وحی بھی صغیرہ و کبیرہ اون سے نہیں ہو سکتا۔

نواب صدیق حسن خان نے حصہ از الاموال صفحہ ۱۰۰ میں پوری تحقیقات اسکی کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وہ ایک معمولی مجتہد کے برابر تھا جنہی وہ پابند احکام خدا نہ تھے بلکہ نبی راے اور اجتہاد سے کام کرتے چنانچہ شافعی وغیرہ جو قابل تبوقف ہیں اونکے جواب میں لکھتے ہیں ولا حجة للوقف فی مثل هذا المسئلة لا دلالة الدلالة على الوقف على امر يدل على ذلك دلالة واضحة ظاهرة قوله نعم حجة الله عنك لم اذقت لهم خابدة على ما وقع منه ولو كان ذلك بالوحی لم یثبت۔

یعنی کوئی وجہ تبوقف اس بار میں نہیں ہے کیونکہ تمامی دلائل دلالت کرتے ہیں اسکے وقوع پر جس میں سب سے دلیل یہ واضح ظاہر قول خدا ہے علی الله عنك لم اذنت لهم جس میں خدا نے حضرت پے خطاب کیا کہ جو اس نام پر چلاؤ تو ہوا اور اگر یہ امر بوجی ہوتا تو ہرگز خطاب نہ کرتا۔

یہی مضمون کچھ تفصیل سے ارشاد الحق تعالیٰ نے علم الاصول امام شوکانی صفحہ ۳۲ میں بھی موجود ہے۔ یہی علی حدیث کے دلالت دہنہ و اخصیہ ظاہرۃ قول اللہ عز وجل غنا اللہ عنک لہم اذنت لہم فاعتزل علی ما وقع منہم و لو کان ذلک بالوحی لمریعا فینہ و امثال ذلک کثیرۃ لکما تبتہ علی اخذہ الضام من امر ہے بد برحق لہ ما کان لہ ان یكون لہ اسری حقہ یخس فی الارض و کما فی معاتبتہم بقولہ تم اذ تقول لکذی انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ اصک علیک زوجک الی الخ ہذا اللہ فی کتابہ العزیز و الاستیفاء لمثل ہذا یقفہ الی بسط طویل جس سے معلوم ہوا کہ خداوند عالم کا عتاب صرف اسی ایک موقع پر نہیں ہوا ہے بلکہ فریاد سارا بدر میں بھی خدا نے عتاب کیا اور قصہ زید و حضرت زینب میں بھی خدا نے حضرت پر عتاب کیا اور ان سب آیتوں کا لکنا جس میں خدا نے حضرت پر عتاب کیا ہے وہ طویل ہے لہذا انہیں آیات پر اقتصار کیا گیا۔

تو یہ کچھ سنی یا وہابی کی مجال ہے جو عصمت رسول اللہ یا سائر انبیاء کو ثابت کر سکے کیونکہ ایک نہیں بہت سی آیتیں اسکی قرآن میں موجود ہیں کہ خدا نے حضرت پر عتاب کیا بخلاف جناب امیر و اہلبیت طاہرین علیہم السلام کہ ایک دفعہ بھی کسی جہنمت پر نہیں عتاب کیا تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی میں ہے صفحہ ۱۱۶۔

و اخیرہ الطبرانی و ابن ابی حاتم عن ابن عباس قال ما ازل اللہ یا ایھا الذین امنوا الا علی ایہم ہا و ثمرہم ہا و لقد حابت اللہ علی اصحاب محمد فی غیار مکہ و ما ذکر علیہ الا لخیار و اخیرہ ابن عباس عن ابن عباس قال ما ازل فی احد من کتاب اللہ ما نزل فی علیؑ

یعنی طبرانی و ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن میں جہاں یا ایھا الذین امنوا آیت ہے حضرت علیؑ اور اسکے امیر اور شریعت ہیں اور خدا نے چند جگہ عتاب کیا اصحاب محمد پر مگر حضرت علیؑ کا جہاں ذکر کیا ہے وہاں ہی ذکر کیا اور ابن عباس کہنے لگے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جس قدر آیتیں قرآن کی حضرت علیؑ کے بارے میں

ابن حنفیہ کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے ایک شاگرد کو  
 کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو کہ اپنے آپ کو خدا کا  
 نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے  
 آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے۔

نواب خود حضرت اعلیٰ سنت فرما لیں جناب امیر اور ائمہ اطہار کی عصمت میں کیا شک  
 رہا کہ وہ کسی تو اہل مقررہ اہل سنت اسلام میں بلکہ قبل از اسلام بھی صرف جناب امیر اور  
 اہلبیت طاہرین ہی معصوم ٹھہرے یہی وجہ ہے کہ قاضی ثناء اللہ صاحب نے بالاطلاق  
 فرمایا ایدہ۔ اب حالی از وقت طہور آدم بروح پاک علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تقریر ہو کہ  
 پیش نشاء عفری آن حضرت ہم ائمہ سابقہ ہر کراور جو ولایت میر سیّد جو مطہر و پاک  
 ان حضرت میر سید و بعد جو عفری تا وقت رحلت او از صحابہ و تابعین پہلے ہیں کہ  
 بتوسط او رسید و بعد رحلت او این منصب عالی بحسن مجتبیٰ و بعد از او سے حسین شہید  
 کر بلا پسندہ امام زین العابدین و تہ تبرہ محمد باقر لقا ان بہ حضرت صادق کہ وقت طہور آدم سے  
 یہ منصب عالی روح جناب امیر سے متعلق تھا کہ ائمہ سابقہ میں بھی جو کوئی اہل جہ و ثناء  
 کو پہنچا بدونت حضرت کی روح مبارک کے اور۔ و طاہری کے بعد صحابہ و تابعین سے جو  
 مرتبہ ولایت ملا حضرت کی بدولت اور بعد رحلت جناب امیر بہ عہدہ حنا ایام حسن بن  
 پیر امام حسین شہید کر بلا پیر امام زین العابدین و بعد امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے  
 متعلق ہوا آخر امام دوازہم تک۔

نواب جناب امام جعفر صادق کی کسی حدیث ہے کہ میں نے اپنے ایک شاگرد کو  
 کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو کہ اپنے آپ کو خدا کا  
 نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے  
 آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے۔

ابن حنفیہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے ایک شاگرد کو  
 کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو کہ اپنے آپ کو خدا کا  
 نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے  
 آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے۔

ابن حنفیہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے ایک شاگرد کو  
 کہا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو کہ اپنے آپ کو خدا کا  
 نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے  
 آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے اور وہ اپنے آپ کو خدا کا نائب کہتا ہے۔



یہ کہ تاہم ان سے کیا جائے یہ ہے کہ جو شخص اس سے پہلے کہ وہ  
 اذکار صاحب اسوں سے کیا کے ملازم بلکہ انام شوکانی ارشاد العزیز میں  
 کہنے میں ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۴۔

یعنی قہار اہل علم کا اسلاف تا خلف اہل ایمان  
 اتفاق ہے کہ عام کی تخصیص جائز ہے کسی  
 شخص نے جو قابل شک ہے اسکی مخالفت میں  
 کی اور شریعت مطہرہ میں یہ اعتراف یہی ہے  
 جو صاحب علم پر بھی نہیں ہے جس سے کہا  
 گیا ہے کہ کوئی علم ایسا نہیں ہے جو مخصوص  
 نہ ہو مگر قول خدا و اللہ بكل شیء علیم دکھاتا  
 ہے کہ کیا شیخ علم الدین عوای نے کہ قرآن  
 میں کوئی عام ایسا نہیں ہے جو مخصوص نہ  
 ہو مگر یہاں کہ وہ مخصوص نہیں ہیں و بک  
 قولہ حرمت علیکم اہلکم تو جو مانہ و خواہ  
 منسبے ہو یا نہ صاحت سے وہ سب حرام ہیں  
 اگرچہ کسی قدر رشتہ پر چڑھتا جائے (مگر اگرچہ  
 اچھڑیٹے جو یہاں ہمارے مخاطب میں  
 وادعی کہ حلال کر دیتا کیونکہ وہ ان میں  
 ہی دو سرے کی کل من علیہا خانہ کل  
 نفس فی ائقۃ الموت تیسرے قول خدا

تقی اہل العلم سلفاً و خلفاً ہے ان کے  
 خصوصیات جائز و غیر خلاف فی ذلک اہل  
 میں متعدد یہ وہ معلوم میں ہذا العزیز  
 بطور لا متنی علی من لہ ادنی نفسک ہذا  
 حق قیل انہ لا عام الا مخصوص الا قولہ  
 تم و اللہ بکل شیء علیم قال التیثم علم الدین  
 العزیز بلین فی القرآن عام غیر مخصوص  
 الا ہر جتہ مواضع احدثا قولہ حرمت علیکم  
 اہلکم فکل ما سمیت ما من نسب او  
 خنماع وان علت فہی حرام تا یہاں کہ کل  
 من علیہا فان کل نفس ذائقتہ الموت  
 تا لہ تھا قولہ تم و اللہ بکل شیء علیم راجعاً  
 قولہ و اللہ علی کلشیء قذیر و اعراض علی ہذا  
 ہاں تقدیر لہ لا یتعلق بالمستحیلات و ہے  
 اشیاء و قد لای فی ہذا المواضع لہ صحت  
 قولہ تم و ما من ذائقتہ فی الارض الا علی اللہ  
 من علیہا صغیر ۱۳۵۔

واللہ بکل شیء علیم چوتھے و اللہ علی کلشیء قذیر جمیع یہ بھی اعراض کیا گیا ہے کہ کل  
 میں ہیں جو قدرت تعالیٰ سے متعلق نہیں ہوتی اور انہیں آیات سے قیاساً مانا جاتا  
 ہے کہ جو شخص اس سے پہلے کہ وہ

یہ سیکھ لے کر ان کے ہر ماہ تمام انجیل میں پڑھتا ہے ان میں آیتوں کے ساتھ  
 ہر ماہ صفا و اوق سے اہل ایہام کو اگر خاص کیا تو کیا قصہ کیا جبکہ یہ قول اس میں اس لیے  
 سوا تین قرآن میں ایسی ہیں جو خاص جناب امیر کے پیر سے من نازل ہیں جن میں غضب  
 ہے کہ تھیس میں بخند و مسرت کی گئی ہے کہ تھیس با عقل بھی جائز ہے چنانچہ وہی  
 و رشاد الخواری کے منور بہر میں ہے و قال الزمانی فی تفسیرہ ان کلام اول و ثانی و تیسریں  
 و اربعہ قبل بجز الغنیم بہ علنا نم یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب عقل کے تھیس میں  
 چھوڑ کیا نسخ بھی عقل سے جائز ہے تو کہیں گے کہ ان میں سے معلوم ہو کہ عقل کو عقل ہی  
 مرتبہ نہیں ملا ہے کہ وہ قرآن کی تھیس کرے بلکہ یہ درجہ بھی حاصل ہے کہ وہ قرآن کو  
 منسوخ بھی کر سکے لہذا اتامی اہل سنت کو مبارکباد۔

### قال الخاطب المقام مدیر الختم

دوسری حدیث الحسین بن محمد عن معمر بن محمد عن جعفر بن محمد بن عبد اللہ  
 عن محمد بن عیسیٰ القمی عن محمد بن سلیمان عن عبد اللہ بن مسنان عن ابی عبد اللہ  
 علیہ السلام فی قوله نعم و لقد عهدنا الی ادم من قبل کلمات فی محمد و علی و فاطمہ  
 و الحسن و الحسین و کلاۃ من ذریۃ ہر قنسی حکذا ۱۰ اللہ انزلت علی محمد صلی اللہ  
 علیہ و آلہ ترجمہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا  
 اللہ تعالیٰ کا قول و لقد عهدنا الی ادم من قبل کلمات فی محمد و علی و فاطمہ و الحسن و الحسین  
 من ذریۃ قنسی یہ آیت اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ ہر اسی طرح نازل ہوئی تھی یہ آیت  
 سورہ طہ میں ہے مگر اب اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں فی محمد و علی و فاطمہ و الحسن و الحسین  
 من ذریۃ قنسی ان الفاظ کو ملا کر آیت کے یہی ہے بیشک ہم نے آدم کو پہلے ہی محمد و علی و فاطمہ  
 من ذریۃ قنسی کے بارہ میں چند باتوں کی وصیت کی تھی (یعنی یہی عمل کرے گا حکم دیا تھا) مگر  
 وہ بہول گئے تب ان الفاظ کے نکل جانے سے صرف اسی قدر ہی رہ گئے کہ آدم کو پہلے پہلے  
 وصیت کر دی کہ وہ بہول گئے اوس وصیت کا بیان نہ رہا۔ وصیت کا بیان نہ رہنے سے  
 وہ نہایت غصہ میں آئے اور اول تو یہی وصیت کی غلط اور ان کی اطاعت کا طغیان سے



اسانک حق محمد وال محمد ص ۲۰ صفحہ ۲۰۱ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اوسم فرما رہے ہیں  
روایت ثانیہ بن محمد وال محمد سوال کیا اور بنا بر روایت اول بن محمد علی و غلام حسن  
و حسین سوال کیا تو ہر آپ کیا عرض کر سکتے ہیں۔

یہاں ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ سب کچھ حضرت علیؑ کی تحقیقات پہلے ہو چکی کہ مقصود اسکا یہ ہے کہ اسی معنی میں نازل ہوا نہ یہ کہ یہ الفاظ بعینہ اقرآن میں وارد ہوئے ہیں نہ کہ اگر یہ مقصود ہوتا تو حضرت اوس کے بعد یہ بھی فرماتے کہ لوگوں نے نکال ڈالا نہ معلوم ہوا کہ مقصود تفسیر ہے جیسا کہ روایات اہل سنت سے ابھی مذکور ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حکایت کی کہ تفسیر میں فرمایا سال بحق محمد و علی وفاطہ و الحسن و حسین -

ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں: یہ آیت سورہ طہ میں ہے مگر اب اوس میں یہ الفاظ نہیں ہیں فی محل  
و علی وفاطہ والحسن والحسین والا یقعد ذریتہم، جس سے معلوم ہوا کہ ایڈیٹر صاحب  
انہیں الفاظ کو الفاظ محرف سمجھتے ہیں اور کلمات کو جزو آیه قرار دیتے ہیں جو ان کے کمال  
قرآن دانی کی دلیل ہے کیونکہ اصل ایہ اس طرح ہے ولقد عہدنا الی آدم قبل حضرت سر  
کے نفس میں فرمایا کلمات فی محل و علی وفاطہ والحسن والحسین یعنی بچے آدم سے پہلے سر  
وصیت کی تھی ان چند کلمات کے بارے میں دربارہ محمد علی جس سے معلوم ہوا کہ حضرت  
کلمات سے آخر تک تفسیر فرما رہے ہیں اور ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں: مگر اب اوس میں  
الفاظ نہیں ہیں فی محل و علی، تو کیا انفظ کلمات داخل قرآن ہے جو آپ نے اس کو یہاں چڑھ دیا  
اگر آپ کو اس بیان سے کہ حضرت نے اس فقرہ کو تفسیر میں فرمایا تھا تردد ہو تو تفسیر صافی میں  
ملاحظہ فرمائے کہ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں و فیہ فی الأصل والبصاۃ من الباقی

حدیث الیہ فی محول والا حجتہ من بعدہ لا فتیہ صفحہ ۳۴۰ کہ کافی وظلال الشریع واجلہ  
اور ریاضت میں جناب امام محمد باقر سے روایت ہے کہ فرمایا خدا نے محمد اور امیر کے بارے  
میں محمد و پیغمبر لیا ہوا ان کے بعد میں قرآن پڑھی ہوئی معلوم ہوا کہ مقصود امام تفسیر  
ہے قرآن

دوسری ایڈیشن میں اس کی تلافی کے لئے ایک نیا باب "مختلف حالات میں شہریت حاصل کرنے پر مبنی قوانین"

۱۱۶  
 حضرت علیؓ فرمایا اے عیسیٰ بن مریم! اے نبی! اے رسول! اے مہدی! تو میری طرف سے  
 ہوا کہ مقصود تفسیر و تخریج کی یہ کلمات مجھے ناول پہنچے کیونکہ انھیں ایک خط  
 بمقتضا ایک حدیث درسی پر پیش کی گئی تھی۔  
 اگرچہ یہ دونوں روایات کے حوالہ سے اس بار سے میں مذکور یہ ہیں کہ حضرات اہل سنت  
 کس قدر تحریف کے قائل ہیں مگر ضرورت نہ تھی کہ ہم دوسری تقریر پیش کریں مگر چونکہ  
 صاحب کلام ہی متشابہ ہے کہ وہ قرآن کی تحریف ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ہم بھلا کتنا  
 تقریر پیش کرتے ہیں الا انہ اتخا من ہے صفحہ ۱۴ مقصد اول عن عثمان انہ قرأ  
 عنکم امۃ یون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و یتقون  
 اصحابہ و اولادکم ہم المفلحون فقیر گوید معنی این حدیث آنست کہ حضرت عثمان این  
 کلمہ را از قرآن سید آنست زیرا کہ متواتر شدہ در ملت کہ این کلمہ در مصاحف عثمانیہ نمود  
 بلکہ معنی این سخن آنست کہ این کلمہ از خواہ این آیت مفہوم می شود مانند آنکہ فقیر گوید  
 و اسال الی القرۃ یقول و اسال اہل القرۃ و توجیہ این کلمہ آنست کہ منصب خلیفہ  
 باشد بدعت و عتوت۔ ظاہر و است بر زبان بلکہ ہمت بستن و در دفع بلا ہائے امت  
 پیش حق خود عمل نالیدن حاصل آنکہ از ممتات خلافت است کہ دفع بلا ہائے امت بدعا  
 او شیعہ و امثالہ  
 اس سے صاف معلوم ہوا کہ عثمان صاحب اس آیہ کو اس طرح پڑھتے تھے کہ و ینہون  
 عن المنکر و یتقون و یامرون بالمعروف و اولادکم ہم المفلحون و یتقون  
 ما اصابہم کو زیادہ کر کے پڑھتے تھے۔  
 اب دونوں روایتوں کو تلاو و معلوم ہو گیا کہ جناب ایام خصوصاً حق و تفسیر اہل  
 قرآن نے ہیں اور عثمانؓ اور سب اہل قرآن پڑھ رہے ہیں کیونکہ حدیث ابن عباسؓ کا کہنا  
 ہے ابی عبد اللہ فی قولہ علیؓ عداۃ علیؓ کہ ابو عبد اللہ سے آیہ تعدد محمدنا من روایت  
 صحابہ کہ یہ آیت ہے کہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر میں انشاء فرمایا انما یتقون  
 ما اصابہم کو زیادہ کر کے پڑھتے تھے۔





ہزار برس کے برابر ہے۔

خداوند عالم نے اس طرح قرآن مجید میں تین تمام پر فرمایا ہے ایک تو اسی سورہ حج میں وان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون دوسرے سورہ صبحہ میں فرماتا ہے یدبر الامر من السماء الی الارض شریعہ الیہ فی یوم کان مقدس الف سنة مما تعدون یعنی وہ سورہ کی تدبیر کرتا ہے آسمان سے زمین تک پہرلو کی طرف صبح کرتا ہو ایک روز زمین جسکی مقدار ہزار برس ہے تمہاری گنتی سے تیسرے سورہ معارج میں سال ما یل بعد اب واقع للکفرین لیس لہ دفع من اللہ ذی المعباد حقیر الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدس الف سنة

پہلی دو فون دنیا سے متعلق ہیں کہ خداوند عالم ابتداء خلقت دنیا کے متعلق سورہ صبحہ میں جو کی ہے فرماتا ہے کہ خدا کے نزدیک ایک دن ہزار برس کے برابر ہے۔ پھر دوسرا جو سورہ حج میں ہے اور مدنی ہے اختتام دنیا کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ تعقل خدا ابتداء کرتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک روز ہزار سال کے برابر ہے جس سے معلوم ہو کہ خدا نے ابتداء اور انتہا سے دنیا کے لئے ایک ایک روز ایسا فرمایا جسکی مدت ہزار برس ہو تو اس میں تو کسی طرح اختلاف نہیں۔ رہا سورہ معارج کا آیہ جس میں پچاس ہی از برس کا دن بتایا گیا ہے تو ظاہر ہے قیامت کے کل امور اس دنیا کے حالات سے مختلف ہوں گے لہذا قیامت میں کسی دن کا پچاس ہزار برس ہونا اس کے کیونکر مخالف ہوا جو خدا نے دنیا کے ایام میں سے دو دن کو ہزار برس کا فرمایا ہے حالانکہ اگر دنیا کے دو دن کو بھی خدا کسی کو ہزار برس کسی کو پچاس ہزار برس فرماتا تو اس میں اختلاف نہوتا کیونکہ تناقض و اختلاف میں اتحاد و موافق معمول مکان زمان سب شرط ہو تو اگر کوئی شخص بد کو ۵ کہے گا اور خبیثہ کو دس کہے گا کہ تو کیا میں اختلاف نہ کرتا ہو حاشا وکلا ہرگز نہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے بذیل سورہ صبحہ اسی یوم کان مقدس الف سنة واما غیلا ملک الف سنة مما یدبر لہم خسران فہم زولہ وفسدان فہم زولہ وفسدان فہم زولہ



یعنی مقصود یہ ہے کہ اگر فرشتوں کے سوا بنی آدم سے اس مسافت کو طے کر کے زمین  
 زمین کے درمیان میں ہے تو ان کے ہزار برس مرت ہوں گے پانچویں برس چڑھنے  
 اور پانچویں برس اترنے۔ یہ تو سورہ سجدة کے متعلق تھا جو کہ زمین نازل ہوا اور نزل  
 و سکا مقدم ہے کہ پہلے خلقت آسمان و زمین کو چہرہ زمین فرمایا اور پھر آسمان و  
 زمین کے تفاوت کو۔ اعتبار مسافت انسانی ہزار برس کے برابر فرمایا۔

سورہ حج میں ویستجولونک یا العذاب میں فرماتا ہے وہ ان یوماء عند ربک  
 کالف سنة مما تعدون تفسیر صفائی میں ہے فی امر شاد الخفید من الباقی  
 اذ اقام القام صہا الی انکو نفرہد م فیہا اربعۃ مسلجہ یعنی جناب امام محمد  
 علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا جب قائم کا ظہور ہوگا تو زمانہ کو طویل کرے گا  
 جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ حساب ہزار برس کا دنیاوی و دینی کے متعلق  
 ہے تو اب قیامت کے روز کو چار سو ہزار برس کا کہنا کسی طرح موجب اختلاف و تباہ  
 نہیں کیونکہ دنیا و آخرت میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ تفسیر صفائی میں ہے وہی الکافی  
 عن الصادق م ان للیقۃ خمس موقعا کل موقف مقام الف سنة ثم تلاقی  
 یوم الا یہ وہی الجسم عن النبی قیل لہ یا رسول اللہ ما اطول ہذا الیوم فقال  
 الذی نفس محمد بیل و انہ لیسف من المؤمن حتی یکن اخف علیہ من صلیۃ  
 مکنتہ بدیصلیہا فی الدنیا وعن الصادق لولو لی الحساب غیر اللہ لمکتوا فیہ  
 خمسين الف سنة من قبل یفرغوا و اللہ سبحانہ ینفخ ثم ذلک فی ساعۃ واحدة  
 وعند قتل لا ینتصف خلک الیوم حتی یقبل اهل الجنة فی الجنة و اهل النار  
 فی النار و صفحہ ۳۳۳ یعنی کاتی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ قیامت  
 کے روز چار سو ہزار سال کا ہوگا تو یہ ایک روز  
 یہی اس روز کا مجموعہ ہوا۔ مجمع البیان میں جناب رسالت اب سے منقول ہے کہ کسی نے  
 عرض کیا یہ روز کس قدر طویل ہوگا تو حضرت نے فرمایا قسم بخدا اس قدر مختص  
 ہوگا کہ جتنے عرصہ میں تو سن ایک وقت کی کا تویر تھا ہے دنیا میں جناب امام جعفر

سے منقول ہو کہ اگر غیر خدا صاحب کرتا تو پچاس ہزار برس صرف ہوتا اور خداوند عالم تو ایک ساعت میں فارغ ہو جائیگا اور حضرت نے فرمایا کہ نصف النہار بھی نہ ہو جائیگا کہ اہل جنت جنت میں اور اہل نار داخل نار ہوں گے۔

تلاصیہ کہ جب دور و ز مختلف الزمان والمکان کی یہ حالت ہو کہ ایک روز کو خدائے ہزار برس کا فرمایا جو دنیا کا روز ہے اور دوسرا روز پچاس ہزار برس کا جو قیامت کا روز ہے تو کوئی حائل نہیں کہ سکتا کہ ان دونوں میں اختلاف کیونکہ اتحاد موضوع محمول زمان و مکان وغیرہ ضروری ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہزار برس یا ۵۰ ہزار برس کی مقدار کس اصول پر ہے اور اوس سے کیا مراد ہے کیونکہ حقیقتہً ہزار سال یا پچاس ہزار سال زمین مراد ہے بلکہ قدرت خداوند عالم کا اظہار ہے جو کام انسان ہزار برس میں کر سکتا ہے یا ۵۰ ہزار برس میں خدا اوسکو بلکا اوسکے فرشتے ایک روز میں انجام دیتے ہیں قیامت پر اختلاف سے اسکو دیا حلاقہ۔

اور لوگوں نے کہا ہے کہ شب غم کی طوالت مشہور ہے باوجود اس بات کے کہ سب دراتین برابر ہوتی ہیں پس دونوں آیتوں میں مقدار یوم - اعتبارات و احوال - استفادہ ہے دوسرے آیتہ اول میں اظہار قدرت خداوندی ہے اور آیت ثانی میں مقدار قیامت بیان کی گئی ہے۔

مگر سب سمجھ لی بات ہو کیونکہ طوالت شب ہو یا شب غم ایک خیالی بات ہو اور یہاں تحقیقی ہے جس سے انسان کی عاجزی اور خدا کی قدرت نمایاں ہو اور دلوں پر خوف طاری ہو کہ اطاعت خدا کی طرف متوجہ ہوں۔

چوتھا اختلاف دماحان بلبشر ان یکللہ اللہ ملاو حیا اوس سے ملتا اوپر سے ملتا سولا یعنی نہیں ہے طاقت واسطے آدمی کے یہ کہ بات کرے اوس سے اللہ کی وجہ کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے یا بہتہا ہے کسی پیغام پہنچانے والے کو۔

مولا علیہ السلام بقصر علیک وکلم اللہ موصی تکلم اور ایسے فعل جو باقی

میں جنکی کہانیں سننے پر نہیں بیان کیں اور خوب ہی بات چیت ہوئی ہمارے مومنین سے پہلا آیہ سورہ شوریٰ کا ہے جو کہی ہے بیک قانون کلام الہی کا مقرر کیا گیا ہے کہ اس کا شرف تکمیل خدا سے تین ہی طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ بذریعہ وحی یا پودہ یا بذریعہ رسول کریم خداوند عالم نے بطور حصہ قاعدہ مقرر کر دیا تو حضرت موسیٰ کے بارے میں جو کلام اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ وہ خود تخت میں اسی قانون کے آگیا کہ خدا نے اسی قانون کے مطابق کلام کیا پھر اختلاف کہان رہا کیونکہ یہ آیہ سورہ نسا کا ہے جو مدنی ہے اور نزول بہت متاخر ہو پیشتر آخر مخرج مخالفین اسلام کے قرآن پر اسی ترتیب سے پورا ہوا ہے کہ ملی کو موخر کیا مدنی کو مقدم جسکی فرض مجز کے کہ نہیں معلوم ہوتی کہ کاتین قرآن اہل مدینہ تھے لہذا اول سورہوں کو مقدم کیا جو مدینہ میں نازل ہو رہے تھے اور خلفاء جامعین قرآن کو بوجہ جہالت کچھ نہ معلوم ہوا کہ کیا ہو رہا ہے کیونکہ خلفائے ثلاثہ سے کوئی بھی شریک جمع قرآن دہتا نہ ان کو کسی قسم کی دل چسپی تھی بلکہ یہ ثابت ہے جس طرح چاہا لکھ دیا۔

بہر حال ہر اس مخرج سے تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے ان دونوں آیتوں میں اختلاف کس عقل سے تجویز کیا کیونکہ یہاں تو اوسنے اختلاف کی بھی گنجائش نہیں جتنا کہ پہلی آیتوں میں جہاں کر سکتے ہیں کیونکہ پہلے ایک قانون کلی کلام کرنے کا بتایا گیا ہے اوس کی بعد خاص حضرت موسیٰ سے کلام کرنے کو ارشاد فرمایا۔

پھر اسکی بھی دو تہج معلوم ہوتی ہے کہ آیہ کلام اللہ معہ تعجیب کو مخالفت کے لئے کیوں منتخب کیا حالانکہ اس طرح کا اختلاف تو سارے قرآن میں مہر ہوا ہے و افضل دیکھئے

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ رَبُّ الْعَالَمِينَ خَالِدًا فِي السَّمَاءِ لَا يَمُوتُ وَلَا يَنُفَسُ وَلَا يَنَامُ وَلَا يَكُنُ لَهُ كُفُوًا شَيْءٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ أَيْدِيهِمْ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

یہو احوال انکیر آیات اور وہ آئیں اس بارے میں مساوی ہیں کلم کے معنی بھی کلام کیا گیا اور حال کے معنی بھی کہا ہے۔

اور اگر صرف لفظی اختلاف کی ضرورت تھی کہ ایک جگہ بصورت نفی و کلام ہے

ہے اور دوسرے میں کلہر ہے تو بھی تو بہت سی آیتیں مل سکتی ہیں سورہ بقرہ مکرع آیا  
 ۲ منہم من کلہم کہ بعض پیغمبر وہ ہیں جسے خدا سے کلام کیا پھر انکی تلاش کی کیا ضرورت  
 تھی وکلہ ربہ کلام کیا اوس سے رب نے اوسکے۔

غرض اگر اختلاف اسیکا نام ہے تو آپ شوق سے ان آیتوں کو بھی ملایے کہ پورے  
 طور پر قرآن کا اختلاف ظاہر ہو اور تمام عالم کو معلوم ہو اس تحریر کی غرض کیا ہو کیونکہ  
 مسلم و غیر مسلم سب جانتے ہیں حضرت موسیٰ سے کلام بھی بلا واسطہ نہیں ہوا تھا جو  
 محالات حقہ سے ہو کہ خداوند عالم خود کلام کہ اسنے کہ کلام تو عرض ہے اوس کا  
 وجود بغیر جسم کے محال ہے پھر خدا میں کلام کیونکر پایا جاسکتا ہو جبکہ وہ جسمیت سے منزہ  
 ہو بغیر اسکے کہ کسی دوسرے شے میں اوسکو پیدا کرے اسی سے خدا نے اپنے کلام کرنے کو  
 بتایا کہ ہم کیونکر کلام کرتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیالیٰ میں ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ اسی لیس لاحد من البش  
 ان یکلمہ اللہ قلوان ین حی الیہ روحیا وھو داود اوحی فی صدۃ فوہ الذوب  
 اومن وراۃ حجاب اسی ویکھ من وراۃ حجاب وھو موسیٰ اذ یرسل رھلا  
 وھو جبریل بادسل اہل محمد ص ۱۱۱ جلد

یعنی اس آیت میں جو خدا نے فرمایا کسی بشر کو اسکی طاقت نہیں کہ خدا اوس سے کلام  
 کرے الا جبریل وھو تو مراد اوس سے حضرت دادو ہیں چہرہ وحی نازل ہوئی اور زبور کو  
 انہوں نے لکھا اور مراد بقرہ حجاب سے حضرت موسیٰ ہیں جن سے پس پودہ کلام ہوا  
 یعنی کس چیز میں آواز پیدا کی گئی اور یرسل دسیلا سے مراد ہمارے حضرت رسول الامین  
 جبر حضرت جبریل مانلی جوتے تھے۔

پھر معلوم حکو اللہ موسیٰ تعلیا عن اختلاف میں کیونکہ انکی گایا حالانکہ خاص طور  
 پر حضرت موسیٰ من وراۃ حجاب سے مراد ہیں اوتوں کہ اس نام لگانے مانق نہلات  
 پھر حدیث صاحب کو ایسا دھوکا دیا کہ وہ بخون نے اسے خبر کو بلا کیے شائع کر دیا ورنہ اگر  
 وہ خود کرتے یہ تحریر کیسے طرح قابل اشاعت نہ تھی۔

ساقول اختلاف عجم و بینہما حجاب اور ہونگا ان کے درمیان میں پردہ اور  
 عجمی غریب بینہم سبکدہ باب باطنہ فیہ الرحمہ و ظاہرہ من قبلہما عفتاب پر  
 مارا جاوے گا درمیان ان کے کوٹ جس کے دروازے میں اندر کی طرف اس میں رحمت  
 ہو اور جو باہر کی طرف ہے اس میں عذاب ہو۔

ہم کو آریوں کے فہم و فراست سے ایسی امید نہ تھی کہ وہ اس طرح قرآن میں اختلاف  
 دکھائیں گے جس سے جواب دینے والا بھی شرمائے کہ ہم کس کا جواب دے رہے ہیں اگر اس کو  
 علم نکالنے پر آمادہ ہو کر دیا۔

کیونکہ پردہ، دیوار میں عام خاص کا فرق ہے۔ حجاب ہر پردہ کو کہتے ہیں خواہ وہ  
 پردہ ہو یا دیوار دیوار خاص ہے کہ کیا عام خاص میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔

حالا کہ بلا آیہ سورہ اعراف کا ہے و بینہما حجاب و علی الاعراف رجال یرون  
 عذابا یہاں کہ درمیان بہشت و دوزخ کے ایک دیوار ہوگی (اعراف) اور اعراف پر نگہ  
 آدمی ہونگے جو مردوں سے پہچانے جائیں گے۔

جمع و البیان میں ہے الحجاب المانع من الادرک حجاب بین  
 اہل الجنة و النار ستور و الاعراف الاعراف سورہ بنی النجۃ و انما  
 حجبہ یعنی حجاب مطلق مانع و حاجب کو کہتے ہیں جو ادراک (دیکھنے بجھانے کو) روکے  
 یہاں حجاب سے مراد اعراف ہی جو دیوار ہے درمیان بہشت و جہنم کے۔ پھر یہی ہر کس  
 میں اختلاف کا دعویٰ کیا جائے حالانکہ حجاب بستر سورہ انفاء متراذف سے ہیں جو بعض بعض  
 خصوصیتوں سے حسب محل و موقع متعلیٰ ہوتی ہیں تو پھر اختلاف کہاں رہا کیا کہ یہ انسان  
 کہیں بستر کہیں بنی آدم میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

انکوائ اعتراف من قتالہ و یقرض اللہ قرض الحسنہ فیضہ فی حجاب  
 کتبہ و جو کوئی قرمن دے اللہ کو قرمن لیا پس دے گا کہ سے اللہ اس کے لئے دے گا بہت  
 بالاصل الذین امنوا و عملوا الصالحات ہم فی جنة و انما انما انما انما انما  
 کھاؤ و درو گنا۔ ہم کو بیان اسویر سے قریب نہیں ہوتا کہ ہمارے ساتھ رہو گے کیا ہم کو

یہ کہ موجودہ حالت دنیا کی گذر ہے جس کی ہر گز مصافقت بہاری ہے نہ کہ یہ بہت ہی وقت سے وہ آریہ مت کے خواب کرنے میں مصروف تھے چنانچہ جتنی تحریریں ان کی اہل اسلام متقابلہ میں اہل بین وہ سب اسی قسم کی ہیں کہ ان کو نہایت بصیرت صاحب مرقب ہوتا ہے کہ انہوں نے کیا سچا سچا کوئی اختلاف میں داخل کیا گیا ہے یا نہیں۔ ہر شے سے اپنی پیروی میں ان کے مذاق کر رہے ہیں ورنہ یہ تو ایسا مصافقت ظاہر ہو کہ خداوند عالم فرما رہا ہو کہ ان کے جو خدا کو قرص حسد سے یعنی اس کے بندہ کو تو خداوند قرص ہی نہیں بلکہ اس کے گاہک اور اس کے مصافقت مصافقت معایت قرار دیا۔

اس آریہ کریمہ کو اس سے کیا مناسبت کہ خدا فرماتا ہو قرص دو گنا میں گناہ کا شلیر حفظ اصناف نے شبہ میں ڈالا ہو کہ دونوں آریہ میں مشترک ہو لہذا دونوں میں اشتکاف ہو و شاہد لکھی وجہ اشتراک بھی نہیں معلوم ہوتی کہ اشتکاف کی گنجائش یہ کہاں ہے جسے پر خدا کا وعدہ اصناف و مصافقت اور کہاں سودی معاملہ کی صورت۔

شاید اسی وجہ سے اب اہل سنت عام طور سے جو لادینو اسی سو کے قابل ہو و جو اصناف و مصافقت کی قید ہے لہذا جس سود میں دو گنا میں گناہ ہو حلال ہے یا حلال نہیں۔ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۱۱ء میں ہے۔

بعض حضرات اصناف و مصافقت کی قید لگا کر بولے مصافقت دونوں کو حرام ہے نہ کہ بین ذمہ مصافقت کو حلال و طیب اعتقاد کرتے ہیں اور آیت لاتا کلوا مما کرموا و مصافقت مفسدہ کو سنہ میں لاتے ہیں۔

فوان اختلاف لا اکوہ فی اللہین قلبین اللہین صوفی نہیں کہ ترویجی جن میں کیونکہ ظاہر ہو گئی ہے راہ پانی نگر رہی ہے۔ اور اس آیت میں اختلاف ہو و ماکرم حق لا یکن منفہ و یکن اللہین ہر اہل اللہ کا فرق کو بیان کیا کہ باقی رہ چکا ہو و ہو جاے دین اللہ کا۔

جیسا کہ یہ آریہ قوم کے معرکہ آرا ہے اس لحاظ سے کہ دونوں کی سیوا اختلاف ہو چکا اس لحاظ سے کہ ان میں اسلام ہو چکا ہو اسی لحاظ سے کہ قریم باجم و

یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام بزرگتر مشیر ہے۔ اسلام نے مذہب کے لئے خون دھری  
تو جائز رکھا۔ یہ تو مخالفین اسلام کا اعتراض ہے۔

مذہبان اسلام نے اسپر یہ طرہ کیا کہ حقیقی آیات و حدیث میں صلح و مصالح یا رضامندی  
کی ہدایتیں ہیں اور ان سب کو منسوخ کر دیا۔

یہ آیت الکرسی کا ایک حصہ ہے جس کے بہت سے فضائل و مناقب وارد ہیں مثلاً  
اسکا مدینہ میں ہوا جس سے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کو مکہ میں ایسی مصیبت  
پیش رہے جس میں اسکو اس قدر دین کی ضرورت ہو بلکہ مدینہ منورہ میں پہنچنے  
اور کسی قدر قوت حاصل ہونے کے بعد یہ آیت نازل ہو جس سے یہ یقیناً معلوم ہوا کہ  
اسلام کو کوئی خاص مجبوری تھی۔

عنوان کلام بھی کہہ رہا ہے کہ یہ کلام بطور اصول مسلمہ ایک قانون مکمل کے طور پر  
نازل ہوا اگر اہل فی الدین جس میں مکہ تحت النبی ہے جو عام طور سے مفید عموم ہے  
جس سے مقصود باری یہ معلوم ہوتا ہو کہ تمامی اہل اسلام کو اسکا اعلان کرنا چاہئے  
یہ وہی مضمون ہے جسکا اعلان کہ منظم میں کیا گیا تھا قل ایہا الکافرون میں  
لکم دینکم دے دین جس سے کم سے کم ہر مائل اسکو ضروری مان لیا کہ اسلام اہل نظر  
میں شروع و خوں دہری کو نہیں چاہتا۔ کہ میں لکھ دیتا کہ ولی دین سنا مارا اور  
مدینہ منورہ میں لا آگوا فی الدین کا فقرہ بلند کیا۔

(۱۳) پھر سورہ بقرہ میں فرماتا ہے قل اتعاجوننا فی اللہ وہو دنا و دیننا اعمالنا  
اعمالنا و لکم اعمالکم و عنہم محکم من یعنی کہ تو آئے رسول کیا خدا کے بارہ میں  
تم مجھے جھگڑاتے ہو حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہو اور ہمارے اعمال ہمارے ثمر ہیں  
تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تمہارے لئے اس کے لئے اخلاص کر نیوالے ہیں۔

(۱۴) سورہ قصص میں فرماتا ہے واذ استمعوا للظلم من عندنا قالوا انما اعمالنا  
فکما عملنا و لکم اعمالکم و عنہم محکم من یعنی کہ جب وہ بیوقوف بات سنتے ہیں تو منہ پر لہجے  
ہیں ہاں کہ اعمال ہمارے لئے تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں تمہارے اعمال ہمارے لئے ہیں

نہیں چاہتے!

(۵) سورہ شوریٰ میں ہے قل لک فادع واستقم هذا امرت ولا تتبع اهل اعوجاج  
 قل امنعنا انزل الله من كتب وامرنا لا عدل بینکم الله ربنا ودیکم لنا اعمالنا  
 ولنا اعمالکم لا حجة بیننا و بینکم الله یجمع بیننا والیہ المصیر سے دین کی طرف  
 بلاؤ اور استقامت کرو جیسا کہ حکم ہوا ہے اور لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور کہو  
 کہ ایمان لائے اوس کتاب پر جسے خدا نے نازل کیا اور حکم دیا گیا ہے کہ تم لوگوں میں  
 عدل کریں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے  
 اعمال تمہارے لئے ہیں ہم میں تم میں کوئی سخت تکرار نہیں ہے اللہ جمع کرے گی دینیان  
 پہلوگ اور تم لوگ کے اور اوس کی طرف بازگشت ہے۔

ان آیات کریمہ کو دیکھ کر کون ایسا شخص ہو سکتا ہے جو اسکا دعویٰ کرے کہ جیسا کہ  
 کی یہ پراہیت ہو وہ کبھی عام طور سے خون ریزی کو جائز رکھ سکتا ہے خدا نامہ ہے کہ تو اس  
 حکم کو حکم دیا گیا ہے کہ تم میں عدل کریں تو کیا جو شخص مدعی عدل ہو وہ ایسا سخت تکلم بھی  
 دے سکتا ہے کہ اگر اسلام نہ لاو گے تو قتل کئے جاو گے۔ حاشا وکلا کوئی عاقل اسکو نہیں  
 مان سکتا۔

(۶) سورہ مائدہ میں ہے ولا یجرح منکم شأن قوم ان صدوکم عن المسجداں والجماع ان  
 قتدوا و فقاوفوا علی البر وال تقوی ولا تقاوفوا علی الکفر والعدوان: انتقل  
 ان الله شدید العقاب اور قوم کی دشمنی اسوجہ سے کہ تم کو روکا تھا مسجد الجوام  
 سے اسیر نہ کرنا مادہ کرے کہ زیادتی کرو۔ تم مد کروا تو تقویٰ یہ اور نہ مدد گاری کر دے  
 گناہ مددوان یہ کہ خدا شدید العقاب ہو۔

پھر اسی سورہ مائدہ میں خداوند نام فرماتا ہے والیہ الذین امنوا کوفوا فی  
 الله شہداء بالحق ولا یجرح منکم شأن انہ علی . قل لولایہ لای  
 اقرب للفقوی و اتقوا الله انہ خیر عما یغفلون ایہ ایمان والو ہو جاو کھڑے  
 ہونے والے خدا کے لئے گواہی دینے کو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اسیر نہ کرے کہ عدل کرو



الخصاف کرو کہ یہی تقویٰ کی بات ہے اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کہ وہ خبر ہے سادہ تمہارا عمل ان آیات قرآنیہ کو دیکھ کر ایک متفکر بھی نہیں کہہ سکتا ہے کہ جس مذہب کے اسطرچے احکام مخالفین اسلام کی شان میں صادر نہیں وہ کبھی ایسا حکم عام نہیں دے سکتا کہ جہان پاؤں مشرکوں کو قتل کرو الا یہ ضرورت۔

آیات قرآنی اکثر مجمل ہیں مگر تفہیم مطالب میں ایسے واضح ہیں کہ کسی طرح مخالفین اسلام کامیاب نہیں ہو سکتے مگر خدا رحم کرے اوس جہادی فرقہ پر جس نے خلافت کو خاندان رستا سے نکالا بلکہ قرآن کو جلایا اور تیر بار ان کیا۔ اوس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس طرح کی روایتیں بھی وضع کیں کہ تعلیم قرآنی خاک میں ملتی رہیں۔

شاہ عبدالغفر صاحب دہلوی تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں صفحہ ۲۱۹ مشہور اہل سنت کہ این سورہ منسوخ است بابت قتال لیکن تحقیق است کہ منسوخ نیست زیرا کہ مضمون این سورہ کمال تبعاعدین کافران و دین مسلمان است نہ عدم تعرض بلکہ در بر مسلمانان جہاد و قتال داخل است پس منسوخ بودن آن بابت قتال صحیح نہ دارد۔

جس سے معلوم ہوا کہ علمائے اہل سنت نے خلاف تحقیق یہ مشہور کر دیا تھا کہ یہ سورہ منسوخ ہے یہ بتائے اسلام کیونکر بدنام نہ ہو۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ جو اقر خدا و رسول پر محض ملک گیر می اور حکومت الٰہی کے لئے کیا گیا تھا اوسکا اثر اب تک باقی ہے یعنی نہ آپ کبھی جہاد کر سکتے ہیں جہاد کا نام لے سکتے ہیں مگر نبرگرن کی جو تعلیم جاری ہو چکی رہے اب تک جمی ہوئی ہے یہ طائشہ ہم اصلاح علماء جلد ۱۱ بابت ماہ ذی الحجہ صفحہ ۲۹۰۔

ایک شخص اہلسنت نے اس بحث خلافت قرآن کے جواب میں خاص ایک سارا نکالا جو جسکا نام ہے ”مہاشہ ست دیو کاٹاف و گراف“ وہ اس اعتراض نے جواب میں لکھتے ہیں۔ جواب مہاشہ جی قاعدہ ہے کہ ڈاکٹر اول زخم کی مرہم تھی کرنا ہے اگر زخم ابھی نہیں ہوتا تو شکاف دیتے ہیں اسید طرح خداوند عالم نے اول زخم لگھد کچھ پوڑنے کا کیا تاکہ اصلاح پڑے یہ جو جا میں اور دوسری اہمیت میں جو اس آیت



نہیں دوست رکھتا زیادتی کرنے والوں کو اور انکو جہان پاؤ قتل کرو اور مکا لرو جہان سے مکو نکالا ہے اور نہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور نہ لڑو ان سے نزدیک مسجد الحرام کے جب تک تم سے وہ نہ لڑیں وہ ان پس اگر لڑیں تو تم بھی لڑو قتل کرو یہی سزا ہے کافروں کی اور اگر وہ باز آجائیں تو خدا غفور رحیم ہے اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو کہ فساد نا بود ہو کر دین خدا جاری ہو جائے پس اگر وہ فساد باز آئیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں ہے۔

مسافر میں یہ زیادتی کیلگی کہ ترجمہ میں فتنہ کا ترجمہ کفر کیا گیا ہے اگر قصدا ہو تو موعود اور اگر غلطی سے ہوا ہے تو غیر۔

اس ترجمہ سے مطلب بالکل بدل گیا کیونکہ اس ترجمہ پر لام آتا ہے کہ حکم جہاد اس وقت تک ہے کہ کفر دنیا سے دور ہو جائے حالانکہ خدا فرماتا ہے اس قدر جہاد کرو کہ فتنہ و فساد دور ہو جائے جو نہایت حاکمانہ اور حکمانہ حکم ہے کیونکہ کوئی شخص فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا۔ تمام امکانی قوت سے اسکا دفع کرنا واجب ہے مگر جو نہ آئے لا اکراد اور اس آیت میں تعارض دکھانا تھا اسلئے یہ بجا تصرف کیا گیا کہ فتنہ کا ترجمہ کفر کیا گیا جو کی طرح جائز نہیں۔

ان آیات کریمہ کو دیکھ کر معمولی عقل کا آدمی بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ حکم اس غرض سے مادل ہوا کہ جو کفار و مسلمانوں کو شائے قتل کرتے تھے ان سے قتال کرنے کی اجازت دیکھی ہے کہ اب تم بھی انہیں لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو۔ تم بھی انکو مکہ سے نکالو جو طرح مکہ ان لوگوں نے نکالا نہ کہ عام طور پر حکم قتال ہوا اس سے آیت لکھ دینکو ولی دین سے واسطہ ہی کیا ؟

مجمع البیان میں ہے وروی عن ائمتنا ان هذه الاية فاسخ لقوله كفوا ايديكم قبوا الصلوة وهذا لك قوله وقاتلهم حيث تفقوهم وقاتلوا كفوا ولا تطع الاكافرين والمنكفین وروى في بعض النسخ وقاتلوا كفوا يعني ايديهم من قولهم كفوا ايديكم قبوا الصلوة

جسین حکم تھا کہ تم اپنے ماتھے کو روکے رہو۔ نماز پڑھے جاو۔ کافروں سے جہاد نہ کرو بس  
آئیہ کا نسخہ یہ آئیہ ہے جسین حکم جہاد دیا گیا ہے کیونکہ ہذا اول آئیہ فقلت لا القتال  
فلما نزلت کان رسول اللہ یقاتل من قاتلہ ویکف عمر بن الخطاب ص ۱۴۲ یعنی  
یہ پہلا آئیہ ہے جو جہاد کے بارے میں نازل ہوا جس کے بعد رسول اللہ کا یہ معمول تھا کہ  
جو آپ سے لڑتا اوس سے آپ جہاد کرتے اور جو نہ لڑتا اوس سے بارہ تھے۔

اسی طرح دوسرا آئیہ واقعتاً ہم حدیث تحقیقاً ہم نسخہ یہ آئیہ ولا تطع الکافرین  
والمنافقین ودع الذییم کا کہ پہلے حکم تھا کافرین ومنافقین کی اطاعت نہ کرو اور  
اوپر کی اذیتوں کو چھوڑ دو جس میں جہاد قتال کی ممانعت تھی اور اسکا حکم تھا کہ وہ جس  
طرح چاہیں اذیت دین تم جواب نہ دو اب اس آئیہ کے ذریعہ سے اجازت ملی کہ تم  
بھی اوسی طرح کلمہ بہ کلمہ جواب دو۔

تو اس آئیہ کو نسخہ لکھ دینکے ولے دین کہنا خدا و رسول پر اقرار نہیں ہو گیا ہے  
کہ ایسے آزادانہ اور حکیمانہ قول کو جس سے بڑھ کر کسی مذہب نے آزادی ندی ہو  
یہ جہاں منسوخ کہتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس سے اسلام پر کتنا بڑا الزام آتا ہے  
غیر تحقیق المنسوخہ تو آئیہ لکھ دینکے کو منسوخ بتاتے ہیں مگر طوائف شیعوں کو معجزہ  
رسول اللہ سمجھتے ہیں تفسیر مجمع البیان میں ہے وقد تضمنت السورۃ المعجزۃ  
لنبیام من جہۃ الاخبار بما یكون فی الاوقات المستقبلة مما لا سیل لے  
علم الا بوحی من قبل اللہ سبحانہ العالم بالغیوب فكان ما اخبر بہ کما اخبر  
وفیہ دلالت علی ذم المداہنۃ فی الدین ووجوب مخالفت الکفار وابطالین  
والبراءۃ منہم ص ۶۲۶

یعنی یہ سورہ شامل ہر حضرت کے معجزہ پر کیونکہ اس میں خبر دی گئی ہے اوس سے  
جو زمانہ آئندہ میں ہونے والا ہے جس کا علم غیر وحی کے نہیں حاصل ہو سکتا چنانچہ  
ویسا ہی ہوا جیسا کہ خبر دی گئی تھی اور اس میں مذمت ہر اذنیوں کی جو امر دین میں  
سہم لگائی کرتے ہیں۔ اور وجوب ہر مخالفت کفار و مبطلین کی اور برات الخیر

پھر کس قدر شرمناک ہے یہ امر کہ جو آیہ مجزہ ہو رسول اللہ کا جس میں حضرت خبر دیتے ہیں اوس امر کی جو ہونے والا تھا اور اسی خبر کے مطابق واقع بھی ہوا اوسکو یہ لوگ منسوخ کہتے ہیں تو پھر آریہ اگر دونوں آیتوں میں تضاد نکالتے ہیں تو کون سے تعجب کی بات ہو۔ طرہ تو یہ ہے کہ اہل سنت اسکے بھی قائل ہیں کہ نسخ صرف حکم میں ہوتا ہے خبر میں نہیں ہو سکتا مگر صرف فقہ و فساد کے لئے اس خبر کو بھی کہہ دینا کہ وئی دین میں خبر ہے منسوخ بتا رہے ہیں۔

مگر خدا خود آپ کے کلام مقدس کا محافظ ہے لہذا اوسنے دوسرے آیہ میں بھی اسکی تصریح کر دی ہے جسکو شاید اہل سنت نے ابھی تک منسوخ نہ کہا ہو جیسا کہ سورہ شوریٰ میں فرمایا لَنَا اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا تَحْجِبْنَا وَ بَيْنَكُمْ۔

چونکہ اہل طریقت مسلمان نے کہا تھا کہ شیعوں سے بنا بر روایات شیعہ جواب ناممکن ہے اسلئے یہاں جو پہلے لکھا گیا وہ روایات شیعہ سے ورنہ تفاسیر اہل سنت سے تو او بھی تاریکی پیدا ہوتی۔

اور نسخ کی بحث چونکہ آئندہ آتیوالی ہے اسلئے یہاں اس اجمال پر اکتفا کیا گیا و اللہ بالبع امر۔

**دسواں اختلاف** عیسیٰ قال ابراہیم ربی الذی یحیی و میت کہا ابراہیم نے کہ رب میرا وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ عیسیٰ قال ابراہیم رب ارنی کیف املوئے کہا ابراہیم نے کہ خدا یا تو کیا مرے کو زندہ کرتا ہے مجھے دکھلا دے۔

الجواب مگر احسنوس یہ نہ لکھا کہ دونوں میں اختلاف ہی کیوں ہے کیونکہ پہلے حضرت ابراہیم کا دعویٰ ہے دوسرے میں خدا سے سوال ہے کہ کیونکر زندہ کرتا ہے دکھلا دے اس میں کوئی اختلاف ہو گیا وہ پہلے بتانا تو چاہئے کیا ہم کہیں کہ ایک گنہگار میں کلمتہ سے تار کا جواب آجاتا ہے اور پھر اوس کے ذہن سے دریافت کریں کہ تار کیونکر دیتے ہو ہم کو بتا دو تو دونوں میں اختلاف ہو جائیگا۔

حضرت ابراہیم کا پہلا ارشاد بمقابلہ خود ہے جس سے فرمایا تھا کہ خدا زندہ کرتا ہے

اور مارتا ہے۔ یہ کلام اسی یقین سے تھا جو ایک وجود عالم پر حاصل تھا غرود نے ازراہ  
مکرو فریب کہا کہ ہم بھی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں چنانچہ ایک شخص کو اس نے ہلاک  
قتل کیا اور دوسرے قیدی کو رہا کر دیا۔ یہ اسکا وہ کہتا تھا جسے اہلی معنی کو بدل کر دوسرے  
رنگ میں دکھایا اس لئے حضرت ابراہیم نے اسکو ایسا جواب دیا کہ وہ جواب سے عاجز  
آ گیا۔ ان الله ياتي بالثمن من المشرق فانت بها من المغرب کہ خدا تو مشرق سے آفتاب  
کو برآ کر مارتا ہے تو تجھے اگر خدا ہے تو مغرب سے نکال لا فہت الذی کفر اسکے جواب میں وہ  
مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ چل سکا۔

یہ کہ غرود نے زندہ کرنے اور مارنے کے دوسرے معنی لئے ہیں جو حضرت کی فہم الفہم  
لئے خلاف تھا اور ایک معنی اسے صحیح ہی تھا لہذا زندہ کرنے اور مارنے کو خدا سے دریافت  
کیا تاکہ علوم ہو یہ غرود کی تسکری ہے جس نے مارنے اور زندہ کرنے کے دوسرے معنی لئے  
اسی لئے حضرت ابراہیم نے کف غی الموقی عرض کیا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے تاکہ  
معلوم ہو یہ معنی جو غرود نے گڑھے میں درحقیقت زندہ کرنا اور مارنا نہیں ہے بلکہ قیدی  
کو چھوڑنا ہے اور زندہ کو قتل کرنا ہے۔

تفسیر محمد امیان میں ہے ان سبب السوال منازعة ضرود ایاہ فی الاحیاء  
ابو ذی الہذا اسود امیت و اطلق محبوسا و قتل انسانا قتال ابراہیم فیس هذا  
الاحیاء و قتال ابراہیم اسنی کیف حق الموقی لیعلم ضرود ان ذی ان ضرود  
لنعم ان الله المیت بحیث یشاہدہ فلذلک قال یسئین قتیلہ  
(۶۱) یاد اللہ سبحانہ و تعالیٰ ص ۱۸۶۔

یہی حضرت ابراہیم کا سوال اسوجہ سے تھا کہ غرود نے معنی میں زندہ کرنے کے خلاف  
کہا تھا کہ زندہ کرنے بھی کہا نہیں میں زندہ کرتا ہوں اس طور سے کہ قیدی کو رہا کیا۔ اور  
زنا میں اس طرح کہ ایک آدمی کو قتل کیا۔ حضرت ابراہیم نے کہا یہ تو زندہ کرنا نہیں  
بلکہ دوسرے پر خدا یا د کہا ہے کہ زندہ کرتا ہے تاکہ غرود کو کوئی معلوم ہو اور روایت  
ابراہیم کے غرود نے کہا تھا اگر خدا ہے مردوں کو زندہ نہ کیا اس طرح کہ ہم بھی دیکھیں تو ہم

تم کو قتل کرینگے اسلئے حضرت ابراہیم نے کہا لیٹاؤں قلبی کہ ہمارا قلب مطمئن ہو جائے اس سے کہ یہ بنیاد نہ قتل کرے گا۔

غرض کوئی وجہ اختلاف ان دونوں آیتوں میں معلوم نہیں ہوتی جسکی زیادہ تشریح کیجائے کیونکہ دعویٰ بنا برحققاد قلبی تھا اور سوال کیفیت احیاء۔ بغرض تعین تاکہ عقین میں رہیاتی ہو جیسا کہ ہم پہلے مثال دے چکے ہیں کہ ٹیلیگراف کی سرعت میں شک نہیں پھر جو جا کر ماسٹر سے دیکھنا چاہیں تو اس غرض سے کہ پوری ماہیت معلوم ہو۔

گیا رہو ان اختلاف علیہ وما ننسخ من آية او ننسها ذات بخیر منها او مثلها جو موقوف کرتے ہیں ہم انہوں کو یا جہاد دیتے ہیں ہم انکو لاتے ہیں ہم ہتر اوک یا مثل اونکے۔ ۱۱۔ وائل ما ادھی الیک من کتابک لا مبدل لکلماتہ اور بڑھ جو کچھ وحی نئی ہے طرف تیری کتاب پروردگار تیرے سے نہیں بدلنے والا اس کے کلموں کو کوئی۔

الحق اب افسوس کہ یہاں بھی آریہ سماج کو دھوکھا دیا گیا کیونکہ اثبات نسخ و انساخت خدا کے لئے ہے۔ لغی تبدیل غیر سے ہو کہ دوسرا کوئی اس کے کلمات کو بدل نہیں سکتا پھر اس میں کونسا اختلاف ہوا۔ کیا کوئی حاکم اعلیٰ کہے کہ ہمارا حکم کوئی بدل نہیں سکتا تو اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ خود حاکم کو بھی اپنے حکم کی تبدیلی کا اختیار نہیں اور بدل دے تو اختلاف ہو جائیگا۔

اسی وجہ سے خدا نے اسکے بعد یہ بھی فرمادیا ہے ولن تجد من دونہ ملحدکم یحزنا خدا کو ہی جاے پناہ نہیں جس سے بدماہیت معلوم ہو کہ خدا غیر کے تبدیل کلمات کی لغی کرتا ہے کہ دوسرا بدل نہیں سکتا پھر اس میں کون سا اختلاف ہوا۔  
لفظ آیت اور کلمہ عام ہے جس میں آیات قرآنی بھی داخل ہے اور دیگر آیات بھی یہی طرح کلمہ میں احکام الہی بھی داخل ہیں اور تقضا و قدر بھی۔

بارہو ان اختلاف علیہ واللہ المشرق والمغرب وایما لو فتم وایما اور واسطی اللہ تعالیٰ کے ہر مشرق اور مغرب میں جہدہ کرنا نہ کرو تم اور ہر کسے کہ اللہ کے

ہے قول وجہک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فی لواءہ وجوہکم شطرہ پس پھر ومنہ اپنے کو طرف مسجد حرام کے اور جہان کہیں ہو تم پھر ومنہ اپنے کو طرف اس مسجد کے۔  
ابجواب نہیں معلوم ان دونوں آیتوں میں اختلاف کیوں سمجھا گیا کیونکہ یہود کو پھر  
ایمترامن تھا کہ بیت المقدس کے سوا اور کسی طرف نماز درست نہیں خدا نے اونکی زندگی اور دنیا  
خدا مجسم نہیں ہے جو کسی جہت مخصوص میں اسکا قیام ہو اسکی نسبت مشرق و مغرب دونوں  
طرف مساوی ہے جدھر تم سرخ کرو اور دھر ہی خدا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ نماز غیر بیت المقدس  
کی طرف درست نہیں۔ لغو ہے۔ کیونکہ مشرق و مغرب تو سب خدا کا ہے۔  
اس آیت میں دو کوی حکم ہے دو کوی امر بلکہ ایک واقعہ کی تحقیق ہے کہ اہلیت تمام  
جہات کی یہی ہے اور سب خدا کا ہے۔

دوسری آیت میں خدا نے حکم دیا کہ نماز تم خانہ کعبہ کی طرف پڑھا کرو مگر کیا واقعہ اور  
حکم میں بھی اختلاف ممکن ہے کیونکہ تناقض میں آٹھ چیزوں کا اتحاد شرمنا ہے۔  
اسی لئے جب خانہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے تو وہاں یہ بھی فرمایا قیل للہ  
المشرق والمغرب یحدی من بینہما الی صراط المستقیم جس سے معلوم ہوا کہ  
گو مشرق و مغرب سب خدا کا ہو مگر حکم کو خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا ہو وجاہلنا  
القبلة التي کدت علیہا الا نعلمہ من وقع الرسول فمن یقلب علی عقیبہ  
ہے اس قبلہ کو اسلئے مقرر کیا کہ معلوم ہو تاج رسول کون ہے پس وہی فرض اس تبدیل قبلہ  
میں بھی ہے کہ اون لوگوں کی شناخت ہو جائے جو تاج رسول میں خلیفہ بہت ہو مسلمان  
اسی وجہ سے مرتد بھی ہو گئے پھر نہ معلوم اختلاف کیونکہ ہو ا کیونکہ جہان غیرہ والاشائید میں تو  
تناقض ممکن ہی نہیں۔

چونکہ یہ بحث بھی آئندہ آنے والی ہے کہ یہاں نسخ ہو گیا نہیں لہذا ہم اس سے مرعوب  
نہیں کرتے بلکہ صرف اسقدر دکھانا منظور تھا کہ ان دونوں میں تو کسی طرح اختلاف نہ ہو  
مکن ہی نہیں۔  
حالانکہ مفسرین کا بیان ہے کہ پہلا آیت نماز نافلہ کے بارے میں ہے کہ ضرورت کے وقت



ہر طرف ممکن ہو اور دوسرا یہ نماز وہی کے متعلق ہو تو اس صورت میں بھی اختلاف نہیں  
تیرہواں اختلاف پہلا قل یا ایہا الکافرین لا عبد ما تعبدون ولا  
انتم عابدون ما عبدوا ولا انما عبد ما عبدتموہ ولا انتم عابدون ما عبد  
لکم دینکم ولے دین کہہ سنا فہون سے کہ نہیں عبادت کرتا میں اس چیز کی کہ عبادت  
کرتے ہو تم اون کی اور نہ عبادت کرتے والے ہو تم اس چیز کی کہ کرتا ہوں میں اس کی  
اور نہیں ہوں میں پوچھے والا اس کو کہ پوچھتے ہو تم اس کو اور نہ تم پوچھنے والے ہو اس کو  
کہ پوچھنا ہوں میں۔ تم ہمارے واسطے تمہارا دین۔ ہمارے واسطے ہمارا دین۔

منہ فاقولوا المشرکین حیث وجدتموہم وخذوہم وحصروہم وافتدوہم  
لہم کل مرصد فان تابوا واقیموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ فخلوا سبیلہم میں مار  
ٹھا لو مشرکین یا کو جہاں بھی پاؤ ان کو اور پکڑو ان کو اور بیٹھ واسطے ان کے ہر گھاٹ کی جگہ  
پس اگر نہ کریں اور قایم رکھیں نماز اور دین زکوۃ تو چھوڑ دو ان کی راہ۔

الجواب اسکی تحقیقات چونکہ میں ہو چکی ہے لہذا اب ضرورت نہیں رہی کہ یہ  
آیہ لکھ دینکم ولے دین کی بھی حقیقت اویسکے ساتھ دکھا دی گئی ہے کہ وہ قانون عام  
ہے اسلام کا اور یہ حکم خاص وقت خاص کے لئے اسبوجہ سے ابتدائی حصہ آیہ کا  
کمال دیا گیا فاذا انسحبت الا شہر الحرم کہ جب ماہ مے حرام گزر جائیں تو مشرکین کو  
قتل کرو جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم کسی دوسرے حکم پر معلق ہے کیونکہ صدر سورہ  
براعۃ من اھلہ ورسولہ میں اولوگوں کا ذکر ہے جن سے اسلام کا معاہدہ تھا کہ  
اب وہ معاہدہ ختم ہوا خدا و رسول اول سے بری ہیں نہ یہ کہ عام طور پر کفار و  
مشرکین کے قتل عام کا ذکر ہو۔

مجمع البیان میں ہے تفسیر آیہ الکفری لا الا فی الدین میں ان المراح  
لین فی الدین اگر لا من اللہ ولكن العبد مخیر فیہ لان ماہودین نے  
الحقیقۃ ہوں اغفال القلوب فاما ما یکرہ علیہ من اظہار الشہادۃ  
فلیس بدین حقیقۃ کما ان من اکرہ علی الکفر لم یکن کافرا و المراء

۱۲ الدین انا منہ و ف شوالا سلام و دین ۲ اللہ الذی اودقضاہ ص ۱۸۲ کہ مراد یہ ہے کہ دین میں بجانب اللہ اکراہ نہیں ہے بلکہ بندہ مجبور ہے کیونکہ دین تو حقیقت میں افعال قلوب سے ہیں اگر کسی پر مجبور کر کے شہادتیں کہلوایا بھی جائے تو وہ حقیقتاً دین نہیں ہے جیسا کہ اگر کسی کو مجبور کر کے کلمہ کفر کہلوایا تو وہ کافر نہیں ہوتا اور مراد دین سے دین اسلام ہے مطابق مرضی خداوند عالم۔

پس جب کہ سید طرح ان آیات میں اختلاف نہیں ہے تو اختلاف کا دعویٰ کس درجہ خلاف واقع ہے۔

اگر حضرات اہل سنت کے اس بیان سے کہ وہ بعض آیتوں کو ناسخ اور بعض کو منسوخ کہتے ہیں اختلاف پیدا کیا جاتا ہے تو یہ بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ منسوخ ہونا دوسری چیز ہے کہ یہ حکم اب جاری نہیں ہے اس سے منسوخ و ناسخ میں تناقض کہاں پایا جاتا ہے کیونکہ تناقض میں آٹھ شرطیں ہیں۔

یہ ہیں وہ اعتراضات مسافر اخبار مورخہ ۲۳ نومبر میں مندرج ہیں مگر مولوی شمس صاحب سے اسکا جواب نہ ہو سکا اور یہ کہتے ہوئے چلتے بنے دو ۵۴ نومبر کے پرچے میں قرآن شریف کے صرف مضامین بتلاے ہیں کہ فلان فلان امر اور فلان فلان رسول بتلائے ہیں ذکر ہے اور بس۔ اور ۲۳ نومبر کے پرچے میں پھر یہی مضمون بعنوان دیگر بتلایا ہے اس کو سوا کوئی اعتراض نہیں ملاحظہ ہو مسلمان مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۱۶ء

۱۲ الشمس کی تابش نے جب دکھایا کہ مسافر مورخہ ۲۳ نومبر کے آخر کے چار صفحوں میں اعتراضات سے بہرے ہوئے ہیں جبکہ ایک عنوان یہ ہے (قرآنی سخت گرفتاریاں کائنات چھانٹ کر بیہوش) دوسرا عنوان (قرآنی اختلاف) جس میں انہیں اختلافات کو لکھا ہے تو اس کے جواب میں فرمانے لگے۔

گذاختہ باب کے بعض منبر جو رہ گئے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ سے منہ امت کو ان کا تقاضا ہوتا ہے علاوہ اسکے ہمارے ایک شیخ میر بان نے بھی اس سال کی نسبت کہ لکھنا شروع کیا ہے چونکہ اوہوں نے ابتدا سے لکھنا شروع کیا ہے اس کو انبیاء

ممبران کے لئے چھوڑ دیتے ہیں ۱۷ جلد ۲ سورہ ۲۸ رجب -

جس سے بکرا امید بندھی تھی کہ آزادانہ طور پر بکرا دیوں کا جواب لکھنے دیکھے مگر افسوس  
ابو الوفا ہو کر یہ یوفائی کی کہ الحدیث سورہ ۸ شعبان میں لکھتے ہیں -

ہاں ہمارا ہی جی پاتا ہے کہ ہم بھی ہومن صاحب سے پوچھیں کہ مسلمان تو مسافر کا  
جواب دینے سے قاصر ہے مگر اپنے بھی جو عنوان تقدیس القرآن قایم کیا ہے تو اسکے متعلق کون  
سامعینوں لکھا ہر بانی کر کے در اہمیں بھی تو بتا دیں شاید ماتم سے فرصت نہیں ہوگی ص  
کالم ۱۷ کیوں صاحب مسلمان ۲۸ رجب میں تو وہ لکھتا تھا کہ یہ بقیہ ممبران کے لئے چھوڑ دیتے  
چن ۱۷ پھر دس ہی روز میں طوطی کی طرح آنکھ کیوں بدل لی - ہم نے مانا تم پیروان منافقین سے  
ہو مگر یہ کیا ضرور ہے کہ ہر جگہ ہی سیرت اختیار کرو -

ابو الوفا صاحب آپ اس طرح اس بحث جواب تنقید قرآن سے علحدہ ہو رہے ہیں کہ خود  
مسلمان ۱۷ سورہ ۱۰ اراکتہ بر میں لکھتے ہیں -

معذرتہ تنقید قرآن کا سلسلہ بعض دیگر مشاغل کی وجہ سے بکرا دیوں کے یہ آئینہ جاری کیا  
جائیگا - انشاء اللہ تعالیٰ -

کی - سی کا نام ایما نذاری ہے اور خدمت دین کے مسافر تو ہر بیعتہ نیاجوٹ کر دیا ہو اور  
شیر پنجاب فراتے ہیں وہ تنقید قرآن کا سلسلہ بعض دیگر مشاغل کی وجہ سے بکرا دیوں کے یہ آئینہ  
بند دہ کیوں صاحب حمایت دین خدمت قرآن سے بڑھ کر کون سا مشغلہ ہو سکتا ہے  
جسکو اپنے اسپر مقدم کیا اور شیعوں پر الزام کہ وہ آریوں کا جواب نہیں دیتے -

بہر حال ایڈیٹر صاحب مسافر نے یہاں تیرہ اختلاف قرآن مجید میں دکھایا تھا اور  
باقی آئینہ بھی لکھا مگر افسوس آجک وہ اس بقایا کو نہ ادا کر سکے کہ ہر اہم از کی بقیہ تحریر  
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں -

قول مسافر سورہ ۲۷ رجب ۱۷ | انا انزلنا قرآننا عربیاً لعلکم تعقلون  
قرآن مجید پر تنقید  
ترجمہ البتہ تحقیق اوتار اپنے قرآن کو عربی زبان میں  
کیا قرآن ظاہر عربی میں ہوتا اس قرآنی آیت میں اللہ میان دعویٰ کرتا ہے کہ اوتار آری

قرآن عربی زبان میں اور عام مسلمانوں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ قرآن خالص عربی زبان پر ہے لیکن ذیل میں ہم اس قرآن سے وہ بہت سے الفاظ پیش کرتے ہیں جو بجاے عربی و اصل یونان کے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یا تو موجودہ قرآن نہیں ہے جو ائمہ میان نے حضرت محمد (بقول اہل اسلام نازل فرمایا ہے یا ائمہ میان و مسلمانوں کا دعویٰ قطعی طور پر

| لفظ     | بیان                      | زبان           | لفظ                    | بیان            | زبان            |
|---------|---------------------------|----------------|------------------------|-----------------|-----------------|
| ابا یق  | طریق الماء و صب الماء     | فارسی ہے       | کہد یا ہے              | اور بقول نقی    | عربی ہے         |
| الچی    | از در ریت                 | جشی یا ہندک    | کلمہ یا کلمہ           | عربی ہے         | عربی ہے         |
| اخلد    | دکن                       | عبری ہے        | بعیہ و کنیہ            | بقول بعض        | فارسی ہے        |
| ارایک   | سُرر                      | جشی ہے         | تور                    | عربی ہے         | "               |
| آذر     | نام ہوا آذر یعنی عولج     | عجمی ہے        | تیتیر                  | عربی ہے         | نبطی ہے         |
| استبرق  | دیباغ غلیظ                | ایضا           | تحت                    | عربی ہے         | نبطی ہے         |
| اسفار   | کتب                       | سیرانی یا نبطی | من تختہا               | عربی ہے         | نبطی ہے         |
| اصری    | بمعنی عہدی                | نبطی ہے        | اصلا کھنام             | عجمی فارسی عربی | عجمی فارسی عربی |
| اکواب   | بمعنی اکوا یا جزار        | ایضا           | شیطان یا ساحر          | جشی ہے          | جشی ہے          |
| ال      | اسم اللہ تعالیٰ           | "              | بمعنی وجب              | "               | "               |
| انہ     | نصیحتہ                    | بربری ہے       | بمعنی حلب فی قومک      | عربی ہے         | عربی ہے         |
| اواد    | المؤمن او اھیم او الد     | جشی یا عجمی    | جہنم                   | عربی ہے         | عربی ہے         |
| اداب    | الموسم                    | جشی ہے         | مخاد قولہ اصوب یا یغتم | "               | "               |
| الاولیٰ | پہلے کو پہلے اور پچھلے کو | عجمی یا عجمی   | الحالوی اصلہ ہوا ری    | نبطی لفظ ہے     | نبطی لفظ ہے     |
| والا حق | پہلا کہنا                 | جشی ہے         | بمعنی اثم بقول عباس    | جشی ہے          | جشی ہے          |
| بطانیہا | ظہا ہوا                   | "              | مغناہ قارات            | عربی ہے         | عربی ہے         |
| کیل ہجر | بقول مجاہد بمعنی کیل ہجر  | دوری           | مغناہ لھنی             | جشی ہے          | جشی ہے          |
|         | ہی کہ ہے کی جگہ اونٹ      |                |                        |                 |                 |

مسلمانان ۱۔ ان سارے ممبر کے پرچے میں چند الفاظ قرآنہ نقل کر کے کہا ہے کہ قرآن مجید  
 دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی بن ہوں حالانکہ مفسرین نے ان الفاظ میں سے بعض کو جیسی  
 بعض کو خراسی بعض کو سریانی وغیرہ لکھا ہے مگر یہ (یعنی جاسنے یا کسی کتاب یا مفسرین  
 کو عربی یا فارسی وغیرہ کہنے سے مطلب کیا ہر ماہر یعنی کن و جود سے کوئی مفسرین یا کتاب  
 کسی خاص زبان کا نزول منسوب ہو سکتی ہے مثلاً کسی مفسرین یا کتاب کو جو ہم آگاہ ہے  
 کتاب کہتے ہیں تو کہا اس کے لئے یہ ضروری ہو کہ اس میں کوئی ایک لفظ ایسا نہ ہو جسکی  
 اصل دوسری زبان سے ہو اگر بشرط ہے تو ہمارے مخاطب صاحب تبادون ایچ لکچرٹ  
 فرزند سے پوچھ کر تبادون کہ جس انگریزی مفسرین یا انگریزی کتاب میں رسید یا انگل یا باہر  
 وغیرہ کا لفظ ہو وہ مفسرین یا کتاب انگریزی ہو گئے۔ بائیں حالانکہ یہ الفاظ اردو کے  
 ہیں۔ آئیے اب ہم تم کو کہہ دیتے ہیں۔ اس میں لاکڑ و شنی دھما میں غور سے سنئے ہر زبان کی فصاحت  
 کی پہچان یہ ہے کہ اس میں کوئی لفظ ایسی نہ ہو جسکی اگر کوئی ایسی لفظ ایسا ہو کہ اس  
 زبان میں عام طور پر مستعمل ہو چکا ہو تو اسکا دانہ مفسرین مثلاً جب تک ہندوستان میں ایک  
 ریل ٹرین ٹکٹ پاس فیل وغیرہ استعمال نہ ہوئے تھے اردو زبان میں لکھا آتا چاہے  
 نہ تھا اگر کوئی شخص اس وقت انکو استعمال کرتا تو اسکی اردو فصیح بلکہ صحیح بھی نہ ہوتی ہی وجہ  
 ہے کہ بعض الفاظ ہندی کے جو اردو میں مستعمل نہیں مثلاً پریشور۔ دھرم۔ گیان وغیرہ ان کو  
 اردو میں استعمال کرنے سے اردو فصیح نہیں رہتی اسلئے آریوں کی اردو ہمیشہ غلط ہوتی ہے۔  
 افسوس کہ ہمارے دوست مسافر کو قرآن مجید کے ساتھ ایسا رخ ہے کہ اسکے مقابلہ میں دو دو  
 چار کہنے سے بھی گھبراتا اور دکھایا نہ ہوتا ہر وہی منظر ہے کہ وہ اس بجا مفسرین ترقی کرتا کرتا اس  
 حد تک نہ پہنچ جائے کہ عام طور پر اعلان کر دے جو نکلے جہاز اوٹھا کر کھینچ دے تو تم ڈالو  
 ناؤ اندر بھونکے پس قرآن مجید میں اگر کوئی لفظ ایسا مستعمل ہوا ہے جسکی اصلیت عربی سے  
 نہیں تو وہ لفظ ایسا ہی ہے جسکی مثالیں اردو میں ہم بتا دیے ہیں بلکہ۔ نیز پاس فیل وغیرہ  
 نہ ایسے الفاظ کے استعمال سے اردو مفسرین غرض ہو سکتا ہے نہ ویسے الفاظ سے قرآن۔ بلکہ یہ  
 کہ ہمارے دل کا مقصد ہے کہ آئیے سمجھ سیکو بھی ایسی مثال دے دو آدھیک موت پیر بلحاظ

## تقدیس القرآن

جواب عامیانه تو ٹھیک ہر حسین جید غلطیاں بھی ہیں کیونکہ انسانی دعویٰ اور خدائی دعویٰ میں فرق ہے۔ یہاں خدائی دعویٰ ہے کہ خدا نے قرآن زبان عربی میں نازل کیا تو اب کسی لفظ غیر عربی کا رہنا خلاف ہے۔

دوسرے یہ کہ رسید یا جھگل یا بازار کی مثال جو دی ہے وہ بھی خالی از غلطی نہیں کیونکہ ان الفاظ کا استعمال اخصراً سبب یعنی یہ الفاظ غیر ملک کے بضرورت سے گئے ہیں بخلاف قرآن کے کہ نہ خداوند عالم مجبور تھا نہ اس نے یہ الفاظ بضرورت استعمال کئے ہیں بلکہ جو الفاظ پیشہ بہ مرتبہ ہو کر وہ عربی نہیں ہیں وہ بھی عربی ہیں یعنی عرب میں وہ الفاظ استعمال ہو چکے تھے۔ عرب نے انکو اپنی زبان بنالیا تھا اگرچہ وہ حقیقت میں غیر عربی ہوں نہ کہ جس طرح انگریزی زبان میں بضرورت لفظ جھگل یا بازار یا رسید کیا گیا ہے کیونکہ وہ بضرورت مجبور تھے بخلاف خداوند عالم کہ وہ مجبور نہ تھا لیکن چونکہ وہ عربی زبان کے الفاظ استعمال تھے اس وجہ سے اسکو خدا نے استعمال کیا اور عربی میں فرمایا نہ عربی خالص۔

مسافر و سائداں انہیں ہر جویہ نہ جانے کہ بعض الفاظ غیر زبان کے آنے سے کلام کی زبان نہیں بدل سکتی کیونکہ وہ جانتا ہے محققین علم لسان نے طے کر دیا ہے کہ زبان کی ابتداء ایک ہی خاندان سے ہوئی ہے۔ اسوجہ سے ہر زبان میں کچھ الفاظ ضروری ایسے مشترک ہیں کہ اصل میں وہ ایک ہی لفظ تھا جو بوجہ تغیر لہجہ و تبدیلی مقام مختلف صورتوں میں نظر آ رہی ہیں۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ ایڈیٹر مسافر اس حقیقت سے ناواقف ہو مگر ان آپ کے نزدیک نے جو جتنے اسکو دے ہیں وہ انہیں پیش کر رہا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں نہ آپکو معلوم ہو یہ سب باتیں وہ کہاں سے لایا گیا آپکو معلوم ہے کہ اسکا کیا جواب ہو حالانکہ یہ سب اعتراضات حقان سیوطی ص ۱۳۷ سے لایا گیا ہے جسکا ترجمہ اردو میں ہو چکا ہے اور اوسى سب نقل کر رہے ہیں اگر آپ کو کچھ بھی علم ہوتا اور رد قرآن تو اوسى القان سے یہ جواب بھی دے سکتے تھے کہ امام شافعی ابن جریر ابو عبیدہ قاضی البوکر ابن فارس عام طور سے قائل ہیں کہ قرآن میں کوئی لفظ غیر عربی نہیں ہے شافعی کو اس بارے میں بہت

تشریف دیتا ہے۔ اسی اوس کہتے ہیں کہ اگر قرآن میں غیر زبان عربی ہوتا تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ جو تکویری زبانیں بھی اس میں استعمال کی گئی ہیں اسوجہ سے اس میں مثل نہ لاسکے تو معجزہ میں نقصان لازم آتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس میں کوئی لفظ غیر عربی نہیں ہے غرض علمائے اہل سنت نے تین جواب دیے کہ قرآن میں کوئی لفظ غیر عربی نہیں ہے یہ تینوں شکی و غیرہ ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

دوسرے یہ کہ غیر الفاظ عربی بھی اس میں مکرر فی الفاظ کے غیر عربی ہونے سے عربی ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جس سے وہ اعتراض بھی دفع ہو گیا جو قائلین غیر عربی پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ خدائے وانا لہ لفظوں میں آیا ہے کیونکہ جس طرح بعض الفاظ کے غیر عربی ہونے سے عربیت نہیں باطل ہوتی اسی طرح بعض الفاظ میں تخریف ہونے سے حفظ خدا نہیں باطل ہوتا۔

تیسرے یہ کہ جو الفاظ غیر عربی کہے جاتے ہیں اگرچہ اصلاً وہ غیر عربی ہیں مگر عربوں نے اور عربوں کے کہنے سے اپنی زبان بنا لیا ہے لہذا وہ عربی ہیں نہ کہ لفظ عرب کو خدائے استعمال کیا ہو ابتداً۔

قال ابوہریرۃ: سئل قاسم بن سلام بعد ان حکى القول بالوقوع من التقطع والمنع عن اهل العربيه والاصحاب عندي مذهب فيه نقض للقولين جميعا وذلك ان هذه الاحرف اصولها اعجمية كما قال الفقهاء ولكنها وقعت للعرب فعربت بها بالسنتها وحولتها عن الفاظ العجم الى الفاظها فصارت عربية ثم نزل القرآن وقد اختلصت هذه الحروف بكلام العرب فمن قال انها عربية فهو صادق ومن قال عجمية فهو صادق ما لى هذا القول الجواب الملقى واین الجوزی وخرن ص ۱۳۸

یعنی ابوسعید قاسم بن سلام بعد نقل اقوال فقہاء کہ غیر عربی الفاظ داخل قرآن ہے اور بعد نقل اقوال اہل عرب کہ ایسے الفاظ داخل قرآن نہیں ہیں کہتے ہیں کہ صواب ہمارے نزدیک یہ ہے جس میں وہ دونوں قول کی تصدیق دیتا ہے کہ یہ الفاظ اصل

بن الخطاب اراد ان يايه وان  
يجمعوا حرمت من طريق القياس  
الجليل الاماء المنكوحات قوله الذي  
لفرضه حانظون احلت من جهة  
العموم والله اعلم ۱۱۰

و بما نفهم بيان من اوس جہر کا ہے جسے خدا نے حلال کیا ہر پس گو یا حرام کا مطلب یہ ہے  
کہ آیہ وان يجمعوا میں الاختین نے بذریعہ قیاس حلی حرام کیا کہ نو ذریوں کو قیاس کیا  
منکوحات پر۔ اور آیہ ولان بن لفرج جہم حافظ نے حلال کیا من حیث اعموم۔

اس تحقیقات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو صاحب اسکے مدعی ہیں کہ قرآن کی ایک آیہ حلال  
کرتی ہے اور دوسری حرام جس کے مطلب یہ ہوئے کہ احکام قرآن میں اس قدر اختلاف ہے  
کہ ایک آیت سے حلت ثابت ہو اور دوسری سے حرمت حالانکہ خدا فرماتا ہے لو علی من عند  
غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا پھر اس سے بڑھ کر کیا اختلاف ہو سکتا ہے کہ ایک آیہ  
حلال کرے اور ایک آیہ حرام۔ پہر یہ تترآن کا ہیکور بادشاہ عبدالعزیز صاحب کا متعہ ہو گیا۔  
علامہ بغوی نے جب اس کلام کو خلیفہ کے مسلم ہدایت کا نمونہ دیکھا تو بتا دیا کہ یہ خلیفہ کی  
جہالت ہے کیونکہ حرمت کے بارے میں تو آیہ وان يجمعوا میں الاختین صاف ہے کہ خدا نے  
اسکو حرام کیا ہے کہ دو نون ہجرتیں ایک ساتھ جہم کی جائیں بخلاف طت کے کہ وہ تو کسی آیہ

و یصغ ثم امر بقتال المشركين فاستمر  
صفى وحفوه عن فطير الاسلام ولو كان  
بالله على خلاف ذلك بمصلحة لا يستلزم  
وعدم التفرع عنه ولد لك قال لا تحبث  
الناس ان محمد يقتل اصحابه فلما حصل  
القوم و دخل المشركون في الاسلام  
وقال اهل الكفر و دخلوا امر بجهنم فبقين

مفسدہ تھا حضرت ایتدائے اسلام میں  
مشرکین کی ایذا و تکلیف پر صبر کرتے تھے  
اور صفی و صفی سے کام لیتے جب تک  
قتال مشرکین ہو کہ مشرکین سے جہاد  
فرمائیں تو حضرت اون لوگوں کے ساتھ  
عضو و صفی فرماتے تھے جو اسلام کا اظہار  
کرتے اگرچہ باطن اور کلمات ہوتا ہو

نوٹ: اس کا صفی ۹ کشف الظلمات شمس جلد ۶ سے ملتا ہے۔



سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آیہ والذین لغزوہم حافظون میں کسی قسم کا حکم ہی نہیں  
پھر اس آیہ کا معارفہ اس سے کیونکر ہو سکتا ہے جس میں حکم ہے۔

تقریب لغوی ایسی صاف اور جلی ہے کہ اسکے بعد کبھی کبھی اس میں شبہ نہیں رہتا کہ ہرگز  
قرآن میں اختلاف نہیں ہے سو اسے حرمت کے کسی آیہ سے حلت کا شائبہ بھی نہیں پیدا  
ہو تا چ جائیکہ حلت ثابت ہو لہذا عمر صاحب کا قول محض جاہلانہ ہے پہلا حکم خاص ہے  
دوسرے میں نہ حکم ہے نہ عموم ہے پھر تناقض کیونکر ہو سکتا ہے جو کہا جائے ایک آیہ نے  
حلال کیا دوسرے نے حرام۔

چونکہ اس تقریر سے عمر صاحب کی حیالت یہی طور پر ظاہر ہوتی تھی لہذا شاہ صاحب  
اس بات پر مستعد ہوئے کہ دونوں آیتوں میں کبھی طرح تناقض ثابت کریں کہ قول عمر  
آیہ حلت و آیہ حرمت سچ قرار پائے۔

جسکی یہ ترکیب کی کہ آیہ وان جمعوا بنی الاختین کو جو لفظ صریح ہے شاہ صاحب نے  
قیاس کر دیا کہ چونکہ جمع بنی الاختین منکوحات سے متعلق ہے لہذا عمر نے نوڈیون کو اوپر  
قیاس کر کے آیہ حرمت میں داخل کیا تو جب یہ حکم مخصوص نہیں بلکہ قیاسی ہو تو یہ  
معارض ہو سکتا ہے آیہ والذین ہم لغزوہم کا جس میں عموم ہے۔

خدا رحم کرے مسلمانوں پر جو صرف اس غرض سے کہ عمر صاحب کا قول سچ ہو ایسی  
تاویلین کرتے ہیں جس سے کلام اللہ و کلام رسول کی تکذیب صحیح لازم آئے کیونکہ آپ  
دیکھ رہے ہیں آیہ وان جمعوا بنی الاختین سورہ نسا کا وہ آیہ ہے جس کی ابتدا

تالیف قلوب ہو اور دونوں میں نفرت  
نہ پیدا ہو اسی وجہ سے حضرت فرمایا کرتے  
کہ ایسا نہ ہو لوگ کہنے لگیں کہ محمد اپنے  
اصحاب کو قتل کرتے ہیں جب فتح  
حاصل ہوئی اور مشرکین اسلام میں  
داخل ہونے لگے اور بعد ادم مشرکین

و حملہ علی حکم الحق ولا یما وقد  
کان ذلک قبل نزول النبی الصمد  
عن الصلوۃ علی المناقض وغیر ذلک  
ما امر فیہ بجهار تم و هذا التقریر  
یندفع الاشکالی عما یتم فی هذا  
بجہد اللہ تعالیٰ الخطابی انما قبل النبی

حرمیت علیکم مہاتم سے ہوئی۔ ہمیں قیاس کیسا علم ہو یا غی میں تو تا مترض بر  
حرمیت علیکم مہاتم تمہارے قیاس کیسے ہیں۔ پوچھیاں۔ خلا میں پھیلے  
بہا بھائیوں جس مان نے تم کو دودھ پلایا۔ رضاعی نہیں۔ ساسین اور وہ تو کیا ان میں  
پرورش کرتے ہو اور ان عورتوں سے جن کے ساتھ مباشرت کر چکے ہو۔ ان اگر دخول نہیں  
کیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اور تمہارے بیٹوں کی بیبیاں نور کہ دبیج کرو وہ نو بہنوں  
میں مگر جو گزر چکا ہو۔

پھر یہ معلوم کہ ان سے شاہ صاحب نے یہاں قیاس جلی کا دعویٰ کیا کہ عسر نے تو  
نور بیون کو منکوحات پر قیاس کیا۔

حالانکہ یہاں حکم یہ تقسیم ہے کہ کل مایین حرام ہیں خواہ وہ منکوح ہوں یا غیر منکوح پھر یہ  
کہنا نور بیون کو منکوح پر قیاس کیا محض غلط ہے اور محض افتراء۔ کیونکہ خداوند عالم کل  
محرمات نسبی و صبی کو بیان کر رہا ہے عام اس سے کہ وہ قلعن بین الاحرار ہو یا  
بین الاما زاد الاحرار۔

پھر شاہ صاحب کا یہ دعویٰ تباہید کر کے والدین ہولہ و جہہ مخطون نے من  
جہۃ العموم حلت کا فایده دیا کیسا لغو اور جہل ہے کیونکہ یہ ان تو کسی طرح حکم ہی نہیں ملے  
تا مترقیف و توصیف مومنین ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ مومنون۔

قد افلم المومنون الذین فی صلواتهم خاشعون والذین هم عن النجوم ضوون  
والذین هم لزوجہم عاقلون والذین عاقلون انہم عاقلون انہم عاقلون

عہد اللہ بن ابی مافعل بحال  
شفقہ علی من ففلق بطرف من الذین  
ولتطس قلب ولد لا عدل للماثل  
الصلح وتاف قوم من الخیر ورجل  
فیہم فلو لم یجب سوال اللہ وکمالہ  
علیہ قبل وذلک لہی الصیر لکان سبتہ

میری اور ذلیل ہوئے اوس وقت  
حضرت کو تم جو تیرے منافع کا  
اور اس کا کہ حکم ہی تیرے خود کے جائے  
حالانکہ حضرت کا یہ فعل قبل ماعت صریح  
ہے دربارہ نماز منافقین و غیرہ جس میں  
حکم جانہر ہے منافقین سے

اوما ملکت ايمانهم فانه غير ملومين لمن اقبض وسرا ذلک فاهلک هم العادون  
یعنی اگر سنگاہ میں وہ مومنین جو نماز میں مشغول کرتے ہیں اور لغو سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ  
دیتے ہیں اور اپنے فروج کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی ازدواج اور لونڈیوں سے کہ اوہ پر  
کوی ملامت نہیں۔ اسکے سوا جو شخص چاہے وہی لوگ تجاؤز کر نیوالے ہیں۔  
ان آیات کو دیکھ کر شخص یہ بھی طور پر کہہ سکتا ہے کہ ان میں کوئی حکم نہیں بیان کیا گیا ہے  
بلکہ مومنین کی تعریف کی گئی ہے تو اوس کی نسبت ہم صاحب کا کہنا ایدراحت کیسا  
صریحی افترا ہے۔

اور شاہ صاحب کا یہ کہنا اہلعت میں جہۃ العموم کہ بحیثیت عموم اسنے حلال کیا کیسا  
لغو ہے کیونکہ جب اوسین حکم ہی نہیں ہے تو پھر اوس سے حلت بچۃ عموم یا خصوص  
کیونکر ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ حکم ہی نہیں۔

اور اگر ان سب سے درگزر کریں تو یہاں سوال مان بیٹی کے جمع کا ہے کہ ہماری ملکیت  
میں ایک لونڈی اور اوسکی مان ہے دونوں کے ساتھ وطی کریں یا نہ۔ اسکو محجوبین  
الاختین سے کیا علاقہ۔ یہاں تو مان بیٹی میں جمین جمع حرام ہے

واجب سے اور بھی معلوم ہوا کہ قرآن سے استنباہ و بھی نہ تھا جو ایک  
مسئلہ کی حلت و حرمت کو اوس سے دریافت کریں اسپر حسب کتاب اللہ کا دعویٰ  
کرنا اور بھی عجیب بلکہ اعجاب ہے۔

امنوس کہ خیال اختصار مانع ہے جو کہ زیادہ تفصیل کی جاے مگر یہ تو بدیہی طور پر نمایان

|  |  |
|--|--|
| علیٰ بن ابیہ و عمار علیٰ قہد فاستعمل<br>احسن الامرین فی الیاسۃ الیہ<br>فانتہی۔ ص ۳۳ ج ۲۔ | اس تقریر سے مندرج ہوتا ہے اشکال جو<br>اس قصیرین واقع ہے۔<br>کہا خطاب نے کہ حضرت نے جو یہ افعال |
|--|--|

کے تو اسوجہ سے کہ حضرت کو نہایت شفقت تھی اون لوگوں کے ساتھ جو کسی طرح بھی  
دین سے تعلق رکھتے تھے اور اسلئے کہ اوسکے بیٹے عبداللہ کا دل خوش ہو جو مرد صالح تھا  
اپنے مگر حضرت اوسکے بیٹے کی سوال کی اجابت نہ کرتے اور نماز قبل و دوہنی بھی دیکھتے

ہو گیا کہ عمر صاحب نے اسلام پر ایسا قبضہ کیا تھا کہ کوئی درجہ ترمیم و تسخیر کا اور ٹھکانہ رکھا۔  
 طرہ تو یہ ہے کہ جو خیال عمر صاحب نے ظاہر کیا تھا کہ قرآن کی ایک آیت سے حلال ہو ایک  
 آیت سے حرام وہ ایسا خیال تھا کہ ہر خلیفہ اس خیال کا وارث بن جائے بغیر تفسیر درمنثور  
 سیوطی میں ہے۔

۱۸ دجلہ سال عثمان بن عفان عن الاختیر فی ملک الیمین حل یجمع بینہما  
 فقال احلہما ایتة وحرمتہما ایتة وما کنت لاصنع ذلک فخرہ من عندہ خلقہ  
 دجلہ من اصحاب النبی ادا علی ابن ابیطالب فسالہ عن ذلک فقال لو  
 کان الی من الامر شیء ثم وجدت احد افضل ذلک لجلتہ نکالاً ص ۳۶ ج ۲  
 یعنی ایک شخص نے عثمان سے اس طرح حج میں الاختین کو پوجا کہ تو بڑیاں ہوں اور دونو  
 بہن ہوں تو عثمان نے کہا ایک آیت اسکو حلال کرتا ہے اور دوسرا حرام مگر ہم ایسا نہیں  
 کرتے۔ وہ باہر نکلا تو ایک دوسرے صحابی رسول اللہ سے ملاقات ہوئی جو میرے خیال  
 میں علی ابن ابیطالب تھے تو حضرت نے فرمایا اگر ہلکو کچھ اس امر میں اختیار ہوتا۔ تو  
 اسپر تعزیر جاری کرتے۔

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جو خیال خلیفہ دوم نے قلم کیا تھا وہ خلافت نہ  
 خیال تھا کہ جو خلیفہ ہوتا اس کے دماغ میں یہی خط سما جاتا کہ قرآن میں ایسا اختلاف موجود  
 ہے کہ ایک آیت سے حلت نکلتی ہے دوسرے سے حرمت۔

جناب امیر کا ارشاد ایسے موقع پر کہ اگر ہلکو اختیار ہوتا تو ہم اسپر تعزیر جاری کرتے

تو اس کے بیٹے اور خاندان پر اس کے یہ تنگ و غار رہتا اس لئے حضرت نے اس کو استعمال کیا جو جس امور تھا سیاست میں یہاں تک کہ نبی وارد ہوئی۔

اس تحقیقات نے ایک تبادیلا کہ جو عمر صاحب ہر چند اسکو منافق کہتے رہے اور اپنے علم ذاتی  
 سے خبر دیتے رہے کہ یہ منافق ہے مگر حضرت نے نہ مانا اور وہی احکام جاری کئے جو عام  
 مسلمانوں کے احکام تھے اور اسپر نماز پڑھی۔

اب وہ لوگ غور کریں جو جناب امیر کی مشارکت و مشاورت خلافتِ ثانیہ پر عزم

حاجان کہہ رہا ہے کہ حضرت کس درجہ مجبور تھے اور کس درجہ ان احکام کو خلاف شرع سمجھتے تھے۔

جو استلال کہ عمرو عثمان نے قائم کیا تھا کہ ممالکت ایمانہم عام ہے اس کا جواب ابن مسعود نے کیا ہی خوب دیا ہے اسی درمشتور میں ہے۔ عن ابن مسعود انه سئل عن الرجل يجمع بين الاختين الا ميتين فله قيسل يقول الله الا ما ملكت ايمانكم فقال وبغيره ايضا ما ملكت عيناك ص ۱۲

یعنی ابن مسعود نے جو جمع بین الاختین سے انکار کیا تو سبیل نے کہا خدا الا ما ملکت ایمانکم فرماتا ہے (جس سے تعیم بھی جاتی ہے) تو ابن مسعود نے کہا اونٹ بھی تو ممالکت عینک میں داخل ہے (تو چاہئے کہ اوس سے بھی مباشرت جائز ہو) مقویہ نے نوادر بھی ترقی کی کہ عام طور سے جائز یا درمشتور میں ہے ان حبا سا لوامعوبہ عن الاختین ممالکت الیہین یکونان عند الرجل یتطوھا قال لیس بذلک باس ص ۱۲ یعنی مقویہ سے یوحنا کیا کہ جمع بین الاختین بوزن یون میں جائز ہے تو معاویہ نے کہا نومی ضابطہ نہیں

کہئے اس سے بڑھ کر کون سے اختیارات ہو سکتے ہیں کہ خلیفہ دوم و سوم نے اگر اسکا اظہار کیا تھا کہ ایک آیہ سے حرمت نکلتی ہے دوسری سے حلت۔ تو معاویہ نے بالکل راستہ کو صاف کر دیا اور کہہ دیا کہ کوئی ضابطہ نہیں اسپر بھی اہل سنت ان لوگوں کو مسلمان اور پیرو قرآن مانتے ہیں ان هذا الشیء عجیب۔

کہتے ہیں کہ اگر حضرت او کو منافق جانتے تھے تو ایسا بڑا وکیل بن کر نہ کیوں کرتے کیونکہ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ جناب امیر کا کام ہر کام میں اتباع رسول تھا پس حسب طرح رسول اللہ نے اس شخص پر جسے عمر صاحب منافق کہہ رہے ہیں برفض تالیف قلوب نماز پڑھی جناب امیر نے بھی اگر اوہین مصالح بلکہ اوس سے وہ چند مصالح سے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ اس قسم کا بڑا و فرمایا تو اس سے اونکا ایمان کہاں ثابت ہوا۔

اب دوسری مصیبت سنئے کہ اس حدیث بخاری میں ہے فضلی علیہ رسول اللہ قال یقول



خون ہو کہ مسلمانوں کو گتھاری پیروی کریں اور اہل ذمہ کی عورتوں سے بوجھن نکاح کرین تو اس سے فساد ہو گا نہ اسو مسلمین میں۔

کہتے یہ مذہبی مداخلت نہیں ہے تو کیا ہے کہ خداوند عالم تو سورہ مائدہ میں فرمایا جو جب سے آخر میں نازل ہوا ۱۱ یوم ۱۱ حل الکحل الطیبات و طعام للذین ۱۲ و تو الکتاب حل لکم و المحصنات من المؤمنات و المحصنات من الذین ۱۳ و تو الکتاب من قبلکم حج تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں پاکیزہ چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی حلال کیا گیا ہے پاکہ من مسلمان عورتیں اور پاکہ من عورتیں اہل کتاب کی۔

اور عمر صاحب ہیں کہ یہ حکم دے رہے ہیں کیا یہ خدا سے بھی زیادہ مسلمانوں کے حل پر زیادہ تحقیق و درجہ نہیں کہ خدا نے تو اس طرح حلال کیا اور عمر صاحب اس طرح منع کر رہے ہیں عمر صاحب کی فلسفی تفسیر ہے کہ اس سے مسلمان عورتوں کو عصہ آئے گا۔ او نہیں فساد پیدا ہو گا اگر اسپر نہیں غور کرتے کہ اس سے اسلام کو کس قدر قوت ہو گی کس قدر اشدائی ہو گی کیونکہ ایک سو چوبیس ہجری کی سب سے اول حدیث من کانت ہجرتہ الی دنیا ۱۴ صیدھا ۱۵ و لیلۃ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴

تو وہ خود اپنی قوم میں ایک ہدایت کرنے والی جاغیت تیار کرتی تھیں چنانچہ اس زمانہ میں  
سے کتنے مسلمان نصاریٰ اور آریہ بن رہے ہیں کہ جو تین دنوں کو اپنے دام تزیویر میں  
لائی ہیں اور اس جماعت کی ترقی ہو رہی ہے۔

اگرچہ قیاس ہو سکتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی عورتیں اگر مسلمانوں کے نکاح میں  
آئیں تو ممکن تھا وہ ان کو اسلام سے خارج کرتیں مگر اس کا جواب اولاً تو خود قرآن  
سے نکلتا ہے کہ اگر ایسا خوف ہوتا تو کبھی خداوند عالم اسکی اجازت اس صراحت سے  
نہ دیتا۔ ثانیاً اس زمانہ کا قیاس کا پورے اس زمانہ پر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ زمانہ  
اقبال اسلام کا تھا کہ ہر طرح اسلام کی ترقی تھی جس پر صرف دیکھو ان کی حکومت کا تمدن پس  
اس زمانہ میں خیر مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا سب کا باعث ہوتا کہ اس صورت  
کے تمام کنبہ و قبیلہ کے لوگ بتدریج اسلام لائے نہ کہ اسلام میں کوئی رخنہ پڑے۔

رسول اللہ کی تعداد ازواج کی ایک وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ تالیف قلب کیلئے  
اور ان قبائل کے فتنہ و فساد سے اطمینان کیلئے قبائل سے حضرت نے نکاح کے  
ذریعہ سے تعلق پیدا کیا تھا اسی وجہ سے حضرت نے اہل کتاب کی عورتوں سے بھی عقد  
کیا اگرچہ وہ سب اسلام لائیں تھیں۔

عمر صاحب نے تو اسپر کوئی دلیل نہیں قائم کی تھی صرف اپنے حکم سے چاہا تھا کہ یہ ممکن ہو  
اونکے صاحبزادے عبداللہ نے کتاب اللہ سے اسکی حمت نکالی چاہی وہ انکی مشیت کا  
حقید میں۔ کو اسکی دلیل قرار دیا چنانچہ دستور سیوطی میں ہے عن ناقص عن عبد اللہ

کہ وہ دونوں آئین ایک ساتھ نازل ہوئے ہوں حالانکہ قرآن موجود میں آیا استغفر لہم لعنہ  
ہے اور آیہ لاقصل علی احدہم کاسیرہم ہے جس سے دونوں آیتوں میں تین آیہ کا فرق ہے  
آخری یہ ہے موضوعیت حدیث تحقیقات ابن حجر میں جو یہ فقرہ ہے کہ حضرت نے فرمایا خدا  
نے تم کو اختیار دیا ہے کہ استغفار کریں یا نہ کریں اور اگر ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تو خدا کو شکیلا  
تو ہم ستر مرتبہ بھی زیادہ کرینگے تو ملائے اہل سنت کو وہ مصیبت پیش آئی کہ ابن حجر کہتے  
ہیں ہر مسئلہ مشکل فقہ التحدید میں الایہ حق اقدم جاعہ من الکافر علی الملک فی قصۃ



بن عمر کان اذا سئل عن کلام اهل النصاریة والیهودیة قال حرم الله  
المشركات علی المسلمین ولا تعرف شیئا من الاشرک اعظم من ان تقول انک  
رما عیسی او عبد من عباد الله ص ۲۵۶ جلد اول

کہ ابن عمر اس آیه ولا تنکحوا المشركات کی یہ تاویل کرتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کی مشرکات  
بھی مشرکات میں داخل ہیں کیونکہ اس سے بڑھ کر کیا شرک ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ یا  
کسی بت پرست کو خدا مانیں۔

مگر یہ ایسی تاویل ہے کہ تمامی احادیث اہل سنت کی ایسے مخالف ہیں خیال نہ اوسی  
در منشور سیوطی میں ہے عن ابن عمر انکروا کلام نساء اهل الکتاب و تاویل لا تنکحوا  
المشركات حتی یؤمن ابو داود فی ناسخه عن ابن عباس فی قوله ولا تنکحوا  
المشركات حتی یؤمن من ذلک کلام نساء اهل الکتاب اهل المسلمین  
و حرم المسلمات علی رجالهم و اخرجه الیهقی فی سننه عن ابن عباس فی قوله  
ولا تنکحوا المشركات حتی یؤمن من قال نسخت و محل من المشركات نساء اهل  
الکتاب و اخرجه ابی حاتم و الطبرانی عن ابن عباس قال نزلت هذه الاية  
ولا تنکحوا المشركات فجهر الناس عنهن حتی نزلت الاية التي بعدها و المحضات  
من الذین او تو الکتاب من قبلکم فکنتم الناس نساء اهل الکتاب ص ۱۵۷ یعنی  
ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیه منسوخ ہے آیه و المحضات عن اهل الکتاب سے کہ خدا  
نے ان عورتوں کو حلال کیا ہے مسلمانوں کے لئے دوسری روایت ہے کہ جب آیه ولا

هذا الحديث مع کبر طرقه و اتفاق الشیخین و سائر الذین خرجوا بالصحيح  
علی تصحيحه و ذلک ینادی علی منکره صحته بعد معرفته الحديث و قلة الاطلاع  
قال ابن التیمی مؤتمراً زلت فیہ الاقدام حتی انکر القاضی ابو بکر محمد بن عبد  
الرحمن زان یقبل هذا و لا یصححان الرسول طالع انتم و لفظ القاضی ابو بکر زان  
فی التقریب هذا الحديث من اخبار الاحاد التي لا یعلم ثبوتها و قال امام الحرمین  
فی مختصره هذا الحديث غیر مخرج فی الصحيح قال فی البرهان لا یصحی اهل

یہاں احادیث کی آیتیں ہیں

تنگھو المشرکات نازل ہوا تو مسلمانوں نے ان سے کلمہ پڑھا چھوڑ دیا اور ان کے بعد  
من الذین تو الکتاب نازل ہوا تو اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمانوں نے نکاح کرنا  
شروع کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ابن عمر کا استدلال اس آیت سے ہی جو منسوخ ہو چکا تھا۔ پھر  
کیونکہ شریعت رسول میں انقلاب آئے کہ عمر صاحب نے تو بزور حکومت حکم خدا کو عمل  
کر دیا باہر عمر صاحب نے یہ ترقی کی کہ اپنے باپ کی تائید میں منسوخ آیت کو پیش کیا  
اور یہ بھی نہ سمجھے کہ آیت دلائل المشرکات سورہ بقرہ کا آیت ہے جو نزولاً مقدم ہے اور  
آیت المحصنات من الذین او تو الکتاب سورہ Maidہ کا آیت ہے جو سب کے آخر میں نازل  
ہوا۔ ہماری غرض اصلی تو یہ ہے کہ دکھائیں حضرت عمر نے کس طرح عورتوں کی حق  
تلفی کی ہے اور کس طرح حکم خدا اور رسول کو اولیٰ ہے کیونکہ کتاب اللہ سب کے سامنے  
موجود ہے جس کے حکم صریح کو اس طرح عمر صاحب بدل رہے ہیں جس میں بظاہر کوئی  
غرض ذاتی نہیں شامل معلوم ہوتی تو پھر اس حکم خدا کے بدلنے میں اور کون کیا دیر لگتی جس  
میں ذاتی اغراض بھی ان کے شامل تھے شل قضیہ فک کے۔

مگر یہ سب گماور بیان اس آیت میں اہل سنت نے صرف اس غرض سے کی ہے کہ اہل  
مطلب کو اس آیت کے مخفی کردین کیونکہ آیت سورہ فائدہ متعلق متعہ اور طلاق ایمن سے ہیں  
کہ اہل کتاب کی عورتوں سے متعہ کر سکتے ہو یا نوڈی کی حیثیت سے ہو تم صرف کر سکتے ہو  
جیسا کہ مجمع البیان میں ہے جو تفسیر شیعہ سے ہو قالوا و يجوز ان يكون محض حسابك  
المعتد و ملك اليمين فان هذا يجوز و ضمن بکلا الوجهین و صحت آیت یہ

محمدیث وقال اللہ اودى التبارح هذا الحد یف خارج محفوظہ صلی ۱۰۵ جلد ۲۔  
یعنی اس آیت سے یہ سمجھنا کہ حضرت کو استغفار و عدم استغفار کا اختیار ہے ایسا امر ہے کہ بہت  
سے اکابر اہل حدیث کو اس پر آمادہ کیا کہ اس حدیث کی صحت میں طعن کریں حالانکہ بہت سے  
طرق سے یہ حدیث وارد ہے۔ بخاری مسلم دونوں نے اسکی روایت کی ہے بلکہ حنفیہ کو گونج  
احادیث صحیحہ کو جمع کیا ہے سب نے اسکی روایت کی ہے جس سے منکرین صحت حدیث کی  
خدم معرفت حدیث اور قلب الطالع ظاہر ہے کہ انہیں منہ پر کہ منہ پر تو ایسا ہی جس میں

ایہ خصوص نہیں سکتا کہ نکاح منہ اور ملک میں سے کیونکہ اس دونوں صورتوں میں وہی  
اور دن سے جایز ہے۔

اہل سنت کے خلیفہ عمرؓ نے اس حکم کے فدیہ سے اس غلبہ اسلام کو کمزور کرنا چاہا جو حضرت  
ابن عباسؓ سے تفسیر کرتے لیکن حضرت علیؓ الدین کلمہ منقول ہے عن ابن عباسؓ قال  
بعث الله نبيهم محمد بن عبد الله صلى الله عليه وآله وسلم على الدين كله فهدى بيننا فوق الملل ورجالنا  
فوق نساءهم ولا يكونون دجالا فوق نساءنا۔ دہشتور جلد ۳

کہ ابن عباسؓ نے فرمایا خدا نے حضرت کو اسلئے مبعوث کیا کہ آپ کے دین کو تمامی ادیان پر  
کر دی تو اب ہمارا دین سب دینوں پر غالب ہو اور ہمارے مرد او کی عورتوں کے او پر ہیں  
اور ان کے مرد ہماری عورتوں کے او پر بھی نہ ہوں گے۔

اس اشارت غلطی کے مٹانے کے لئے عمرؓ نے اصل حکم منہ کو حرام کیا پھر اس حکم کی ممانعت  
کی کہ اہل کتاب کو سب طرح عقد کیا جائے کیونکہ اگر وہ حکم باقی رہتا تو آج یہ نوبت آتی  
کہ ہزاروں مسلمان عورتیں نصاری کے تصرف میں ہیں۔

(۱۵) از الہ النخامین ہے ابو بکر بن سعید بن مسیب قال عمرؓ ما عبد نیک حرة  
فقد احق نصفہ ایہ طرح امتہ فخذ ارق نصفہ یعنی عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جس غلام  
نے کسی آزاد عورت سے نکاح کیا وہ نصف آزاد ہو گیا اور جس آزاد نے کسی لونڈی  
سے نکاح کیا وہ نصف غلام ہو گیا۔

(۱۶) ابو بکر بن عمرؓ اندنخی ان یتزوج المرء لانه من عمره منع کرو یا تعاہوں کو کہ  
لونڈیوں سے نکاح نہ کریں۔ کہئے اگر یہ صاحب نعمت نہ تھے۔ انکو دعوائے نبوت نہ تھا۔

اقدام کو بغرض ہوی بہا شک کہ قاضی ابو بکر نے صحت حدیث سے انکار کیا اور کہا جائز نہیں  
کہ ایسی حدیث قبول کی جائے اور کسی طرح یہ صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہؐ نے یہ فرمایا ہو تھا  
ابو بکرؓ کا لفظ تقریباً یہ ہے کہ یہ حدیث اختیار احاد سے ہے جسکا ثبوت غیر معلوم ہے۔ کہا  
امام الحرمینؒ نے اپنی مختصر میں یہ حدیث صحیح نہیں ہوا بیت کی گئی ہے اور کہا ہر مان میں اس  
حدیث کو اہل حدیث صحیح نہیں جانتے۔ کہا تو آئی نے مستصفی جن کہ اہل یہ ہے کہ یہ حدیث

تو شریعت اسلام کو کیوں اس طرح منسوخ کر رہے تھے حالانکہ یہ فائز کو مخاطب کر کے  
الفسام عام حکم موجود ہے۔

پھر سورہ نور میں فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ يَكُونُ خَلْقًا مِّنْ غَيْرِهَا** من فضلہم واللہ واسمہ علیہم کہ اپنی قوم کی عورتوں کا  
نکاح کر دو اور اپنی غلام اور لونڈیوں سے جو نیک ہوں کہ اگر مخرج ہوں گے تو خدا اپنی  
فضل و کرم سے غنی کر دے گا۔

جس سے عام طور پر نکاح کی تاکید ثابت ہوئی بلا امتیاز و اہرار دانا کہ جہ سے کرو یا کہ  
لونڈی سے مگر خلیفہ دوم نے اس حکم خدا کو اس طرح مٹل کیا کہ اگر کوئی آزاد شخص کسی لونڈی  
سے نکاح کرے تو وہ بھی آزاد غلام ہو جائے۔

اس سے بڑھ کر کون سی مخالفت کتاب و سنت ہو سکتی ہے کہ خدا تو اس طرح حکم دے اور  
رسول اللہ کا یہ عمل ہو کہ اپنے عزیز قریب عورتوں کا غلاموں سے نکاح کریں اور عرصہ  
کا یہ حکم ہو کہ لونڈی سے نکاح نہ کرو ورنہ تم بھی نصف غلام ہو جاؤ گے۔

عوب جیسے مغرور و سرکش قوم کے لئے آپ سمجھ سکتے ہیں اس حکم نے کیا اثر کیا ہو گا کیونکہ  
وہ تو قدیم سے اپنے نسب شرافت پر اس درجہ مغرور تھے کہ دنیا میں کسی کو اپنا ہمسرا ہی  
نہ جانتے۔ ۲۳ برس کی محنت پر رسول اللہ نے ان کو اس قدر سزا دینا کہ وہ سرون کو  
بھی وہ کسی طرح انسان سمجھنے لگے۔ اس حکم نے اپنے پیاؤ اثر کیا اس روایت سے معلوم ہو سکتا  
ہے کہ علامہ شیخ عبدالحق دہلوی اسماء الرجال میں بذیل احوال جناب امام زین العابدین  
غیر صحیح ہے کہ ادا وادی شایع نے کہ یہ حدیث غیر محفوظ ہے۔

پھر نہ معلوم مولوی شبلی صاحب نے کس عقل سے اس حدیث کو فضیلت عمری میں لکھا ہو  
اتے علماء و فاضلین غیر صحیح۔ غیر محفوظ کہہ رہے ہیں۔

ابن حجر جہتے ہیں کہ اس حدیث کو بخاری و مسلم اور کل ایماہ الحدیث نے روایت کیا ہے تو  
یہی کافی دلیل ہے اسکی موضوعیت کی کیونکہ جو واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ عمر نے حضرت کا دامن  
پکڑ کر کہنا اور کہا کہ آپ کیونکر اس پر نادر پڑ سکتے ہیں یہ تو منافق تھا، بھجائے خود بتا رہا ہے

کہتے ہیں حوالہ الحسین ذین العابدین و اولد محمد بن ابی بکر قاسم بن محمد  
وہو لاء الثلثہ بنو خالدہ وکان اهل المدینۃ یکرہون اتخاذا السرا دی حتی  
نشاء فیہم ہولاء الثلثہ و عاموا اهل المدینۃ ففہما دورا فہربا للناس  
فی السرا دی صفحہ ۲۰ ورق قلمی یعنی اہل مدینہ لونڈیوں سے کراہت کرتے تھے جب  
امام زین العابدین ۴ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر نے نشوونما پایا اور تمامی اہل مدینہ  
پر ظلم و ورع میں فائق ہوئے تو اور لوگوں نے بھی آسین رغبت کی۔

دیکھیے حکم خلیفہ کا اثر کہ تمامی اہل مدینہ جو سب صحابی تھے حکم خدا اور رسول سے واقف تھے  
حضرت نے جو اپنی عزیز عورتوں کا نکاح علاموں سے کیا اور لونڈیوں سے خود نکاح کیا  
وہ سبکے پیش نظر تھا مگر خلیفہ کے حکم نے یہ اثر کیا کہ تمامی صحابہ لونڈیوں سے نکاح کر نیسے رک  
گئے یہاں تک کہ جب امام زین العابدین ۴ متولد ہوئے جنگی مادر گرامی حضرت شہر بانو تھیں  
جو اسیر ہو کر حیثیت لونڈی آئی تھیں تب جا کر اسے رواج پایا کہ اور لوگوں نے بھی  
لونڈیوں سے تعلق شروع کیا۔

اس سے دو باتیں ظاہر ہوئیں ایک طرف خلیفہ وقت کی ممانعت اور اس کا رواج اور  
دوسری طرف خاندان رسالت کے فعل سے اس کا رواج تو اگر خلافت بھی خاندان  
رسالت ہی میں رہتی تو آپ سجدے میں دنیا میں صوف ایک ہی مذہب حق رائج  
ہوتا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ امیر اطہار نے اس کے بعد سے تمام تعلق اپنا ام والدہ سے رکھا  
کیونکہ خباب امام جعفر صادق ۴ کے بعد سے تمامی امیر اطہار کی مادر گرامی ام ولد تھیں

کہ محض غلط ہے اور صرف فضیلت عمر کے لئے یہ حدیث بنائی گئی ہے کہ اس دنیا سے عمر صاحب  
کی جرات دکھائیں مگر اسپر نہ غور کیا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو پھر عمر کا اسلام کیا ہوتا ہے اور ان  
صحابہ کی ایما داری و جان نثاری کیا ہوتی ہے جنگی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت کے پیغمبر  
اپنا خون گراتے تھے کیونکہ دیکھو ہے میں حضرت نماز پڑھنا چاہتے ہیں اور عمر آٹکا دھن پکڑ  
کر کہنچ رہے ہیں کیا کوئی حائل مان سکتا ہے کہ ہزاروں جان نثار صحابہ کے روبرو یہ جرات  
ہوتی ہے اور کیا عمر کے بعد مسلمان کہہ جاسکتے ہیں۔

جسکی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ارواح فقہ تفسی کے سبب سے کوئی خاندان مجھوٹا  
ذرا ہو چو کہ اس بحث کو طول ہو گا لہذا صرف حکم طلاق کی تقریر کے بعد اس بحث کو  
تمام کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جو صاحب نے اس میں کس درجہ جو رتوں کی حق تلفی کی ہے۔

(۱۷) از الخفائین ہے عن طاوس ان ابا الصهباء قال لابن عباس انما كانت  
الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الا يجعل واحدة واثني بكون الثلاث  
من امارته فقال ابن عباس نعم مسلم عن طاوس عن ابن عباس كان على عهد  
رسول الله صلى الله عليه وسلم واثني بكون سنتين خلافاً لغير طلاق الثلاث واثني  
فقال عمر ابن الخطاب ان الناس يحتجوا في امر كانت لهم فيه افاة فلو مضينا  
عليهم في هذا الحديث اشكال فوي لان النسبة لا يتصور بعد وفاة النبي صلى  
الله عليه وسلم وانقطاع الوحي فحكي البغوي لاشياء قلت ناويلات احد معناه  
قول الرجل انت طالق انت طالق انت طالق ان قصد الايقاع بكل لفظة  
تقع الثلاث وان قصد التوكيد فواحدة كما هو في الاثر من الاول يصدقون  
في انهم ارادوا واحدة فلما ارى عمر في زمانه انكم انكرها انتم لمثل  
ثانيها معناه طلاق الرجل لغير المدخول بها انت طالت ثلاثاً فظا واحداً  
اصحاب عبد الله بن عباس اتفاد واحدة وقول عمر وعيا حيه وراهل العلم  
انها ثلاث ثالثها معناه انت بتة كان عمر رها واحدة فلما اتابع الناس  
الزمهم الثلاث والاوجه عندي ان معناه ان قوله تم الطلاق مرتين محتمل

ان بان اهل سنته كايان توجبہ ہے عمر پر لندا اگر اس سے بڑھ کر بھی کسی دعویٰ کیا جاتا  
تو قبول ہو جاتا اسلئے خدا نے ایک ایسی بین علامت وضع اس حدیث میں ظاہر کر دی کہ  
کسی حاکم کو بھی اس میں شک نہ رہے کیونکہ واضح حدیث نے کہا کہ حضرت نے فرمایا خدا نے حکم  
اختیار دیا ہے حالانکہ آیہ کریمہ استغفر لہم او لا يستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین  
مرة فلن يغفر لہم ذلک باختلاف و بائد و رسولہ و اللہ لا یجحد علی لہوہ  
الماضین یعنی استغفار کرو ان کے لئے یا نہ استغفار کرو اگر ستر تہ بھی استغفار کرو تو گنہ

وبنين أحد هان يعد أنت طالق ثلثا مرة واحد لا نذر أرسل الكلمة فمرة  
 واحدة الثاني أن ينظر في المعنى كأنه إذا ن يقول أنت طالق ثم يقول  
 أنت طالق ثم يقول أنت طالق فاستمر كلامه وقال أنت طالق ثلثا فهو دفعة  
 واحدة في الظاهر ثلث دفعات في المعنى فكلن الناس في زمان النبي صلى  
 الله عليه وسلم لم ينكشف لهم الأمر ولا ما لو النبي صلى الله عليه وسلم عن لك  
 فكأن كثير ما يذهبون إلى الاحتمال الأول وكذا في زمان الصديق فلما  
 كان عمر ورفضت إليه المسئلة افتأهم بالمعنى الثاني وصرح بذلك ولم يدع  
 محل الخلاف ولما قلنا نظائر كثيرة فمنها أهل العلم كخوما نضرنا منها حديث  
 سبع أمهات الأولاد في زمان النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر ثم نهي عمر عن الثاني  
 عن المطلب بن حنطب أن طلق امرأته البنت ثم أتى عمر بن الخطاب فذكر ذلك  
 له فقال لعمر ما حملك على ذلك فقال قلت قتل عمر ولو أنهم فعلوا ما يوشكون  
 به لكان حيرا لهم واشد تنبئنا قال ما حملك على ذلك قال قلت قال عمر  
 عليك أمرت أن فان الواحدة لا تبين الثاني عن سليمان بن يسار أن رجلا من  
 بني ذريق طلق امرأته البنت فقال عمر ما أرحمت بذلك قال أتاني أقيم على حر  
 والنساء كثير وحلف فحلف قال الشافعي إذا فرجها عليه قال الشافعي مضي فواظمت  
 خرج منى بلانية وثلاثة عمر لا يتأد لو طلق ولم يذكر النية كان خيرا فاما ما كثر  
 عندنا فلما أخذوا ولم يرحبوا به فإداه على الطلاق الزهر واحدة يعني بالوجهين

خدا نہ بخشے گا کیونکہ اول لوگوں نے کفر کیا خدا اور رسول کے ساتھ اور خدا نہیں ہدایت کرتا  
فاسقین کی

ایسا آئیہ ہے کہ معمولی عقل والے انسان کو بھی یاسین شک نہیں ہو سکتا کہ مقصود باری یہ ہے کہ وہ کس طرح قابل غلبہ نبین ہیں پھر حضرت جو افضح اخصما اور عقل التحالہ تھے کیونکر ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اس سے حضرت کا اختیار نکلتا ہو اسیدو جہ سے صاف صاف اون عقلاء کھدیا کہ یہ حدیث وضعی ہے کسی طرح ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو کہ معاذ اللہ

میں نے یہ بات عرض کر کے اقسام سے ہے لہذا ہم اس میں زیادہ دلچسپی نہیں جاتے بلکہ ان مطالب عالیہ پر آنا چاہتے ہیں جو ان کے مذہب کی جان ہے کیونکہ تمام عالم کو معلوم ہے قرآن شیعہوں کے گھر اور تراقرآن کی ترتیب و ترتیبیت جو کچھ ہوئی قرآن شیعہوں کے گھر قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت ظاہرین کے ساتھ کیا۔ قرآن کا سچا عامل اور پیرو دنیا میں کوئی نہیں کیونکہ پھر شیعہ بھی اسکو حدیث کا محکوم اور ماتحت جاننے پر نہ صرف شیعہ ہی اسکے قائل ہیں کہ حدیث بر عقل پر تمام خباہت قرآن کو فوقیت ہی یہ صرف شیعہوں ہی کا عقیدہ ہے جو توحائی حدیث کو بمقابلہ قرآن رد کرتے ہیں۔

اگر آپ غور کریں گے تو ابتدائے اسلام سے آج تک کسی فرقہ کو یہ حوصلہ نہ ہو اگر قرآن کو جابے پناہ بنائے اور اپنا ایک مسئلہ بھی اختلافی مسائل سے قرآن سے ثابت کر سکے مگر یہ حوصلہ ہے تو صرف شیعہوں کا جنہوں نے ابتدائے اسلام سے آج تک نہ کبھی اسے انحراف کیا نہ قرآن و اہل بیت کا دامن ایک منٹ کے لئے چھوڑا۔

حالانکہ رسول اللہ نے بتا کید تمام فرمایا کہ خود میری حدیث کی بھی بمقابلہ قرآن نہ مانو مگر اہل سنت نے اس فرمان کو نہ مانا اور حدیث کو موضوع کر کے رکھال دیا۔

مشکوٰۃ میں ہے عن ابن عباس قال من تعلم کتاب اللہ فمات مع ما فیہ ہذا اللہ من الضلالة فی الدنیا و فی الاخرۃ سوء الحساب علی ذلک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصل فی الدنیا و لا یشقی فی الاخرۃ من تعلم ہذا الا یہ من اتبع ہذا فی فلا یصل و لا یشقی روایت دین۔ صفحہ ۵۳ جلد اول

یعنی ما بن عباس سے روایت ہے کہ جس نے سیکھا قرآن کو پھیرا و سپر محل کیا تو خدا اسکی ہدایت کرے گا خلافت ہے دنیا میں اور پھر ایک سو حساب سے بروز قیامت ہوگا حدیث میں ہے کہ فرمایا جس نے پیروی کی کتاب اللہ کی وہ نہ گمراہ ہو گا دنیا میں اور نہ شقی ہو گا قیامت میں۔ پھر پھر عیساؑ آیا کہ جس نے پیروی کی میری ہدایت کی وہ نہ گمراہ ہو گا اور نہ شقی ہو گا

پھر اسی مشکوٰۃ میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفق کلام اللہ و کلام اللہ ینفق



کلامی و کلام اللہ ینسخ بعضہا بعضاً وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ از احادیث  
ینسخ بعضہا بعضاً کمنسخ القرآن۔ صفحہ ۵۵۔

یعنی حضرت نے فرمایا کہ ہر اکلام نہیں منسوخ کرتا کلام اللہ کو اور کلام اللہ منسوخ کرتا ہے  
ہر اکلام کو اور کلام اللہ نسخ کرتا ہے بعض اوسکا بعض کو اور ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت  
نے فرمایا ہمارے حدیثیں بعض اوسکی بعض کو منسوخ کرتی ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے جلد ۲ صفحہ ۳۲ التاسع اندروی عن النبی اند قال اذا روی عنو حدیث  
فلم یروہا عن کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ وکلا ذروہ ولا شک ان الحدیث  
اقوی من القیاس فاذا کان الحدیث الذی یوافقہ الکتاب مردوداً فالقیاس  
اولیٰ بہ۔

کہ رسول اللہ سے منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا جب کوئی حدیث ایسے روایت کی جائے  
تو اوسکو کتاب اللہ پر عرض ہو اگر وہ حدیث موافق کتاب اللہ ہو تو اوسکو قبول کرو والا  
پھوڑ دو اور نہیں شک ہو کہ حدیث قوی ہے قیاس سے پس جب وہ حدیث کمو افق  
کتاب اللہ نہ ہو مردود ہوتی ہے تو قیاس بدرجہ اولے۔

یہ تو احادیث اہل سنت ہر جن سے وہی بات معلوم ہوتی ہے جو احادیث شیعہ میں ہر  
جسکو اپنی نوٹ میں لکھا ہے اور کافی کلینی میں سب سے پہلے عقل کی فضیلت میں مبسوط آیا  
باندھا گیا اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ قرآن کے سوا کو کسی شے سے متک نہ کیا جائے  
جس سے بحیثیت حکم رسول ہونے کے شیعہ و سنی اس بارے میں متحد نظر کی یہی فرمان رسول  
ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں ہلادی حدیث نہ مانو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کس فرقہ نے اس حکم رسول کو مانا اور کس نے نہیں مانا ہم اہل سنت  
کا میری بقرار پیش کرتے ہیں لہذا اہل سنت پر فرض ہے کہ اگر ہمارے علما کا صریح انکار  
پیش کریں جس سے فوری تصفیہ ہو جاوے کہ کون قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔

قاسمی بن محمد بن علی بن محمد شوکانی جو امام شوکانی کہلاتے ہیں ارشاد الفحول مطبوعہ مطبع  
سعادت بجاوری حفظہ میں لکھتے ہیں صفحہ ۱۳۱ خطہ ۱۰۔

عنا یروی من طریق ثوبان الاخر  
 بعرض الاحادیث علی القرآن فقال یحییٰ  
 بن معین انه موضوع وضعت لثنا  
 وقال الشافعی ما رواه احمد عن یثبت  
 حدیث فی شے صغیر ولا کبیر وقال  
 ابن عبد البر فی کتاب جامع العلم قال  
 عبد الرحمن بن مهدی الزنادق و  
 والنحو ادب و موضوع حدیث ما انا کم  
 عنی فاعرضوه علی کتاب الله فان  
 وافق کتاب الله فانا قلنا وان خالف  
 فلو اقله وقد عارض حدیث العرجی  
 قوی فقال وعرضنا هذا الحدیث فکرم  
 علی کتاب الله فقال لا فاما حدیثی  
 کتاب الله (وما اتکم الرسول فخذوا  
 وما نهاکم عنه فانتهوا) ووجدنا فیہ  
 (قل انکم تمحبون الله فاتبعونی حببکم  
 الله) ووجدنا فیہ من یطم الرسول  
 فقد اطاع الله (قل الاذین اعی الکتاب  
 وحجج الی السنۃ من السنۃ لا الکل  
 قال ابن عبد البر انما تفضی علیہ لاد  
 منه وقال یحییٰ بن ابی کثیر السنۃ قیین  
 المراد منه وقال یحییٰ بن ابی کثیر السنۃ  
 قاضیہ علی الکتاب والمأصل ان ثبت

یعنی جو روایت کہ بطریق ثوبان اس بارے  
 میں وارد ہے کہ حدیث کو جو من کرنا چاہئے کتاب  
 اللہ پر تو یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح  
 ہے جسکو زنادقہ منع کیا ہے کہا شافعی نے  
 کہ نہیں روایت کیا ہے اس حدیث کو لو  
 لوگوں نے جسکی حدیثوں سے کوئی بات ثابت  
 ہوتی ہے خواہ صغیر ہو خواہ کبیر کہا ابن عبد البر  
 نے کتاب جامع العلم میں کہا عبد الرحمن بن مهدی  
 کہ زنادقہ و خواجہ نے وضع کیا ہے حدیث ما  
 انا کم عنی فاعرضوه علی کتاب الله فان  
 کتاب الله فانا قلنا وان خالف قلنا  
 یعنی جو حدیث تمکو مجھے پہنچے تو اسکو عرض  
 کرو کتاب اللہ پر پس اگر موافق ہو تو ہمنے کہا اسکو  
 اور اگر خلاف ہے تو نہیں کہا۔ اس حدیث  
 عرض کا معارضہ کیا ہے قوم نے باین طور کہ  
 اسکو ہمنے عرض کیا کتاب اللہ پر تو اسکو قرآن  
 کے معارضہ پایا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے  
 وما اتیکم الرسول فخذوا وما نهاکم عنہ  
 اور اس میں یہ کہ یہی پایا انکم تمحبون  
 فاتبعونی حببکم الله پھر اوس میں یہ آیت بھی ہے  
 ومن یطم الرسول فقد اطاع الله کہ لافوراعی  
 نے کہ قرآن زیادہ محتاج ہے حدیث کا نسبت  
 حدیث کے کہ وہ متعلق قرآن ہے کہ کتاب ابن عبد البر

حجتہ المستندہ المستقلہ واستقلالہا بقرآن  
 الاحکام ضروریہ و دینیہ و لایخالف فی  
 ذلك الا من لا یدخل فی دین الاسلام  
 یہ کہ حدیث کا حجت ہونا استقلال تشریح احکام میں ضروری دین ہے جس کا کوئی مخالف  
 نہیں ہو سکتا ہوسلمان ہو

ابو نہیں کوئی سنی کہہ سکتا اس قوم کے مقابل قرآن کا ہتھیار ہیں کہ لکھو کیونکہ قرآن کے  
 ہتھیار کو پیروان قائل حسن کتاب اللہ نے بیکار کر دیا ہے۔ قرآن کو حدیث کا احتیاج  
 بنا دیا۔ قرآن کو حدیث کا عریض بنا یا پھر تباہی کیا طاقت ہے کہ شیعوں کے مقابلہ میں  
 قرآن کو لا سکو۔

قاضی شوکانی نے جو جواب دیا ہے وہ بہت ہی مزہ دار ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس  
 حدیث سے حدیث کی ضرورت ہی نہیں رہتی حالانکہ یہ اوکی خوش فہمی ہے کہ کیونکہ جب ہم  
 فہم معانی قرآن سے بعض سول محروم ہیں تو جب حدیث کو کتب سمجھ سکتے ہیں کیونکہ حضرت  
 کا یہ ارشاد وضعی حدیث کی شناخت کے لئے ہے جیسا کہ توضیح الدلائل فی ترجیح الفضائل  
 شباب الدین احمد میں ہے بذیل حدیث طلالی کہ حضرت نے فرمایا علیہ غلیر میں۔

واندسیکون من بعدی اقوام یکادون  
 من بعدی ومعاذ اللہ ان ۲ ق ۱  
 اللہ ملحق و ۲ انطق بامرہ ۱ لا الصل  
 وما امرکم الا ما امر فیہ اللہ ولا ۲ حکم  
 ۱ لا اللہ وسیعلم الذین ظلموا ۱۱  
 منقلب فیقلبون۔

یعنی کچھ لوگ ہمارے بعد ہم پر چھوٹے باز حین گے  
 جو قبول کرتا جائے گا خدا کی پناہ جو میں خدا  
 پر حق کے سوا کوئی دوسری بات کہوں یا  
 راستی گے سوا دوسرے کلام گردن میں تو وہی  
 حکم دیتا ہوں جس کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اسی  
 لئے حضرت نے تصدیق اور تکذیب احادیث

کا اسکو معیار قرار دیا ہے کہ اسکو کتاب خدا پر عرض کرو اس کے مطابق ہوا اسکو قبول  
 کرو اور جو اس کے خلاف ہوا اسکو رد کرو۔ نہ یہ کہ عام طور پر حکم ہو کہ کوئی حدیث قبول  
 کی جائے جیسا کہ اہل قرآن کا خیال ہے۔

رہی وہ آیتیں جن سے شوکانی نے استدلال کیا ہے یعنی ما التکوا الرسول یا ان کتموا  
 اعدیا من بعد الله والرسول تو مسلم ہیں کہ بے شک احکام رسول بھی مثل احکام الہی واجب  
 تعمیل ہیں لکن شوکانی یہیں سے کہ دو حدیث اگر متعارض ہیں تو کوئی سنتی حدیث قبول کجا گی  
 جو مخالف قرآن ہوگی یا وہ جو مخالف قرآن ہوگی۔

رہا یہ کلام شوکانی کہ یحییٰ بن معین نے اسکو موضع کہا ہے تو یہ اونکے اختیار کی بات نہیں ہے  
 مگر قرآن کو کہہ رہا ہے قل ما یكون لی ان ابد له ما تلتقام ففسی ان اتبع الا ما اوصی  
 الی کہ کہہ تو یحییٰ بن معین ہے میرے لئے یہ کہ اوکو بدل دیں اپنے دل سے میں تو اوصی کی پیروی کرتا  
 قرآن کا منسوخ ہونا **سبب واحد** یہاں تک ترقی کی ہے کہ عام طور پر قرآن کو اخبار احاد سے جو مضید علم بھی نہیں منسوخ  
 مانتے ہیں جیسا کہ حصول المامول میں ہے۔

واما ضمه القرآن او المتواتر من السنة فلا حد فقد تم الخلاف فی ذلك فی الجواز  
 والوقوع اما الجواز عقلا فقال بما لا اکثرنا واما الوقوع فذهب النجاشی واما احکام  
 ابن بروهان وابن الحاجب وغیرہما الی انہ خیر جائز وذهب جمیع اهل الظن  
 الی وقوعه وحی دوایتہ عن احمد وهو الحق ومما یرشدک الی جواز الضم بما  
 صح من الاحاد لما هو اقوی متنا وادلالہ منها ان الناسخ فی الحقیقۃ انما جاء  
 وازعلا مقرر حکم المنسوخ وادواتہ واذلک ظنی ان کان حلیہ قطعیۃ فالمنسوخ  
 انما هو هذا الظن لاذلک القطعی فمما یرشدک الی ان قال ولم یعلم احد منہ من  
 جواز ضم الکتاب بالجواز او احد عقلا فضلا عن المتواتر صف ۱۵۱

یعنی یہیں اختلاف ہے کہ قرآن وحدیث متواتر ہر احاد سے منسوخ ہو سکتا ہو یا نہیں اکثر  
 اسکے قائل ہیں کہ عقلا جائز ہے خبر واحد سے منسوخ ہو جائے۔ برآن ابن حاجب وغیرہ  
 ظن ہیں کہ گوا جائز ہے مگر واقع نہیں ہوا اور ایک جماعت اہل ظاہر سے نہیں امام احمدی  
 میں قائل ہیں کہ واقع بھی ہوا اور سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ ناسخ کی فرض تو رفع تواتر  
 ہے جو منسوخ سے پیدا ہوا پس یہ حکم جو منسوخ سے معلوم ہوا تھا ظنی ہے تو یہی ظن

ابن بروهان

منسوخ ہوا نہ ہو قطعی ہے پھر کہتے ہیں کہ کہا ہم نہیں جانتے کہ کسی نے بھی نسخ کیا ہو جو از نسخ کتاب کفر و احد سے چہ جائیکہ حدیث متواتر سے نسخ کا مانع ہو۔ اس عبارت نے واضح طور پر بتا دیا کہ قرآن کی جس آیت کو چاہے صحیح بخاری صحیح مسلم یا منسوخ کر دے کیونکہ وہ سب خبر احد ہے بلکہ خبر اجماع کے اعلیٰ افراد سے ہے نہیں نہیں جس حدیث سے چاہے قرآن کو منسوخ کر دے کیونکہ حدیث صحیح کے ٹھیکہ دار صرف صحاح ستہ ہی نہیں ہیں ان کے علاوہ ہزاروں کتاب حدیث کی ہے وہ سب ناسخ قرآن ہیں۔ اب تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ اہل سنت کے یہاں کیا حیثیت ہے کہ معمولی حدیثیں بھی اوسکی ناسخ ہیں۔

حرم متعہ حدیث سے قاضی شوکانی ارشاد افول میں لکھتے ہیں ومن الودع منسوخ نکاحاً ما بالہی عنہا و هو احد و نحو ذلک کثیر لا صفء،، یعنی وقوع نسخ قرآن کی حدیث سے یہ بھی دلیل ہے کہ نکاح متعہ کا حکم منسوخ ہے اخبار احد سے اور مثل کے بہت ہیں۔

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ نکاح متعہ کا جواز قرآن سے ثابت ہے فالاستتبع بدینہن فاقوہن بجموعہن اور حرمت اوسکی حدیث سے معلوم ہوئی حالانکہ سب معلوم ہے کہ بانی اس ممانعت کے حضرت عمر بن جہنوں نے فرمایا تھا متعتان کا نکاح علی عہد رسول اللہ وانا امر مہماتہم طلب یہ ہوئے کہ قرآن قول عمر سے منسوخ ہوا قرآن کا نسخ ہونا اجماع ہے اب پیٹھرتی سنئے کہ صرف حدیث ہی ناسخ قرآن نہیں ہے بلکہ اجماع بھی کون اجماع جس سے خلیفہ نے ناسخ قرآن ہے جیسا کہ فتح مہول نبردوی میں ہے فلذا الاجماع بخبرنا نسخا للکتاب والسنۃ والاجماع عند بعض مشائخنا منہم عیسیٰ بن ابیہ وایضہب بعض المعتزۃ فمسکو اجماعی ان عثمان رضی اللہ عنہما اجماع الامم

یعنی اجماع بھی قرآن کو منسوخ کر سکتا ہے نزدیک بعض مشائخ کے جن سے ابان بن عیسیٰ بھی ہیں اور اکی طرف گئے ہیں بعض معتزلہ بھی انکی دلیل یہ ہے کہ عثمان نے حکم میراث میں دو ہا کیوں کے رہے میں مان کو ثلث سے گشتا کر سدر کو

الثالث الى السدس بلخون قال  
ابن عباس رضي الله عنهما كيف  
تجسسها ياخون وقد قال الله تعالى  
فان كان له اخوة فلامه السدس  
والاخوان ليسا باخوة فقال جبرها  
تومك يا غلام فدل على جواز النسخ  
بالاجماع وبان الموافقة فلو لم سقط  
نصيدهم من الصدقات بالاجماع  
المنفقة في زمان ابى بكر رضي الله  
عنه وبان الاجماع حجة من حجج الشرع  
موجبة للعالم بالكتاب والسنة  
فيجوز ان يثبت النسخ بكل النص  
الا توى اندا توى من الخبر المشهور  
الذي قد اجاز به الزيادة على النص  
الذي هي النسخ فبالاجماع والجماع  
جائز ہے۔

تو کہا ابن عباس نے دو بھائیوں کی موجودگی  
میں کیونکر محروم کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے کہا ہے  
خان کان له اخوة اگر چہ مردہ کے کئی بھائی ہوں  
تو مان کا چوتھا حصہ ہے اور دو بھائی لغت میں  
کئی بھائی نہیں کہے جاتے کیونکہ وہ تشبیہ اور  
یہ جمع تو عثمان نے کہا اسے غلام تیری قوم کی  
اسکو محبوب کر دیا ہے اس سے صاف معلوم  
ہوا کہ اجماع سے حکم قرآن منسوخ ہوتا ہے بطرح  
موافقة القلوب کا حصہ صدقات میں اسی اجماع کی  
موقوف ہو گیا جو جہد ابوبکر ہوا تھا اور اجماع یہی  
تو حج شریعیہ سے ہے جس سے علم ولایت حاصل ہوتا  
جیسا کہ قرآن وحدیث سے ہوتا ہے پس جائز ہی  
کہ اجماع بھی ناسخ ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ قرآن کا نسخ  
بدرجہ شہور جائز ہے اور اجماع تو اس کے  
زیادہ قوی ہے پھر اس سے نسخ کرنا تو بدرجہ اولیٰ

قیاس بھی ناسخ قرآن ہے ایک قدم اور بڑھائے تو معلوم ہو کہ آپ کے یہاں قرآن کا ناسخ وہ  
قیاس ہی ہے جس کے بارے میں اول نزول میں بلیس وار ہے کہ پہلا قیاس کر نیوالا شیطان  
ہے جسکے میر بھی مطلب یہ ہوئے کہ ہر شیطانی بات سے آپ کے یہاں قرآن منسوخ ہوتا ہو اسی  
شرح مزدومی میں ہے۔

وذكر في بعض الكتب ان النسخ يجوز عند  
القياس وهو القياس المحلى دون  
النسخ قال الغزالي رحمه الله تعالى  
يعني بعض كتابون من فكلور ہے کہ نسخ قرآن جائز  
ہے قیاس سے ابو القاسم کے نزدیک مگر قیاس  
محلی ہو بخنی اور غزالی نے کہا نسخ محلی مجہم ہے اگر

میں ان امرادہر الملقطوع بدفعوا  
 صحیحہ واما المظنون فلا جفہ ۱۰  
 اور اس سے قیاس قطعی ہے تو اسکا نسخ ہونا  
 صحیح ہے اور اگر قطعی ہے تو نہیں۔

اب اہل انصاف خود کریں کہ اہل سنت کہاں تک شیخ قرآن ہیں کیونکہ حدیث سے وہ شیخ  
 اجماع سے وہ منسوخ قیاس سے وہ منسوخ پھر اسکی کیا حالت رہی۔

اگر یہ بیان اون تصریحات کو لکھیں جس میں علماء اہل سنت نے اسکا اقرار کیا ہے کہ اہل سنت نے  
 اتباع قرآن کو بالکل چھوڑ دیا ہے تو نہایت طول ہو گا لہذا شمس بنہرہ ۴ جلد ۱ کا سوال  
 کافی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۹ نمائتہ صفحہ ۱۱ کہ کس طرح اقرار ہے ترک قرآن کا۔

اگرچہ اس تحقیقات کے بعد ضرورت نہ تھی کہ ہم خطاب کے بقیہ اقوال کا جواب دین کیونکہ خود  
 مولوی صاحب نے اسکا اقرار کیا ہے وہ اس سے وہ کھانا کھاؤ کہ کبھی کبھی یہ لوگ قرآن کی  
 آیتیں بھی پیش کرتے ہیں، جس سے دنیا پہلا دعویٰ غلط ہوا مد کیونکہ ممکن تھا کہ شیعہ فیصلہ  
 کا سارا مدار بلکہ کچھ بھی قرآن پر رکھتے، کیونکہ پہلے آپ اسکو محال بنا ہے ہیں کہ شیعہ قرآن  
 سے اسکا فیصلہ کریں۔ پھر اسکا اقرار کرتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی یہ لوگ قرآن کی آیتیں پیش  
 کرتے ہیں، تو اب بتائے کہ آپ کا کون سا قولہ سچ ہے کہ وہ سپر ایمان لایا جائے۔

ابتداءً آپ کو خدا کی حکمت کا راز معلوم ہو گیا کہ خدا کی حکمت نے قرآن کی اشاعت کا ذریعہ  
 حضرت ابوبکر کی جماعت کو بنایا کیونکہ اگر یہ قرآن اور نکاح جمع کیا ہوا نہ ہوتا تو سچ آپ کا  
 یہی دعویٰ ہوتا جسکی حکایت خود قرآن میں ہے قال الم رسول یا رب انی قوی الخذ  
 هذا القرآن فجوہد کہ رسول نے عرض کیا اے رب میرے اس قوم نے قرآن کو ترک کیا پہلا  
 پس یہی اصل حکمت ہو اسکی کہ اگر قرآن کی اشاعت کا ذریعہ بقول آپ کیلئے نہ ہوتے تو  
 سرے سے قرآن ہی سے انکار کر دیا جاتا جیسا کہ پہلے ابوبکر صاحب نے جمع قرآن سے انکار  
 کیا تھا۔

خدا کرے کہ آپ اون لوگوں سے ہوں بد قرآن کے ہتھیار ہیں کہ غلطہ کیونکہ انھیں اپنی  
 تو سیوچہ سے ہوئی کہ قرآن کا ہتھیار آپ لوگوں نے اوتار دیا وخواہ اگر قرآن ہی کا اتباع  
 کرتے تو اجماع کو کیوں تراشتے۔

ان میں سے ہر ایک شخصیت کا مقابلہ مسلمانوں کو عیسویت کے مقابلے سے بھی زیادہ  
 آسان ہے، کیونکہ عیسویوں کو تو آپ رسول اللہ کی وفات کے بعد ہی پیدا ہوئے اور آپ کے  
 انکو مشغول تجرید و تحقیق رسول یا اگر آپ کو موقع ملا کہ عیسویوں میں جاوے گئے اور خلافت پر  
 قابض ہوئے۔

مگر عیسویوں کو سکاہت جلد بدل دیا عیسائیوں نے لیا کہ تاجی رو بہ زمین سے آیا اور ان کا  
 اسی لئے آپ نے یہ فرمایا عیسویت کے مقابلے سے بھی زیادہ آسان ہے۔  
 مگر یہ معلوم اس جملہ سے آپ کے مراد صاحب کا کیا حال ہوا جو دین عیسوی کے نشانے  
 کے لئے آئے تھے کیونکہ جب شیعیان حید کرار کے مقابلہ میں آپ کا جلال سے جن کے مقابلہ  
 کو عیسائیوں کے مقابلہ سے آسان کہتے ہیں تو پھر عیسائیوں کا کیا کہنا۔

یہ بھی گنتا سوا جملہ لکھا ہے، جیسے علی شیبی، دو ہزار آیتیں اپنے عقیدہ میں لایا ہے جس سے  
 استفادہ یقینی معلوم ہوا کہ علامہ علی نے دو ہزار آیتیں اپنے تائید میں لگی ہیں جس سے  
 پہلا قول باطل ہوا، کیونکہ ممکن تھا کہ شیعہ کا سا اعداد بلکہ کچھ بھی قرآن پر کہتے ہوں تو  
 دو ہزار کا آپ نے اقرار کر لیا تو کیا کوئی جی جی بھی ایک آیت بھی اپنی دلیل میں لایا کرتا  
 اس میں سے زیادہ جزو دار بہ جملہ ہے، میں یہ سچ کہتا ہوں کہ دو ہزار آیتیں لکھ کر  
 ان کے باطل اور بطلان ثابت کرتی، کیونکہ یہ تو یقینی ہے کہ قرآن کا ایک حرف بھی باطل کی  
 تائید نہیں کرتا چاہے ایک ایک آیت معلوم ہو کہ دو ہزار آیتیں حق کی تائید ہیں، کیونکہ  
 اس کا تو آپ نے بھی اقرار کیا ہے، دو علی شیبی دو ہزار آیتیں اپنے عقیدہ کی تائید میں لایا  
 ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دو ہزار آیتیں و کچھ عقیدہ علی مومنین اور  
 قرآن و حدیث باطل نہیں لگتا لہذا وہ کل دھوکہ حق ہوا جس کی تائید وہ ہزار آیتیں  
 لگاتے ہیں۔

**خلافت راشدہ** اصل بات یہ ہے کہ امامہ مومنین کی صفات خواہی طور پر مستقر  
 قرآن میں نہ ہو جو حق میں ان میں یہ کوئی بلا متعلق نہ ہو، وہ انہی جملہ میں سے ہیں  
 یہ امامہ مومنین کے خلاف منسک ہوئے اور انہی جملہ میں سے ہیں۔



بہت سی باتیں لکے پے بنیاد اور غیر منقول حقیقہ کے نزدیک ساری کی ساری بڑی وضاحت سے حضرت کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مثلاً یہ آیت و یوتون الذین کونوا فہمدا لکون ابکی نسبت بڑے فخر سے ان کے لکے پچھلے دعوے کرتے ہیں کہ حضرت علی کی شانیں اتری ہے۔ کافی کلینی اور انارۃ البصائر میں اسے گل سرسبد مانا گیا ہے اس ساتھ ماہ تائید شان نزول تراشا گیا ہے کہ ایک روز حضرت علی نماز میں مصروف تھے اتنے میں ایک سائل نے کہا اگلا آپ نے اپنا ہاتھ رکوع کی حالت میں اس کی طرف لٹایا کہ انکی ہونٹوں سے انگوٹھی اوتارے اس چند پیسوں کی انگوٹھی کا خدانے وہ مول ڈالا کہ عرش اور فرش پر آپ کی جود و سخا اور ایشیائے کربلا کے غلطے بلند ہوئے۔ عجیب بیدار گروم ہو حضرت ابو بکر نے چالیس ہزار دینار آچکل کے حساب سے تین لاکھ ساٹھ ہزار کو جو کہ کی پرچنت اور بر فتنہ زندگی میں انہوں نے اسلام کی تائید میں خرچ کئے اور مظلوموں کو کفار کی غلامی کے بے رحمانہ جوئے سے آزاد کیا اور حضرت عثمان نے حبشہ کی کشتی کی گروہ قنداد ادا کو اور ایسا ہی بہت سے نازک وقتوں میں لافیلر امداد کو خاک میں ملائے ہیں اور صریح ظلم سے ایک معمولی جھپٹے کو آسمان پر چڑھاتے ہیں

**رد المحتار** یہ بھی نزلی بات ہے کہ آپ بے اہل بات کو اہل نباتے ہیں علامہ ترمذی لوگوں کا دستور ہے کہ جو آیات عام مہاجرین انصار کے فضائل میں وارد ہیں ان کو خاص اپنے خلفاء کی شان میں لے جاتے ہیں اور شیعوں کا عام استدلال تو صرف اونی سے ہوتا ہے جو باخلاق فریقین یا نبض خاص علماء اہل سنت خاص طور پر حجاب غیر وہاں بہت طاریں کی شان میں باستحقاق تمام وارد ہیں۔

غناہ ولی الد صاحب از اللہ الخامین فرماتے ہیں۔ فقیر گوئی یعنی عہد امتحان سورہ قتال نازل فرمودہ اسے تیس سو مین تھا از کفار و منافقین انچہ صلیب تنوعہ در میان فریقین حد و کان دو فریق اشیخایان منازل و تباہ مراتب ذکر میفرماید و اقوال و افعال و مال و در ضمن اس بحث اشارات بلوازم خلافت خاصہ و اعداؤں مذکور می شود و لکھنؤ

وہاں لشکر کی خبریں حضرت ذوالنورین نے ایک ہزار اونٹ دے دینے کے لئے







بقی الامر واللہ یعلم اسرار ہم۔ یہی لوگ ہیں جنہیں خدا نے لعنت کی ہے اور ان کو ہر اور  
انکے کا اندھا کر دیا ہے۔ جو لوگ مرتد ہوئے اپنے پیشہ کی طرف بعد اسکے کہ ہدایت ظاہر ہوئی  
شیطان نے زینت دیا ہے اونکے لئے اور طول عمر کا امیدوار کیا ہے۔ پہلے کہ جو لوگ  
گمراہت کرتے ہیں اوس سے کہ خدا نے نال لکھا۔ کہتے ہیں ہم تمہاری بعض باتوں میں اطاعت  
کر رہے ہیں اور حالانکہ خدا جانتا ہے اونکے اسرار پوشیدہ باتوں کو۔

خبر تو کیجئے یہ آیتیں جو مسلسل ہیں آگے کیا بتا رہی ہیں کیونکہ خداوند عالم فعل عظیم اللہ تو  
خود ہدایت قریب ہو کہ تلوگ حاکم بنو جس سے یہ تو یقینی معلوم ہوا کہ او کو حکومت یلگی تو  
اب غور کر لیجئے منافقین سے کون شخص خلیفہ ہو کیا کسی خلیفہ کو آپ منافق مانتے ہیں؟  
جو بقول شاہ صاحب یہ سورہ تیز مومن حق و کافر و منافق کیلئے قرار پائے کیونکہ اہل سنت  
کو کسی خلیفہ کو بھی منافق نہیں مانتے۔

اسی سے معلوم ہوا کہ یہ آیت اور نہیں منافقین کے بارے میں ہر جو خلیفہ ہوے کیونکہ سورہ بقرہ  
میں بھی فرمایا ہے ومن الناس من یحبک قولہ فی الرحیوة الدنیا ویشہد اللہ  
علی ما فی قلبہ وهو الد الخصام۔ واذ اتولی سے فی الارض لیفسد فیہا و یجلاک  
انکرت و النسل واللہ لا یحب الفساد یعنی بعض آدمیوں سے وہ شخص ہے جس کو  
تو کلمہ کو دنیا کی زندگی میں خوش معلوم ہوتی ہے اور خدا کو گواہ بناتا ہے اپنی اوس  
بات پر جو دل میں ہے حالانکہ وہ بڑا جھگڑاؤ ہے اور جب حکم ہوتا ہے تو سعی کرتا ہے  
زمین کے فساد کا اور ہلاک کرتا ہے کہیتی اور نسل کو حالانکہ خدا نہیں دوست رکھتا  
کو۔ دونوں آیتوں کو ملائے تو معلوم ہوا ایک ہی مطلب ہے ایک ہی غرض کہ منافقین کو  
خلافت اور فساد فی الارض کو ظاہر کر رہا ہے جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ جو لوگ با  
حکم خدا و رسول خلیفہ بنے وہی مراد ہیں کیونکہ دونوں آیتوں میں اذا اتولی۔ اور ان تولى  
فرمایا ہے کہ جب تم حاکم ہو جاؤ جب کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ از خود حاکم بن جاؤ بلا حکم  
خدا و رسول تو پھر جو خلفائے ثلاثہ اسکا کون مصداق ہو سکتا ہے۔

شاہ صاحب اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلافت را خودہ آتی است کہ منفی یا غیر با صلا

فی الارض ووصل ارحام، جسکے مطلب یہ ہوئے کہ اگرچہ خلاف حکم خدا و رسول وہ خلیفہ ہو جائے اور عمرہ انشٹام کرے تو وہ خلیفہ راشد ہے اور اگر خدا و رسول کے حکم سے کوئی خلیفہ ہو مگر اوس سے عمدہ انتظام نہ ہو تو وہ خلیفہ راشد نہیں ہے۔ حالانکہ خداوند عالم کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ وہ اوسکو لو آدم خلافت و حکومت باطلہ سے قرار دے رہا ہے کہ جو شخص اس طرح کا خلیفہ ہوگا اوس سے یہی مفاسد پیدا ہونگے اگرچہ نظام ہر وہ اصلاح معلوم ہو کیونکہ اسکو بھی خدا کہہ چکا ہے واذ اقبل لہم ولا تقسدا وافی الارض قلوا انما نحن مصالحوں انہم هم المفسدون ولكن لا يشعرون یعنی جب اولن سے کہہ لیا تاکہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو مصالح ہیں خدا فرماتا ہے خبردار رہو۔ یہی لوگ مفسد ہیں لیکن نہیں جانتے۔

جس سے معلوم ہوا کہ وہ مفسد جو خلاف حکم خدا و رسول اس طرح کا کام کرتے ہیں وہ اوسکو فساد نہیں جانتے بلکہ عین اصلاح مانتے ہیں مگر خدا و نکو مفسد کہ رہا ہے تو آپ کے اس فیصلے سے کیا ہو سکتا ہے جو اپنے خلفا کو مصلح فی الارض بنا رہے ہیں حالانکہ آپ بدیہی طور پر دیکھ رہے ہیں کہ سب اعظم فساد فی الارض آپکے خلفائے یہ کیا کہ طریقہ استخلاف کو بدل دیا جو بعض رسول تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نیرید و مر و ان خلیفہ ہوئے جنکو سنا فی یا شیطان کہنے میں کسی کو شامل نہ ہو گا دوسرا فساد جسکو خدا نے قطع رحم سے تعبیر کیا ہے یہ کیا کہ خانہ جناب سید کو جلا یا اور خاندان رسالت کے لئے وہ سامان مہیا کیا جس سے وہ بہتیشہ مظلوم و محروم کیا اس سے بڑھ کر کوئی واقعہ ہو سکتا ہے جس سے ان کو ایتم تقسدا وافی الارض کے مصداق آپ کے خلفا ہوں اگر اس سے زیادہ تفضیل کی ضرورت ہو تو اصلاح علیہ جلد لاء خط ہو

بہر حال آپ کے اعتراض کی بنیاد یہاں دو تینوں پر ہے ایک یہ کہ آیہ یطعمون اطعام کو غنیہ مخصوص بہ جناب امیر کرتے ہیں دوسرے یہ کہ آیہ دیوتون الذکوۃ کو جناب امیر کی ولایت میں مانتے ہیں۔

آیہ اولی کی تفسیر رشور سیوطی میں لا خط ہو صفحہ ۹۹ جلد ۲ اخیر ابن مردودہ میں ابن







عبارت میں فی قول اللہ وطمعوت الطعام علی حیۃ الایمان ہذا نہایت حدیث ہے  
 ابن ابی طالب و فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ابن مردویہ نے روایت  
 کی ہے کہ ابن عباس سے کہ یہ آیت نازل ہو احق میں بنی عباس امیر کے اور فاطمہ بنت رسول اللہ  
 کے بارے میں نہ

پھر ثنائے امین ہمارا کیا قصہ رہے جبکہ خود آپ کے یہاں اس قسم کی روایت موجود ہے  
 تو پھر دوسرے سے استدلال کیوں نا درست ہوگا۔

عمرہ تو یہ ہے کہ حدیث میں اگر کبھی طرح اختلاف کیا گیا ہے اور دوسرے دوسرے لوگوں  
 کا بیان لیا بھی گیا ہے تو یہاں کسی طرح دوسرے کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹۲ جلد ۸ و ۱۰ واحدی میں لکھا ہوا  
 ذکر فی کتاب البسیط اتھا نہایت فی حق علی علیہ السلام و صاحب الکشاف میں  
 بقولہ ذکر ہذا القصۃ فری عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان الحسن والحسین  
 علیہما السلام مضافا لہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اناس معہ فقالوا یا  
 ابا الحسن لو نزلت علی ولدک فندہ علی و فاطمہ و خضتہا دیر لہما فی شفاہا  
 اللہ تم ان یعمو و ابتلا فزایام فشفیوا و ما معہم خاستقہ علی من شیعہ آلہ  
 الیہودی فلا فزایام و من شیعہ فاطمہ صبا عا و اختہ فزایام و من  
 علی حد و دم و دم صبا بن ایدم لیفطر و یوقف علیہم سالی فقال السلام علیکم  
 یا اهل بیت محمد و مسکین من مساکین المساکین اطمینوا علیہم و یومئذ یخبر  
 خاتروہا و بآئوہم و یقولوا السلام و اصبروا صابین علی المسوا و خضوا طعام  
 بین ایدکم و وقف علیہم فاقروہ و حاکم سیر و الثانیۃ ففعلوا مثل ذلک فلما  
 اصبحوا اخذ علی علیہ السلام الحسن والحسین و دخلوا علی الرسول فلما ابصرہ و سمعہ  
 یقولون کالفریح من شدۃ الحسین قال ما اشد ما یسود فی ما انری بکونہما کفک  
 معہم فرأی فاطمہ فی محرابا قد تصبغ بطنہا بظلمہا فلو خادعہا فاستاد و ک  
 خذل جبرئیل علیہ السلام و قال خذ علیا الحسن و الحسین و یومئذ یخبرہا خاتروہا السود  
 یخشی و انہی نے جو یہ تفسیر ہے فی الذہب ابن کتاب البیضا میں پورے مشرقی نے معترفہ راہی









